ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپیہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (٦) | بابت ماہ جنوری سنہ ١٩٢٠ء | نمبر (١)

فہرست مضامین

اعلان

قابل توجہ خریداران رسالہ اشاعت اسلام

جنوری سنہ ۱۹۲۰ء سے رسالہ اشاعت اسلام اور رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا (انگریزی) کے متعلق تمام خط و کتابت بجائے پہلے پتے یعنی بنام شیخ رحمت اللہ صاحب انگلش ویرہوس دی مال لاہور کے مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور کے پتے پر ہونی چاہئے۔ اور تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اشاعت اسلام و اسلامک ریویو و مسلم انڈیا بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلادِ غیر و ووکنگ مشن (انگلستان) احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور ہونی چاہئے

خاکسار۔ مینجر



بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (٦) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۱)

شذرات

سب سے پہلے ہم ناظرین باتمکین کی خدمت میں نئے سال کی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ کو اور رسالۂ اشاعت اسلام کو ایسے سینکڑوں سال دیکھنے نصیب ہوں۔ آمین۔ اور ہماری خدا تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مشن کو اور ان ہر دو رسالوں کو اسلام کی خدمت احسن طریق سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

نئے سال کے شروع ہی میں یہ پرچہ آپکے مبارک ہاتھوں میں پہنچیگا۔ گویا کہ رسالہ اپنی زندگی کے ایک نئے سال میں قدم رکھیگا۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ نیا سال سنہ ۱۹۲۰ء اس پر بخیر وخوبی گذرے۔ اور اسے اسلام کی اور آپ کی خدمت کرنے کا بہترین موقع ملے۔ یہ سب کچھ تو ہوا اب ذرا اللہ اتنا تو غور فرمائیے کہ کیا آپ اپنی کوششوں کو سالگذشتہ تک ہی محدود رکھیں گے۔ یا نئے سال کے ساتھ انہیں بھی ایک نئی روح پھونکنے کی کوشش کرینگے۔ آپ کی گذشتہ کوششوں اور امداد کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔ مگر کیا صرف انہی کوششوں سے اشاعت اسلام جیسا

اہم اور ضروری کام سرانجام ہوسکتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ ہمیں آگے سے دوگنی چوگنی بلکہ دس گنی کوشش کرنی چاہئے۔ خدا کے کام ہو کر رہینگے۔ مگر بد قسمت ہیں وہ جو ایسے موقع کو ہاتھ سے گنوا دیں۔ اگر آپ اسکی امداد نہیں کرینگے۔ تو اللہ تعالیٰ کسی اور قوم سے یہ مقدس کام لے لیگا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ووکنگ مشن کا کام خدا کے فضل سے روز افزوں اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اکرام کی بارش ہو رہی ہے۔ اسلام کا سیل رواں کفر میں بڑھا چلا جا رہا ہے۔ لوگ اسکی حیرتناک ترقی پر انگشت بدنداں ہیں۔ کیوں نہ ہو اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ مگر اسکو اور زیادہ ترقی دینے کے لئے مالی امداد کی سخت ضرورت ہے۔ آپ اسی رسالے کے سرورق کو ذرا غور سے پڑھیئے دیکھئے کیا لکھا ہے۔ یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ انکی خریداری پر بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی ترقی پر ہی اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے۔ اب دیکھئے آپ نے اس کار ثواب میں کہاں تک حصہ لیا ہے یا لینے کی کوشش کی ہے۔ اب ایسا موقع ہاتھ سے نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے ایک نیکی کا اجر دس گنا رکھا ہے۔ اور اپنے دامن کو بھر لو اور دین و دنیا میں سرخرو ہو رہئے

چو شیدائے جانان تابد یقین قوم ... پیدا بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوش شد شمارا نیز واللہ رتبت و عزت شود پیدا
بقصد این خبر نصرت از ... ...ئے آسمان است این بہر حالت شود پیدا

خدا کا شکر ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ مشرقی کی صحت آگے سے بہت اچھی ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ آپ کو صحت کلی عطا فرمائے۔ تا کہ پھر اپنی کامل توجہ مشن اور اسلام کی خدمت میں صرف کر سکیں ÷

ہمیں نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض ضروری وجوہات کی وجہ سے اس دفعہ کے رسالے میں بھی مضمون "انکشافات نفس و شعور کونیہ" نہیں چھپ سکا۔ امید ہے کہ قارئین کرام ہماری مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں معذور خیال فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ماہ فروری کے رسالے میں ہم اس مضمون کو ضرور شائع کر دینے کی کوشش کرینگے +

ہمارے سابق مینیجر جناب خواجہ عبد الغنی صاحب و حافظ محمد حسن صاحب بی اے بغرض تبلیغ و اشاعت اسلام جنوبی ہند کو روانہ ہو گئے ہیں۔ پہلے شاید مدراس تشریف لیجائیں۔ اور وہاں کچھ مدت ٹھہر کر تمام جنوبی ہند کا دورہ کرینگے۔ خدا کرے کہ ان کا مشن مظفر و منصور واپس آئے۔ اور تبلیغ اسلام کا مقدس فرض نہایت خوبی سے ادا کرے۔ آمین ثم آمین۔ جنوبی ہند کے احباب سے درخواست ہے کہ انکی ہر طرح مدد فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ ان حضرات کا ایک بڑا اہم اور مبارک ارادہ یہ بھی ہے کہ مدراس میں انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کے تامل زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کا انتظام کریں۔ یہ رسالہ انشاء اللہ تعالےٰ مدراس سے ماہواری شائع ہوا کریگا۔ اسکے متعلق مفصل اعلان بعد میں شائع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آمین۔ خواجہ عبد الغنی صاحب کی غیر حاضری میں خواجہ جلال الدین صاحب کام کرینگے +

رسالے کے مولود نمبر بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء میں مضمون "مذہب اور جنگ" کے سلسلہ میں زیر سرخی "غزوات نبوی" کا ایک صفحہ لکھا جا چکا ہے۔ مگر ہم نے اس خیال سے کہ اس طرح مضمون کی دلچسپی اور سلسلے میں تناقض واقع ہو جائیگا۔ اس رسالے میں مضمون شروع سے آخر تک درج کر دیا ہے تاکہ سلسلہ بھی نہ ٹوٹے اور دلچسپی میں بھی فرق نہ آئے۔ اور آیندہ بھی اسی طرح ہوا کریگا۔ کہ ایک کامل مضمون درج رسالہ کیا جایا کریگا +

انہیں مندرجہ بالا وجوہات سے ہم نے [illegible] کا سلسلہ بھی بند کر دیا ہے۔

آیندہ کامل خطبہ درج رسالہ ہوا کریگا۔ تاکہ سلسلہ مضمون بھی نہ ٹوٹے اور دلچسپی میں بھی ترقی آئے

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

مراسلۂ مسجد ووکنگ نمبر ۶

مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

مسجد ووکنگ میں لیکچر

اِس اتوار (۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء) کو مسجد میں انگریز نومسلم و غیر مسلم مردوں اور خواتین کے مجمع میں مولینا مولوی صدر الدین صاحب نے فطرتاً گنہگار ہونے کے عیسائی عقیدہ کے خلاف ایک زبردست تقریر فرمائی۔ اور اپنی شہادت میں نہ صرف قرآن کریم کی آیت فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا کو ہی پیش کیا اور بتایا کہ انسانی فطرت کو اللہ تعالےٰ نے اپنی فطرت کے مطابق پاک بنایا ہے۔ بلکہ خود انجیل کے بھی ۱۸ باب کی شروع کی چند آیات پڑھیں جو اس پاک تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ مثلاً یہ کہ

شاگرد یسوع کے پاس آکر بولے۔ پس آسمان کی بادشاہت میں بڑا کون ہے؟ اُسنے ایک بچے کو اپنے پاس بُلاکر اُسے ان کے بیچ میں کھڑا کر دیا۔ اور کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم نہ پھرو اور بچوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہو گے۔ پس جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی مانند چھوٹا بنائیگا وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا ہوگا (متی ۱۸: ۱-۴)

آپنے بتایا کہ ان آیات میں حضرت مسیح نے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے اور بڑا بننے کے لئے بچے کی مانند بننے کا ارشاد فرمایا ہے۔ حالانکہ اگر آپ انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتے تو آپ کو کہنا چاہئے تھا۔ کہ میرے خون پر ایمان لاؤ۔ تو آسمان کی بادشاہت میں بڑے بن جاؤ گے۔ لیکن بچہ کی مانند بننے کا ارشاد صاف بتاتا ہے۔ کہ آپ انسان کو

فطرتاً گنہگار نہ سمجھتے تھے کیونکہ انسان کے فطرتاً گنہگار ہونے میں تو بچہ اور بڑا سب عیسائی معتقدات کے مطابق شریک ہیں۔ بلکہ آجکل کے عیسائی عقاید کے رُو سے تو ایک بچہ اگر بپتسمہ لئے بغیر مرجائے تو وہ جہنمی ہے۔ اور پادری صاحب اس کا جنازہ پڑھنے سے انکار کردیتے ہیں۔ اور اُسکو قبرستان میں بھی دفن ہونے نہیں دیتے بلکہ علیحدہ جگہ اس کو گاڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے۔ کہ وہ تمام بچے جو بپتسمہ لئے بغیر مرجائیں۔ وہ دوزخ کی سطح پر رینگتے ہیں۔ انجیل کی مندرجہ بالا آیات اس کے خلاف ایک کھلی شہادت ہیں۔ اور ان سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح ایک بچہ کو کم از کم معصوم سمجھتے تھے۔ اور انسان کے فطرتاً گنہگار ہونے کے قائل نہ تھے ایسا ہی آپ نے بتایا۔ کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ "اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلائے۔ تو اسے کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے"۔ اگر آپ انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتے۔ تو کس چیز سے ٹھوکر لگنے کا خیال ہی غلط ہے۔ اور اس کو الگ کردینے سے انسان پاک نہیں ہوسکتا۔ ٹھوکر سے بچنے یا پاک ہونے کے لئے تو موجودہ مسیحی معتقدات کے مطابق انہیں اپنے خون پر ایمان لانے کا حکم دینا چاہئے تھا۔ اس کے خلاف ٹھوکر کی چیز کو الگ کردینے کا ارشاد بتاتا ہے کہ جناب مسیح انسان کے نیک عملوں کو ہی پاکیزگی کا موجب سمجھتے تھے۔ اور کسی کفارہ کے قائل نہ تھے غرض اس بارہ میں جناب مسیح کا کلام قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔ ایک انگریز نومسلم مسٹر سلیمان شلیح نے آپکے پیش کردہ استدلالات کی بڑے زور سے تائید کی۔ دعا اسلام۔ دوست محمد

اسلام اور عیسائیت کے متعلق

رُوشو کی رائے

رُوشو (Rousseau) کی مشہور کتاب کانٹر کٹ سوشل (Contract Social) مطالعہ کرتے ہوئے میں اس مندرجہ ذیل موقع پر پہنچا جو کہ امید ہے کہ اسلامک ریویو کے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اسمیں اسلام اور عیسائیت دونوں مذہبوں کا موازنہ کیا گیا ہے اور انکی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ ایک ایسے شخص کے الفاظ ہیں جو کہ تمام یورپ کا سب سے بڑا سیاست دان اور مدبر تسلیم کیا گیا ہے:۔

(۱) اس مقنن نے غیر فانی ہستیوں کے منہ سے ایسی اعلیٰ اور فضیلت والی شئے کا ثبوت دلوایا جو کہ عام لوگوں کی وسعت عقل سے بہت اوپر پرواز کرتا ہے۔ تاکہ وہ آسمانی حکومت کے ذریعے سے ان دلوں پر اثر کرسکے جن پر انسانی دور اندیشی کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ مگر ہر انسان کا اتنا دل وگردہ نہیں ہے کہ وہ ان دیوتاؤں کو اپنا ہاتف غیبی بنالے۔ یا لوگوں سے یہ منوالے کہ وہ ان دیوتاؤں کا ترجمان اور رسول ہے۔ مقنن کی اعلیٰ روح ہی وہ حقیقی معجزہ ہے جو کہ اس کے مشن کا ثبوت دیتا ہے۔ ہر ایک انسان دوسرے لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے پتھر کی تختیوں پر حروف لکھنے یا مندر کے ہاتف غیبی کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ دلواتے یا کسی دیوی دیوتا سے خفیہ مکالمہ ومخاطبہ کا دعویٰ کرنے یا کسی پرند کو اپنے کان میں بولنے کی مشق کرانے یا کوئی ایسے ہی بیہودہ طریق استعمال کرنے میں مشاق بن سکتا ہے۔ اس قسم کا شخص چند بیوقوف لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہوسکے گا۔ مگر ایک سلطنت یا حکومت قائم کرنا اس کے احاطہ قدرت سے کوسوں دور ہے۔ اور اس کا سب تماشا کام بہت جلد تباہ وبرباد ہو جائیگا۔ خالی دھوکا اور فریب صرف ایک وقتی رشتہ اور تعلق پیدا کرسکتا ہے۔ مگر دانائی اور عقلمندی کے تعلقات بہت دیرپا ہوتے ہیں۔ یہودی قانون جو کہ ابھی تک باقی ہے۔ اور اسمٰعیل کے بیٹے

(حضرت نبی کریم صلعم) کا ماننا [illegible] صدیوں تک تقریباً نصف دنیا پر حکمرانی کی دو تو
[illegible] اور [illegible] الشان بنائیوں کا ثبوت دیتے ہیں - اگرچہ مغرور
[illegible] کامیاب کر [illegible] اور [illegible] زیادہ رتبہ نہیں دیتا - مگر حقیقی
[illegible] اور [illegible] ایسی عظیم الشان اور زبردست
[illegible] اور نظاموں کا باعث ہوتی ہے
[illegible] تھا [illegible] تب ہر ایک چیز نے اپنی شکل و
[illegible] بدل دیا - اور بہت تھوڑے
[illegible] حکومت نے اسی دنیا میں ایک انسانی حاکم کے
[illegible] حکومت [illegible] کی شکل اختیار کر لی - کیونکہ
[illegible] کی رقت میں موجود رہا ہے - اسلئے
[illegible] حکومت [illegible] جھگڑا اور تنازعہ ہی رہا ہے - جس نے
[illegible] کر دیا ہے - اور کوئی بھی
[illegible] ہو سکا - کہ آیا اس کو بادشاہ کی اطاعت
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات نہایت مضبوط
[illegible] کر دیا تھا - اور جب تک آپکے خلفائے
[illegible] حکومت میں کوئی تفرقہ نہیں پڑا - اور
[illegible] اور علم و فنوں میں ماہر ہو گئے - تو
[illegible] ترکستان کے وحشیوں نے ان کو
[illegible] میں پھر تفریق ہو گئی (یعنی بادشاہ
[illegible]

(۳) مگر شاید میں [illegible] جمہوری [illegible] کا ذکر کرنے میں غلطی پر ہوں کیونکہ
[illegible] نہیں ہو سکتیں عیسائیت لوگوں کو غلامی اور دوسروں کی محتاجی
سکھلاتی ہے - چنانچہ اسکی سپرٹ حاکم کو ظلم و ستم کرنے میں بہت مدد دیتی ہے - سچے عیسائی گویا

نبی غلاموں کیلئے ہیں۔ اگرچہ ان کو اس کا علم ہے مگر وہ اسے محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ قلیل دُنیاوی زندگی ان کی نظروں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی"۔
مندرجہ بالا عبارتوں پر غور کرتے ہوئے اسباب کو نظر انداز نہیں کردینا چاہیئے کہ زرتشو مسلمان نہیں تھا بلکہ ایک عیسائی تھا ۔

مُبشر

حمد باری تعالیٰ

حمد و شُکرِ آں خُدائے کردگار | کز وجودش ہر وجُودے آشکار
نُور مہر و مہ ز فیض نُورِ اوست | ہر ظہورے تابعِ منشُورِ اوست
ہر سرے سرّے ز خلوت گاہِ او | ہر قدم جوید درِ باجاہِ او
مہر و ماہ و انجم و خاک آفرید | صد ہزاراں کردِ صنعت ہا پدید
اے ستمگر ایں ہمہ مولائے ماست | آنکہ قرآں مادحِ او جا بجاست
بس ہمیں فخرے بود اسلام را | کو نماید آں خدائے تام را

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے | آنکہ در خُوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل | آنکہ رُوحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذُوبِ عنایاتِ حق است | ہمچو طفلے پروریدہ دربرے
آنکہ در بِرّ و کرم بحرِ عظیم | آنکہ در لُطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار | آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم و حق را آیتے | آں کریم و جُودِ حق را مظہرے
احمدِ آخر زماں کز نُورِ او | شد دلِ مردم ز خُور تاباں ترے
انبیا روشن گہر ہستند لیک | ہست احمد زاں ہمہ روشن ترے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال | لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ووکنگ مشن اور مسلمانوں کا رویہ

غالباً یہ کسی پر مخفی نہ ہوگا کہ عرصہ چھ یا سات سال سے انگلستان میں ایک مُسلم مشن بنام ووکنگ مشن اشاعت اسلام کا کام بہت جدوجہد اور سرگرمی سے کر رہا ہے اور بفضل خدا یہ باعث مسرت ہے کہ اُسے ایک حد تک اُمید سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ وہ سرزمین تثلیث میں جہاں سرے ہی سے لفظ توحید مفقود تھی۔ سینکڑوں افراد جو فلاسفر۔ ڈاکٹر۔ لارڈ اور دیگر معزز خطاؤں سے ممتاز ہیں۔ خدائے واحد کے سامنے سر تسلیم خم کر دیئے اور آناً فاناً میں ایک خاصہ گروہ زمرۂ اُمتِ محمدیہ کے حلقہ بگوش ہوگیا۔ اسلامی توحید جس کی تعلیم اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو شروع دُنیا میں دی۔ وہ توحید کا باغ جس کے مالی انبیاء علیہ السلام کو بنا کر ہر زمانہ میں بھیجا۔ وہ توحید کا گنجینہ جس کی حفاظت اور اشاعت کے واسطے بوقت ضرورت پیغمبروں کو ارسال کیا۔ وہ دفینۂ توحید جس کے پھیلانے کے لئے صحائف اور الہامات نازل ہُوئے۔ مگر جتنے انبیاء علیہ السلام حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک گزرے کسی سے اپنے فرض منصبی یعنی توحیدی تعلیم مکمل نہ ہو سکی کیونکہ جن رُسل اور انبیاء نے اپنی حین حیات میں توحید کی خدمت انجام دی۔ ۔ ۔ ان کے انتقال کے بعد ہی سینکڑوں قسم کے شرک و بدعت بڑے زور شور سے پھیلاتے تھے اور اس مُقدس تعلیم کو بیخ و بُن سے اُڑا دیتے تھے۔ چنانچہ شرک و کُفر کا بازار اس قدر گرم ہوا کہ الامان۔ اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ گنجینۂ توحید بالکل مقفل پڑا ہوا تھا۔ اور تمام لوگ شاہراہ توحید سے ہٹ چکے تھے کہ ؎

دُعائے خلیل اور نوید مسیحا		ہُوئے پہلوئے آمنہ سے ہُویدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے۔ بچپن ہی سے شرک و کُفر کے کاموں میں مخالفت کرتے تھے۔ اور انبیاء کی یہ شان ہی ہوتی ہے۔ غرض آنحضرت نے پھر توحید کے سرچشمہ کو جملہ آلائشوں سے پاک اور صاف کر کے روئے زمین کیلئے اسکی نہر جاری کر دی اور فرمایا ؎

ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ — جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ

جب آپ کی توحیدی تعلیم مکمل ہو چکی۔ اور ایک عظیم الشان گروہ نے توحید کی ڈگری حاصل کر لی۔ اس وقت اس سرائے فانی میں زیادہ رہنا گوارا نہیں کیا۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ عالم جاودانی کی راہ لی۔ اسلام اب خانہ توحید میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ باوجود تیرہ صدی گذر جانے کے پھر بھی اس کی عالمگیر توحیدی تعلیم کو مطلق جنبش نہیں ہوئی۔ توحیدی تعلیم کا زندہ معجزہ تو اسلام کے واسطے مکمل اور مخصوص ہے۔ اسلئے شرق سے غرب تک سینکڑوں اشخاص اس پرامن جھنڈے کے سایہ تلے داخل ہوتے چلے جاتے ہیں جس کی نظیر دُنیا کا کوئی مذہب نہیں دکھلا سکتا۔ جب ہمارے پیشوا اور سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے بعد خلفاء راشدین۔ تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر پیشواؤں نے جب اس قدر سرگرمی اور جدوجہد توحید کی اشاعت میں دکھائی۔ دن کو رات اور رات کو دن کر دیا۔ سینکڑوں تکلیفیں اُٹھائیں۔ لاکھوں مصیبتیں جھیلیں پھر بھی اُف نہ کی ؂

کونسی کی نہ دوا کونسی مانگی نہ دُعا — ہمنے کیا کچھ نہ کیا اپنے سنبھلنے کیلئے

اب ہماری کیا حالت ہے۔ گو کہ ہمارے پاس چند ایسے افراد موجود ہیں جو اسلام کا سچا درد رکھنے والے ہیں جنہوں نے اسلام کیلئے تمام راحتیں اور عیش و آرام اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور سرگرمی اور جدوجہد سے اشاعت اسلام دور دراز ممالک میں کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اب کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ اُن کو اس مقدس خدمت کی ترغیب دیں اور اسکے لئے اسباب بہم پہنچائیں۔ وہ دولتمند ہونا نہیں چاہتے۔ وہ عزت و حشمت کے خواستگار نہیں۔ انہیں اعلےٰ مدارج اور مرتبے سے نفرت ہے۔ پھر آخر وہ چاہتے کیا ہیں۔ مدد اور سچی اور پکی مدد۔ چنانچہ قرآن مجید اور فرقان حمید میں خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ۔ واولئک ھم الفائزون

مسلمانو! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھو اور غور کرو۔ تم نے اسلام کی اشاعت اور حفاظت کیلئے کیا کیا ہے۔ اور آیندہ کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تمہارے ہاں کتنی تبلیغی سوسائٹیاں ہیں۔ اُن کی حالت کیسی ہے۔ تم اُن کی کسقدر امداد کرتے ہو تمہارے کتنے اخبار ہیں اور اُن کی کیا حالت۔ ہے مسلمانو! کیا یہ ہمارے لئے باعث ننگ و عار نہیں ہے کہ ہمارے جد امجد تو اسی راہ میں فنا ہو جائیں اور ہم ایسے ناہنجار اور نالائق نکلیں۔ کہ ہمارے سامنے اس کی بیسیوں اپیلیں ہوتی ہیں۔ لیکن بے سود۔ کئی بار توجہ لائی گئی لیکن لاحاصل۔ سچ ہے ؎

بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے   عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہمنے

مُسلمانو! یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم مالی اور جسمانی دونوں قسم کی امداد ووکنگ مشن انگلستان کو دیں۔ سب مسلموں پر فرض ہے کہ وہ آیندہ سے زکوٰۃ۔ خیرات۔ صدقہ وغیرہ اسی مشن کی بہبودی اور فلاح کے لئے خرچ کریں۔ تاکہ یہ کہنے کا موقع نہ ؎

پہنچی نہ اہلِ فیض سے نوبت سوال کی   دو ہاتھ وہ ملاتے ہیں سائل کے ہاتھ سے

ہندوستان میں ہم صدقہ خیرات کیا کرتے ہیں گویا ایک اچھی خاصی جماعت ہٹے کٹے گداگروں کی تیار کرتے ہیں جن کا وبال ہمارے سر پر روز محشر ہوگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں سوائے اہل حاجت کے دوسروں کو بھیک مانگنا حرام ہے۔ اور آپ پر ظاہر ہے کہ آجکل بھیک مانگنے والے کس درجے کے لوگ ہیں۔ قرآن مجید نے بھی زکوٰۃ کے حقدار جو آٹھ شخصوں کو قرار دیا۔ ان میں نومسلم بھی ایک حقدار ہے جسمانی مدد یہ ہوگی کہ جو اصحاب اشاعت اسلام کے لئے انگلستان جانے کی استطاعت رکھتے ہیں تو ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ فی الفور انگلستان روانہ ہو جائیں اور مسلمانان مقیم لنڈن کے ہاتھ بٹائیں لیکن جو حضرات خداداد قابلیت تو رکھتے ہیں لیکن انگلستان جانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان کو چاہئے کہ مختلف مضامین جن سے اشاعت اسلام میں تقویت ہو لکھ کر ووکنگ مشن کی نذر کریں تاکہ وہ انہیں چھپوا کر نومسلموں کو مستفید کریں۔ اور ہمارے علماء مقدس جو انگریزی زبان

سے بالکل ناواقف ہیں انہیں بھی چاہیئے کہ پُرزور اور مُدلل مضامین لکھ کر ہمارے لائق اور قابل انگریزی خوان برادران سے انگریزی میں ترجمہ کرائیں اور ووکنگ مشن کے حوالے کریں جو یہ بھی نہیں کر سکتے ان کو چاہیئے کہ لوگوں کو مالی امداد کرنے کی ترغیب دیں اور اسلامک ریویو کی خریدار بنانے میں حتے المقدور کوشش کریں۔ اور غیر مسلم حلقوں میں جہاں تک ممکن ہو مُفت تقسیم کرائیں [illegible] اب آج ہی کمر ہمت کس کر باندھو اور اس نیک کام کے لیئے آمادہ ہو جاؤ۔ شاید پھر ایسا موقع ہاتھ نہ لگے ؎

خیر میں جتنی ہو تعجیل بہت بہتر ہے بعد اس حال کے فرصت نہ دے شاید دوران

بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب اور ان کے اراکین سلسلۂ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے ہم اُن کی مدد کرنے سے پس و پیش کرتے ہیں۔ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خواجہ صاحب کسی جماعت سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔ اور جو کچھ [illegible] اعتقادات ہوں ہمیں صرف انکی تعلیم سے مطلب ہے۔ اور انکی تعلیم خالص [illegible] کسی فرقہ یا جماعت سے متعلق نہیں ہے۔ یُوں تو لوگوں میں طرح طرح کے [illegible] ہیں۔ ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی۔ سب کی طبیعتیں [illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے رونق چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

[illegible] اختلافات باہمی محبت اور ارتباط کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شرف خدا نے کچھ مذہبی ہی اختلافات کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلتے دیکھا ہی نہیں ؎

[illegible] کیا عرب اور کیا عجم سب کو خدا غارت کرے اس اختلاف دین و مذہب کو

[illegible] سبب مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا اور خدا نے ان کو اپنی درگاہ سے دور کر دیا۔ اسلام توحید پھیلانے دُنیا میں آیا تھا لیکن آج کل مسلمان ہیں کہ اُن سے بڑھ کر شاید ہی کوئی مشرک ہو۔ زبان سے دوسروں کو مشرک کہہ لینا آسان ہے لیکن اپنے طرز عمل سے اپنے آپ کو موحد ثابت کر دکھانا مشکل۔ کونسی بُرائی ہے جو مسلمانوں میں

نہیں پائی جاتی افسوس ؎

گھلا کرتا ہوں اس غم میں مگر بیہودہ لا حاصل　　کہ اس قابل نہیں مجھ کوئی تقدیم خدمت ہو

میں اپنے سردھر اور بے اعتناء برادران اسلام سے ایکبار پھر عرض کرتا ہوں کہ جہانتک ممکن ہو ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی مدد کریں۔ دوستوں کو امداد کی ترغیب دیں امیروں کو امداد کیلئے آمادہ کریں اور اپنے آپ کو ایک زندہ قوم ثابت کر دکھائیں ورنہ بصد حسرت یہ کہنا پڑے ؎

یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھینگے میری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان اور

خاکسار - موسیٰ ابراہیم بابت مکان نمبر ۵۶ - موگلٹا لے اسٹریٹ رنگون

خوشخبری

ہم ذیل میں نہایت خوشی سے ایک خط اور اسکے بعد یکے بعد دیگرے دو مضمون درج کرتے ہیں جو کہ لفٹنٹ جوزف عبد اللہ صاحب نے لکھے ہیں۔ صاحب موصوف کے متعلق رسالہ اشاعت اسلام ماہ اکتوبر و نومبر و دسمبر میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل خط انہوں نے امام مسجد ووکنگ کو بھیجا تھا جس سے قارئین کرام کو بآسانی یہ اندازہ ہوسکیگا۔ کہ اسلام واقعی ایک فطرتی مذہب ہے :-

سگنل ڈیپوٹ - پونا - ہندوستان
۹ - اگست - ۱۹۱۹ء

بخدمت جناب امام صاحب مسجد ووکنگ

جناب عالی - اِس خط کے ذریعے سے میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں - کہ رسالہ اسلامک ریویو میں انگلستان میں اسلام کی ترقی کا پڑھ کر مجھے نہایت خوشی اور دلچسپی پیدا ہوئی میں نے عراق عرب میں آج سے اٹھارہ مہینے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ اور اس وقت تک اسلام کا شائق و دلدادہ بھی نہ تھا - کہ انگلستان میں اور انگریز

نومسلم بھی ہیں +

اگر انگلستان میں کوئی شخص آپ پر یہ اعتراض کرے کہ جو اسلام آپ انگلستان میں پیش کرتے وہ خود ساختہ ہے اور وہ اُس اصل اسلام سے بالکل مختلف ہے جو کہ اسلامی ممالک میں رائج ہے۔ تو اس سے میری مثال بیان کر دیجئے گا میں ایک ایسے اسلامی ملک میں مسلمان بنا ہوں جہاں دو دریا بہتے ہیں۔ اور وہ سرزمین جہاں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپکے رفقا شہید کئے گئے تھے۔ اور جہاں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد جواد صاحب اور حسن العسکری صاحب اور سینکڑوں اولیاء اللہ اور علماء و فضلا مدتوں رہے اور وہیں دفن ہوئے۔ دوسرے لفظوں میں اگر ارض حجاز کے بعد کوئی اور مقدس اور متبرک سرزمین ہے تو وہ یہ ہے۔ میں نے مسلمان ہونے سے پہلے اسلام کا خوب مطالعہ کیا۔ چنانچہ میں نے اسبات کو جان لیا۔ کہ تعظیم لامر اللہ و شفقت علی خلق اللہ کو اسلام سے بہتر اور کوئی مذہب نہیں سکھاتا۔ اور میں نے اسبات کو محسوس کیا کہ میرے پہلے مذہب عیسائیت کے اصول کسی طرح بھی میرے دل کو تسلی و تشفی نہیں دے سکتے + سب سے زیادہ بات جو میرے دل کو لگی۔ وہ مسلمانوں میں رنگ اور قوم کے امتیاز کا عدم وجود تھا بقول شاعر ؎

پیدا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط   کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

اور یورپ کے رنگ اور قوم کے امتیاز کو میں نہایت فضول اور واہیات خیال کرتا ہوں۔

میں عنقریب ہی عازم انگلستان ہونگا۔ اور میرے دل کو آپسے اور انگریز نومسلم بھائیوں اور بہنوں سے عنقریب ملنے کے خیال سے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آپ بڑی خوشی سے اس خط کو اپنے رسالے اسلامک ریویو میں چھاپ سکتے ہیں۔ مگر فی الحال میرے پتے اور مکمل نام کو مت شائع فرمائیے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ خود ولایت آکر اسبات کا اعلان کروں۔ اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو اپنے مسلمان ہونے کی خوشخبری دوں۔ اگر وہ اخبار میں میرے اسلام لانے کی خبر پڑھینگے تو انکو صدمہ ہوگا +

میں وہ مضمون بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ جن کو اگر مناسب سمجھیں تو درج رسالہ فرماکر مشکور فرمائیں۔ والسلام :

خاکسار۔ لفٹننٹ جوزف عبداللہ

اِمتیاز رنگ و قومی
اور
مساواتِ اسلامی

از قلم جناب لفٹیننٹ جوزف عبداللہ صاحب

اُن قوموں میں جو سفید رنگ رکھتی ہیں دوسرے رنگوں کی قوموں کے برخلاف رنگ و قوم کا امتیاز بہت پایا جاتا ہے۔ اور وہ اِن لوگوں کو "نیٹو" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہ غیر سفید قوموں کے ممالک میں رہتے ہیں یا وہاں گئے ہیں وہ اس بات کو خوب جان سکتے ہیں کہ سفید قوموں کے دوسری قوموں سے سلوک میں یہ تعصب رنگ و قوم بہت نمایاں ہے۔ یہ تعصب بے انصافی اور قطع تعلق ہر حالت میں ویسا ہی رہتا ہے۔ چاہے وہ "نیٹو" عیسائی ہی کیوں نہ ہو۔ اُن ممالک میں جہاں عیسائی سفید اور غیر سفید قومیں دونوں آباد ہیں وہاں اوّل تو ان کے گرجے الگ الگ ہوتے ہیں سفید قوم کا الگ اور سیاہ یا زرد قوم کا الگ۔ اگر ایک ہی گرجا ہو تو سفید قوم کے افراد گرجے کے اگلے حصے میں بیٹھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کے پچھلے حصے میں۔ حالانکہ یسوع مسیح علیہ السلام نے فرمایا "کہ اس گرجے اور عبادت کے ذریعے سے لوگ جان جائیں گے۔ کہ تم میرے چیلے اور شاگرد ہو اور یہ کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو" +

اگرچہ مسلمانوں میں بھی اپنی اپنی نسل کی جسمانی یا دماغی بڑائی کے دعوے اور مقابلے کئے جاتے ہیں۔ مگر شہری یا سوشل زندگی میں۔ اور خاص کر مسجد کے اندر اس امتیاز کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ ایک عرب اپنے آپ کو عقل و دانش میں ایک حبشی

سے چاہیے زیادہ سمجھے۔ مگر جب وہ ایک حبشی مسلمان کو مسجد میں یا کسی اور جگہ ملتا ہے تو وہ اُسے اپنا بھائی سمجھ کر ضرور سلام علیک کہتا ہے۔ اور اگر موقع ملے تو اس کے ساتھ بات چیت کرنے اور باہم ملکر کھانا کھانے میں بھی کسی طرح دریغ نہیں کرتا۔ ایک امیر آدمی یا کیسی ہی بڑی حیثیت کا آدمی کیوں نہ ہو۔ جب کبھی وہ ایک غریب آدمی یا کسی فقیر کو راستے میں ملیگا تو ہمیشہ سلام علیک ہی کہیگا۔ مسجد میں امیر و غریب سیاہ و سفید یا کسی شخص کیلئے بھی سوائے امام کے کوئی علیحدہ جگہ نہیں ہوتی۔ بلکہ سب پہلو بہ پہلو اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتے ہیں +

اِس مساوات و یگانگت اسلامی نے میرے دل پر خاص طور پر اثر کیا! اور بہت سے اہل نظر نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت کم یوروپین لوگ اہل نظر ثابت ہوتے ہیں مسٹر اے۔ پی لیونارڈ جنہوں نے کئی سال اسلامی ممالک میں گذارے ہیں وہ اپنی کتاب Islam, her and spiritual value میں اس بات کے متعلق اس طرح رقمطراز ہوتے ہیں:-

اگرچہ اللہ تعالےٰ کو باپ بنانے کا (جیساکہ عیسائی کرتے ہیں) کسی کو نشان و گمان بھی نہیں۔ مگر اسلام میں واقعی حقیقی اور سچی مساوات اور یگانگت پائی جاتی ہے اور اُس عیسائی مذہبی برادری سے جس کا کہ اتنا دعویٰ اور اظہار کیا جاتا ہے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ مثلاً رنگ و قوم کا ان میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سچ پوچھو تو اسلام ایسی معمولی باتوں سے بہت اعلےٰ و ارفع ہے۔ اور اس میں عیسائیت کی طرح کوئی سخت قوانین آپس میں سخت دشمنی اور عداوت ہٹ دھرمی اور تعصب نام کو نہیں ہے اسمیں زبانی جمع خرچ کم ہے اور عمل زیادہ ہے۔ رنگوں کا فرق اسلام میں کوئی بےعزتی یا ذلت کا نشان نہیں سمجھا جاتا اور آپس کے میل جول اور تعلقات میں رکاوٹ ہونا تو کجا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے میں بھی حارج نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں میں اس کے بالکل برعکس معاملہ ہے۔ اُن میں رنگ و قوم کا لحاظ اور امتیاز ایک لابدی چیز ہے" +

یہ سچ ہے کہ عیسائی مشنری اور اُن کا خاندان دوسرے ملک کے باشندوں سے عام

یورپین لوگوں جیسا سلوک اور برتاؤ نہیں کرتے۔ مگر سچی مساوات اور برادری کی کسوٹی پر اگر انکو پرکھا جائے تو اُن کا پول بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کونسے مشنری کی بیٹی ہوگی جو کہ اپنے باپ کے سب سے بہتر عیسائی کردہ نیٹو سے شادی کرنے پر رضامند ہوگی۔ اور وہ کونسا مشنری ہے جو کہ ایسے نیٹو سے اپنی بیٹی کی شادی کو نظر استحسان سے دیکھیگا چاہے وہ نو عیسائی کیسا ہی نیک اور پرہیزگار۔ اور ایک ہوشیار سمجھدار اور تہذیب یافتہ نسل سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو جیسا کہ ہندوستانی ہوتے ہیں۔ مگر یہ اسلامی مساوات اور برادری تمام نسلوں اور رنگوں پر حاوی ہے مغربی ممالک میں مدت سے جمہوری حکومت کے متعلق بحث مباحثے ہو رہے ہیں۔ اور عیسائیوں نے آپسمیں نیک سلوک و یگانگت کے متعلق ہمیشہ بہت گفت و شنید ہوتی رہی ہے۔ مگر اسلامی ممالک میں اس طرح زبانی باتیں نہیں ہوتیں بلکہ یہ باتیں پہلے ہی تسلیم شدہ سمجھی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کی عادات اور دل و دماغ میں چپی ہوئی ہوتی ہیں۔ نوکر اپنے آقاؤں کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ اور آداب مجلس و خانہ داری کو توڑے بغیر مہمانوں سے نہایت بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہیں۔ آقا اپنے نوکروں کو ان باتوں سے نہیں روکتے۔ اور اگر نوکر اُن کو کسی غلطی سے مطلع کریں۔ تو وہ اسکو اپنی ہتک عزت اور خلاف شان نہیں سمجھتے۔ اور مغرب کی طرح وہاں کوئی سوشل رکاوٹیں نہیں پیدا کی گئیں۔ جن سے لوگوں اور خاص کر نوکروں کو اپنی اپنی جگہ اور رتبے کے مطابق رکھا جائے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ان باتوں کے متواتر استعمال نے مغربی ممالک میں ان کا ہونا ضروری کر دیا ہے۔ مگر مشرقی ممالک میں ان باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مشرقی خلیفہ کو جسکو مجسم حکومت خود اختیاری سمجھا جاتا ہے اُس کی رعایا کا ایک غریب اور مسکین آدمی بھی مل سکتا تھا۔ اور اظہار حال کر سکتا تھا۔ اِس مضمون پر ایک مغربی اہل قلم اِس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:۔

اِن لوگوں (یعنی اہل عراق) کی عادات اور خیالات میں یقیناً جمہوریت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور بعض باتوں میں یہ امریکہ والوں سے بھی زیادہ جمہور پسند ہیں اگر تم کوئی نوکر رکھنا چاہو تو تمھیں یہ علم ہوگا کہ نوکر تم سے برابر کا معاملہ کریگا اور تمھارے

چال و چلن اور پہلے نوکروں سے برتاؤ اور سلوک کے متعلق ویسی ہی تحقیقات کریگا جیسی کہ تم کرتے ہو۔ اور کوئی شخص بھی اس بات پر حیرانی نہیں ظاہر کرتا۔ کیونکہ تمام کو یہ کامل یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نظروں میں سب برابر ہیں۔ قرآن کریم کے جمہوری اصول اور قوانین کو یہاں سب تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ ۱۹۰۰ء کے اصولِ عیسائیت نے ابھی تک فرانس اور مغربی دنیا میں کہیں بھی عام مقبولیت حاصل نہیں کی۔ سر رچرڈ برٹن جو کہ انیسویں صدی کا مشہور سیاح اور متلاشی گذرا ہے۔ اور جو کہ اپنے تمام ہمعصر انگریزوں میں سب سے زیادہ مشرق کو جاننے والا تھا۔ اس طرح لکھتا ہے:۔

"مشرقی حکومت خود اختیاری۔ مساوات۔ برادری اور یگانگت کے ایک ایسے معیار کے قریب آچکی ہے جس کو کہ یورپین جمہوری حکومت نے ابھی تک ایجاد بھی نہیں کیا"۔ مسٹر ولفریڈ سکیون بلنٹ جو کہ مصری سیاست کے مشہور ماہروں میں سے شمار ہوتے ہیں۔ نجد (وسط عرب) کے متعلق کہتے ہیں:"کہ یہی ایک ملک ہے جہاں کہ انہوں نے آزادی۔ مساوات۔ اور برادری کو عملی جامہ پہنتے ہوئے دیکھا"۔ اور عیسائی مشنری ڈاکٹر ڈی۔ بی میکڈونلڈ اپنی کتاب "Aspects of Islam" میں لکھتے ہیں"۔ کہ مجھے اس بات کو فراموش نہیں کر دینا چاہئے۔ کہ مسلمان لوگ اصولاً اور عملاً دنیا بھر میں سب سے زیادہ جمہوریت پسند واقع ہوتے ہیں۔ اگرچہ علم و ہنر اور اہل علم و فن کا ادب اور تعظیم ایک حد تک اس کے اثر کو کم کر دیتا ہے"۔

قانون اسلام کی حکمت اور کامیابی

(از قلم جناب لفٹننٹ جوزف عبداللہ صاحب)

قانونِ اسلام حقیقت میں آسمانی اور نہایت عجیب و غریب حکمت سے پُر ہے وہ سب سے اونچے شاہراہ اور معیار کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ مگر ہمیں اس کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک کیفیت اور خاص طور پر انسانی فطرت کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اس پر بوجھ نہیں ہوتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بادی النظر میں بھی وہ اصل اور

حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ اُن عیسائیوں کو بھی جو کہ تعدد ازدواج کے جواز کے خیال پر بھی نفرت سے اپنا مُنہ ہاتھوں سے ڈھک لیتے ہیں۔ یہ بات ضرور ماننی پڑتی ہے کہ حقیقت میں تعدد ازدواج بُری نہیں ہے۔ جیسا کہ پُرانے زمانے میں صاف طور پر اسکی اجازت تھی۔ اور لوگ اس پر عامل تھے۔ اور وہ بھی خدا کی عین مرضی کے مطابق جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت داؤد علیہ السلام و حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمل سے ظاہر ہے۔ اسلام جس طرح طلاق کو نہیں سراہتا۔ اسی طرح کثیر الازواجی کی وکالت نہیں کرتا۔ مگر وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ خاص حالات کے ماتحت دونوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ عیسائی گرجے نے کثیر الازواجی کو روکنے کے لئے سخت سے سخت قانون جاری کئے ہیں۔ مگر چنداں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی حق بات ہے کہ اُس کے شادی کے قوانین نے بھی کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھا اور اس بات کی شہادت کہ ان معاملات کے متعلق اسلامی قوانین نہایت کافی اور شافی ہیں میجر اے۔ بی لیونارڈ اپنی کتاب Islam, her moral and spiritual value میں اس طرح دیتے ہیں۔ وہ ایک ایسا انگریز ہے جو کہ مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے متعلق قریبًا تمام موجودہ یورپینوں سے زیادہ علم رکھتا ہے:۔

مسلم سوسائٹی نہایت کامیابی کے ساتھ یورپین سوسائٹی سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ مجموعی طور پر کثیر الازواجی پر عامل مسلمان اخلاقًا ہر طرح اپنے انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمن ہمعصروں کے برابر بلکہ حقیقت میں بہتر ہوتے ہیں۔ عام طور پر کثیر الازواجی کا وجود عملًا نہیں بلکہ اصولًا ہی ہے۔ اور عام طور پر مسلمانوں میں بدکلامی اور بداخلاقی کا بہت کم وجود پایا جاتا ہے۔ شراب نوشی اور عام بدکاری قریبًا قریبًا مفقود ہیں مگر اُن شہروں میں جہاں کے یورپینوں کے وجود نے انہیں ضروری قرار دے دیا ہے۔ وہاں یہ اپنے کمال پر پہنچی ہوئی ہیں۔ پرہیز گاری اور زہد و تقویٰ صرف زبان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ عمل میں لائے جاتے ہیں۔ اِن باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک نوجوان مسلمان اپنے ہمعصر یورپینوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ آغاز جوانی میں ہی شادی

کر لینے کی وجہ سے وہ اُن قبیح اور شرمناک فعال میں نہیں پڑتا جنہیں کہ یورپ کے نوجوان کُھلم کُھلا اور مذہبی آڑ پکڑ کر داخل ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے بیٹوں اور پوتوں کے لئے وہ مضرِ صحت اور گندے درخت (یعنے آتشک اور سوزاک) نہیں لگاتے جن کا تلخ ثمرہ وہ مُدتوں اُٹھاتے ہیں۔ سو جہانتک کہ فرقۂ ذکور کا تعلق ہے اسلام کا سوشل نظام یقیناً عیسائیت کے نظام سے کہیں بہتر اور خوشگوار ہے"۔

مندرجہ بالا عبارت جنگ یورپ سے چند سال پیشتر لکھی گئی تھی۔ اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اُس وقت سے آج تک یورپ کی اخلاقی حالت ابتر ہوتی گئی ہے۔ سو پادریوں کے اسلامی ممالک کے متعلق بیشمار غلط بیانیوں اور بہتانوں کے مقابل ایک برٹش افسر کی صاف اور سچی رائے جو کہ اس نے کئی سالوں کے تجربے سے حاصل کی اور جو کہ بغیر کسی مطلب اور غرض کے لکھی گئی بہت زیادہ قابلقدر اور قابل اعتبار ہے۔ اور میں نے بھی لکھ دینا بہتر سمجھتا ہوں۔ کہ میرا اپنا تجربہ جو کہ کوئی سطحی اور خام تجربہ نہیں ہے میجر لیونارڈ کی گواہی کی پوری تائید کرتا ہے۔ یہی مصنّف اپنی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتا ہے:۔

"اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ میری عینی شہادت پر مبنی ہے علاوہ میرے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے کے میرا اسلام اور مسلمانوں کے متعلق علم میرے وسیع ذاتی تجربہ پر منحصر ہے۔ میں مُلک مُلک پھرا اور ہر ایک حالات کے ماتحت رہا ہوں۔ اور ہر فرقہ اور خیالات کے مسلمانوں سے ملا ہوں۔ مگر ہر جگہ مجھے ایک ہی سپرٹ نظر آئی۔ جو کہ اُنکے سینوں میں موجزن تھی۔ کیونکہ قوم اور رنگ اسلام کی سپرٹ میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا میں نے اُن کو ہمیشہ مستقل مزاج۔ صادق الیقین امین۔ متقی۔ دیانتدار۔ اور اپنے مذہب پر استقبازی سے قائم دیکھا۔ اور تمام چیزوں پر وہ اپنے مذہب الاسلام کو مقدم سمجھتے ہیں عام طور پر میں نے افغان۔ عرب۔ بلوچی۔ سیالی۔ ترک۔ مصری۔ بینڈ۔ بنڈونا۔ بربر۔ سنگالی۔ فُلانی۔ ہنس۔ یاروبا۔ ناڑونگو اور ریلائی لوگوں کو اسلامی رنگ میں رنگین دیکھا۔ امن یا جنگ۔ کیمپ یا چھاؤنی۔ کام کرتے ہوئے یا ان کے پہلو بہ پہلو یا اُن کے خلاف

لڑتے ہوئے میرا تجربہ انکی اخلاقی حالت اور مذہبی سپرٹ کے متعلق ایک ہی جیسا رہا۔ ان کی مذہبی وفاداری۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور اللہ تعالیٰ کی قدسیت کی حقیقت کو اگر سمجھ لیا جائے۔ تو خواہ مخواہ ان کی تعریف کرنے اور عزت کرنے کو دل چاہتا ہے۔ کم ازکم میرے دل میں انکی اپنے مذہب کیخاطر حیرتناک بہادری اور اُن لوگوں کے ساتھ گہری وفاداری دیکھ کر جن کا انہوں نے نمک کھایا ہو بڑی عزت تعریف اور تعظیم پیدا ہوتی ہے۔ ایسے انسان اسلام کے شان کے شایاں ہیں جیسا کہ اسلام اُن کے شایاں ہے۔ یہ اسلام کی حقیقی روح اور اخلاقی اور روحانی جوہر ہے جس نے بنی نوع انسان کے ایک وحشی اور تہذیب سے ناآشنا حصے کو ایسے اعلےٰ وارفع پیمانے پر پہنچا دیا ہے +

میں نے اِن مندرجہ بالا عبارات کے نقل کرنے میں کسی مبالغے سے کام نہیں لیا کیونکہ ہمارے مشرقی بھائیوں کی خوبیاں ہمارے لئے قابل فخر نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ان کے اندراج سے میری غرض اسلام کے عملی اثرات اور مسلمانوں کی عملی زندگی کا ایک رُخ دکھانا مقصود ہے۔ تاکہ ہمارے بھائیوں کی اعلیٰ خوبیوں کو دیکھ کر ہمیں بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے کی ترغیب حاصل ہو +

کامیابی کی راہ میں سختیوں اور مصائب کا برداشت کرنا ضروری ہے

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ٥ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۶)

ترجمہ۔ کیا تم ایسا خیال کرتے ہو کہ بہشت میں جا داخل ہوگے۔ اور ابھی تک تم کو

اُن لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ کہ اُنکو سختیاں (بھی) پہنچیں۔ اور تکلیفیں (بھی) پہنچیں۔ اور جھڑ جھڑائے (بھی) گئے یہانتک کہ پیغمبر اور ایمان والے جو اُن کے ساتھ تھے چلا اُٹھے کہ (آخر) خدا کی مدد آنے کا کوئی وقت بھی ہے؟ سنبھلو سنبھلو اللہ کی مدد (کا وقت) قریب (آ لگا) ہے"+

یہ آیت اپنے نفس مضمون میں اُس وحی سے بہت قریب کا تعلق رکھتی ہے جسمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو اپنی حفاظت کیخاطر لڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے اور آپ کے صحابہؓ نے بارہ برس تک مکہ معظمہ میں نہایت سخت تکلیفیں اور ایذائیں اُٹھائیں۔ آخر آپ اور وہ سب یثرب کو جس کو آجکل المدینہ کے نام سے پکارتے ہیں ہجرت کر گئے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ آپ سے ہمدردی اور دوستی کا دم بھرتے تھے۔ چنانچہ اس طرح آپ کی تکالیف کا خاتمہ ہؤا۔ مگر کچھ مدت بعد خبر آئی کہ بت پرستان مکہ یعنی قریش وغیرہ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو صرف مکہ معظمہ سے جلاوطن کرنے پر ہی کفایت نہیں کی۔ بلکہ وہ اُس زمانے کے مطابق ایک بڑی فوج اکٹھی کر رہے ہیں۔ تاکہ آپ کی جائے پناہ پر حملہ آور ہوں۔ اور آپ کو آپ کے ساتھیوں سمیت تباہ وبرباد کر دیں۔ اُس وقت مسلمانوں نے اپنے آپ کو نہایت بےکسی اور لاچاری کیحالت میں پایا۔ اور وہ ایک دوسری ہجرت کی تدبیریں سوچنے لگے۔ یہانتک کہ انصار نے بھی جو کہ مہاجرین کے نہایت وفادار مددگار تھے بجائے اپنا مذہب چھوڑنے کے مدینہ سے ہجرت کر جانی مناسب جبھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی۔ کہ مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اب ان کو باہر نکلکر جنگ کرنی چاہیئے +

پہلے پہل مسلمان اس حکم سے بہت گھبرائے۔ کیونکہ مشرکین مکہ سے جنگ کرنے کیلئے اُن کے پاس کافی فوج نہ تھی۔ چنانچہ بعض مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس زمانے کے سیدھے سادھے دستور کے موافق نہایت صاف صاف طور پر اس سے متعلق شکایت کی۔ اور کہا کہ تھوڑی دیر ہی ہے ہم سب کے سب

مارے جائیں گے ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی :۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۹)

ترجمہ ۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں ۔ مگر (ان کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے" +

انہوں نے اِسبات کی بھی شکایت کی کہ انہیں امید تھی کہ انہیں تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے بعد اُن کو اتنا موقع ملیگا ۔ کہ وہ اپنی لقبیہ اسلامی زندگی کو امن واماں سے گذار سکیں گے ۔ اور بغیر کسی مصیبت اور تکلیف کے جنت میں جا داخل ہونگے ۔ اس وقت یہ آیت ام حسبتم...... قریب" نازل ہوئی جو کہ شروع میں لکھی جا چکی ہے +

بعض سادہ لوح صحابیوں کو یہ بات سمجھانے میں کافی عرصہ لگا ۔ کہ اب وہ معمولی لوگوں میں سے نہیں ہیں ۔ بلکہ اب وہ ایک اعجازی نبی کے صحابی ہیں جیسا کہ پہلے نبیوں کے متعلق وہ کہانیوں میں سُنتے آئے ہیں ۔ ان لوگونکو مستقبل کی کچھ خبر نہ تھی ۔ اور وہ اُس اعجاز نما کامیابی کا خیال بھی نہیں کر سکتے تھے جس نے کہ ان کے جنگوں کے ہمرکاب ہونا تھا ۔ اور وہ اسبات کی تہ کو نہ پہنچ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خود اُن سے اُن مقدس لڑائیوں میں ولیوں اور ہیروز کا سا کام لینا چاہتا ہے ایسی لڑائیاں جنہوں نے انسانی قسمت کو اُن توہمات اور رکاوٹوں سے جنہوں نے اسے جکڑ رکھا تھا آزاد کر دیا ۔ اور اُن دیواروں کو پاش پاش کر دیا جو کہ بیوقوف اور جاہل لوگوں نے بنا رکھیں تھیں ۔ اور جنہوں نے آسمانی نور اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے کو مسدود کر دیا تھا ۔ حالانکہ اُسکو تمام خاص و عام کے لیئے کھلا رہنا چاہیئے تھا ۔ سو اُن لوگوں کے لیئے جس وقت کہ وہ تکالیف اور ایذائیں برداشت کر رہے تھے یہ خیال کرنا بڑا محال تھا ۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کے بڑے منظور نظر ہیں ۔ کیونکہ مصائب اور تکالیف کو وہ

ویسا ہی ناپسند کرتے تھے جیسا کہ ہم اور تم۔ اُن میں سے بعض نے اپنی موجودہ پُر از تکالیف زندگی کو اپنے اسلام لانے سے پہلے کی پُر آرام اور با امن زندگی سے مقابلہ کرتے ہوئے یہاں تک خیال دوڑایا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے مسلمان ہونے کی وجہ سے ناراض ہو گیا ہے چنانچہ ہم قرآن شریف میں ایک آیت پاتے ہیں جو کہ مومنوں اور مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے۔ کہ مشرکین مکہ کی ایذا رسانی کو غلطی سے اللہ تعالیٰ کا غضب نہ سمجھ لیں۔ اور ان کو یقین دلاتی ہے کہ اگر وہ صبر اور استقلال سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں محبوب اور منظور ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور منظور نظر بن گئے اور جنت میں جا داخل ہوئے +

اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جنگ کرنے کے حکم کی نافرمانی کرتے۔ اگر وہ اُمن لقینی اور ڈرانے والے خطرے سے بھاگ جاتے۔ تاکہ اپنی زندگیوں کو بحفظ اور امن سے گذاریں۔ تو وہ ضرور اُن خوشیوں کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے جو کہ اُن کے حصے میں آئی تھیں یعنی وہ درخشاں اور جلیل القدر صلح اور امن کا زمانہ حیرتناک عروج اور اقبالمندی۔ اور وہ بڑی پرحق کی فتح جس نے دُنیا کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ اور وہ اُس جنت موعودہ کے وارث بھی نہ بن سکتے۔ اور اُن کے دشمن توکل علی اللہ کے دل خوش کُن نتائج معلوم کرنے سے بھی محروم رہتے اگر ایسا ہوتا تو مُلک عرب بُت پرستی۔ شر انگیزی۔ بدکاری اور ہر قسم کی بدی اور گندگی میں ڈوبا رہتا +

یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرتے ہیں۔ اور تکالیف اُٹھاتے ہیں۔ وہ اگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندوں میں سے نہیں تو مشہور اور قابل عزت بندوں میں سے ضرور ہوتے ہیں۔ مگر شاید میرے اس کہنے پر آپ میں سے بعض حیران ہونگے کہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے سب سے زیادہ خوش و خُرم بھی ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ اُسکی راہ میں ثابت قدمی دکھلائیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یہ کوئی صنعت اور شاعری مبالغہ نہیں ہے۔ یہ ایک اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنا وعدہ کبھی نہیں توڑتا۔ آپ کو یہ خیال نہیں کرلینا چاہئے۔ کہ پہلے مسلمان جن کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور انصار ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ اللہ تعالےٰ کے قرب اور محبت کے ایک ایسے درجے پر پہنچ گئے تھے جہانتک ہم تم نہیں پہنچ سکتے۔ یا یہ کہ جو وعدے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ فرمائے تھے۔ وہ ویسے ہی حالات کے ماتحت ہمارے ساتھ نہیں فرما سکتا۔ مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ ہر ایک مسلمان جو کہ مذہب کیخاطر تکلیف اُٹھاتا ہے اور میرا خیال ہے کہ بہت کم برٹش مسلم اس سے بالکل بچے ہونگے اُسے ضرور ایک عجیب قسم کے اطمینان قلب کا تجربہ ہُوا ہوگا اور عین اُس وقت جبکہ اُسے بڑی سے بڑی شرم یا تکلیف یا خطرہ کا احتمال ہوگا اس وقت ضرور اُس نے ایک خوشی کی لہر کو دل میں محسوس کیا ہوگا۔ گویا کہ ایک طاقتور اور محافظ دوست تمہارا ہاتھ پکڑ کر یہ کہ رہا ہے "کسی چیز سے مت ڈرو تم تنہا نہیں ہو۔ مجھ پر بھروسہ کرو"۔ میں (یعنی محمد مارمڈیوک پکتھال) اُن شخصوں میں سے نہیں ہوں۔ جو کہ کشف اور خواب دیکھتے رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی مجھے کئی کئی دنوں تک اسی بات کا تجربہ ہوتا رہا ہے اور وہ بھی صرف ایک یا دو دفعہ نہیں۔ بلکہ گذشتہ سال میں کئی کئی دفعہ ایسا ہوتا رہا ہے۔ سو یہ بیّن امر ہے کہ اُن لوگوں کو جن کی رُوحانی طاقت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ ایسے حالات کے ماتحت ضرور ایسے تجربات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اور میرا یہ یقین ہے۔ کہ ایسے مومن موجود ہیں جو کہ ہر وقت اس پاک اثر کو محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی حالت کے متعلق قرآن مجید کئی جگہ فرماتا ہے ولا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون (اور نہ انکو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ کوئی غم کھائیں گے) مگر مجھے اس کا علم ایسے موقعوں پر ہُوا ہے۔ جو کہ ایک ایسے شخص کو جس نے اپنے آپ کو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت

نہ کر دیا ہو۔ بالکل نا اُمید کر دیں اور گھبراہٹ میں ڈال دیں۔ مگر اُن گذشتہ ساعتوں پر نظر دوڑاتے ہوئے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں اُن کو اپنی زندگی کے اُتنے ہی بہترین سالوں سے بھی بدلنے کو تیار نہیں ہوں۔ سو مذہبی نقطۂ خیال سے ہم آجکل کے مسلمان خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ ہم ایسا زمانہ دیکھ رہے ہیں جس میں ہمارے مذہب کو مصائب اور تکالیف نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اس ظلم و ستم کا احساس جس کو ہم برداشت کر رہے ہیں اور وہ لڑائی جو کہ ہم ایک قوی اور لاتعداد دشمن کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ یہ سب اُس حالت کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں "جو کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ہو گذری"۔ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے پاک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر۔ مگر یہ کافی ہے کہ اُس اللہ کی مدد کے یقین سے ہم میں ایک نئی رُوحانی زندگی پیدا ہو جائے۔ جو کہ ہم میں سے ہر ایک اس آیت کریمہ الا ان نصر اللہ قریب کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے اور رُوحانی زندگی کے ساتھ ہی رشتۂ محبّت اور یگانگت بھی مضبوط ہو جائے۔ جب میں ان پچھلے چار سالوں کے خطرات اور ابتلاؤں اور دھمکیوں اور رشوتوں کا خیال کرتا ہوں جنھوں نے نہایت سختی اور جوش و خروش سے چاروں طرف سے اسلامی دُنیا پر حملہ کیا تھا۔ تو مجھے یہ دیکھ کر نہایت خوشی اور فخر حاصل ہوتا ہے کہ اسلامی دُنیا اب تک ویسی کی ویسی ہی مضبوط کھڑی ہے۔ اور اس حالت اور جگہ سے ایک اِنچ بھی نہیں سَرکی جس پر رسُول مقبول صلعم اور قرآن مجید نے اس کو قائم کیا ہے۔ اور مجھے یہ دیکھ کر فخر حاصل ہوتا ہے۔ کہ آج سُنّی اور شیعہ دونوں اکٹھے ملکر سچائی اور انصاف کیخاطر لڑ رہے ہیں۔ اور اس پر خدا کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر ہمیں اب یہ خیال کرنے ہوئے کہ ہمارا کام ہو گیا ہے۔ اور ہم جنت کے وارث ہو گئے ہیں۔ اپنی زندگیوں کو آرام اور سُستی میں نہیں ڈال دینا چاہئے بلکہ

ہمارا کام تو اب شروع ہوا ہے۔ اور ہمیں ایک اس سے بھی بڑے ابتلا کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ اگر خدا کی یہی مرضی ہو کہ ہمیں ابتلا میں ڈالے۔ اب تک ہم چپ چاپ بیٹے تھے۔ مگر اب ہمیں اپنے مذہب کی ضروریات کو قائم رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے چاہئیں۔ کیونکہ ایک ایسا وقت آتا ہے جبکہ مقابلہ سے گریز اور اطاعت ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے لئے بربادی اور تباہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور یہ اسلئے کہ اسلام کے ارکان دُنیا کی بھلائی اور بہبودی کے لئے ضروری ہیں۔ سو اگر ابتلا ہم پر آجائے تو ہمیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ انجام امن اور فتح عظیم ہے۔ اور ہم اپنے تجربے سے اب بھی جانتے ہیں۔ کہ تاریک سے تاریک ساعت میں بھی ہم اللہ کی نصرت کو موجود پائیں گے۔ جو کہ دشمنوں کو دوست بنا دیگی۔ اور خشک صحراؤں کو چمن اور گلزار کر دیگی +

ہم انگریز نومسلموں کے مختصر گروہ کو فی الحال ایک بڑا ضروری اور معزز کام سرانجام دینا ہے۔ ہم بہ نسبت کسی اور مسلم گروہ کے مکہ معظمہ کے اُن پہلے مسلمانوں سے زیادہ مشابہ ہیں جو کہ اُن ایام میں نہایت کمزور اور نئے تقیقت سمجھے جاتے تھے۔ مگر شاید تم افسوس کے ساتھ کہو گے۔ کہ ہمارے ساتھ رسُول اکرم نہیں ہیں۔ بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ مگر آپ کی مقدس تعلیم اور قرآن کریم تو ہمارے پاس ہے۔ اور وہ بلند ہستی جس کے ہاتھوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جان تھی۔ اور میری اور تمہاری اور سب کی جان ہے وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی مدد اور نصرت آج بھی ویسی ہی نزدیک اور کارگر ہے جیسی کہ وہ اُن پہلے مکہ اور مدینہ کے مسلمانوں کے زمانے میں تھی۔ اس عظیم الشان جدوجہد میں جو کہ دُنیا کے دو فریقوں کے درمیان جاری ہے ہمارا بھی حصہ ہے۔ ان میں سے ایک فریق انسان کے کارناموں اور صنعتوں کو دُنیا میں نمایاں اور برتر کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ بُت پرستوں کا گروہ ہے۔ دوسرا فریق وہ ہے

جو کہ اللہ تعالیٰ کی برتری اور اس کے خالق اور رب العالمین ہونے کو تمام قوموں سے منوانا چاہتا ہے۔ ایسا خدا جس کو بعض لوگ جانتے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کو اسکی تلاش ہی نہیں۔ اسکو تلاش کرو۔ تو وہ ضرور تم کو ملیگا۔ اسکی راہ میں قدم مارو۔ اپنی نمازوں کو نہایت صدق دل اور باقاعدگی سے ادا کرو۔ نرمی اور مہربانی سیکھو۔ اگر تم ایسا کروگے تو تم اللہ تعالےٰ کی عملی مدد کو محسوس کروگے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی ہی حکومت کو اس دُنیا میں جانتے ہوئے سچی خوشی اور راحت کو پالوگے۔ جہاں تک تم سے ہوسکے انگریزی قوم میں اسلام کی سچی اور مقدس تعلیم کو پھیلاؤ۔ اور عیسائی انگریزوں میں جو اسلام کے متعلق غلط بہتان اور توہمات پھیلے ہوئے ہیں اُن کو دُور کرو۔ اپنے اپنے احاطۂ اثر میں اسلام کو ہر دلعزیز اور معزز بناؤ۔ اور جو اسلام پر بیہودہ بہتان باندھتے ہیں ان کو جھوٹا قرار دو۔ اگر ان اشاعت اور تبلیغ اسلام کی کوششوں کی وجہ سے تم پر کسی قسم کی مصیبت یا ابتلا آجائے تو مت گھبراؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ کہ تم پر ان لوگوں کی سی حالت پیش آئے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ تب تمہیں اس بات کا علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد تمہارے لئے آرہی ہے۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ ۝

التوحید

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

لا الٰہ الا اللہ وہ کلمہ ہے جس کے پہنچانے کا اہم ترین فرض دیکر ہر ایک نبی دنیا میں بھیجا جاتا رہا ہے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مذاہب دنیا میں وعظ کئے گئے ہیں۔ انکی اصل غرض اور مدعا اسی کلمہ کی اشاعت تھی۔ کیونکہ جب تک انسانی دلوں پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت حکمران نہو حقیقی امن دنیا میں قائم نہیں ہوسکتا

اور نہ ہی سوائے اللہ پر بھروسہ کرنیکے انسان کا دل اصل اطمینان حاصل کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے ارشادات میں سے بھی سب سے بڑا ضروری ارشاد یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہی ہے۔ اور سارا قرآن کریم اسکی ایک تفسیر ہے۔ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سے مخفی حقائق سے آگاہ کیا ہے۔ جو یہ ہیں :-

اول۔ بتایا ہے۔ کہ اس دُنیا کا ایک خدا ضرور ہے۔

دوم۔ تعلیم کیا ہے کہ اس کائنات کی خالق وہ ہستی ہے جو اللہ کہلاتی ہے۔

سوئم۔ سوائے اس ذات کے جو اللہ کے نام سے موسوم کیجاتی ہے۔ اور جو خدا بھی کوئی پیش کرے وہ حقیقی خدائے دُنیا نہیں ہوسکتا اُسے رد کر دینا چاہئے +

چہارم۔ اسمیں حکم دیا گیا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی پرستش نہ کرو۔ اور اسکے سوا کسی چیز کی محبت کو دل میں جگہ نہ دو۔

پنجم۔ اسمیں بتایا ہے۔ کہ کوئی دنیوی اسباب اور طاقت بغیر مدد الٰہی انسان کیلئے مفید نہیں ہوسکتی +

ششم۔ چونکہ یہ کلمہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا جزو اعظم ہے جس کا ورد کرنا اُٹھتے بیٹھتے ہر مسلمان کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسلئے جو اسے پڑھتا ہے۔ اور اس پر ایمان لاتا ہے وہ مسلمان کہلاتا ہے۔ اور جو اسکا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے باہر نکلجاتا ہے +

پس اسلام کو سمجھنے کیلئے سب سے پہلا فرض ہر مذہب و ملت کے پیرو کا یہ ہے کہ وہ اس کلمے کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اور یہ سمجھانا اصل غرض ہمارے اس مضمون کی ہے + وما توفیقی الا باللہ +

لا الٰہ الا اللہ کے معنے

نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ یعنے اُس ذات کے سوائے جو زبان عربی میں اللہ کہلاتی ہے۔ اور کوئی چیز ہو معدنی ہو نباتی ہو حیوانی ہو انسانی ہو زمینی ہو آسمانی ہو دولت ہو مال ہو اسباب ہو سلطنت ہو عقل ہو۔ کچھ ہو کہیں ہو اس قابل نہیں کہ وہ اس کائنات عالم کی خدا کہلا سکے اور انسان اسکی عبادت کریں پس چاہئے کہ ہر ایک انسان اللہ کی ہی پرستش کرے۔ مذکورہ بالا ترجمہ لا الٰہ الا اللہ میں اصل مطلب کو ذہن نشین کرنے کیلئے ان دو الفاظ کی تشریح ضروری ہے +

اول۔ اللہ کس کا نام ہے | دوم عبادت یا پرستش کسے کہتے ہیں۔

اسلئے ذیل میں ہم اول عبادت اور پرستش کے معانی کھولکر بتاتے ہیں۔ اور پھر لفظ اللہ کا مفہوم سمجھائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ +

عبادت یا پرستش

عام طور پر عبادت یا پرستش کا مطلب معبود کے آگے سر جھکا دینا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اصل عبادت یہ ہے۔ کہ انسان اپنے نفس اور جذبات نفس کی اطاعت کو چھوڑ اپنے معبود حقیقی کے احکام اور ہدایات کی فرمانبرداری اپنے لئے لازمی سمجھے اور اپنی مرضی کو اور خوشی کو اللہ کی مرضی اور خوشی کے مقابل قربان کر دے مثلاً

(۱) انسان کو اللہ فرماتا ہے۔ اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً۔ اے انسان اللہ کی عبادت کر۔ اور اُس کا شریک کسی چیز کو نہ بنا لیکن نفس حکم کرے۔ کہ نہیں جو تیرے باپ دادے پوجتے چلے آئے ہیں اُن کو نہ چھوڑ۔ ورنہ تیری برادری ناراض ہو جائیگی۔ قوم میں تو حقیر گنا جائیگا اب اگر تو وہ دنیا کی تکلیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کا حقیقی پرستار ہے۔ ورنہ اس کا معبود اُس کا نفس یا اسکی برادری ہیں اور وہ اُن کا عبد یا غلام ٹھہرا

(۲) اللہ حکم کرتا ہے کہ لا تقربوا الزنا۔ یعنے زنا کے لوازم کے بھی نزدیک نہ جا لیکن نفس اس کو بدنظری اور زنا کی طرف راغب کرے۔ اگر یہیں وہ اللہ کا حکم مان کر زنا سے پرہیز کرتا ہے تو وہ یہیں اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر نہیں تو اپنے نفس کی۔ اسی طرح +

(۳) نفس کہتا ہے۔ کہ سُود کھا۔ اسمیں روپیہ آتا ہے جو قاضی الحاجات ہے لیکن اللہ حکم دے۔ کہ نہیں حرم اللہ الربوٰ۔ اللہ نے سُود کو حرام کر دیا۔ اسے مت کھا۔ اسمیں بہت بہت قباحتیں ہیں جو ظاہر بین نہیں معلوم کر سکتا۔ پس جو انسان سُود نہیں کھاتا وہ اللہ کا پرستار ہے اور جو کھاتا ہے وہ اپنے نفس کا وغیرہ وغیرہ +

غرض اللہ کی پرستش کا اصل مطلب ہوا۔ انسان کا اپنے قویٰ کو نفس کی اطاعت سے نکال کر اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دینا۔ اور اسکی سلطنت کو بکلی اپنی ذات کے لئے قبول کر لینا۔ اور اپنے جذبات کو اسکی رضا کے لئے قربان کر دینا۔ اگرچہ بظاہر گردن جھکانا بھی اطاعت فرمانبرداری کے اظہار کا ایک طریق ہے۔ اور اس سے بذات خود بھی انسانی قلب پر ضرور کچھ اثر پڑتا ہے لیکن محض رسمی رنگ میں ایسا کرنا وہ نتائج نہیں پیدا کر سکتا جیسا کہ اگر قلب بھی ساتھ ہو ہونے چاہئیں۔ آجکل مسلمانوں کی نمازوں کا بے ثمر ہونا بھی اسی وجہ سے ہے اسی غرض عبادت کو سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ اے مومنو اللہ کی فرمانبرداری میں بکلی داخل ہو جاؤ۔ یعنے ایسا فرمانبردار اپنے آپ کو اسکا بناؤ کہ اس کے سوائے اور کسی کی حکومت تم پر ہو ہی نہیں۔ پس حقیقی مسلمان وہ ہے جو قرآن کے ماتحت اپنی زندگی کر لیتا ہے یا سوائے اسکے جو عملے کرتا ہے اس کا ایسا کرنا بلا دلیل ہے۔ اور وہ برائے نام مسلمان ہے۔ ایسا انسان

اسلام کے برکات سے مستفید نہیں ہو سکتا یہی ہے سبب اُس ناکامی کا جو باوجود کروڑ ہا ہونے کے مسلمانوں کو آج ہو رہی ہے۔ اور یہی تھا بھید اس کامیابی کا جو ایک معدودے چند انسانوں کو مسلمان بننے کی وجہ سے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہوئی تھی۔
پس ضروری ہے کہ انسان اپنے معبود کیلئے دل میں حقیقی حالت عبودیت کی پیدا کرے تا اُن انعامات کو حاصل کرے جو اُس کی فرمانبرداری کا نتیجہ ہونا چاہئے۔ ہاں یہ انعامات اُن لوگوں کو نہیں ملسکتے جو اللہ کے سوا اور معبودان باطلہ کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ وہ تو خدا ہی نہیں ہیں اسلئے جب انعام دینے والا ہی کوئی نہ ہو تو انعام کسی پر کیا کریگا۔ اتنا تو ضروری ہے کہ ایسی خدائی کا ڈھونگ انکو اعلےٰ ترقیات حاصل کرنے سے روکے رکھتا ہے۔ اسلئے وہ اپنے اُن خداؤں کے پرستار ضرور کہلائینگے کیونکہ وہ اُن کیلئے سر جھکاتے ہیں۔ اور اُن کی موہومہ احکام کی اپنے خیال میں فرمانبرداری بھی کرتے ہیں +

الغرض کسی چیز کی عبادت کی پہلی شرط اُسکی فرمانبرداری ہے لیکن اپنے نفس کو چھوڑ کر جو انسان کا نہایت ہی بڑا خیر خواہ ہے کسی غیر کی فرمانبرداری کرنا کچھ آسان امر نہیں۔ اس کیلئے ضروری ہے۔ کہ اُس ہستی میں ایسے صفات موجود ہوں جو انسان کو مجبور کریں کہ وہ اپنے نفس کو چھوڑ کر اُسکی فرمانبرداری کرے۔ اور کہ وہ ہستی جس کے لئے وہ اپنے نفس کو چھوڑتا ہے۔ اُسکی زیادہ خیر خواہ ہے۔ اور اس کیلئے ہر ایک قسم کی کامیابیوں کے سامان مہیا کر سکتی ہے۔ دوم۔ کہ وہ ہر ایک قسم کے عیب اور کمزوری سے پاک ہو۔ اور اسلئے جو راہ اس کیلئے تجویز کرے وہ ہر طرح سے بے عیب ہو۔ اور اس کے لئے نقصان کا موجب ہو۔ تیسرے یہی نہیں کہ وہ ہر ایک قسم کے عیوب سے ہی پاک ہو۔ بلکہ اُس میں ہر ایک قسم کی نیک صفات اعلےٰ اور کامل درجہ تک موجود ہوں۔ اور اسلئے جو راہ وہ انسان کیلئے تجویز کرے وہ اس کیلئے ہر طرح مبارک ثابت ہوں۔ مثلاً اگر ایک خدا ہم ایسا مان لیتے ہیں جو ہمارے ذرات کا خالق نہیں۔ اب جب وہ ہمارے ذرات کا خالق ہی نہیں تو ضروری ہے کہ وہ اُنکی ماہیت سے بھی پورا آگاہ نہ ہو۔ اسلئے ضروری ہے کہ وہ اس لاعلمی کی وجہ سے کوئی ایسا قانون ہمارے لئے تجویز کرے جو ہمیں نقصان رساں ہو۔ اور ایک اندھے رہنما کی طرح وہ ہمیں کسی کنوئیں میں جا گرائے پس عقلمندی یہی ہے کہ معبود جو کوئی بھی ہم مانیں وہ اپنے اندر سب اعلےٰ کامل صفات رکھتا ہو اور ہر ایک قسم کے عیب اور کمزوری سے پاک ہو۔ سوا ایسے خدا کے اور جس کو بھی کوئی پوجیگا ضرور ہے کہ وہ اُسکے لئے بجائے نجات کے دُکھ کا موجب ٹھیرے پس یہ ہے وہ کسوٹی جس پر سب عیان توحید کو چاہئے کہ اپنے خدا کو پرکھ کر دیکھیں۔ اور یہی ہے وہ فرض جس کی ادائیگی کے لئے انسانی عقل پیدا کیگئی۔ جُوں ہی کہ اس کے ذریعہ انسان سچے خدا کو پالے پھر اس کا فرض ہے کہ بے چون و چرا اس کے ہر ایک حکم کو مان لے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے رہے ہیں وہی دُنیا کے کامیاب اور ممتاز انسان ثابت ہوئے ہیں۔ اس معیار پر اگر ہم اُن معبودان باطلہ کو جو مختلف اقوام دُنیا پوجتی ہیں پرکھیں تو پایا جائیگا۔ کہ سوائے اس خدا کے جس کا نام اللہ ہے اور کوئی معبود انسان کا نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ کہتے ہیں اس ذات کو جو بے عیب ہو۔ اور سب صفات کاملہ سے متصف ہو +

جنگ اور مذہب

غزوات نبوی

عیسائی دنیا میں اب تک یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بڑا جنگجو اور لڑاکا انسان تھا۔ جو کہ لڑائی کو بحث و مباحثہ پر ترجیح دیتا تھا۔ اور جس کی سب سے زیادہ مضبوط دلیل اور حجت زبردستی اور لڑائی تھی۔ مگر اس قسم کے خیالات کی کوئی تاریخی بنا نہیں ہے +

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے . . . پہلے چالیس سالوں میں جبکہ آپ کو ابھی نبوت عطا نہیں ہوئی تھی ایک نہایت ہی امن دوست منشیات سے متنفر با عصمت اور راستباز دیانتدار انسان تھے۔ اور ایسے لوگوں میں رہتے تھے جو کہ اپنی بدمعاشیوں اور زناکاریوں میں مشہور تھے۔ انہوں نے اپنے عمدہ چالچلن کی وجہ سے الامین کا خطاب حاصل کیا تھا اور لوگوں میں صلح کرانے کی وجہ سے بھی کچھ کم مشہور نہ تھے۔ مگر عطاء نبوت کے بعد جب آپ نے روحانی اور نبوت کی آنکھوں سے اپنے لوگوں کے گندے اور فحش خیالات اور اعمال کو دیکھا تو آپ کو سخت دکھ اور تکلیف پہنچی۔ اور آپ نے جان لیا۔ کہ ان لوگوں کو ان گندگیوں سے نکالنے کا انسانی طاقت سے بالاتر کام آپ کے حصے میں مقدر ہے۔ چنانچہ پچھلے بارہ سال تک آپ نے سخت مصائب اور تکالیف جھیل کر اللہ تعالیٰ کے نام کی منادی کی۔ آپ نے خانہ کعبہ اور دیگر پبلک جگہوں پر کئی دفعہ کافروں سے بحث و مباحثہ اور ان کو سمجھانے میں ہر روز اپنی جان کو خطرے میں ڈالا آپ کے پیروؤں کی تکالیف اور شہادت نے اور اپنا بھی اسی قسم کا انجام ہونے کے خطرے نے غرضکہ کسی چیز نے بھی آپ کو کافروں سے ویسے ہی سلوک کرنے پر آمادہ نہیں . . . . . . اور اسباب پر یقین کرتے ہوئے کہ آپ سے پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ کا انسان کو آخری پیغام حضرت عیسیٰ کے ذریعے وحی ہوا۔ اور کیونکہ آپ پر اس وقت تک کوئی وحی الہیٰ نازل نہیں ہوئی تھی جو کہ ہتھیار اٹھانے کی اجازت دے۔ اسلئے آپ نے کامل مذہبی طور پر حضرت عیسیٰ کی نرم اور غیر مقاومت پالیسی اختیار کر لی۔ اور اپنے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیدیا۔ مخالفین اسلام یہ ضرور کہیں گے جیسا کہ وہ اکثر کہتے آئے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم اسباب کا انتظام کر رہے تھے۔ کہ ان کے پاس ایک لشکر جمع

ہو جائے تب وہ کوئی کارروائی کریں۔ اگر آپ مدینہ کو ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ میں لڑائی کرنا چاہتے تو وہ اپنے خاندان اور قبیلے کے ایک گروہ کثیر کی کمان کر سکتے تھے کیونکہ اگرچہ وہ لوگ بت پرست تھے۔ مگر سوائے ابولہب کے سب کے سب آپ کو قتل سے بچانے کیلئے ہر طرح کمر بستہ تھے اور آپ غلاموں کے آپ کی خاطر اٹھ کھڑے ہونے پر بھی بھروسہ کر سکتے تھے۔ اگرچہ انسانی نقطۂ نگاہ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ کی فتح پھر بھی یقینی نہیں تھی۔ مگر یہی حالت اس وقت بھی تھی۔ جبکہ آپ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ جو کہ عام طور پر لاٹھیوں سے مسلح کی گئی تھی۔ مقام بدر پر اہل مکہ کی سلاح پوش اور آزمودہ فوج کے مقابلے کو نکلے۔ سو اگر آپ زبردستی ظلم اور لڑائی جھگڑے کو پسند کرتے تھے تو آپ ضرور دوسرے سے پہلے موقع سے فائدہ اٹھاتے۔ اگر آپ یقین رکھتے ہوتے کہ لڑائی ایک بالکل جائز امر ہے۔ تو آپ جیسی نرم طبیعت کا سردار ضرور اپنے مصیبت زدہ پیروؤں کی خاطر جنگ کرتا۔ آپ کا یہ یقین رکھنا کہ اس وقت لڑائی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں تھی بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ اور یہ بھی بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ کہ آپ نے وحی الٰہی کا انتظار کیا۔ کیونکہ اگر اس وقت مکہ میں جنگ چھڑ جاتی۔ تو ہمیں خاندانوں اور قبیلوں کے تعلقات کو مد نظر رکھتے ہوئے کفار کو اور مسلمانوں کو پہلو بہ پہلو لڑنا پڑتا۔ یہ بات اور غلاموں کا بغاوت کرنا اس جنگ کو وہ اعلیٰ کیریکٹر اور نمونہ نہ دے سکتا جو کہ نیکی اور بدی کی جنگ میں ہمیں نظر آ سکتا ہے۔ اور جیسا کہ صحابہ کرام کے روایات میں ہمیں نظر آتا ہے۔ دکھوں اور تکالیف سے بچنے کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو مکہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے ملک ابی سینیا واقع بر اعظم افریقہ میں چلے گئے۔ مگر آپ خود مکہ میں مخالفت اور تکلیفیں برداشت کرنے کو ٹھیرے رہے جو کہ آپ کے خیالات کی وجہ سے اہل مکہ آپ کو پہنچاتے تھے۔ یہ مخالفت اس درجہ تک ترقی کر گئی کہ قریش نے آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اگر آپ کہیں باہر جانے کا ارادہ کریں۔ مگر جیسا کہ میں ذکر کر آیا ہوں۔ آپ کا قبیلہ آپ کے ساتھ رہا اور آپ اور وہ سب تین برس تک اپنے اپنے گھروں میں قید کر دیئے گئے۔ مگر اس وقت ایک ایسا

واقعہ پیش آیا۔ جو کہ آپ کی تعلیم کے حق میں ایک معجزہ خیال کیا گیا۔ اور قریش اس سے اتنے متعجب ہوئے کہ انہوں نے آپ کے متعلق اپنے ارادوں کو بدل دیا۔ مگر یہ صرف تھوڑے عرصہ کے لئے ہی تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر باہر چلنے پھرنے کی آزادی ہو گئی۔ مگر جہاں کہیں بھی آپ کچھ لوگوں کو پاتے تھے وہاں وعظ کرنا شروع کر دیتے تھے۔ اور یہ بات مشرکین مکہ کو بڑی ناگوار گذرتی تھی۔ آپ کی سخت ہتک کیجاتی تھی۔ اور دھمکایا اور پتھر مارے جاتے تھے۔ مگر آپ کسی طرح بھی اپنے ارادے سے نہ ٹلتے تھے۔ اِسی زمانے میں ایک شام کو جبکہ نبی کریم صلعم بر شور وعظ و نصیحت کرنے میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالے جا رہے تھے جبکہ آپ یثرب کے چھ حاجیوں سے ملاقی ہوئے۔ وہی شہر جس کو آج مدینہ منورہ کہلانے کی عزت حاصل ہے۔ ان لوگوں کو آپ نے اسلام کا وعظ فرمایا۔ چنانچہ وہ سب ایمان لے آئے۔ اور جب وہ اپنے شہر کو واپس گئے۔ تو انہوں نے اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اسلام کا ذکر کیا۔ اور سب نے اِس قسم کے مذہب کو نظر استحسان سے دیکھا یثرب ایک نامعلوم زمانے سے دو قبیلوں یا جماعتوں میں تقسیم شدہ تھا جنمیں رقابت کی وجہ سے ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ مگر اس نئے مذہب کی نئی پیدائش دلچسپی اور جوش و خروش میں وہ ایکدوسرے سے ملگئیں اور آپسمیں دوستانہ تعلق پیدا ہو گئے۔ اور اس بات کو ایک معجزہ خیال کرتے ہوئے اُن کے خیالات اِس نئے مذہب کی نسبت اور بھی عمدہ ہو گئے! اور ایسا کہا جاتا ہے کہ عنقریب ہی سارے یثرب میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جسمیں رسول اللہ صلعم کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ دوسرے سال ہی چند مسلمان حاجی یثرب سے مکہ آئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان سے اُسی پہلی جگہ العقبہ میں ملے جہاں کہ اس سے اگلے سال آپ نے اُن چھ آدمیوں کو دعوت اسلام دی تھی۔ مکہ میں اِس نئے مذہب کی اِتنی مخالفت بڑھ گئی تھی کہ آپ اپنے پیرووں کے لئے کسی جائے پناہ کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ آپ نے اہل یثرب کی اس تجویز کو کہ آپ مدینہ کو تشریف لے چلیں بڑی خوشی سے منظور فرمایا۔ اس وقت اہل یثرب نے جو عہد وفاداری اور رفاقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کیا۔ ہمیں اس میں جنگ کی پہلی جھلک نظر آتی ہے! انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے پیرووں کو اپنے مال و جان اور خاندان سے حفاظت کرنے کی قسم کھائی تھی۔ مگر اس بات سے

کہ جب مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے ذرا سستی دکھائی۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عہد وفا داری بھی صرف حفاظت نفسی کی طرح تھا۔ اور صرف تنگ آمدہ بجنگ آمدہ والی حالت میں ہی پورا کیا جا سکتا تھا +

سرداران قریش نے نبی کریم صلعم کو قتل کرنے اور آپکے مذہب کو نیست و نابود کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا چنانچہ ہر ایک قبیلے میں سے ایک ایک قاتل چنا گیا۔ تاکہ انتقام اور نفرت بھی سب میں تقسیم ہو جائے۔ اور ایک قومی رنگ اختیار کرے۔ یہ کارروائی اُس وقت عمل میں آئی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب پیروؤں کو رخصت کر کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ سے بچ نکلے۔ اگر آپ کا تعاقب کیا گیا۔ مگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ اپنے تعاقب کنندگان سے بچ نکلے۔ اور اہل مدینہ کی بے انتہا خوشی اور مسرت کے درمیان آپ بخیریت مدینہ پہنچ گئے +

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ۵۳ برس کی تھی۔ اگرچہ اس وقت آپ کی ایک چھوٹی سی سلطنت ہو گئی تھی۔ مگر فوج کوئی نہ تھی۔ اور فوج اکٹھی کرنا۔ آپ کا اصلی مدعا بھی نہ تھا۔ بلکہ آپ کی پہلی غرض توسیع آئین اور امن و صلح قائم کرنا تھا + یہاں میں آپ کی توجہ اس حیرتناک انسانی زندگی کی ایک تعجب خیز بات کیطرف منعطف کرانی چاہتا ہوں۔ کوئی شخص جو کہ عربی چال و چلن سے ذرا بھی واقف ہے اور جس نے عربی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ یہ ضرور خیال کریگا کہ ایک عرب چاہے وہ کیسا ہی نیک اور پارسا کیوں نہ ہو۔ اگر اسنے کسی زد و اصدیا چند افرادسے کسی قسم کی تکلیف یا دُکھ اُٹھایا ہوگا۔ تو جس وقت وہ ان کے پنجے سے آزاد ہوگا۔ اور اُسے اُنکے بالمقابل ہونے میں کامیابی کا کوئی شمہ بھی نظر آئیگا۔ تو وہ فوراً انتقام کی تدبیریں سوچنے لگا۔ مگر نبی کریم صلعم نے اِس قسم کی کوئی تدبیریں نہیں کیں۔ بلکہ آپنے مدینہ پر حکمرانی کے لئے پُرامن قوانین بنانے میں اپنے آپ کو مصروف کر دیا۔ مگر صرف اس وقت جبکہ آپکے دشمن آپکے برخلاف چڑھائی کر کے نکلے اور آپ کو اور آپکے پیروؤں اور ساتھیوں اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کے پختہ ارادے دل میں رکھ کر آئے تب مسلمانوں کو جنگ میں شریک ہونے کا حکم ملا۔ آپ دیکھیں گے کہ اُس وقت تک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے باوجود سخت مصائب اور تکالیف کے عیسائیوں کے اصول نامقاومت کو ہی اختیار کئے رکھا۔ حالانکہ آپ اگر چاہتے تو ایک زبردست لوٹ قتہ اور فساد برپا کرسکتے تھے۔ اور بعض مسلمان اسبات کی شکایت کرتے تھے کہ حملہ کو روکنا اور دُور کرنا اُن کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ مگر ایک نئی زبردست آسمانی وحی نے انکی شکایات اور اعتراضات کو حل دیا بعضوں کا خیال تھا کہ تنگ آمد بجنگ آمد والی حالت میں بھی مقابلہ کرنا ایک غلطی ہے۔ اور یہ خاص طور پر ایسی سخت صلح پسند طبیعتوں کی خاطر تھا کہ بدلے اور انتقام کا حکم اس شرح اور پُرزور الفاظ میں قرآن مجید میں بیان کیا گیا:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ط

ترجمہ۔ "اگر اللہ لوگوں کو ایکدوسرے سے نہ ہٹوا تا رہتا۔ تو (نصاریٰ) کے صومعے اور گرجے اور (یہودیوں) کے عبادتخانے اور (مسلمانوں) کی مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے"۔ (سورۃ الحج رکوع ۶) +

ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سُورۃ البقرہ رکوع ۳۳)

ترجمہ "اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے بعض کو نہ ہٹاتا رہے تو ملک درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دُنیا کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے"۔

جب غنیم کی فوج کے برخلاف پیشقدمی کرنے اور جنگ کرنے کا موقع آیا۔ تو بعض مسلمانوں نے پہلے پہل بہت ہچکچاہٹ اور نارضامندی ظاہر کی اس پر قرآن مجید شاہد ہے:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۷) +

رجمہ (مسلمانو!) تم پر جہاد فرض کیا گیا۔ اور وہ تم کو ناگوار بھی گذریگا۔ اور عجب نہیں کہ
ب چیز تم کو بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو
ملی لگے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" +

اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۴)

رجمہ" ادب اور حرمت والے مہینوں کا معاوضہ ادب و حرمت والے مہینے۔ اور
رمت والی سب چیزیں اَدلے کا بدلہ"

ئیں یہ بیان کر دیتا ہوں کہ لڑائی اور جنگ اس وقت تک ممنوعہ چیزوں میں سے
یال کیجاتی تھی +

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی
عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (سورۃ البقرہ ع ۲۴)

ترجمہ۔ تو جو تم پر زیادتی کرے۔ تو جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی ویسی ہی زیادتی تم
بھی اُس پر کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جانتے رہو کہ اللہ انہیں کا ساتھی ہے
جو اس سے ڈرتے ہیں +

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۰ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۴)

ترجمہ (مسلمانو!) جو لوگ تم سے لڑیں۔ تم بھی اللہ کے رستے میں اُن سے لڑو
اور زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا" +

اب ایک بات کی طرف میں آپ کی خاص توجہ مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ اور
وہ یہ ہے:۔ کہ تمام غیر مسلم اہل قلم اس بات کو پہلے ہی تسلیم شدہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بادشاہ ہونے کی وجہ سے اپنی پالیسی کے
ماتحت مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ مگر میں ایک منٹ کے لئے بھی اس بات کو سچ ماننے
کیلئے تیار نہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جن آیتوں کو میں نے اُوپر لکھا ہے اس کے
مخاطب صرف نبی کریم صلعم کے پیرو ہی نہ تھے بلکہ خود آپ بھی تھے۔ اور انہی آیتوں نے

ہی آپکے دِل کے شکوک اور رکاوٹ کو دُور کیا۔ آپ نے اس وقت تک عیسائیوں کے
اصُول نامقاومت کو ہی برتا تھا۔ مگر اب آپ ایک ایسی حالت کو پہنچ گئے تھے۔ جہاں
تعلیم عیسوی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی تھی۔ اب آپ ایک فرد واحد کی حیثیت سے کام نہیں
کر سکتے تھے۔ جو کہ صرف اپنی ہی جان کا ذمہ وار ہو۔ بلکہ اب آپ دوسروں کی زندگی کے
ذمہ وار بھی تھے۔ اور ایک مختصر سی ریاست اور ملک عرب کی ایک قابل تقلید جماعت کے
جس کا نصب العین بنی نوع انسان کی بہبودی اور ہدایت تھا محافظ تھے۔ اب آپ کا دوسرے
لوگوں سے کوئی فرداً فرداً سلوک نہ تھا۔ بلکہ اب تمام کی مجموعی طور پر بہبودی مدنظر تھی۔ سو
اِس حالت میں مسیح کی تعلیم آپ کو کوئی ہدایت نہ دیتی تھی۔ مگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی خیال
نہیں کر سکتا کہ آپنے اسکو اسی مفہوم میں لیا ہو جیسا کہ میں نے ابھی لیا ہے۔ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ پر ایسا کامل توکل اور بھروسہ تھا۔ کہ آپنے کبھی بھی اسبات
میں شک نہیں کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ آپ کے پیروؤں کی حفاظت کریگا۔ چاہے
وہ لڑیں یا نہ لڑیں۔ اور یہ فرض کرنا کہ لڑائی کے حکم دینے کا خیال آپکے دل میں
اشارۂ ربی سے پیدا ہو گیا تھا۔ آپکے بیان کردہ چالچلن اور طبیعت وعادت کے
زیادہ مطابق ہے بہ نسبت اسبات کے کہ یہ حکم آپنے بڑے غور وخوض اور سوچ بچار
کے بعد صادر فرمایا۔ یہ بات ہم تسلیم کرسکتے ہیں۔ کہ یہ آپکے عقل اور دماغ کا نتیجہ تھا
مگر ساتھ ہی ہمیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ آپ کی عقل اور دماغ ہی وحی الٰہی کے
نزول کا ایک ذریعہ تھا۔ اور ان دونوں چیزوں کو جُدا کرنا ناممکن ہے یہ آپسمیں
لازم ملزوم ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ بعض اوقات وحی الٰہی آپ کی اپنی مرضی کے
مطابق نہ ہوتی تھی۔ اس کے ثبوت میں کئی مشہور مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ مگر باوجود
اس کے آپ آسمانی آواز کے حکم کو لفظ بہ لفظ پُورا کرتے تھے۔ اور آپ کے پیرو
جانتے تھے کہ وہ اُن کی ہی طرح ایک عبد (اللہ) ہے۔ اور صرف اللہ تعالےٰ کا رسُول
ہونے کی حیثیت سے ان سے بلند رُتبہ رکھتا ہے +

خُطبات جمعہ

عیسائیت کی ناکامی اپنے گھر میں

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

ترجمہ۔ اکثر اہلکتاب باوجودیکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے (پھر بھی) اپنے دلی حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر تم کو کافر بنا دیں۔ تو معاف کرو اور درگزر کرو۔ یہاں تک کہ خدا اپنا حکم صادر فرمائے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور جو کچھ بھلائی اپنے لئے پہلے سے بھیجدوگے اس کو خدا کے ہاں موجود پاؤ گے۔ بیشک اللہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے اور کہتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا۔ یہ انکے اپنے خیالی پلاؤ ہیں۔ کہو (اے پیغمبر) اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے۔ کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور وہ نیکو کار بھی ہے۔ تو اس کیلئے

اس کا اجر اسکے پروردگار کے ہاں موجود ہے ایسے لوگوں پر نہ خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے
اس خونریز جنگ کے بعد جو کہ عیسائی اقوام کیلئے کسی طرح قابل تعریف نہیں چاہیے کوئی اس کے نقائص او خوبیوں کے متعلق کچھ ہی خیال کیوں نہ کرے میں اسبات کے دیکھنے کا بڑا خواہشمند ہوں کہ آیا اس جنگ کے بعد بھی عیسائی مشنری اُسی پہلے دعویٰ افضلیت و بڑائی کے ساتھ مسلمان ممالک پر حملہ آور ہونگے۔ کیا ایسے وقت میں بھی جبکہ یورپ کی عقلمند آبادی کا ½ حصہ عیسائی نہیں رہا اور جبکہ لوگ گرجوں کے مسلمہ اصولوں کے برخلاف بغاوت کر رہے ہیں۔ کیا اب بھی وہ مملکت عیسوی سے باہر کے لوگوں کو اصول عیسائیت کی تبلیغ کرینگے گویا کہ وہ اصول انکی بجائے پیدائش میں بغیر کسی چون وچرا کے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور میں نا فکر بڑا حیران ہوں کہ کیا اب بھی وہ اسبات کا دعویٰ کرینگے جیسا کہ وہ لڑائی سے پہلے کرتے تھے۔ کہ تمام موجودہ تہذیب عیسائیت کی ہی ایک بابرکت نشوونما ہے۔ میں فرض کرتا ہوں کہ وہ ایسا کرینگے۔ مگر یہ بڑی مشکل سے ممکن الوقوع معلوم ہو سکتا ہے۔ ان دنوں میں بھی جبکہ میں اپنے آپ کو عیسائی تصور کرتا تھا۔ یہ مجھے سخت ذلیل حرکت معلوم ہوتی تھی۔ کہ ایک ملک جو کہ مہذب ہو جیسا کہ میرا ملک کہلاتا ہے۔ وہ عیسائی مشنریوں کو نہ صرف اجازت ہی دیتے بلکہ بعض حالات میں انکی مدد اور تائید بھی کرے کہ وہ غیر عیسائی قوموں کو نئے عیسائی یا پیرو بنانے کے لئے تنگ کریں۔ اور وہ بھی سلطنت برطانیہ کے اندر جس کے متعلق مجھے کہا گیا تھا۔ کہ وہ مذہبی اور سول آزادی کا ایک گہوارہ ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ برٹش گورنمنٹ قانوناً اسبات کو منع کر دے۔ کہ کسی برٹش رعایا کو مذہب بدلنے کے لئے کوئی تکلیف دہ امر نہ کیا جائے۔ یا اسکو نیا مذہب اختیار کرنے کیلئے تنگ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ ٹرکش حکومت میں یہ بات قانوناً منع کر دی گئی تھی۔ اور اسکی سزا موت تھی۔ کہ کوئی حاکم مذہب (یعنے اسلام) کا آدمی کسی عیسائی یا یہودی کو جو کہ اس سلطنت کی رعایا ہو اپنے مذہب میں لانے کی ناجائز کوشش کرے میرا اس وقت

بھی خیال تھا۔ اور اب بھی خیال ہے۔ کہ ایک ایسے قانون کی بہت ضرورت ہے۔ اور یہ بات کسی مذہب کے پیروؤں کو بھی اپنے پیروؤں کو بھی اپنی جائے عبادت میں اپنے عقائد کے مشتہر اور اعلان کرنے میں حارج نہیں ہوسکتی۔ اور ہر ایک آدمی جو کہ وہاں جانا چاہے وہ جاسکتا ہے اور سُن سکتا ہے۔ اور نہ ہی یہ بات اُن کی روزمرہ زندگی کے طرز عمل میں کسی طرح روک ہوسکتی ہے جس سے کہ وہ ظاہر کرسکتے ہیں کہ وہ دوسرے مذہب کے پیروؤں سے بہتر ہیں۔ مگر یہ کم از کم لوگوں کو اپنے خیالات زبردستی دوسروں کے آگے اُن کے خلافِ طبع پیش کرنے سے روکدیگی جیسا کہ ایک سفری تاجر اپنے مال تجارت اور اسباب کو دوسروں کے آگے پیش کرتا ہے۔ اور یہ لوگوں کو اُن بیرونی باتوں جیسے فن ڈاکٹری۔ بیماروں کی خبر گیری تعلیمی فوائد۔ اور دولت اور آرام کے نظاروں کو اپنے بدمزہ عقائد کے قبول کرانے کے لئے ایک طعمہ بنانے سے روک دینگے عیسائی مشنوں نے مشرقی سرزمین میں عمدہ کارہائے نمایاں کئے ہیں مثلاً انہوں نے بیماروں اور یتیموں کی بہت خبر گیری کی ہے۔ اور انہوں نے صفائی اور صحت کے متعلق موجودہ اور نئے اصولوں کو برتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُنہوں نے بچوں کو تعلیم دینے میں بڑی کوشش کی ہے۔ مگر اُن کے ان کاموں سے بجائے شکریہ کے مخالفت اور بدمزگی پھیل گئی ہے کیونکہ آدمیوں سے بھلائی کرتے ہوئے اُن کے چہرے بالکل اللہ تعالےٰ سے رُوبرُو نہ تھے یعنی یہ کام انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر نہ کئے۔ اُن کے یہ کام بالکل مطلب اور خودغرضی سے خالی نہ تھے۔ اِس تمام اثناء میں وہ اس بات کو سوچتے رہے کہ اپنی خیرخواہی کے شکار شدہ لوگوں کو کسی خاص دستور اور قاعدہ کے ماتحت کس طرح لائیں۔ تاکہ اس طرح اپنے منظور نظر طریقے اور شکل میں عیسائیت کو پھیلائیں۔ اُنکی بڑی کوشش مشنری میگزینوں میں نئے عیسائیوں کی تعداد کو دکھانا تھا۔ یہ تمام کارروائی میری نگاہوں میں نہایت کمینہ۔ ناپاک اور اونے درجے کی معلوم ہوتی تھی۔ اور اب بھی معلوم ہوتی ہے۔ نفع رسانی خلائق بھی

جھوٹی نمائش کو میں ہمیشہ حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ مگر مشنری کبھی اسکو اس رنگ اور روشنی میں دیکھتے ہی نہیں۔ انمیں نہایت اعلیٰ درجے کے مرد اور عورتیں ہیں جن کی زندگیاں اعلےٰ چال چلن کا بہترین نمونہ ہیں۔ اگر کوئی بُرائی اُن کی طرف منسوب ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ واقعی اور قابلِ رحم بھی ہے۔ کہ اُن کو اس قسم کی مذہبی تعلیم اور تربیت دیگئی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے افضل ترین جاہ وجلال کا خیال کرنے سے بھی قاصر ہیں + کیونکہ اللہ تعالےٰ کے منظورِ نظر کوئی نہیں۔ یہ سچ ہے کہ وہ کبھی ایک حصۂ مخلوق کو مذہبی سچائی کی اشاعت کا آلہ بناتا ہے اور کبھی دوسرے حصے کو۔ مگر اس کے رحم اور انصاف کا اندازہ سب کے لئے ایک ہی ہے۔ اس نے کبھی یہودیوں کے لئے ایک دستور اور باقی نسل انسانی کے لئے دوسرا دستور نہیں بنایا۔ اور نہ ہی عیسائیوں یا مسلمانوں کے لئے ایک قسم کا دستور اور باقی نسل انسانی کے لئے دوسری قسم کا دستور بنایا۔ تلك امانیھم (یہ اُن کے اپنے خیالی پلاؤ ہیں) جو کوئی بھی نیکی کریگا اسکو اس کا اجر ملیگا۔ اور جو کوئی بدی کریگا۔ وہ اسکی سزا بھگتیگا۔ اور کسی عقیدے پر ایمان لے آنا کسی مرد یا عورت کو بُرے کاموں کے ضروری نتائج سے بچا نہ سکیگا۔ دوسرے جھوٹے عقیدے اعمال صالح کیلئے کوئی مدد نہیں دے سکتے۔ ایک مسلمان کا جواب ایک عیسائی مشنری کو جو کہ اُسے کہتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے اسے (خدا کے رسُول) عیسیٰ مسیح علیہ السّلام کی اُلوہیت اور اس کے صلیب پر کفارہ بخش قربانی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس مفصلہ ذیل عبارت میں موجود ہے :۔

بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ص
ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون +

ترجمہ "بلکہ واقعی بات تو یہی ہے۔ کہ جس نے خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور وہ نیکوکار بھی ہے۔ تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں موجود ہے۔ ایسے لوگوں پر نہ خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے" +

اسلام کی بنیادِ روحانی

(از قلم مسٹر محمد صادق رائٹ)

تاریخ دنیا میں ہم خصوصیت سے دیکھتے ہیں کہ ایک نہ ایک وقت ایسا آیا ہے جبکہ تمام مذہبی نظاموں میں تنزل اور خرابی کے آثار نمایاں ہوگئے ہیں۔ اگرچہ اصلی شاہراہ مذہبی سے اعراض عام طور پر ایسا دھوکہ دہ ثابت ہوتا ہے کہ جب تک وہ کامل نہیں ہو جاتا تب تک اس کا خطرناک میلان اور مقصد ظاہر نہیں ہوتا۔ تاثر مذہبی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے پیروؤں کو ترقی کی طرف لے جائے۔ ہم مختلف جسمانی ورزشوں سے اپنی جسمانی طاقت اور بدن کو اتنا بڑھا سکتے ہیں۔ کہ ہم یونانی دیوتا اپولو سے بھی بڑھ سکتے ہیں۔ مگر ہم کسی قسم کی بھی جسمانی ورزش سے اپنی روحانی زندگی اور اخلاقی قوتوں کو نہیں بڑھا سکتے۔ یہ کام مذہب کا ہے۔ اور تمام مذہبی تحریکوں کا یہی مدعا رہا ہے۔ اگرچہ کئی دفعہ انکی کوششوں کا نتیجہ ناکامی اور ترقی کے لئے بجائے تنزل رہا ہے ✦

مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی۔ ایک ایسا مذہب موجود ہے جسمیں تنزل کا میلان ہی مفقود ہے۔ اس سے میری مراد مذہب اسلام ہے جس کے عقیدے اور اصول آجکل بھی وہی ہیں جو کہ اسکے بانی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام نے چھٹی صدی عیسوی میں مشتہر کئے تھے۔ سچ پوچھو تو انسانی نقطہ خیال سے ان اصولوں کی اتنی سختی سے حفاظت اور پابندی ہی اسلام کے بچاؤ اور نجات کا باعث ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل کی مہذب دنیا میں ایک کثیر تعداد اسکے پیروؤں کی پائی جاتی ہے۔ نہایت حیرانی کی بات ہے کہ ان پہلے اصولوں کی پابندی اور حفاظت پر بعض عیسائی مخالفوں نے اعتراض کئے ہیں۔ اور مزا یہ ہے کہ ساتھ ہی وہ اسبات کا رونا روتے ہیں کہ ان کے ہم مذہب بھائی اور ساتھی مذہب سے غافل ہوتے جاتے ہیں ✦

مگر یہ پابندی ایک تنگ اور چست لباس کی طرح حرکات و سکنات کے مانع نہیں ہوتی اور نہ ہی مسلمانوں کی روحانی ترقی میں حارج ہو سکتی ہے۔ اسلام کی خدمت میں ہر ایک کو کامل آزادی حاصل ہے

اور اسلامی قواعد اور طرز عمل اس کے پیرو کے لئے باعث خوشی ثابت ہوتا ہے۔ اور کسی طرح بھی ناگوار طبع نہیں ہوتا +

قرآن مجید کو دنیا کے آگے پیش کرنے سے پہلے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حالت استغراق میں رہنے اور غور و خوض کرنے کا تجربہ اور اس حی و قیوم اور رب العالمین خدا سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو چکا تھا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ غار حرا کی تنہائی میں گھنٹوں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور اسی جگہ ہی حضرت جبرائیل نے آپکو وہ عجیب و غریب پیغام ربی سنایا

یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن احادیث اور واقعات کو جن کو کہ تمام مسلمان صحیح اور سچا مانتے ہیں۔ اُن اسلام کے متعلق افسانوں اور قصوں سے بالکل الگ کر دینا چاہئے جن کو کہ اگر تمام نہیں تو قریباً تمام مسلمان بالکل غلط اور جھوٹ سمجھتے ہیں میرے خیال میں ان تمام عجیب و غریب قصوں پر جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور اوائل عمر سے متعلق ہیں کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو بھیجا کہ محمد صلعم کے دل سے جہنمی گناہ کا واحد سیاہ دھبہ دھو ڈالیں۔ اور یہ کہ اس طرح پاک اور صاف ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا اور نور رسالت سے بہرہ ور کیا۔ تا کہ آپ لوگوں کو ایک کامل اور آخری فرمان الٰہی سے مطلع کریں اور دین الٰہی کی بنیاد ڈالیں نبی کریم صلعم کو معجزات دکھانے کی قوت رکھنے کا کوئی دعوےٰ نہ تھا۔ بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم خود ہی آپکے لئے اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے آپ کو نبی تسلیم کیا۔ اور آپ کی پیروی کی ایک کافی اور شافی معجزہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان کام کی خوبیوں کو کامل طور پر جاننے کیلئے ضروری ہے کہ اسوقت کی دنیا کی گری ہوئی حالت کو دیکھا جائے۔ اور ان متواتر کے لڑائی جھگڑوں کو دیکھا جائے جو کہ آپس کے تفرقات کی وجہ سے عیسائی فرقوں میں آئے دن ہوتے رہتے تھے سیل (Sale) اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ عیسائیت اسوقت نہایت گندی اور ابتر حالت میں تھی۔ اور یہ بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کہ مؤرخ پریڈو (Prideaux) جیسا آدمی نبی کریم صلعم اور آپ کے مشن کا حامی بجز اسبات کی طرف اشارہ کرنے کے اسوقت کی عیسائیت اپنے مذہب کے اصلی جوہر کو

لکھی جا چکی تھی۔ اور پہلی صدی عیسوی کے ختم ہونے پر بلکہ اُس سے پہلے ہی انجیل عیسوی کی کتابوں کے مصنف عیسائیوں کے اپنے مذہب سے بیزار ہوتے۔ اور بنیادی اصولوں میں ایک دوسرے سے اختلاف اور تفرقہ بازی کرنے کا رونا رو چکے ہیں۔ اور یہ تفرقہ بازی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ نبی کریم صلعم کی بعثت کے زمانے میں۔ کولیریڈین (Collyridians) فرقہ حضرت مریم کو خدا مان کر پرستش کرتا تھا۔ اور میریامائٹس (Mariamites) لوگ حضرت مریم کو اپنے خیال کے مطابق تثلیث میں جگہ دیتے تھے۔ اور سیبلین (Sabellians) لوگ سوینڈنبورجین (Swendon borgians) لوگوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں بلکہ انسانی شکل میں خود خدا مانتے تھے۔ باقی اور بیشمار فرقوں میں سے ایرینز (Arians) جیکوبائٹس (Jacobites) یوٹیچینز (Eutyokians) اور نزارینز (Nazarenes) صرف چند فرقوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اور ان سب کے بنیادی اصول ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ Ebionites فرقہ پرانے یہودی قوانین کی پیروی کرتا تھا اور اُنہیں کی رسموں پر عامل تھا۔ مگر وہ پیرو حضرت عیسٰی کا کہلاتا تھا اور بجائے اُن کو خدا ماننے کے صرف ایک انسانی رسول مانتا تھا +

نبی کریم صلعم نے سیر ملک شام میں کئی دفعہ گرجے کی رسومات کو نہایت آراستہ پیراستہ طریقے میں ادا ہوتے دیکھا ہو گا جو کہ آجکل رومن کیتھولک کیتھیڈرل کی بڑی سے بڑی عبادت کو بھی مات کر دیں۔ مگر آپ کی نظروں میں وہ بُت پرستوں کی عبادت سے بہت ملتی جلتی تھیں کیونکہ بُت پرستوں کی طرح تصویروں اور مجسموں کی پرستش عیسائی گرجوں میں جگہ پکڑ گئی تھی +

اِس ابتری کی حالت میں نبی کریم صلعم کے ذریعے سے فرمان الٰہی دُنیا کو سُنایا گیا۔ جو کہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی تعلیم دیتا تھا جیسا کہ لفظ اسلام خود بتلاتا ہے۔ آپ کی بڑی غرض یہ تھی کہ بُت پرستی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکیں جس میں کہ اکثر اقوام ڈوبی ہوئی تھیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی سچی پرستش اور اسکی وحدانیت کو لوگوں سے منوائیں مگر جاہلوں اور بُت پرستوں کو ان حقائق کا علم سکھلانے کیلئے یہ ضروری تھا کہ پہلے بُت پرستی کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ کام نہایت دشوار تھا۔ اسلام کے تین بنیادی اصولوں میں سے سب سے پہلا اصول خدائے

وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانا ہے۔ وہ خدا جو کہ تمام پتھر کے بتوں اور قومی دیوتاؤں سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہے۔ وہ رب العالمین ہے اور اسکی ذات کامل قدرت اور طاقت رکھتی ہے۔ اور وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (ترجمہ۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور اُس کے برابر اور کوئی نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ایک ایسا مضمون ہے جس پر قرآن شریف اور تمام مسلمان بہت زور دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا مذہب سکھلایا جس نے کہ یہ دلنشین کر دیا۔ کہ ایک ہی واحد خدا رب العالمین کی پرستش کیجائے ایسی پرستش جو پہلے کئی دفعہ انسان کے ہاتھوں قعر ذلت میں ڈالی گئی۔ اور بُت پرستی کے ذریعے کئی دفعہ اسکی ہتک اور بےعزتی کی گئی۔ اس پرستش کو قائم رکھنے اور اسکی سچائی اور پاکی کو بچانے کی غرض سے پیغمبر یکے بعد دیگرے اللہ تعالےٰ سے الہام پاکر وقتاً فوقتاً اِس دُنیا میں آتے رہے حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں نبیوں میں سے چند ہیں۔ آپؐ نے کسی نئے مذہب کی بُنیاد نہیں ڈالی۔ اور نہ ہی آپ کو اس کا دعویٰ تھا۔ قرآن مجید نے انجیل کو باطل منسوخ یا برطرف نہیں کر دیا۔ بلکہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے "جو کہ پہلی نازل شدہ کتب آلہیہ کی تصدیق کرتی ہے اور انکی تعلیم کی جامع اور محافظ ہے" اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشن اور انکی تعلیم کو باطل قرار نہیں دیتا۔ بلکہ مسلمان لوگ تو آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ اور قیامت کے دن سے پہلے آپ کا اس زمین پر نزول جسمانی مانتے ہیں حضرت عیسیٰ کو صرف مسیح کے لقب سے ہی یاد نہیں کیا جاتا۔ بلکہ کلمۃ اللہ کلمۃ الحق "روح اللہ" دنیا اور آخرت دونوں میں درخشاں "اللہ تعالیٰ کا مقرب" وغیرہ القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے +

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ صرف اسلام ہی نہیں۔ بلکہ تمام مذاہب جو اس سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسی وقت الہام کئے گئے تھے۔ اور قرآن مجید بھی یہی فرماتا ہے کہ اسلام سے پہلے مذاہب کی بُنیاد کم از کم الہام ربانی کے ذریعے پڑی تھی +

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بُت پرستان مکہ کے خلاف اپنی کامیابی کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی موجودگی اور مدد کیطرف منسوب کرتے تھے۔ جنگ بدر کے موقع پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ اور دشمن کی تعداد ایکہزار کے قریب تھی۔ مگر پھر بھی فتح نبی کریم صلعم کو ہی حاصل ہوئی۔ اور آپ کے کل ۱۴ اصحابی شہید ہوئے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری مدد کو پہلے ایک ہزار، بعد میں تین ہزار فرشتے بھیجے اور ان کا سپہ سالار خود حضرت جبرائیل تھے جو کہ اپنے گھوڑے حیزوم پر سوار تھے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ صحابہ نہایت بہادری اور جانفشانی سے لڑے مگر لڑائی کا بڑا زور فرشتوں پر ہی پڑا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ انجیل میں بھی مذکور ہے +

دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا۔ اور انہیں سے اکثر کو اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی طرف اپنا پیغامبر بنا کر بھیجتا ہے۔ ایک حدیث شریف کا مضمون اس طرح کا ہے کہ دنیا کا کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جس پر کہ ایک فرشتہ مقرر نہیں ہے (یعنی جو کہ اسکی حفاظت کرتا ہے اور اس سے کام لیتا ہے) قرآن شریف میں فرشتوں کیلئے عبرانی لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنے یونانی لفظ کی طرح پیغامبر کے ہیں۔ پس اسلامی تعلیم کے مطابق ایسے کئی ہزار ایلچی یا پیغامبر نبی کریم صلعم کے غزوات میں آپ کی مدد کرنے کو بھیجے جاتے تھے۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ آسمانی گھوڑوں پر سوار ہو کر آتے ہیں اس دنیاوی جد وجہد میں ہم کبھی کے مٹ گئے ہوتے۔ اگر ہماری ضرورت کے وقت میں خدائی فرشتے ہماری مدد کو نہ پہنچتے۔ بڑی مشکل اور قابل رحم بات یہ ہے کہ ہمارا اللہ تعالےٰ پر اتنا کامل ایمان اور توکل نہیں ہے جتنا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

اسلام میں "ایمان" کا مفہوم صرف کسی حق بات کو تسلیم کر لینا اور اسکی قبولیت کو منہ سے یا کاغذ پر لکھ دینا نہیں ہے بلکہ اس قبولیت کے ساتھ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ عقائد صرف مان لینے کیلئے نہیں ہیں بلکہ ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ انہی پر انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی بنا ہے۔ اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ اور باوجود اپنی پابندیوں کے ہر زمانے اور ہر قوم کیلئے موزوں اور موافق ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعے سے انسان اپنے دنیاوی فرائض اور خدائی فرائض کو احسن تر طریقہ سے ادا کر سکتا ہے۔ الہام اور وحی الٰہی پر یقین رکھنا اسلامی عقائد کا دوسرا بنیادی اصول ہے۔ قرآن کریم بلحاظ زمانہ یا قوم کے وحی اور الہام الٰہی کو محدود نہیں کرتا۔ بلکہ وہ خیال کرتا ہے کہ ہر امت میں وحی الٰہی کسی نہ کسی وقت میں نازل ہو چکی ہے۔ اور اس بات کا مدعی ہے کہ آئندہ بھی سلسلہ مکالمہ و مخاطبہ اسی طرح جاری رہیگا جسطرح کہ زمانۂ ماضی میں تھا +

مسٹر ایلیٹ واربرٹن (Elliot Warburton) نے اپنی کتاب دی کریسنٹ اینڈ دی کراس

(The crescent & the Cross) میں ان لوگوں کی طرح جو کہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی دوسرے مذہب کے پیشوا کی تعلیم کو قابل توجہ اور یقین نہیں سمجھتے حضرت نبی کریم صلعم کو "چالباز" اور "فریبی" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مگر اس کو اس کے ہوتے ہوئے بھی وہ نبی کریم صلعم کی تعریف ان مندرجہ ذیل الفاظ میں کیے بغیر نہیں رہ سکا:-

دو موقعوں پر آپ نے عوام کی طبائع کے خلاف اپنی ذات یا اپنی قسمت پر کامل بھروسہ کا ثبوت دیا۔ یہ صرف امن و صلح کے وقت میں ہی نہیں تھا کہ آپ لوگوں کو اپنے ربانی مشن اور جنت موعود کی طرف بلاتے تھے۔ بلکہ لڑائی کے موقع پر جبکہ ناکامی اور موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ اور سپاہیانہ جرأت و بہادری بیکار ثابت ہو رہی تھی۔ اس وقت اس دلیر اور بہادر دل کی طاقت اور تدبر آڑے آ گئی۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے فرشتوں کی مدد طلب کی۔ اور مقام تعجب ہے کہ وہ فرشتے آ بھی گئے۔ یعنی آپ کے ساتھیوں کی اُمیدیں از سر نو تازہ ہو گئیں اور دشمنوں نے دل ہار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچ گئی۔ اور آپ کا مذہب (اسلام) ابدالآباد تک دُنیا میں قائم ہو گیا۔ ایک اور موقعہ آیا۔ جبکہ بیماری اور بڑھاپے نے آپ کو ناتوان کر دیا تھا۔ لڑائی اور شجاعت کی سرگرمیاں سرد پڑ چکی تھیں جبکہ زمانہ ماضی کی روشنی ایک تاریک مستقبل میں غائب ہوتی نظر آ رہی تھی اس وقت بھی جبکہ جُدائی کی گھڑی قریب تھی اور رشتہ دار اور صحابۂ کرام نبی کریم صلعم کو آخری الوداع کہنے جمع ہوئے ہوئے تھے۔ آپ نے نہایت دلجمعی سے اپنے رفقاء کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی نصیحت کی۔ اور آخر میں ایک تازہ وحی الٰہی کو لکھوایا جو کہ اُس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے تھے۔ آپ کے آخری الفاظ یہ تھے۔ بالرفیق الاعلیٰ۔ بالرفیق الاعلیٰ (یعنی اس سب سے اعلیٰ اور افضل دوست اور حبیب کے پاس جا رہا ہوں)" +

کیا اِس اُوپر کی عبارت کو پڑھ کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ اقوال اور اعمال کسی چالباز اور فریبی شخص کے ہیں + نعوذ باللہ من ذالک +

اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن

ایڈیٹرز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر۔ قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو۔ علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ۔ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں تجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا، غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکاچوند کردی اسکا اردو ترجمہ رسالہ

اشاعت اسلام

(ے سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نماز عیدین کی تصاویر بھی ہوتی ہیں

المشتہر منیجر اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام آفس عزیز منزل نولکھا لاہور

براہین نیرہ حصہ اول

معروف بہ زندہ و کامل اسلام
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲/

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اسی زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۲/

اسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے قیمت ۸/

تمام درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی معرفت اشاعت اسلام بکڈپو عزیز منزل لاہور کے آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس لکی دروازہ لاہور میں حافظ ظہور الدین کے اہتمام سے چھپا اور ... مہتمم اشاعت اسلام نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی مدار ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۲)

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لندن

جلد (۶) بابت ماہ فروری ۱۹۲۰ء نمبر (۲)

شذرات

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مسجد ووکنگ کے خطبوں اور لکچروں میں حاضرین کی تعداد اچھی خاصی ہوتی رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے عقیدے لوگوں کے دلوں میں جڑیں پکڑتے جاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ایسا ہو۔ جبکہ اسلام کی تعلیم ایسی سیدھی سادھی اور عین فطرت انسانی کے موافق ہے۔ اسلام اللہ تعالے کی وحدانیت منوانے آیا ہے۔ یعنے اللہ تعالی نے تمام جہانوں اور تمام قوموں۔ کیا یورپین اور کیا ہندوستانی اور کیا افریقی غرضیکہ تمام کا رب اور خالق ہے۔ اور وہ وحدہ لاشریک ہے۔ قرآن مجید نے کئی جگہ فرمایا ہے کہ کائنات عالم کی غرض اور مقصد ایک ہی ہے۔ اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس سب کی باگ بھی ضرور ایک ہی بڑی عظیم الشان ہستی کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور وہ اللہ تعالی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو دنیا میں ابتری اور بے امنی ہی قائم رہتی۔ اگر ایک خدا سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ تو دوسرا خدا ضرور اس کو مغرب سے طلوع کرتا اور

مشرق میں عروج ۔ ہر ایک اپنی اپنی طاقت و قدرت کو منوانے کی کوشش کرتا ۔ اور کیدوسرے کے کام میں روڑا اٹکاتا ۔ خدا کی وحدانیت منوانے میں اسلام کی ایک اور غرض پنہاں ہے اور وہ تمام قوموں کو ایک رشتہ اخوت میں منسلک کرنا ہے ۔ ایک مسلمان کے دل میں قومی فخر اور بیجا حمایت کبھی داخل نہیں ہوتی ۔ امتیاز رنگ و قومیت اس کے خیالات پر کوئی اثر نہیں کرسکتا ہے ۔ بلکہ فراخ دلی اور عالمگیر ہمدردی اس کا شیوہ ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ سبات پر زور دیا ہے کہ اسلام دو چیزوں پر مشتمل ہے (۱) اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننا ۔ اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرنا ۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرنا ۔ یہ عملی عقیدہ تمام دنیا کی بھلائی اور بہبودی کو اپنے اندر لے لیتا ہے ۔ اور جب تک کہ دنیا اور یہ کائنات عالم قائم ہے تب تک یہ زریں اصول چمکتے رہینگے ۔ اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے رہینگے ۔ چنانچہ ابھی ہم یہ دیکھتے ہیں ۔ کہ انگریز اسلام کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں عیسائیت کا قبضہ ان کے دلوں سے اٹھتا جاتا ہے اسلام ایک مذہب ہے جو ان کے دل کو اپیل کرتا ہے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں سکھلاتا ۔ بلکہ ان کو عین فطرت کے مطابق چلاتا ہے عیسائی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہی ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں ۔ اور یہودی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ۔ مگر اسلام نے تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے ۔ اور یہی دل کو بھلا بھی معلوم ہوتا ہے ۔

لفٹننٹ جوزف عبداللہ جن کے دو خطوط اور مختصر حالات پچھلے رسالوں میں لکھے جاچکے ہیں ۔ آجکل مسجد ووکنگ میں باقاعدہ تشریف لاتے ہیں لندن پہنچنے کے دوسرے دن ہی وہ ووکنگ اپنے بھائیوں سے ملنے کو تشریف لائے ۔ اور دل میں اسلام کی محبت کا ایک جوش لے کر آئے ۔ اور یہ بات معلوم کرکے دل کو نہایت خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ کہ ان کو مذہب اسلام سے اتنی واقفیت ہوگئی ہے ۔ اور ان کو اس کا اتنا شوق ہے کہ وہ ایک نہایت عمدہ مسلم مشنری بن سکتے ہیں ۔ اور اب بھی وہ کامل جوش محبت عقلمندی سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی کامل واقفیت حاصل کرنے کی توفیق دے ۔ اور ساتھ ہی اسلام کی خدمت کرنے کی بھی توفیق عطا

فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔ اُمید ہے کہ عنقریب ہی ہم اُن کی فوٹو ناظرین کے اشتیاق کو پورا کرنے کے لئے شائع کرینگے +

کپتان جلال الدین ڈیوڈسن سے بھی ناظرین کرام واقف ہوگئے ہونگے انکے اسلام لانے کے متعلق پہلے اعلان ہوچکا ہے ۔ ان کا فوٹو بھی ہم عنقریب شائع کرینگے ۔ وہ خود اپنی زندگی کا ایک مختصر ساخاکہ لکھ رہے ہیں جو کہ بعد میں شائع کیا جائے گا +

اِس رسالے کے ساتھ بھی نماز عید الضحیٰ کے موقع کا ایک فوٹو ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے ۔ امید ہے کہ دیکھ کر محظوظ ہونگے ۔ فوٹو میں ریاست بھوپال اور دوسری ریاستوں کے فوجی افسر بھی دکھائی دیتے ہیں جن کے متعلق پہلے لکھا جاچکا ہے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت میں معتدبہ فرق ہے انشاءاللہ عنقریب آپ پبلک پلیٹ فارم پر آسکیں گے ۔ سردست انہوں نے اس حالتِ آرام کو بھی چھوڑ کر مشن کی مالی حالت کی مضبوطی کیلئے مختلف مقامات ہندوستان میں دورہ کرنا شروع کیا ہے ۔ پچھلے ماہ ضلع پشاور میں وہ اپنے قدیمی احباب کے بلانے پر گئے ۔ جہاں ان کے دوستوں نے ہر طرح ان کی عزت افزائی کی ۔ اور ایک معقول رقم چندہ فراہم کرکے دی اس کے متعلق ان کی ایک تحریر صفحہ ۴۹ پر قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں +

جن حضرات کے دل میں خدا نے کچھ بھی اسلام کے لئے تڑپ دی ہے ۔ ان کو چاہئے کہ خواجہ صاحب کو ہر طرح مدد دیں سب سے بڑھ کر مال اور روپے سے کیونکہ اسکی سخت ضرورت ہے ۔ شاید آپ کو علم ہوچکا ہوگا ۔ کہ دو ہزار عیسائی مشنری بغرض تبلیغ عیسائیت اسلامی ممالک کیلئے طیار ہوچکے ہیں ۔ اور اس سے بھی زیادہ تعداد میں دوسرے اسلامی ممالک میں بھیجے جانے

کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں مسلمانوں۔ خدا کیلئے جاگو اب وقت ہے۔ ورنہ پھر پچتاؤ گے مگر "پھر پچتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ ان عیسائی مشنریوں کی مالی امداد پر تو سلطنتوں کی سلطنتیں موجود ہیں۔ مگر ہماری نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ کہ وہ آپ لوگوں کو توفیق دے۔ کہ اب اسلام کے بچانے کی خاطر اٹھ کھڑے ہو۔ اور دنیا کو ببانگ دہل بتلا دو کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو کہ دنیا میں صلح۔ امن و آشتی کو قائم رکھ سکتا ہے نہ کہ عیسائیت جیسا کہ مسٹر لائڈ جارج نے نئے سال کے پیغام میں اعلان کیا ہے۔ اگر اب بھی شرم نہیں آتی تو ڈوب مرنے کا مقام ہے +

اس سے پچھلے رسالے میں رسالہ اشاعت اسلام اور اسلامک ریویو و مسلم انڈیا (انگریزی) کی توسیع اشاعت کے متعلق اپیل کی گئی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ناظرین کرام نے بہت کم توجہ فرمائی۔ آپ کو توجہ دلانے کے لئے ہم عیسائیوں کی حیرتناک کوششوں کی صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ آپ میں سے اکثروں کو علم ہوگا۔ کہ پادری زویمر کی اڈیٹری میں ایک رسالہ بنام مسلم ورلڈ نکلتا ہے جسمیں اسلامی ممالک میں عیسائی مشنریوں کی کوششوں کا ذکر اور اسلام پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اسکی سالانہ قیمت دس شلنگ ہے۔ آپ جانتے ہیں اسکی خریداری کتنی ہے۔ نہیں بالکل نہیں۔ ہم بتاتے ہیں۔ اس رسالے کی اشاعت پانچ لاکھ ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ڈھائی لاکھ پونڈ سالانہ آمدنی ہے جسمیں سے زیادہ پچاس ہزار پونڈ رسالے کا خرچ نکال لو۔ تو باقی دو لاکھ پونڈ بچتا ہے۔ آپ یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ یہ دو لاکھ پونڈ کہاں صرف ہوتا ہے۔ اگر جانتے ہوتے تو اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھے ہوتے۔ یہ دو لاکھ پونڈ اسلامی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ ہوتا ہے۔ اب اپنا اور ان کا مقابلہ کیجیے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہاں ان دونوں رسالوں کی مجموعی اشاعت دس ہزار بھی نہیں ہے۔ اب اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھئے۔ ہم پھر گوش گزار کر دیتے ہیں۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں وہی ان کا محافظ ہے اور ان کو کر کے رہیگا۔ مگر بدقسمت ہیں وہ جو

اِس موقع سے فائدہ نہ اُٹھائیں ؎

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

ایک وقت آئیگا کہ آجکل کا ایک پیسہ دیا ہؤا اُس وقت نکے ہزار روپے سے بہتر ہوگا۔ اگر مسلم بھائی چاہیں تو ایک اسلامک ریویو کی خریداری بڑھا کر کئی مشن چلا سکتے ہیں۔ کیونکہ اسکا کل منافع اسکے مالک نے اشاعت اسلام کیلئے وقف کر دیا ہے +

خواجہ عبد الغنی صاحب وحافظ محمد حسن صاحب بی اے آجکل جنوبی ہند میں دورہ کر رہے ہیں۔ اور اس وقت مدراس میں مقیم ہیں۔ انکی سفر کی غرض فراہمی چندہ وتوسیع اشاعت رسالہ جات ہے۔ اور خدا کے فضل سے ان کو بڑی کامیابی حاصل ہو رہی ہے جنوبی ہند کے احباب سے درخواست ہے کہ انکی ہر طرح مدد فرمائیں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں +

اس ماہ کے رسالے میں کسی دوسری جگہ اس اشتہار کی نقل دیگئی ہے جو ہمارے مکرم ومحترم جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب بی اے ملک التجار مدراس نے زیر عنوان اشاعت اسلام ٹریکٹ ۱۵ دیا ہے۔ اس سے بادشاہ صاحب موصوف کے اس دلی محبت کا جو وہ اسلام سے رکھتے ہیں۔ اور اس جوش وتڑپ کا جو انہیں اشاعت اسلام کے لئے ہے ثبوت ملتا ہے وہ اس نیک کام میں شریک ہوکر ثواب دین سے اکیلے ہی حصہ لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ ایک پکے مسلمان کی طرح دیگر اپنے بھائیوں کو بھی نیکی کی طرف بُلا کر خدا سے اجر لینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا کرے اور اسلامی کاموں میں حصہ لینے کی بیش از پیش ہمت اور توفیق بخشے۔ آمین

دُعا

ایک خُطبہ جمعہ

جدید خیال لوگوں کے سامنے دُعا و استجابت دُعا ایک نہ نگلنے کے قابل گولی ہے۔ دُعا کی تاثیر پر اس وقت شک کیا جاتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا فائدہ جو دُعا سے سمجھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ غموم و ہموم کے وقت انسان کا دل بوجھل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی دعا کرتا ہے تو الفاظ دعا ایک دل کے بخارات ہوتے ہیں جو نکلکر دل ہلکا کر دیتے ہیں۔ اس طرح دل کو ایک ٹھنڈک معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کا نام قبولیت دُعا رکھ لیا ہے۔ پھر دعا پر یہ بھی اعتراض ہوا ہے۔ کہ دعا سے لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں۔ جوں ہی ہم نے خدا پر بھروسہ کیا۔ ہماری تمام ہمت پست ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی عادت خراب ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہم سُست ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز اپنی طبعی اسباب کے ماتحت پیدا ہوتی ہے۔ جن چیزوں کو ہونا چاہئے وہ ہونگی۔ اور جن کو نہیں ہونا ہے کوئی دعا ان کو امکان میں نہیں لا سکتی۔ یہ بعض اعتراضات ہیں جو دُعا اور تاثیر دعا پر کئے جاتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ اعتراضات وزنی ہیں۔ دُنیا میں دراصل دعاء تاثیر دُعا اور وہ اسباب جن کے ماتحت دُعا قبول ہو سکتی ہے۔ ان سب کا مفہوم غلط سمجھا گیا ہے۔ اسی لئے دُعا موجب اعتراض ہو گئی ہے بہر حال قرآن کریم نے جس طرح اور دقیق مسائل مذہب کو حل کیا ہے مسئلہ دعا پر بھی لطیف روشنی ڈالی ہے +

قرآن کریم کی پہلی سُورت یعنی سُورہ فاتحہ ایک مکمل نمونہ دُعا کا ہے۔ جدید خیال دل کو جو باتیں مسئلہ دُعا میں تکلیف دیتی ہیں۔ اُن سب کا حل اس صورت شریف میں موجود ہے۔ سب سے پہلے ہم ایک ایسے خدا کو مخاطب کرتے جو چیزوں کو پیدا کرنیوالا۔ انکا قائم رکھنے والا۔ انکی پرورش کرنیوالا اور ان کے مضمرہ خواص کو بحد کمال پہنچانے والا یعنی رب العلمین ہے۔ وہ عدم سے چیزیں پیدا کرتا ہے۔ اور ان اسباب کو پیدا کرتا ہے۔ جن کے ماتحت ایک چیز عدم سے ہستی میں آجاتی ہے۔ اسکے آگے ناممکن بھی ممکن ہے۔ لفظ ناممکن بہر حال ایک اضافی لفظ ہے جن چیزوں کے پیدا کرنے اسباب ہمیں معلوم نہیں ہوتے انہی کو ہم ناممکن کہدیتے ہیں لیکن جوں جوں ہم اپنے علوم میں ترقی کرتے ہیں۔ ہمارے نئے تجارب۔ نئے معلومات ہمارے سابقہ آرا کی تردید کر کے ہمارے کل کے ناممکن کو آج ممکن کر دیتے ہیں۔ دراصل ہمنے اپنی ناواقفیت و جہالت کا نام ناممکن رکھا ہوا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک وہی چیز ناممکن ہے جس کے ممکن کرنیکے اسباب ہمیں سمجھ میں نہیں آتے لہذا مسلمان جس خدا کو اپنی دُعا میں مخاطب کرتا ہے وہ خالق الاسباب خدا ہے۔ اس مقصد مطلوبہ کے لئے خلق اسباب کیخاطر دُعا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے۔ کہ مجھ پر وہ اسباب ظاہر کر دے لیکن اس سورۃ فاتحہ

میں ایک مسلم کو سمجھا دیا گیا ہے۔ کہ جس خدا کو تم اس طرح خطاب کرتے ہو وہ رحمٰن اور رحیم بھی ہے یعنی رحمٰن وہ خدا ہے
جو ہماری ضروریات کے دور کرنے کیلئے ان چیزوں کو پیدا کر دیتا ہے جنکو ہم خود پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن بحیثیت رحیم وہ
آگے ہمارا مقصد اسی وقت پورا کر دیگا جبکہ ہم ان چیزوں کو صحیح طور پر استعمال کرینگے۔ جو بحیثیت رحمٰن اس نے
پیدا کی ہیں۔ یہ دو صفات الٰہیہ یعنی رحمانیت و رحیمیت ہم صحیفہ قدرت کے ہر ایک صفحہ میں دیکھتے ہیں۔ ہر ایک چیز
جس سے کوئی چیز بن سکتی ہے وہ چاروں طرف موجود ہے لیکن وہ ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم پہلا قدم اس
چیز کیطرف خود نہ اٹھائیں ہمارے ایک قدم اٹھانے پر صحیفہ قدرت میں ایک تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عجیب و
غریب نتائج مرتب ہوتے ہیں ہم ایک کام کرتے ہیں۔ اور ہمارا معاوضہ ہزار گنا ہوتا ہے۔ ایک غلہ کا دانہ پیدا کرنے
قدرت کے سارے مظاہر ہمارے ساتھ ملکر کام کرتے ہیں زمین کرہ ہوائی۔ نظام شمسی سب ملکر ہماری مدد کریں۔ تو
ہم ایک دانہ کاٹنے کے قابل ہوتے ہیں لیکن یہ سب کے سب کوئی کام نہیں کرتے۔ بلکہ ان سب کی قوتیں کالعدم رہتی ہیں
لیکن جونہی ہم نے ہاتھ ہلائے۔ جونہی ہم نے ہل جوت کر زمین کو کھودا۔ اور دانہ ڈالا۔ کل کی کل مظاہر قدرت
گویا نیند سے جاگ پڑتے ہیں اس مظاہرہ تغافل شعاری کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہر ایک ذرہ کائنات کا اپنے مفوضہ کام کو کرنے لگجاتا ہے

اسلامی دعا قوت عمل پیدا کرتی ہے

ہاں ہمارا خدا رحمٰن ضرور ہے وہ ہماری ضروریات کے دفعیہ کے اسباب
ضرور پیدا کرتا ہے۔ لیکن وہ رحیم بھی ہے۔ اسلئے اسکی پیدا کردہ چیزیں ہمیں اسی وقت مفید پڑینگی جب ہم خود ہاتھ
ہلائیں۔ یہ ایک صداقت ہے جس کو خدا کا کلام اور اسکا کام یعنی قرآن کریم اور صحیفہ قدرت ثابت کرتے ہیں۔ اگر خدا کی
سنن لاتبدیل ہیں۔ اور یہ امر ہمیں قرآن کریم سکھلاتا ہے۔ اور اگر خدا کے قانون اٹل ہیں۔ تو رحمٰن اور رحیم کو دعا میں مخاطب
کرنا ہی ہم میں قوت عمل کیلئے برقی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ دعا نہیں سکھلائی گئی (کہ ہمیں آج کے دن کی روٹی
دے[1]) بلکہ ہمیں سکھلایا گیا ہے اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھا راستہ سکھلاؤ جس سے ہم روٹی کما سکیں
یہانتک ہی نہیں بلکہ اس دعا کے مانگنے سے پہلے ہمیں خدا کی جناب میں ایک اور اقبال کرنا پڑتا ہے۔ ایاک نعبد یعنے
ہم یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ اے خدا! ہم ان تیرے تمام قوانین پر جو ہمیں معلوم تھے چلے ہیں جو ذرائع ہمارے پاس تھے
وہ سب استعمال کر چکے ہیں۔ اور اس طرح تیری اطاعت کرکے ہم تیرے پاس اعانت کے لئے آئے ہیں عیسائیوں کو جو
دعا سکھلائی گئی ہے وہ ممکن ہے کہ غفلت و اپاہج پن پیدا کر سکے مگر مسلمانوں کی دعا اس عزم و استقامت کو ظاہر
کرتی ہے جس کے ماتحت دعا مانگنے والا خدا کی ہدایت تلے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اپنی تمام قوتوں کو استعمال کرنے
کے بعد ایک مسلمان جناب باری سے آئندہ ہدایت کا ملتجی ہوتا ہے۔ ایک کام کو کرنے کیلئے بیسیوں راہیں ہیں مشکل و
دراز کار لیکن ایک مسلم خدا سے التجا کرتا ہے کہ اسے آسان سے آسان اور سہل طریق اور سیدھے سے سیدھا یعنی صراط المستقیم

[1] عیسائی جو علی الصباح دعا کرتے ہیں جو مسیح کی سکھلائی ہوئی دعا ہے۔ اسمیں مذکورہ بالا فقرہ آتا ہے یعنی ہمیں آج کے دن کی روٹی دے۔

دکھلا گویا مسلم تو مایوسی کو جانتی نہیں۔ لفظ ناممکن اس کے راہ میں نہیں۔ ایک مسلم کا فرض ہے کہ کام کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔ ہاں اگر اس پر بھی اس کا مقصد حاصل نہ ہو۔ اور وہ مشکل پیش آمدہ کے طے کرنے کا مقصد حاصل نہ ہو۔ اور وہ مشکل پیش آمدہ کے طے کرنے کا راستہ نہ جانتا ہو۔ تو پھر مایوس نہ ہو۔ بلکہ خدا کی جناب میں عرض کرے۔ اھدنا الصراط المستقیم یعنی ہمیں سیدھا راستہ بتلا +

مذہب اسلام ترقی کا شاہ راہ ہے

لوگ کہتے ہیں کہ اسلام مانع ترقی ہے۔ یہ لوگ یا تو اسلام سے ناواقف ہیں یا ترقی کے راہوں سے ناآشنا۔ کیا ترقی کا یہی ایک شاہراہ نہیں ہے کہ جب مشکلات کا سامنا۔ جب کوئی امر بظاہر ناممکن نظر آئے۔ جب ایک انسان اپنی ساری امکانی کوششیں کر چکے۔ تو پھر کسی نئے اور نامعلوم راستہ کی تلاش میں لگ جائے جس پر چل کر وہ حل مشکلات کا راستہ پائے۔ کیا ہم اس بات کا اعادہ نہیں کرتے۔ جب ہم کہتے ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین اسلام میں عبادت کے تو معنی ہی قوانین الٰہیہ کی اطاعت ہے ہم اپنے خدا کو اپنی نمازمیں یہی کہتے ہیں کہ ہم نے تیرے اتباع ہر طرح کوشش کی ہے جو کچھ ہمارے بس میں تھا ہم کر گزرے ہیں۔ اور اب ہماری آخری کوشش یہی ایک ہے۔ کہ تجھ سے آ کر استعانت کریں۔ اب اگر دنیا میں تمام بڑی سے بڑی ایجادات اور معلومات کا موجب صرف وہ نہ بجھنے والی پیاس واقع ہوئی ہے جو انسان نئے امور کے دریافت کرنے کیلئے ہر وقت محسوس کرتا ہے تو پھر اس پیاس کا اظہار ہم خدا کی جناب میں اپنی پانچ وقتہ نمازمیں کیا کرتے ہیں جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں۔ یہ دعا کس طرح کسی انسان میں سستی تغافل شعاری یا اپاہج پن پیدا کرسکتی ہے مسلم کی دعا تو ہدایت کی طلب۔ روشنی کی خواہش اور کارزار دنیا میں آئندہ اور مضبوط قدم بڑھانے کا اظہار ہے یہ دعا تو ہر قسم کی یاس اور ناامیدی کی بیخ کنی کرتی ہے جب ہمارے کل ذرائع ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ناکامیابی ہمیں سامنے سے گھورنے لگتی ہے تو کوئی اور تو ہمت ہار کر ہاتھ کے کام کو چھوڑ دے لیکن مسلم تو ایسا نہیں کرسکتا۔ اُسے تو اس مصیبت پر غالب آنا اُسے تو تمام معلومہ چارہ چھوڑ کر کسی نئے چارہ کی تلاش کرنی ہے۔ تو خدا کے پاس جاتا ہے کہ جن راہوں کو اس وقت تک وہ استعمال نہیں کرسکا یا اسکو معلوم نہ تھے وہ اُسے معلوم ہو جائیں۔ وہ تو قوانین الٰہیہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہتا ہے جو قوانین اُسے معلوم ہیں۔ اُن سے ہم آہنگ وہ ہو چکا ہے۔ ہاں نامعلوم قوانین کی تلاش میں وہ لگا ہوا ہے جن کو معلوم کر کے وہ دنیا میں اعجاز دکھلا سکتا ہے۔ مگر یہ مسلم کی دعا ہے۔ بتلاؤ کہ یہ دعا ایک طاقت اور سرچشمہ امید نہیں۔ ہاں دعا ظاہر طور کی غیر ممکنات کو دور کر سکتی ہے۔ کیا وہ جو گذشتہ ایام میں معجز نظر آتے ہیں۔ آج وہ روزمرہ کے واقعات نہیں۔ ہاں علم اور تربیت ہی ان امور کے حصول کی کلید ہے۔ اور یہی بات ہم اپنی پانچ وقتہ نمازمیں خدا سے مانگتے ہیں جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں +

جنگ اور مذہب

قانونِ زندگی

تمہارا شاید خیال ہوگا کہ میں جنگ اور قوانین جنگ کے متعلق کافی لکھ چکا ہوں۔ اور یہ کہ ہم اس مضمون کی طوالت سے تنگ آگئے ہیں۔ کیونکہ ہم لڑائی کے خوفناک مناظر اور ان کے حالات سُن سُن کر تنگ آگئے ہیں۔ اب ہم امن صلح کو چاہتے ہیں۔ اور اچھی اور خوشی کی باتیں سُننا چاہتے ہیں +

قرآن کریم کے آخری حصے میں ایک چھوٹی سی سُورت آتی ہے جس کا حوالہ میں پیچھے کئی دفعہ دے چکا ہوں۔ اور اب تم میں سے اکثر اُس سے خوب واقف ہو چکے ہونگے۔ جس میں کامیابی کو مدّنظر رکھتے ہُوئے جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی متنبہ کیا گیا ہے:۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ترجمہ "(اے پیغمبر) کیا ہم نے تمہارا حوصلہ فراخ نہیں کیا۔ اور بوجھ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اُتار دیا۔ اور تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کیا سو مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ تو اب کہ تم فارغ ہُوئے تو ریاضت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاؤ" +

مسلمان قوموں کا دُنیا میں آجکل جو کمتر سیاسی رُتبہ ہے وہ اس حکم سے لاپرواہی برتنے کا نتیجہ ہے۔ جب فتح وظفر کے بعد وہ عیش و آرام میں پڑ گئے تو انہوں نے کوشش اور جدّوجہد کو چھوڑ دیا۔ اور جہاد کی تمام غرض و مقصد کو ہی بھول گئے +

برادران۔ کیا انسانی فطرت کے محدود ہونے کو مد نظر رکھتے ہُوئے یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک کام جو کہ اللہ تعالے ہمارے لئے بہتر خیال کرتا ہے وہ ہماری نظروں میں ناپسند ہو۔ جیسا کہ قرآن شریف اسی مضمون یعنی جنگ کے متعلق فرماتا ہے:۔

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(سورۃ البقرہ۔ رکوع ۲۶)

ترجمہ۔ "اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بُری لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

قرآن کریم اور بائبل میں ایسے الفاظ ہیں جو کہ کم از کم میرے دل کو اکھرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ الفاظ غلط ہیں یا بے محل استعمال ہوئے ہیں۔ ایسی حق باتیں ہر ایک کے تجربے میں آئی ہونگی جو کہ ظاہراً بہت بدمزہ معلوم ہوتی ہیں۔ ہم اپنے خیالی پُلاؤ پکاتے ہیں۔ مگر جب وہ بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں تو ہمارے دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ ہم اپنے خیال اور آسانی کو مد نظر رکھ کر ہوائی قلعے بناتے ہیں۔ مگر یہ سخت حماقت ہے اگر ہم سچے مجاہدین ہیں۔ اور اس حق یعنی جہاد اکبر کے پیچھے کوشاں ہیں۔ تو ہمیں اپنے خیالی پُلاؤ کے درہم برہم ہو جانے سے اُداس نہیں ہو جانا چاہیئے بلکہ خوش ہونا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ ہم نے اس راستے میں ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکثر آدمی اپنے مذہبی مطالعہ اور تحریروں میں اُن اصُولوں پر چلتے ہیں جو کہ اُن کے دل کو بھاتے ہیں۔ اور جو اُن کو ناپسند ہوں ان کو غلط اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ وہ عذاب آخرت کے تمام خیال کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دینا چاہتے ہیں کیونکہ اس کا تصور بھی تکلیف دہ ہے

بہت اچھا - ذرا زمین میں چلکر قدرت کے کارخانوں کو ملاحظہ کرو - اور دیکھو کتنی ہی چیزیں ہیں جو کہ محض اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق موجود ہیں - مگر جن کو ایک نرم اور ڈرپوک دل جو کہ خونریزی سے نفرت کرتا ہے دیکھ کر دہل جاتا ہے +

بعض لوگ غریب بیکس اور بے زبان بھیڑ بکریوں کی روزانہ قربانی سے وہشت کھا کر یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید انسانی ترقی صرف سبزی و ترکاری کھانے اور گوشت ترک کر دینے پر منحصر ہے - وہ اسبات سے خوش ہیں کہ نسل انسانی دن بدن ڈرپوک اور کمزور دل ہوتی جائے بہ نسبت اس کے کہ ان بے زبان جانوروں کو ذبح کیا جائے - اور بعض لوگ تو یہانتک خیال کرتے ہیں کہ کسی ذی رُوح یہانتک کہ وحشی درندوں کا خون گرانا بھی گناہ ہے - اچھا اگر مان بھی لیا جائے کہ انسان اس حد تک مہربان اور نرم دل ہو جائے - تب بھی مجھے تو اسبات میں سخت شک ہے کہ اس کے اس نیک عمل کا اثر دوسرے جانوروں کے تعمل پر بھی پڑیگا یا نہیں جبکہ ان میں سے بعض انسان کی ذات سے دشمنی رکھتے ہیں - اور بجائے عقل کے اپنی فطرت سے کام لیتے ہیں - اور کسی طرح بھی انسان کے قابل قدر نمونے کی تعریف اور پیروی نہیں کر سکتے - پرندے - درندے - مچھلیاں - کیڑے مکوڑے اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت جو کہ قانون زندگی ہے ایک دوسرے کو اپنی غذا بناتے ہیں - مخلوق کی بڑی جنس اپنے سے چھوٹی جنس کو اپنی خوراک بناتی ہے - یہ بات بڑی دہشتناک معلوم ہوتی ہے جب تک کہ تم اسبات کو دل میں نہ رکھ لو کہ زندگی اصل میں ایک ہی ہے - اور یہ کہ ایک فرد واحد کی زندگی اسی حالت میں کچھ قیمت رکھتی ہے جبکہ وہ اصل زندگی کے قیام میں مدد دے اور ایک اعلےٰ پائے کی زندگی کے پیدا کرنے یا اس کو سہارا دینے میں اپنے آپ کو قربان کر دے - اور یہ کہ ہر ایک زندگی میں چاہے وہ چھوٹی سی چھوٹی اور ننھی سے ننھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت اور غرض مضمر ہوتی ہے +

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا

أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝ (سورۃ الانعام رکوع ۴) ترجمہ۔ اور جتنے حیوانات زمین میں (چلتے پھرتے) ہیں۔ اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اُڑے اُڑے پھرتے ہیں۔ یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح کی مخلوقات۔ لوح محفوظ میں ہم نے کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ پھر (قیامت کے دن سب کے سب) اپنے پروردگار کے حضور میں لا حاضر کئے جایں گے"+

موت اور زندگی دو مختلف اور ایکدوسرے کے مخالف چیزیں ہیں۔ مگر وہ روشنی اور اندھیرے کی طرح ایک ہی چیز کے دو رُخ ہیں:۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۃ آل عمران رکوع ۳) ترجمہ "تم دُعا مانگو کہ اے خدا (سارے) مُلک کے مالک۔ تو جس کو چاہے سلطنت دے۔ اور تو جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور تو جسے چاہے ذلت دے۔ خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں شامل کر دے اور تو بیجان سے جاندار اور جاندار سے بیجان نکالے اور تو جس کو چاہے بیحساب روزی دے"+

برادران۔ اللہ تعالیٰ کے قانون اٹل اور سخت ہیں۔ اور اُن سے ہمارا بچ کر نکلجانا ناممکنات میں سے ہے۔ دوسرے یہ قوانین صرف ہمارے ہی لئے نہیں بنائے گئے۔ بلکہ وہ عظیم الشان سکیم جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہماری مختصر زندگی بھی ہے اتنی وسیع اور لامحدود ہے کہ انسان کی سمجھ اور عقل میں وہ

آہی نہیں سکتی۔ مگر پھر بھی میں نے بعض لوگوں کو کہتے سُنا ہے کہ دُنیا کا نظام بہت
بڑا ہے۔ سچ پوچھو تو دُنیا کے نظام پر رائے زنی کرنا انسان کی طاقت اور
سمجھ سے باہر ہے۔ اگر بعض لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تو یہ ضروری بات ہے
کہ بچپن میں اُن کو اپنی تمام مصیبتوں اور قصوروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور
مرضی کی طرف منسوب کرنا سکھایا گیا ہے۔ اور ایک ایسے معبود کا نقش اُنکے
دلوں میں بٹھایا گیا۔ جو کہ بڑا انتقام پسند۔ حاسد اور کینہ ور ہے اور جس کو
کہ اُن کے ساتھ ذاتی عناد ہے۔ مگر اسلام ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
بندوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ
وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ تمام جاندار چیزوں کا نگہبان اور خبر گیر ہے۔ اور زندگی
اور حیات کو ایک اعلےٰ اور افضل مقصد اور غایت کی طرف لیجا رہا ہے اُس نے
انسان کو جو کہ دیوتاؤں جیسی عقل اور فہم رکھتا ہے۔ چند سیدھے سادے قاعدے
بتائے ہیں جن سے دُنیا میں جو کہ اسکی حکومت میں دیکھی ہی کامیابی اور راحت
نصیب ہوسکتی ہے۔ اگر انسان اس حکومت کے ہوتے ہوئے اُن قواعد اور
ضوابط کی نافرمانی کرے۔ تو اور بہت سے لوگوں کو بھی اُن کے ساتھ اس نافرمانی
کی سزا اس دُنیا میں بھگتنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس دُنیا میں اُن کا بھی ایک حصہ ہے
اور وہ اس پر شاہد ہیں۔ یہ سب کچھ قوانین قدرت سے جو کہ ہمیں گھیرے ہوئے
ہیں بالکل الگ اور مختلف ہے جو کہ اگرچہ اٹل تو یقینی ہیں۔ مگر پھر بھی بیرحمانہ
اور ذلیل نہیں کہلائے جاسکتے۔ انسانی زندگی میں جو بیرحمی اور بدکاریاں ہمیں
نظر آتی ہیں وہ سب انسان کے اپنے ہاتھوں کمائی ہوئی ہیں۔ مگر یہ چیزیں
جہاد سے بالکل الگ ہیں۔ اور کوئی اس سے تعلق نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ
بعض لوگوں کا خیال ہے جہاد نام ہے اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری صوم و صلوٰۃ
اور نیکی کے حصول کے لئے لگاتار کوشش کرنے کا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل
کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو کہ ہر فرد واحد کے لئے ممکن الحصول ہے۔ اگر یہ امید نہ ہوتی تو

اِن زندگیوں کا کیا فائدہ تھا۔ یہ بالکل بمعنی ثابت ہوتیں۔ حالانکہ ہر شخص اسبات کو محسوس کرتا ہے۔ کہ زندگی اپنے اندر بڑے گہرے معنے رکھتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس عظیم الشان اُمید کو یقینی نہ بنا دیتا۔ تو اگر ہم کسی برباد شدہ انسانی زندگی کو دیکھتے جس کے مالک نے کبھی خوشی اور نیکی کو نہ پایا ہو۔ یا کسی مُردہ ہونہار نوجوان کو دیکھتے تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ سراسر بے انصافی ہے اور ظلم ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی ذات سے بے انصافی اور ظلم کا کوئی تعلق ہی نہیں ۔

سو دوستو یہ بات یہاں آکر ٹھیرتی ہے۔ کہ یا تو تم اس عظیم الشان سکیم کو جس کے ہوتے ہوئے تم زندہ ہو اول سے آخر تک قبول کر لو یا سرے سے ہی اِنکار کردو۔ مگر اس مؤخر الذکر حالت میں تمہاری پوزیشن عجیب ہی ہوگی۔ کیونکہ تم نے آخر مرنا ہی ہے چاہے تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو۔ اگر تم زندگی کی معمولی اور سطحی شرطوں اور کیفیات کو بھی قبول کر لو۔ تو تمہیں ایسی بہت سی باتوں کا علم ہو جائیگا۔ جن کو کہ آجکل کے نئے تہذیب یافتہ عیش پسند۔ اور ظاہر دار لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ ان باتوں میں ایک بات یہ بھی ہے:۔

کہ قدرت کے نظام میں یا دوسرے لفظوں میں حقیقتاً ایک فرد واحد کی زندگی اُتنی اہمیت اور قیمت نہیں رکھتی جتنی کہ عیش پسند اور مہذب لوگ اسکی طرف منسُوب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ ایک متنفس کی موت بھی کوئی اتنا بڑا حادثہ نہیں ہے اور شاید یہ بھی ایک قدرتی امر ہے کہ شمالی سرد ممالک میں بہ نسبت گرم ممالک کے مُردوں کو دیر تک دفنائے بغیر رکھنے کی وجہ سے موت اور مُردوں کی ایک جہولانہ پرستش کا وجُود پیدا ہوگیا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ موت اور مُردوں کی پرستش۔ اور تجہیز وتکفین میں اتنی زیبائش۔ آرائش اور نمائش کا ہونا نہایت بھیانک اور ہیبتناک ہے۔ مگر خود موت ایسی نہیں ہے۔ موت پسماندگان کے نقطۂ نظر سے واقعی ڈراؤنی ہے۔ مگر بذات خود وہ ایسی نہیں ہے بلکہ جو کہ کتاب آلٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ایک موت کے بعد ایک کامل اور اکمل

زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے لئے موت ایک پکے پھل کے زمین پر گر جانے سے زیادہ ڈراؤنی نہیں ہونی چاہئے۔ وہ تکالیف اور مصائب جو کہ قدرتی امور مثلاً موت اور پیدائش وغیرہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب انسان کے خود ساختہ ہیں اور قرآن مجید کے فرمان کے موجب حدود اللہ سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ہیں۔ اگر ایک بچہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیتا ہے تو جو تکلیف اسکو پہنچتی ہے وہ یا تو لاعلمی یا کہنا نہ ماننے کی وجہ سے پہنچتی ہے گویا کہ اس حالت میں وہ قدرت کی اُن حدود کو توڑتا ہے جو کہ اس نے آگ کے انسان کو فائدہ پہنچانے کے عمل کے متعلق قائم کی ہیں اگر بچے کو پہلے متنبہ نہیں کیا۔ اور وہ اپنے اس عمل کے نتیجہ کو پہلے سے معلوم نہیں کر سکا۔ تو پھر اس کا اسمیں کوئی قصور نہیں ہے لیکن اگر اُسے کئی دفعہ اسبات سے خبردار کیا جا چکا ہے تو وہ ہر طرح قصوروار ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو اُن معاملات میں جن کو وہ اپنے تجربے سے حاصل نہیں کر سکنے تھے متواتر خبردار نہیں کیا۔ ہر ایک اخلاقی مذہبی (روحانی) اور سیاسی معاملے میں ایک قدرتی یعنی خدائی قانون ہے جو کہ واضح ہے۔ آپ میں سے اکثروں کو ایک کتاب کا عنوان The Natural Law in the Spiritual World یاد ہوگا جس نے آج سے چند سال پیشتر ایک ہلچل مچا دی تھی۔ یہ ہیڈنگ اسلام کی تعلیم کے ایک ضروری رُخ کو مدنظر رکھکر اسکی کیفیت کہا جا سکتا ہے +

مگر انسان کی اپنی کمزوریاں اور غلطیوں کی وجہ سے کس قدر ظلم بیرحمیاں اور دہشتناک افعال انسان کی زندگی میں آشامل ہوتے ہیں۔ کیا جب یہ اپنے کمال کو پہنچ جائیں گے تو تم ان کو مغلوب یا تباہ وبرباد کر سکو گے؟ اس کے جواب میں شاید تم یہ کہو کہ ہاں تعلیم اور نہایت نرمی اور آہستگی سے اس پیا نرڈالکر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ مگر ایسے آدمی موجود ہیں جو کہ اس قدر وحشی ہیں کہ وہ تمہیں کچل کر مار ڈالیں گے۔ اور ان تمام باتوں کو جن کو ہم قیمتی سمجھتے ہیں وہ اپنی خواہشات پر قربان کر دینگے۔ اور ایسے شریر اور مفسد لوگ بھی ہیں جو کہ صرف

اپنی بدکاریوں پر ہی کفایت نہیں کرتے ۔ بلکہ دوسروں کو بھی خراب کرنا چاہتے ہیں ۔ اور ایک وبا کی طرح بدکاریوں کو پھیلا دیتے ہیں ۔ برائیوں اور بدکاریوں کے پھیلانے میں ان کو از حد خوشی اور تسکین حاصل ہوتی ہے ۔ جب یہ خرابیاں ۔ جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے اپنے کمال کو پہنچ جائیں ۔ اور بدی نیکی پر غالب آنے کو ہو ۔ تو کیا نیکی کے مددگاروں اور حامیوں کو اسکی مخالفت اور روک تھام نہیں کرنی چاہئے ؟ اگر وہ ایسا نہ کریں تو نیکی اور بھلائی جڑ سے اُکھڑ جائے ۔ کیا تم تمام اُس خداداد طاقت کے ساتھ بدی کا مقابلہ نہیں کرو گے اور اس کی طاقت توڑنے کی کوشش نہیں کرو گے ؟ اگر وہ طاقتیں بیرحم اور ہیبتناک ہیں تو تمہیں بھی اُن سے ویسا ہی ہو کر لڑنا چاہئے ۔ ورنہ تمہارے مقابلے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا ۔ تمہیں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے ۔ کہ بعض لوگ وحشیوں اور درندوں سے بدتر ہوتے ہیں ۔ اور انگلستان میں ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں ۔ اگرچہ خدا کا شکر ہے کہ ان کی تعداد دن بدن کمی پر ہے ۔ ایسے لوگوں پر جو کہ بیرحمی اور ظلم کی مشق میں کامل مہارت رکھتے ہیں ۔ نرم الفاظ اور وعظ و نصیحت چکنے گھڑے پر پانی کی طرح بالکل اثر نہیں کرتی ۔ ان کو میں جنگلی اور وحشی کہنا بھی بہت کم سمجھتا ہوں ۔ کیونکہ جنگلی اور وحشی اِن مُہذب سوسائٹیوں کے تلچھٹ اور فضلہ سے کہیں بہتر ہیں ۔ تمہیں اِن کو بعض باتوں سے روکنے کیلئے خوف اور ڈر سے بدحواس کرنا پڑیگا ۔ اور ان کو قریباً آدھا قتل کرنا پڑیگا ۔ تب جا کر وہ باز آئیں گے ۔ تمہیں اُن کو بدافعال سے روکنے کیلئے نہایت سخت تکلیف دہ مثالوں سے ذہن نشین کرانا پڑیگا ۔ کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو سخت دکھ اور تکلیف اُٹھائیں گے ۔ ایک عبرتناک سزا ہر طرح بجا ہے ۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا ہو ۔ ایک یقینی اور گہری بدی کو جڑ سے اُکھیڑ پھینکنے یا اس کو کم کر دینے سے تہذیب اور تمدن میں ایک معتدبہ ترقی ہوتی ہے ۔ بجبکہ ایسے جرائم میں بہت کمی واقع ہو جائے ۔ تو ایسی عبرتناک سزاوں کی ضرورت بھی

نہیں رہتی۔ اور رفتہ رفتہ متروک الاستعمال ہو جاتی ہیں +

کم از کم اسلام میں اسی طرح واقع ہوا ہے۔ چوری سے عبرت دلانے کے لئے جو سزا قرآن شریف نے رکھی ہے یعنی چور کا ہاتھ کاٹ ڈالنا وہ آج کل وحشیانہ ملکوں جیسے ڈارفور وغیرہ میں ہی رائج ہے۔ اور جہاں کے مسلمان باشندے روز روشن کی طرح دیانتدار اور راسخ الیقین ہیں۔ اپنے جوانی کے زمانے میں جبکہ میں نے ابھی قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ مجھے ایک ڈارفوری آدمی سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اس نے ایکدفعہ اپنے ملک میں چوری کی سزا کا ذکر کیا۔ جس کو سنکر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے اس سے پوچھا" کہ تم کس طرح اپنا ہاتھ کٹوانے پر رضامند ہو جاتے ہو"۔ اس نے جواب دیا" اگر میں چوری جیسا شرمناک فعل کروں۔ تو میں صرف ایک ہاتھ پر ہی اکتفا نہ کرونگا۔ بلکہ وہ میرا سر بھی کاٹ سکتے ہیں" +

حقیقت میں یہی اصلی اسلامی نقطۂ نگاہ ہے۔ ہر ایک راستباز مسلمان اپنا ہاتھ یا پاؤں۔ اپنی زبان یا آنکھ کو کاٹ دینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے بہ نسبت اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف چلے۔ مگر اسلام اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول سے اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے:۔

"اگر تیری آنکھ تجھے ضرر پہنچائے تو اس کو نکال ڈال۔ اگر تیرا ہاتھ یا پاؤں تجھ کو تکلیف دے تو اُسے کاٹ ڈال"۔

جارج مور کی کتاب (The Brook Kerith) کے اکثر پڑھنے والے اُس خودکشی کے ہولناک واقعہ کو پڑھکر کانپ اُٹھتے ہیں۔ جسمیں ایک خاص قسم کے گنہگار نے حضرت عیسیٰؑ کے کہنے پر خودکشی کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ انجیل بھی اس واقعہ کی شاہد ہے۔ اُن عیسائیوں کو جو کہ قرآن کریم کی بعض آیات کو پڑھکر کانپ اُٹھتے ہیں۔ جن میں ظالم اور مجرم لوگونکو بعض حالات کے ماتحت

سخت عبرتناک سزائیں دینے کا حکم ہے ۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ انجیل میں بھی ایسی آیات ہیں جن کو پڑھ کر مسلمان بھی کانپ اُٹھتے ہیں ۔ اور اُن کا ایسا کرنا بجا ہے کیونکہ وہ آیات سوسائٹی کے حق میں سخت مضر ہیں ۔ میں اُسکو کئی موقعوں پر بیان کر چکا ہوں ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم قرب الٰہی کے لئے واحد متنفس اور رُوح کو مخاطب کرتی ہے ۔ اس بات کی تائید یہ انجیل کی آیت کرتی ہے :۔

" اگر تیری آنکھ تجھے ضرر دے تو اس کو نکال ڈال ۔ اگر تیرا ہاتھ یا پاؤں تجھے تکلیف پہنچائے تو اُسے کاٹ ڈال " +

گویا کہ ہماری آنکھیں ۔ ہمارے پاؤں ۔ ہمارے ہاتھ صرف ہماری ہی ملکیت ہیں ۔ جو ہم ان کے ساتھ چاہیں کریں ۔ اور گویا کہ کسی حالت اور صورت میں بھی دوسرے انسانوں کے ساتھ اُن کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے ۔ اس کو نکال ڈال ۔ اس کو کاٹ ڈال ۔ یعنی بغیر کسی کو پوچھے سمجھے خود ہی ایسا کر ڈال ۔ گویا کہ یہ ایسا معاملہ ہے جو ہماری ذات تک ہی محدود ہے ۔ مگر اسلامی قانون اس سے کہیں بہتر اور مہذب ہے ۔ کیونکہ اسمیں کاٹنے کوٹنے کی سزا ایک عبرتناک سزا کے طور پر نہایت سخت بیرحمی کے معاملات میں دینے کا حکم ہے ۔ اور وہ بھی کامل تفتیش اور فیصلے کے بعد اور صرف جلاد کے ہاتھ سے ہمیں یہ سزا سخت بیرحمانہ معلوم ہوتی ہے ۔ مگر تمہیں یہ معلوم ہو جانا چاہئیے کہ اسلامی ممالک میں لفظ "چور" کا اطلاق ایک نہایت سخت ڈاکو ۔ راہزن ۔ بدمعاش پر ہوتا ہے ۔ حالانکہ عیسائی ممالک میں ایسا نہیں ہے ۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں چور نہایت سخت ضرورت اور حاجت سے پریشان ہو کر چوری نہیں کرتا ۔ کیونکہ اسلامی ممالک میں لوگ ایک محتاج اور بھوکے کو روٹی اور کپڑا دینے سے انکار نہیں کرتے ۔ اسلامی ممالک میں کسی کو اپنے پڑوسی کے دروازے پر بھوک سے مرتے ہوئے نہیں سُنا ۔ اور میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سزا جو کہ عملاً نہایت پرلے درجے کے ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو دیجاتی ہے اس سزا سے تمہیں زیادہ بیرحمانہ معلوم ہوتی ہے جسمیں کہ ایک شریف ۔ تعلیمیافتہ

اور مہذب آدمی کو چند ماہ کیلئے ایک اندھیری کوٹھڑی میں تنہا بند کردیا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ اور حالانکہ اس سزا سے دوسروں کو عبرت بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قید خانہ کی چار دیواری سے باہر کسی شخص کو بھی اسکی حالت کا علم نہیں ہوتا اور یہ میرے خیال میں وہ آخری اصلاح ہے جو کہ عیسائیت نے یا بنی نوع انسان کی ہمدردی اور محبت نے یا دونوں نے ملکر پیدا کی ہے میرے خیال میں اگر انہیں تعلیمیافتہ اور مہذب لوگوں کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم ہوتا تو شاید تمام کے تمام چلا اُٹھتے مگر کیا حقیقت میں یہ سزا اس پہلی سزا سے بیرحمی میں نصف سے بھی کم نہیں ہے "

یورپ کے رقیق مزاج اور نرم طبیعت والوں نے دائمی قید تنہائی کو موت کا قائمقام قرار دیا ہے۔ گویا مجرم زندہ چار دیواری کے اندر محبوس کردیا جاتا ہے۔ اور تمام وہ اشیاء جن سے زندگی خوشگوار اور قابل گذر ہوسکتی ہے اس سے الگ کردیجاتی ہیں مگر پھر بھی اسے زندہ رکھا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی عجیب وغریب اور طویل بیرحمی ہے کہ نہ ہی شیطان نے اور نہ کسی وحشی نے ایسا فعل ایجاد کیا ہوگا۔ اس سزا کا استعمال صرف ایک فرد واحد پر نہیں ہوا بلکہ سینکڑوں انسانوں پر اس کا تجربہ ہوچکا ہے۔ سوائے مہذب ترین سوسائٹیوں میں انسانی زندگی کے متبرک ہونے کا کھوکھلا خیال ان کو دھوکا دیکر اس قسم کی بیرحمیاں کرا رہا ہے۔ یہی سزا نرم بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک اس دنیا میں ہی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوجاتا بلکہ یہ ایک آئندہ زندگی کا آغاز ہے جو کہ اس سے کہیں بہتر اور افضل ہے بیماری دُکھ اور تکلیف سے تڑپ تڑپ کر اپنی طبعی موت مرنے سے مسلمان اچانک اور فوری موت کو زیادہ پسند کرتے ہیں +

تم مسلمان بن کر ظاہر دار اور زُود حس نہیں بن سکتے۔ کیونکہ قدرت میں رقیقی اور زُود حسیّ نہیں ہے۔ اور مسلمان قانون قدرت کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے قانون کی۔ قدرت میں بعض ایسے مناظر پیش آتے ہیں جن سے نرم اور

ڈرپوک دل کانپ اُٹھتے ہیں - جیسا کہ قرآن شریف اور بائیبل کو پہلی دفعہ پڑھنے والا بعض آیتوں کو پڑھ کر کانپ اُٹھتا ہے - بائیبل میں اِس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں - مگر ہیں سب کی سب بےموقع اور بےمحل - قرآن شریف میں اِس بہتات سے تو نہیں ہیں - مگر ہیں نہایت باموقع - اور اُن کا علم قانون اور اپنے آگے پیچھے سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اُن کا مطلب اور موقع بالکل صاف اور سمجھ میں آجاتا ہے - میں کم ازکم جنگ کو ان مضمونوں میں سے نہیں سمجھتا جن کو کہ ایک انگریز کسی مقدس کتاب میں پڑھ کر کانپ اُٹھے - مجھے یہ مجموعی انسانی زندگی کا ایک قدرتی مظاہرہ معلوم ہوتا ہے مگر اکثر عیسائی مذہبی نقطۂ نگاہ سے اُسے نہایت کریہہ اور وحشتناک سمجھتے ہیں صرف اسلئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنگ سے کوئی سروکار نہ تھا - اور یہ صرف انہی کی وجہ سے تھا کہ مجھے اِس قدر شرح وبسط سے کام لینا پڑا +

اگر تم جنگ کو ایک قدرتی مظاہرہ جو کہ مذہبی قوانین کی حدود کے اندر آجاتا ہے ماننے سے انکار کرتے ہو - اور اگر تم اپنے آپ کو اس سے اور اُن باتوں سے جو کہ اس کا باعث بنتی ہیں الگ رکھنا چاہتے ہو - تو تمہارا ایسا کرنے سے جنگ اور اس کے خوفناک مناظر کا خاتمہ نہیں ہوسکتا بلکہ تمہارا طرز عمل اس کے خوفناک مناظروں کو بڑھانے کا موجب ہوگا - کیونکہ تم اسے ہر حالت میں نہایت خوفناک اور بیہودہ اور نفرت انگیز خیال کرتے ہو - اور تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ دُنیا کی نظروں میں بھی یہ ایسی معلوم ہو اور تم اُن جنگجو فوجیوں کی طرح خیال کروگے (چاہے تم اِس خیال کو تسلیم نہ ہی کرو) کہ جنگ کے خوفناک اور ہیبتناک مناظروں کا بڑھنا اور ترقی کرتے جانا ہی جنگ کے خاتمہ کا باعث ہوتا ہے - اور تم جنگ کو تھامنے اور اُسکو سیدھے راستے پر رکھنے کے لئے کبھی اپنے آپ کو تیار نہیں پاؤگے - بلکہ تم ایسی گندی اور ہولناک چیز کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈروگے +

تم ہمیں کہتے ہو کہ اصلی عیسائی نقطۂ نگاہ یہی ہے بہت اچھا - انیس سو سال سے یہ نقطۂ نگاہ دنیا کو معلوم ہے اور رائج ہے - مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ اسکی بنا ہی غلط پڑی تھی -

اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ جنگ کو تھامنے اور اُسے سیدھے رستے پر لگانے اور
اس طرح اُسے بے ضرر اور بیفائدہ بنا دینے اور اس کا خاتمہ کر دینے کے متعلق
جو اسلامی قوانین ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا تتمہ ہیں۔ اسلام مجموعی
انسانی چال وچلن اور طرز عمل کے متعلق قوانین بتاتا ہے۔ حالانکہ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام نے صرف واحد انسانی چال وچلن کے متعلق دیئے تھے۔ اور میں نے
یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ عیسائیوں نے جوں جوں کہ وہ روشن خیال ہوتے گئے۔ ان میں سے
بعض قوانین کو بیخبری میں ہی اختیار کر لیا ہیں اب تم سے صرف اتنی درخواست کرونگا
کہ اُن کا سنجیدگی سے مطالعہ کرو۔ اگر وہ تمہیں دلچسپ معلوم ہوں تو ان پر غور و
خوض کرو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اسلامی قوانین صرف مسلمانوں کے لئے
ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تمام دُنیا کے لئے ہیں۔ ہر اُس شخص کو جو کہ نسل انسانی کی بہبودی
اور بہتری کو مدِنظر رکھتا ہے۔ مذہب کے رُوحانی رُخ کو بالکل الگ رکھتے ہوئے
حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نہ ایک حد تک ضرور پیرو ہونا پڑیگا۔

شاہِ ایران

ہز امپیریل میجسٹی سلطان احمد شاہ پادشاہ ایران ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو انگلستان
بغرض سیر تشریف لائے۔ اُن کے استقبال سے لئے خود ملک معظم اور ملکہ معظمہ شہزادی
میری اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد تشریف لے گئے۔ اور عام لوگوں نے بھی اس
مُسلم بادشاہ کا بڑا پرجوش استقبال کیا۔ پہلی نومبر کو حضور نے پبلک اور پرائیویٹ
دونوں قسم کے ڈیپوٹیشنوں کو شرف باریابی بخشا۔ اور کئی ایڈریس آپ کی خدمت میں
پیش کئے گئے۔ آپ نے پارسیوں کے ایڈریس کو فارسی سفارت خانہ میں قبول کیا
اور ہندوستانی مُسلمانوں کے ڈیپوٹیشن کو قصر بکنگھم میں شرف باریابی بخشا۔ رائٹ
آنریبل سید امیر علی بالقابہ نے مفصلہ ذیل حضرات کو شاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور

شاہ نے ان سب سے باری باری ہاتھ ملایا:-
مولوی صدر الدین صاحب مسٹر قدوائی - مرزا ہاشم اصفہانی آنریبل غلام محمد برگری مسٹر عتیق - ڈاکٹر عبد المجید - خواجہ نذیر احمد عبد القیوم ملک - مرزا ابراہیم - میجر فتح نصیب خان مسٹر سیال مسٹر نیر - پروفیسر بلشا مسٹر عبد اللہ - مسٹر دوست محمد مسٹر محمد ساگر چند - مرزا داؤد بیگ - عبد الحمید اور آغا محمد مصطفےٰ - اس کے بعد رائٹ آنریبل سید امیر علی پی سی نے استقبالیہ ایڈریس پڑھ کر سُنایا - جس کو سُنکر شاہ موصوف بہت متاثر ہوئے - اور نہایت موزوں الفاظ میں اس کا جواب دیا - ایڈریس کا مضمون اور اس کا جواب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے :-

ایڈریس

ہز امپیریل میجسٹی سلطان احمد شاہ - شاہِ ایران خدا کرے یہ حضور کے پسندِ خاطر ہو ہم مندرجہ ذیل لندن میں رہنے والے مسلمان نہایت تعظیم اور ادب کے ساتھ حضور کو خوش آمدید کہتے ہیں - اور حضور کے حکومت برطانیہ کے دار السلطنت میں پہلی دفعہ تشریف لانے پر مبارکباد عرض کرتے ہیں +

اگرچہ ہم ہندوستان سے آئے ہوئے ہیں مگر مسلمان ہونے کے لحاظ سے یعنی اُس عظیم الشان اور عالمگیر برادری (یعنے اسلام) کے ممبر ہونے کے لحاظ سے جسمیں رنگ اور قوم کا کوئی امتیاز نہیں - اور حضور کا ہمارے دلوں میں کمال ادب اور تعظیم - اور باشندگانِ ایران کی محبّت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم حضور کیخدمت میں اپنی عاجزانہ خوش آمدید پیش کریں - حضور عالیجاہ کو خوش آمدید کہنے میں ہم ایک ایسے ملک کے بینظیر بادشاہ کو خوش آمدید کہتے ہیں جو کہ زمانۂ قدیم سے علم و فن اور تہذیب و تمدن کی وجہ سے مشہور چلا آتا ہے - ایرانی تہذیب اور تمدن کی تمام دُنیا مقروض اور مشکور رہے - مگر سب سے بڑھکر مسلمانانِ ہند نے اس ایرانی تہذیب سے بہرہ وری حاصل کی ہے - اور وہ اس کا فخریہ طور پر اقرار کرتے ہیں - اور تہِ دل سے مشکور ہیں - ہمایوں بادشاہ کے زمانے سے

ہندوستان میں ایرانی تمدن کا دور دورہ شروع ہے۔ ہمارے تمام علوم و فنون۔ سوشل زندگی ہمارے لباس۔ زبان اور رسوم و عادات میں اور سب سے بڑھ کر ہمارے علم و ادب و علم عروض میں اس کا اثر اب تک نمایاں ہے۔ اور سعدی اور جلالی کی اخلاقی کہانیاں اب تک ہمارے بچوں کی اصلاح کے لئے پڑھائی جاتی ہیں۔ اور ہمارے صوفی سنائی اور جلال الدین رومی کے اشعار اور معارف و دقائق پڑھ پڑھ کر وجد میں آجاتے ہیں۔ اور ہمارے موسیقی دان گوئیے حافظ کی غزلیات اکثر اوقات گاتے ہیں +

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر بات میں حضور عالیجاہ کا محافظ اور ہادی ہو۔ تاکہ حضور عالیجاہ کی حکومت (خدا کرے کہ وہ ابدالآباد تک قائم رہے) کے ماتحت ایران ان پچھلے سالوں کے خوفناک تاثرات سے بالکل محفوظ و مامون ہو جائے۔ اور اس کے باشندے ایک آزاد اسلامی قوم سمجھے جائیں۔ اور دنیا کی ممتاز قوموں میں شمار ہوں۔ آمین ثم آمین +

جواب ایڈریس

حضرات۔ مجھے اس جگہ آپ سب صاحبوں سے مل کر نہایت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور ایڈریس کی پسندیدہ اور فصیح زبان نے میرے دل کو موہ لیا ہے تمہارا اسلام کو ایک عالمگیر برادری بیان کرنا نہایت باموقع اور نہایت مناسب تھا۔ اور وہ مذہبی رشتہ اور زنجیر جس نے اسلام میں مختلف قوموں کو جکڑ کر ایک کر دیا ہے وہ ہندوستانیوں میں اور بھی زیادہ نمایاں ہے۔ اس رشتۂ الفت و اتحاد کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس سے کہ ایرانی تعلق رکھتے ہیں۔ اس رشتہ کی تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ اور حکومت ایران میں مدت دراز سے دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ یہ تعلقات دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ کیونکہ دونوں حکومتوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ آپس میں ایکدوسرے

سے مراعات برتیں۔ اور تعظیم او عزت کے علاوہ ایک دوسرے کی بھلائی میں کوشاں ہوں حضرات! میں آپ کی اُس رائے اور قول کا بہت مشکور ہوں جسمیں آپ نے ایرانی تمدن اور تہذیب کے اثر کو اس کے اردگرد کے مُلکوں اور خاص کر ہندوستان میں نمایاں ہونے کو بیان کیا ہے۔ مگر یہ بات آپ کو فراموش نہیں کردینی چاہئے کہ ہندوستانی فلسفہ نے بھی ایرانی خیالات پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔ سو گویا دونوں ملکوں نے اِن باتوں میں ایکدوسرے سے تبادلہ کیا ہے۔ میرا مُلک زمانہ ماضی میں مغرب کی طرف کئی حملوں کا سدراہ ہؤا ہے مگر اب امن کے زمانے میں وہ ایک پُل کا کام دے سکتا ہے۔ جس کے ذریعے سے وہ مغربی تمدن مشرق میں پھیل سکتا ہے۔ جو کہ مشرقی وضع قطع چال ڈھال۔ عادات و رسُوم اور طبیعت کے موافق اور موزوں ہوگا۔

حضرات! آخر میں میں آپ کے استقبال اور خوش آمدید کہنے کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے دلی شکریئے اور میری دلی محبت اور خیر خواہی کو ہمارے ہندوستانی مسلمان بھائیوں تک پہنچائیں جن کی نمایندگی کا حق آپ نے نہایت احسن طور پر آج ادا کیا ہے ✦

شاہِ ایران کیخدمتمیں انگریزی قرآن مجید کا تُحفہ کے طور پر پیش کیا جانا

جب شاہِ ایران ایڈریس کا جواب دے چکے۔ تو مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی امام مسجد ووکنگ آگے بڑھے۔ اور قرآن مجید انگریزی درجہ خاص جو کہ حضرت مولٰینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی کی محنت شاقہ اور محبت اور علم کا نتیجہ ہے ایک نہایت خوبصورت مخملی اور اطلسی جزدان میں لپیٹ کر مندرجہ ذیل تمہید کے بعد (جو کہ فارسی زبان میں ادا کی گئی) شاہ کجکلاہ ایران کی خدمت میں تحفہ گذرانا ✦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کرے کہ یہ آپ کے پسند خاطر ہو ۔ شاہا ۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے آپ پر ہر طرح فضل و کرم کی بارش کرے ۔ اور آپ کی حکومت کو کامیاب اور پُر امن بنائے ۔ ہمارے بینظیر اور اعلیٰ تر مذہب اسلام نے تمام دُنیا کے مسلمانوں کو اخوت اور محبت کے رشتہ میں جکڑ دیا ہے ۔ اِن جذبات کی وجہ سے میں حضور عالیجاہ کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرتا ہوں جس کو کہ میں سب سے عزیز تر سمجھتا ہوں ۔ اور وہ یہ قرآن مجید ہے ۔ اور میں یہ آپ کی خدمت میں اُسی بیغرضی اور بے نفسی کے ساتھ پیش کرتا ہوں جس کے ساتھ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو مجھے اور آپ کو اور تمام دنیا کو عطا فرمایا ۔ اور مَیں بھی وہی الفاظ پڑھتا ہوں جو کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے :-

وما اسئلکم علیہ من اجر (اور میں اس کے عوض تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا) +

مسجد ووکنگ
مورخہ یکم نومبر ۱۹۱۹ء

مَیں ہوں آپ کا عاجز اسلامی بھائی
صدرالدین

ہز میجسٹی شاہ کجکلاہِ ایران نے کھڑے ہو کر نہایت ادب سے قرآن مجید کو دونوں ہاتھوں میں لیا ۔ اور اس کو چُوما اور آنکھوں سے لگایا +

اعلان
قابل توجہ خریدارانِ رسالہ اشاعت اسلام

۱۰ جنوری ۱۹۲۰ء سے رسالہ اشاعت اسلام اور رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا (انگریزی) کے متعلق تمام خط و کتابت بجائے پہلے پتے یعنی بنام شیخ رحمت اللہ صاحب انگلش ویرہوس دی مال لاہور کے مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور کے پتے پر ہونی چاہئے اور تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اشاعت اسلام و اسلامک ریویو و مسلم انڈیا بنام فنانشل سیکرٹری اشاعت اسلام بلڈنگ ووکنگ مشن (انگلستان) احمدیہ بلڈنگس لکھا لاہور ہونی چاہئے

خاکسار - مینیجر

دو اہم خطوط

پہلا خط

از طرف مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی امام مسجد ووکنگ

بخدمت دی رائٹ آنریبل سکرٹری آف سٹیٹ فار ہوم آفیئرز (Home Affairs)

ہوم آفس لینڈن ایس ڈبلیو

جناب عالی

میں نہایت ادب اور عاجزی کے ساتھ جناب کی توجہ ہز میجسٹی کی مسلمان رعایا کے اُس غم و غصہ کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں جو کہ کوئنز ہال لنڈن میں مورخہ ۲۹ - اکتوبر سنہ 1919ء کو بائیسکوپ کے ذریعے ملک آرمینیا کے مظالم کی رپورٹوں کو دکھانے سے پیدا ہو گیا ہے - اسمیں قتل و خونریزی کو اسلام کا ایک لابد نتیجہ بتایا گیا ہے - اور مسلمانوں کو جنگجو اور سفاک دکھایا گیا ہے - اس قسم کے مظالم اور بُرے کاموں کی نہ تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مذہب (یعنے اسلام) اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب اجازت دیتا ہے - مگر مشرق قریب کے عیسائیوں نے کئی دفعہ مسلمانوں کو ویسی ہی بیدردی سے مارا ہے جیسا کہ اِس بائیسکوپ میں آرمینیا کے متعلق دکھایا گیا ہے - اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اُن کو یورپ کی بعض طاقتیں اور سلطنتیں اور خاص کر روس ایسا کرنے پر اُبھارتا رہا ہے - ان باتوں کے ہوتے ہوئے آپ بآسانی مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کا اندازہ کر سکتے ہیں جن کو کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے مصائب اور تکالیف کا علم ہے جو کہ انہوں نے آرمینیوں اور یونانیوں کے ہاتھوں اُٹھائی ہیں - اور خاص کر جبکہ وہ بعض آرمینی انقلاب پرستوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ انگلستان اور امریکہ میں اپنی غمناک داستان کو بائیسکوپ کے ذریعے لوگوں کو دکھا دکھا کر روپیہ کما رہے ہیں - حالانکہ اس سے کہیں بڑھ کر المناک اور دردناک واقعات اناطولیہ

کے باشندے اور تمام ترکی سلطنت کے باشندے بلکہ میں یہاں تک کہونگا کہ تمام ایشیا کے باشندے آپ کو شنا سکتے ہیں۔ اور جن میں کہ وہ اب تک مبتلا ہیں +

سو میں اُس نے تعصبی اور مذہبی آزادی کا واسطہ دے کر جس کی وجہ سے انگلستان نیکنام ہو چکا ہے۔ اور جس کا کہ اسلام میں بھی صد درجہ پاس کیا جاتا ہے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر آپ اپنے اثر کو کام میں لائیں۔ اور اس جھوٹے اور رنجدہ سلسلے کا قلع قمع کر کے ہم کو مشکور فرمائیں +

مَیں ہوں آپ کا وغیرہ وغیرہ

مورخہ ۵ نومبر ۱۹۱۹ء صدرالدین

دوسرا خط

از طرف مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء

بخدمت دی آنریبل لفٹنٹ کرنل ایڈورڈ سی لٹل - ۶۱۸ - خریمین سٹریٹ - شہر کنساس صوبجات متحدہ امریکہ

جناب من - آپ کی اُس تقریر میں جو کہ آپ نے ۷ فروری ۱۹۱۸ء کو کی اور جو کہ (Congressional Record) مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی اور بعد میں ایک ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع کی گئی - اور جو کہ مجھے آج موصول ہوئی ہے - مَیں نہایت افسوس سے محسوس کرتا ہوں - کہ آپ نے اسلام کے متعلق سخت غلط فہمی پھیلائی ہے - آپ کے خیال کے مطابق "قرآن مجید اگر اسکو ٹھیک طور پر سمجھا جائے ہر ایک عیسائی کو ایک مجرم تصور کرتا ہے - اور اس کے قاتل کو ہر ایک ذمہ سے بری قرار دیتا ہے"۔ ایک مسلمان بچہ جس کو بچپن سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام کتب الٰہیہ مثلاً توریت - انجیل قرآن مجید وغیرہ پر ایمان لانا سکھایا جاتا ہے - وہ جب اس عبارت کو پڑھیگا تو نہایت حقارت سے ہنس دیگا - کیونکہ آپ نے ایک ایسی بات لکھی ہے جس کو

اسلام سے کوئی مس ہی نہیں ہے۔ اور آپ نے اسلامی فیاضی فراخ دلی اور بے تعصبی کی سخت ہتک کی ہے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی مذہبی آزادی اور بے تعصبی سکھائی ہے جس کو کہ اور لوگ نہیں پہنچ سکتے تمہیں مسلمانوں کے اصل عقیدے اور خیال کا یقین دلانے کے لئے میں قرآن شریف کی ایک آیت نقل کرتا ہوں جسمیں مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو سنادیں :-

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(سورۃ البقرہ رکوع ۱۶) ترجمہ (مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اُترا (اُس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوب پر اُترے (اُن پر) اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جو (کتاب) ملی (اُس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو اُن کے پروردگار سے ملا (اُس پر) ہم اِن (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح) جُدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرمانبردار ہیں"۔

اس بے تعصبی اور مذہبی آزادی کا سبق سکھلانے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کا حال معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر صاف اور پاک تھا۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام جہانوں اور لوگوں کا رب اور پروردگار مانا جائے جو کہ انکی جسمانی پرورش کے ساتھ رُوحانی پرورش بھی کرتا ہے۔ کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو رب العالمین مانتے ہیں۔ اسلئے قدرتاً وہ اسکو تمام جہانوں کا رُوحانی ہادی یقین کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کتب الٰہیہ پر یقین رکھتے ہیں سو ہم حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو ویسا ہی رسُول اور نبی مانتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ہم اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ یا اُن کا نام سنتے ہیں تو علیہ السلام کہتے ہیں (یعنی خدا کی سلامتی اور

رحمت اُن پر ہو) سو اسلامی بے تعصبی اور فراخ دلی ایک تسلیم شدہ امر ہے اور ہر ایک سچے مسلمان کے دِل میں اسکی جڑیں موجود ہیں۔ اب تم آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ تمہارے الفاظ نے اُن کو کہاں تک صدمہ اور رنج پہنچایا ہوگا +

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا۔ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیغمبرانہ حیثیت کو بچانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور اس کو نہایت تندہی اور کامیابی سے سرانجام دیا یہودی حضرت عیسیٰؑ کو بہت بُرا بھلا کہتے اور بُرے ناموں سے یاد کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ قرآن مجید اس بات سے بیخبر نہ تھا۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جیسے ایک پیغمبر کی بیحرمتی پر خوش ہوتے تھے۔ بلکہ آپ اُن کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ ان کی پوزیشن کو صاف کیا۔ اور اُن پر اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ پر جتنے اعتراضات اور اتہام لگائے جاتے تھے ان کو غلط اور جھوٹا قرار دیا۔ اور اس بات کو ثابت کر دکھایا کہ آپ (نعوذ باللہ) ولدالحرام نہ تھے۔ اور آپ کی والدہ ایک نہایت باعصمت اور پاکدامن خاتون تھیں۔ اور آپ خدا کے سچے رسول تھے سورۃ البقرۃ کی ۸۱ویں آیت اور سورۃ آل عمران کی ۴۰ ویں سے ۵۲ ویں آیات کو پڑھو تو تمہیں خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اور یہ اُن آیات میں سے چند ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوی اور رُتبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ المائدہ کی ۷۹ ویں آیت میں حضرت مریم کی عصمت اور پاکدامنی کا ذکر کیا گیا ہے اور ۸۵ویں آیت میں عیسائیوں کے متعلق اِس طرح کہا گیا ہے

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

ترجمہ :۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں اُن کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصارٰے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں عُلما اور مشائخ ہیں اور یہ کہ یہ لوگ تکبّر نہیں کرتے" +

اور کہیں جگہ انجیل مقدس کو نور اور ہدایت کا جامع قرار دیا گیا ہے۔ سو یہ بات دیکھ کر

ہمیں سخت تعجب اور افسوس ہوا ہے کہ تم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن احسانات کے عوض جو کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم علیہ السلام اور انجیل مقدس اور عام عیسائیوں پر کئے ہیں اُن کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے شہنشاہ ہو گئے تو آپ کی نیک فطرت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے عیسائیوں اور یہودیوں سے نہایت مہربانی کا سلوک کیا۔ اور ان کو کامل مذہبی آزادی عطا فرمائی اور واشنگٹن ارونگ جو کہ ایک مشہور امریکن اہل قلم ہے اسکی کتاب پڑھ کر آپ کو علم ہوگا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس عزت اور تعظیم سے عیسائی اور یہودی وفدوں کو شرف باریابی بخشا کرتے تھے۔ آپ نے ملک نجران کے عیسائی وفد کو مسجد کے اندر اُتارا اور ان کو وہاں اپنا گرجا کرنے کی بھی اجازت دیدی۔ میرے خیال میں ایک حاکم اپنی دوسرے مذہبوں کی رعایا پر اس سے بڑھ کر کوئی مہربانی اور عزت نہیں کر سکتا۔ میری دلی خواہش ہے کہ مغربی ممالک کی مہذب قومیں بھی اس نمونے اور مثال کی پیروی کریں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فراخ دلی صرف اُس عیسائی وفد کو مسجد میں اُتارنے پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آپ نے ان کو ایک فرمان عطا فرمایا جس کے ذریعے سے اُن کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہو گئی۔ اور اسمیں مسلمانوں کو بھی کہا گیا تھا۔ کہ اگر ضرورت پڑے تو عیسائیوں کو ان کے گرجوں کی مرمت کرنے میں مدد دیں۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا بلحاظ ایک مذہبی اور رُوحانی پیشوا ہونے کے اور کیا بلحاظ ملک عرب کی تمام قوموں اور قبیلوں کے شہنشاہ ہونے کے فراخ دلی فیاضی کو بہت کام میں لاتے تھے۔ کیا تم ان خوبیوں کی اس سے بڑھ کر کوئی اور مثال بیان کر سکتے ہو؟ اور کیا تمہارے اِس بیہودہ بیان سے بڑھ کر کوئی اور ہتک اور ناپاک بہتان ہو سکتا ہے؟

مجھے یقین ہے۔ کہ تم ایک دیانتدار امریکن ہونے کی وجہ سے اپنی غلطی کو تسلیم کر لوگے جو کہ حقیقت میں بہت خطرناک ہے۔ مگر صرف اپنی غلطی کا اقرار یا اُس پر افسوس کا اظہار اِس خطرناک غلطی کی کافی تلافی نہیں کر سکتا۔ تم نے کُھلم کُھلا اور

عام لوگوں کے سامنے ہم پر یہ بہتان باندھا تھا۔ اب شرافت اور انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔ کہ تم اس غلطی کا اقرار بھی لوگوں کے سامنے ہی کرو۔ اور اس صدائے احتجاج کو بھی شائع کرو۔ جو کہ میں نے اسلامی دنیا کی طرف سے بلند کی ہے +

آپ کا وفادار

صدرالدین

اخوت

از قلم جناب مارمیڈ یوک پکتھال صاحب

"اے لوگو میری بات سنو اور اسے سمجھو تمہیں معلوم رہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم ایک برادری کے سلسلہ میں پروئے ہوئے ہو۔ تم میں ایک کی چیز دوسرے کے لئے حرام ہے جب تک وہ خود اپنی خوشی سے نہ دے پس بے انصافی اور ظلم سے پرہیز کرو۔"

یہ الفاظ ان پاک نصائح میں سے لئے گئے ہیں جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج مکہ (حجۃ الوداع) کے موقعہ پر کوہ عرفات پر سے اپنی تمام مسلمان برادری کو کہیں۔ کوئی ایک نفس بھی یہ نہیں کہ سکتا۔ کہ ان نصائح کا اثر لوگوں پر کچھ بھی نہیں ہوا اور وہ شے سود گئیں۔ کیونکہ ان کا بدیہی ثبوت ہمیں ہر وقت نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں امیر و غریب سیاہ و سفید سانولی اور زرد رو قوموں کی سچی برادری سوائے اسلام کے کسی جگہ بھی دکھائی نہیں دیتی +

یورپ کے تمام انقلاب پسند لوگ آزادی مساوات اور برادری کے لئے شور مچا رہے ہیں۔ آزادی ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ بذاتہ ایک نہایت عمدہ چیز ہے لیکن کسی مہذب قوم میں یہ اس امر کی مقتضی ہے کہ دوسری قومیں بھی آزاد ہوں۔ یا بات کو کہ ہر ایک شخص یا ہر ایک قوم کے لئے ترقی کا یکساں موقعہ ہونا چاہئے ایسے قانون کی شکل ہی نہیں

دیکھنا چاہیئے جس کی پابندی بڑی سختی سے کیجائے۔ یہ صرف ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے
اور ہر ایک فرد بشر مانتا ہے کہ یہ ایک ضروری بات ہے لیکن قانون قدرت اس قسم کی
مساوات کے خلاف نظر آتا ہے۔ اسلئے یہ امر ناممکنات میں سے ہے۔ اور یہ صرف خیالی
بات ہے۔ البتہ اخوت بذاتہ قائم ہے جہاں کہیں بھی ایسے لوگ موجود ہوں جن کے خیالات
ایکدوسرے سے ملتے ہوں وہاں اخوت کا ظہور نظر آتا ہے۔ اسلامی سلطنتوں میں جو
ابتدا میں دیگر آزاد قوموں کے لئے ایک نمونہ کے طور پر تھیں۔ گذشتہ چند سالوں تک
بھی بہت ہی کم آزادی تھی۔ وہاں نسبت سابق ہر ایک کو ترقی کا مساوی موقعہ ملتا
تھا لیکن جسقدر بھی ملتا تھا وہ اس سے زیادہ تھا جو موجودہ یورپ میں دیا جاتا ہے لیکن
باایں ہمہ اخوت وہاں دکھائی دیتی ہے اور ہمیشہ اسمیں دکھائی دیگی +

قوم اور فرقہ کی حدبندی عیسائی ممالک کے لئے ایک داغ ہے۔ اور عیسائی
مذہب ہی کا ایک نتیجہ قرار دیا جا سکتی ہے۔ اور یہ ایک نہایت تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے
جبکہ ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ جناب مسیح جو ناصرۃ کے رہنے والے تھے وہ صرف انکساری
اور محبت سکھلانے آئے تھے۔ اور خود بھی وہ اپنی قوم میں متوسط حیثیت رکھتے تھے۔ اکثر
عیسائی صاحبان اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس قسم کی اصلاحات کا عیسائیت سے
کوئی تعلق نہیں۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں۔ کہ ان باتوں کا جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں
لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیت کا جناب مسیح سے کیا تعلق ہے۔ اس قسم کے
قومی اور فرقہ بندی کے تعصبات اگر کسی رنگ میں بھی عیسائی مذہب سے وابستہ نہیں
تو پھر یہ بتلایا جائے کہ عیسائی ممالک میں یہ کیوں بڑے شدومد سے اپنا اثر دکھلا رہے
ہیں۔ اور کیوں اسلامی برادری میں یہ معدوم ہے۔ ہاں یہ امر بجگہ قابل ذکر ہے۔ کہ مسلمانوں
میں طبقہ وفرقہ کا امتیاز تو ضرور ہے لیکن فرقہ بندی کے تعصبات ان میں کالمعدوم ہیں۔
اور ہر طبقہ وحیثیت کے مرد وزن آزادی سے ایکدوسرے کے ساتھ ملتے اور گفتگو
کر سکتے ہیں۔ ان تعصبات سے اہل انگلستان کے وہ لوگ بھی اپنے مدعا تک نہیں
پہنچ سکتے جو ان سے بچنا چاہتے۔ اور ان حدبندیوں کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ میں نے

یہاں خاص طور پر انہیں لوگوں کا ذکر کیا ہے جو تعصبات سے بچتے اور انہیں قبیح خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ مجھے کوئی بھی ایسا انقلاب پسند دکھائی نہیں دیتا۔ جسے طبقۂ امرا کے کسی ایک تنفس کے ساتھ بھی برادرانہ محبت ہو۔ لیکن یہ اسلام ہی ہے اور اسی کی برکت عظیم ہے جس کی وجہ سے کسی انگریز کو اس دیوانہ پن سے نجات مل سکتی ہے اور اسمیں بردباری اور وسیع نظری پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہر فرقہ کے دعاوی کو سُنکر خوش ہوتا ہے۔ اور انکی استعداد کے مطابق انہیں قبول بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں کی بھائیوں کی طرح سے عزت بھی کرتا ہے جن کا طریق عمل اس کے لئے اسکی خوشی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسبارے میں وہ کسی فرقہ۔ قوم اور رنگ کا لحاظ نہیں رکھتا۔ میں بھی انگریزی فوج میں سے آیا ہوں۔ جہانکہ تینتالیس برس کی عمر میں گویا میں ہر ایک قسم کے لوگوں کے درمیان جکڑا ہؤا تھا۔ لیکن اس اسلامی نکتہ خیال سے جو خدا کی طرف سے ہی عطا ہؤا ہے مجھے بہت تسکین ایسی جگہ ہوئی جہاں کہ میں ضرور نہایت دُکھی ہوتا +

اخوت کا خیال جو اسلام کے اندر پوشیدہ وقائم ہے مجھے بعض اوقات معجزہ سے کم معلوم نہیں دیتا۔ اس سے اُس انسان کو بھی راحت ملتی ہے جو ایسے حالات میں مبتلا ہو جن سے ہر طرح اُسے دُکھ پہنچتا ہو۔ میں نے خود اپنے دل سے کئی بار پُوچھا ہے کہ مجھے اس خوشی کا اس وقت پتہ کیوں نہیں چلا جبکہ میں عیسائی تھا۔ اس کا جواب عجیب نظر آئیگا۔ اور آپ میں سے بعض اُسے تکلف کا جواب خیال کریں گے لیکن میرا ایمان ہے کہ عیسائیت نے یعنے وہ عیسائیت جو مجھے بچپن میں سکھلائی گئی تھی۔ یوم الآخر یعنے روز جزاوسزا کا عملی طور پر خاتمہ کر دیا ہے + آپنے قرآن شریف کی ان آیات کو سُنا ہوگا۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون +

مسیحی لوگ کسی وقت یوم الآخر پر ایمان رکھتے تھے اور خیال کرتے تھے۔ کہ تمام بنی نوع کیلئے ایک روز جزا ہے۔ اور یہ اعتقاد جناب مسیح کی تعلیم کا ایک جزو تھا لیکن اس مسئلہ کے اعلان سے کہ ایک خاص قسم کے اعتقادات رکھنے اور کسی خاص طرز کے رسومات بجالانے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے کلیسیاء نے رسمی طور پر روز جزا و سزا کے مسئلہ کو قائم رکھ کر اپنے پیرووں کے لئے یوم الآخر کو ایک فرضی بات قرار دیدیا ہے۔ اور اس صورت میں بعض لوگ تو خداوند کے حضور خاص حقوق حاصل کئے ہوئے بیٹھے ہونگے۔ پس ان حالات کے موجودگی میں برادری و اخوت کا تو نام و نشان ہی نہیں رہتا۔ اور پھر وہ عیسائی جس نے اِن خیالات کے درمیان پرورش پائی ہو کیسے خوش رہ سکتا ہے جبکہ وہ جانتا بھی ہو کہ تمام دُنیا بھر میں غیر عیسائی لوگ بھی ہیں۔ جو اس کے ایمان کے مطابق ہمیشہ کیلئے دکھ میں رہینگے۔ کیا یہ بھی ایک فرضی نتیجہ نہیں نکالا گیا۔ خدا کا فیصلہ و آخری حکم تو ایک معمولی رسم کی صورت میں دکھلایا گیا ہے۔ گویا کلیسیا کے فیصلہ کی وہ باضابطہ طور پر منظوری عطا کرتا ہے۔ اگر کوئی عیسائی ایسا پایا جائے جو اس بات پر خوش ہو کہ وہ بعض اصولوں اور رسوم کی بدولت یقیناً نجات حاصل کریگا۔ اور لکھو کہا مخلوق خدا بالضرور ملعون قرار دی جائے۔ تو کیا اس قسم کے شخص میں برادری و اخوت کی رُوح کے ذرہ بھر بھی پائے جانے کا احتمال ہو سکتا ہے! اور لطف یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ وہ ہمیشہ یہ ورد کریں کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے۔ خدا کو استعارتاً باپ کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ اور میرے خیال میں جناب مسیح نے بلا شک و شبہ انہیں معنوں میں اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھلائی تھی لیکن آپ خیال کریں کہ اب اسے کیا رنگ دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایک جسمانی باپ ہے جو اپنے ہی خاندان میں بعض کا طرفدار بن کر دوسروں کا جو ان سے اتفاق نہیں رکھتے، مخالف ہو گیا ہے اور باقی دُنیا جہان کے سب لوگوں کے خلاف اس کے دل میں سخت غصہ ہے۔ پس جو معنی جناب مسیح نے لفظ باپ کے لئے وہ تو قانون قدرت کے عین مطابق ہیں۔ لیکن دوسرے معنے جو کلیسیا نے اختراع کئے وہ خلاف فطرت ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو خدا تعالے کے

اکرام وانعامات نظام قدرت میں سب مخلوق پر یکساں ہیں +

ہمارے آقا حضرت محمد صلعم نے عیسائیوں کی اس غلطی کو دیکھا اور اسی وجہ سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی نسبت ذکر کرتے ہوئے ہمارے باپ کے الفاظ ہی استعمال نہیں کئے تاکہ آپ کے متبعین اسی قسم کی گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ اور اسی وجہ سے ہم مسلمان اس قسم کے الفاظ سے گریز کرتے ہیں۔ اور ان سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ گو جناب مسیح کی متذکرہ بالا دُعا کے الفاظ پر کسی مسلمان کو دل میں ذرہ بھر بھی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دُعا تو درحقیقت اسلامی دعا ہے۔ ہاں البتہ اسمیں ان مسائل کا نام ونشان نہیں ملتا جن کی وجہ سے عیسائی لوگ اسلام سے دُور جا پڑے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جناب مسیح ایک مسلمان پیغمبر تھے جو مذہب انہوں نے لوگوں کو بتلایا اور جس قسم کی زندگی وہ چاہتے تھے کہ لوگ بسر کریں وہ آج کل عیسائیت میں پائی نہیں جاتی۔ ہاں اسلام میں ضرور ہے۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا زیادہ حق ہے کہ وہ ہمارا باپ جو آسمانوں پر ہے کہکر دُعا مانگیں۔ کیونکہ اُن میں انسانی برادری کا سچا خیال موجود ہے۔ جسے عیسائیوں نے رد کر دیا ہے۔ اور یہ خیال برادری اللہ تعالیٰ کے کُل مخلوق کے باپ ہونے پر دارومدار رکھتا ہے گو ہم یہ الفاظ کبھی استعمال نہیں کرتے لیکن اس کا مفہوم ہمیشہ ہمارے ذہن میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بعض قوانین باندھ دیئے ہیں جن کا ہمیں علم ہے۔ اور ان پر کاربند ہونے کے لئے ہم ہمیشہ کوشاں ہیں۔ ہم فطرتاً ان سب کو بھائی خیال کرتے ہیں جو ان قوانین کو مانتے اور ان کی عزت کرتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کیلئے ساعی ہیں۔ تمام وہ لوگ ہمارے بھائی ہیں جنہیں اُس باپ سے محبت ہے جو ہم سب کا مشترکہ ہے۔ اور جس سے تمام چیزیں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ اور جنہیں اپنے اعمال کے مطابق اُسی کے آخری فیصلہ وحکم کا انتظار ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے لئے قرآن شریف کا یہ حکم ہے +

ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون

مجھے اس بات کا علم نہیں کہ حاضرین جلسہ میں سے کو نصاحب حکومت خود مختاری اور

کون صاحب جمہوری سلطنت پسند کرتے ہیں لیکن جہاں کہیں خدائی حکومت مانی گئی ہو وہاں اِس بات کی پرواہ نہیں کیجاتی ہے کہ آیا دنیاوی سلطنت ایک شخص کے ہاتھ میں ہے یا بہتوں کے کیونکہ دنیا کے زبردست حاکم الحاکمین کے دربار میں اور اس کے فیصلہ کے دن کا خوف کرتے ہوئے ایک جابر خود مختار بھی ایک غریب سے غریب رعیت کا بھی حقیقت میں بھائی بنجاتا ہے اگر جمہوریت کے متعلق رائے قائم کرنا چاہتے ہو تو فرنچ یا رشین ایوولیوشن (انقلاب فرانس یا روس) کا جوکہ حال ہی میں ظہور میں آئی۔ اُس بڑے سے بڑے انقلاب سے جو دنیا میں پیدا ہوا مقابلہ کرو۔ میرا مقصد انقلاب عظیم سے اسلام کی آمد ہے جو ہمارے پاک پیغمبر صلعم کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ان ہر سہ انقلابات کی وجہ سے لاانتہا لوگ دفعتًہ پُرانے طرز کی فرسودہ بندیوں اور قیود سے آزاد ہو گئے۔ اور اُن کا سابقہ زندگی کے ایک بالکل نئی طرز کے انداز سے جا پڑا ان تینوں حالتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اخوت اور برادری کی ضرورت نظر آتی ہے لیکن اس کا کیا باعث ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں بیرحمی خونریزی اور بدنظمی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اور کیوں اسلامی انقلاب ان تمام مکروہات سے مبرا رہا ہے۔ رُوسی اور فرانسی انقلاب پسندوں نے ایسی سلطنتیں قائم کیں جنہیں برقرار رکھنے کے لئے بہت سخت اور ظالمانہ طریق اختیار کرنا پڑے لیکن مسلمانوں میں کسی قسم کی حکومت کی مشین موجود نہ تھی۔ اور باایں ہمہ ان میں ایک کامل درجہ کا نظم تھا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ لطف ہے کہ وہ بالکل مطمئن اور خوش تھے۔ اُسکی وجہ صاف ہے۔ وہ سب برادری و اخوت کے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ اور یہی اخلاق کا ایک مشترکہ اصول ہے جسے سب نے قبول کر رکھا تھا۔ اس کا دوسرا باعث یہ ہے کہ یہ سب لوگ تمام جہان کے باپ کی رضا پر کامل انحصار رکھتے ہیں۔ ایکدوسرے کے سچے بھائی ہیں۔ اور اُن کا ایمان کامل یوم الدین پر ہے ۔

بعض احباب کا خیال ہے کہ یوم آخر پر ایمان لانا ایک پُرانا خیال ہے اور بعض تو اس قسم کے ایمان کو خطرناک خیال کرتے ہیں۔ جہانتک مجھ سے اگر پوچھا جائے تو میں تو ایک ذرہ بھر بھی کسی عورت یا مرد کی پرواہ نہیں کرتا جو دانستہ یا نادانستہ روز جزا و سزا کا قائل نہیں ہر ایک شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جو کسی قسم کا بدفعل کرکے کامیابی حاصل کرتے کے

بجائے کسی قسم کی ملازمت یا تکالیف کی زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہے یا لوگوں کی تعریف کی پرواہ نہ کرکے بغیر کسی معاوضہ کے بڑی کوشش سے کوئی کام کرتا ہے۔ ایک ایسے فیصلہ کی انتظار میں ہے جو کہ نہایت ہی ارفع اور پاک ہے جو کسی انسان سے تعلق نہیں رکھتا اور جو خداوند کریم ہی کی درگاہ سے صادر ہو سکتا ہے۔ میں اس پر یہاں بحث نہیں کرتا کہ اس رویہ سے ان لوگوں کی غرض و غایت کیا ہے۔ اور میرے خیال میں ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو اپنے اس طرز عمل کی وجہ بھی بیان نہیں کر سکتے۔ مجھے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ وہ لوگ مسلمان ہیں یا عیسائی یا دہریئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب فی الحقیقت یوم الآخرۃ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی آیت بالا یعنے فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ان پر عائد ہو سکتی ہے +

اب ذرہ یوم الآخر کے اعتقاد کے خطرناک ہونے پر غور کرتا ہوں میرے نزدیک تو ان تمام اصولوں اور مسئلوں سے جو نوع انسان نے قبول کئے ہیں یہ اعتقاد کہیں بڑھ چڑھ کر اپنی خوبی و خوش اسلوبی میں ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی انسان جج ہوتا جو ایسی ہستی جو انسان سے ہو بہو مشابہت رکھتی ہو جج ہوتی تب البتہ خطرے اور فکر کی گنجائش ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں بے انصافی کا ڈر ضرور ہوتا۔ کوئی انسان اس قابل نہیں کہ وہ کسی مجرم کے حالات و واقعات جرم کے متعلق فیصلہ دینے میں موروثی اثرات کا اندازہ کامل طور پر کر سکے۔ اور کوئی انسان ان حالات کو بھی نہیں جان سکتا جو کسی مجرم کے جرم کی سنگینی کو کم کرنے میں مدد دیں۔ اور وہ البتہ سوائے اُس غائب دان خدا کے کسی اور کو معلوم نہیں۔ کیا کوئی انسان کا بچہ اس خدا کے دربار سے بے انصافی کا خطرہ رکھ سکتا ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ اور جسے مخلوق کی کمزوریوں اور تحریصات و ترغیبات کا علم ہے اور جو انہیں ایسا اچھی طرح جانتا ہے کہ مخلوق خود بھی اپنے تئیں نہیں جانتی۔ اور پھر اس پر یہ بھی ہے جیسا کہ ہم تمام مسلمان جانتے ہیں کہ وہ دانا و بینا خدا پُر از رحم بھی ہے۔ پس یہ مسئلہ جس پر اس قدر رنج و غصہ ظاہر کیا گیا ہے تمام بنی نوع انسان کے لئے امید افزا ہے +

میری راے میں جو خطرہ یا نفرت اس مسئلہ کی طرف سے بعض سمجھدار لوگوں کے دل میں ہے وہ محض غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ وہ آخری فیصلے اور اُن خوفناک سزاؤں کو ایک ہی سمجھتے ہیں جو ہر ایک مقدس کتاب میں شریروں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ سزائیں گویا ہر فرد بشر کے لئے مقرر کردیگئی ہیں۔ لیکن ایسا نہیں۔ اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں انسان جج نہیں ہیں۔ اُن کا مطلب فقط اسقدر ہے کہ اگر ہم اپنی رُوحانی اور اخلاقی ترقی و بہبودی کے یا اپنے کسی ہمسایہ کی بہتری کے خلاف فلاں فلاں بات کرینگے۔ تو ہم پر زمین و آسمان کے مالک کا عتاب نازل ہونے کا اندلیشہ ہے۔ گو وہ باتیں جو ہم انسانی قانون کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ جرم کی حد تک نہ پہنچیں۔ لیکن پھر میں کہتا ہوں وہاں ہم جج اور انصاف کنندہ نہیں ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو خداوند تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار ہے۔ اور اگر ہم دیانتداری سے اپنی ذات ہی کا جائزہ لیں تو ہمیں اقبال کرنا پڑیگا کہ محض خدا ہی کے فضل سے ہم بڑے بڑے جرائم کے ارتکاب سے بچتے ہیں۔ کیا اس قسم کے امتحان کرنے کے بعد ہم کہ سکتے ہیں۔ کہ ہم ان مجرموں سے بہتر ہیں جو ظاہرا طور پر اور عملاً جرم کے مُرتکب ہوتے ہیں پھر کیا ہمیں اور ایسے مجرموں کو اس خدا سے جو انسان کے دِل کے بھید جانتا ہے یکساں رحم کی درخواست کرنے کی ضرورت نہیں +

بادشاہ اور گدا۔ امیر اور غریب خواندہ اور ناخواندہ سب خدا کے رُوبرو ایک ہی طرح پیش ہونگے۔ کوئی حکمران اپنی طاقت و جبروت سے فائدہ نہ اُٹھا سکیگا۔ اور کسی عالم کو اسکی تعلیم کا فائدہ نہ پہنچیگا۔ اِلّا اس صورت میں کہ انہوں نے اپنی طاقت و جبروت اور تعلیم کو بھلائی کے لئے استعمال کیا ہو۔ پس اسلامی اخوت و برادری کی یہی اصل اور صحیح بنیاد ہے۔ ہمارا فیصلہ اس خیال سے نہ ہوگا۔ کہ ہم کسی خاص اتفاق سے کسی خاص فرقہ یا قوم سے تعلق رکھتے ہیں یا اتفاقاً دولتمند ہوگئے ہیں۔ لیکن اپنے افعال سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔ پس اس مشترکہ قسمت اور مساوات کا اعتراف اور اقبال کرنے کی حالت میں ہم ایک دوسرے سے کیسے جُدا رہ سکتے ہیں۔ اور کس طرح ایک دوسرے کو نفرت کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں +

اسلامی اخوت کا ایک اور بھی پہلو ہی جو آجکل کے حالات کو مدنظر رکھ کر ایک خاص اہمیت رکھتا ہی۔ اسلام نے ہمارے خیال میں قومیت کو جڑھ سے اکھاڑ ڈالا اور پُرجوش حُب الوطنی کو اس نے جرم قرار دیا۔ ہندوستانی مسلمان ایک مصری یا مغربی افریقہ کے مسلمان کا بھائی ہے۔ اگر کسی دوسرے مذہب کا شخص اس سے قومیت کا سوال کرے۔ تو وہ یہ جواب نہ دیگا۔ کہ میں ہندوستانی ہوں بلکہ کہیگا کہ میں مسلمان ہوں۔ کیونکہ دوسرے اسکے مذہب کو جانتے ہی ہیں۔ میں نے انگریزوں کو مسلمانوں کی نسبت کہتے ہوئے سنا ہے کہ ان میں حُب الوطنی نہیں بلکہ وہ صرف مذہبی جنون رکھتے ہیں لیکن مذہبی جنون سے ان لوگوں کا مطلب اپنے مذہب کے لئے پُرجوش احترام اور اس کے احکام کی تابعداری کے سواء اور کچھ نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس نے زیادہ اچھا کام کیا ہے۔ اور کون زیادہ عمدہ کام کر سکتا ہے جس سے کہ انسان ترقی کر سکے اور باہمی رشتۂ اخوت مضبوط ہو۔ کیا اس قسم کا قومی جوش جو آجکل عیسائیت کا ایک اعلیٰ پولیٹیکل مطمح نظر ہے۔ اور جس کی وجہ سے بڑی بڑی سلطنتیں تو حریص بن رہی ہیں اور چھوٹی سلطنتیں بڑی بھونڈی طرز پر اپنے حقوق جتلا رہی ہیں۔ اور جس کا نتیجہ گذشتہ حال اور آیندہ کی جنگ ہے یا یہ مذہب اسلام جو ان تمام باتوں کو ایک ذلیل وحقیر تصور کرتا ہے۔ اور اسکی جگہ ایک عالمگیر اخوت قائم کرتا ہے۔ اکثر جگہ مسلمانوں کی خراب حالت تو جو بلحاظ موجودہ اصول حفظان صحت اور انجنیری کاموں کے نظر آرہی ہے۔ اقوام یورپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلامی دُنیا یورپ سے تمدنی اور ملکی علوم کے لحاظ سے تیرہ سوسال آگے بڑھی ہوئی ہے۔ اور ان نوجوان مسلمانوں نے بھی جو یورپ میں تعلیم حاصل کر کے ہر ایک یوروپین بات کی بغیر سوچے سمجھے تعریف کرتے ہیں اپنی آنکھیں اسلامی ترقی کے اس نہایت ضروری امر کی طرف سے بند کر رکھی ہیں۔ لیکن یہ نوجوان تھوڑی ہی دیر تک ایسا کریں گے جب تک کہ جوانی کا نشہ دُور ہو۔ ذرہ غور کرنے پر یہ سب طلسم ٹوٹ جائیگا انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بحیثیت مسلمان اس بات کے پیش کرنے کے لئے مقرر ہیں جس کا پایہ ان تمام باتوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے جو یورپ میں رائج ہیں ۔ پس اگر وہ اخوت کا

اعلےٰ خیال کسی ادنےٰ قومی خیال کے مقابلہ میں چھوڑ دیں گے تو وہ قرآن کریم کے حکم (قال اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر) کے مطابق کرینگے۔ اسی طرح جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا جبکہ انہوں نے خدا کی پرستش کو چھوڑا اور سنہری بچھڑے کے آگے سجدہ کیا جو کہ انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا تھا +

ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ میں پہلے انگریز یا فرانسیسی یا جرمن ہوں اور بعد میں عیسائی۔ کیونکہ حقیقت بھی یہی ہے عیسائیت کے غلبہ سے قومیت پیدا ہوئی لیکن اسلام میں اس کے خلاف ہے۔ اور جو کچھ اسلامی ممالک میں قومیت کے رنگ میں نظر آرہا ہے وہ محض بناوٹی ہے اور دوسرے لوگوں کی تقلید میں کیا گیا ہے۔ اور ہمیں بیرونی اثر اور دباؤ اور بیرونی زر کا بہت حد تک تعلق ہے۔ میں قومیت کا ذکر یورپین نکتہ خیال سے کرتا ہوں۔ اخوت اسلام کا جو حقیقی معنوں میں اسلامی حب الوطنی ہے کئی بار غلطی سے یورپین اخبارات نے قومیت نام رکھا ہے۔ اور اخوت اسلامی کی تحریک کو جو بعض ایشیائی ممالک میں ہوئی ہے۔ اُسے غلطی سے قومی تحریک سمجھا گیا ہے۔ اگر اخوت اسلام کی تحریک میں دست اندازی نہ کیجائے تو یہ یقیناً پُرامن اور ترقی کی طرف لیجانیوالی ثابت ہوگی۔ اور تعلیم کے ذریعہ ہر ملک میں اسلامی برادری کو عروج دیگی۔ برعکس اس کے قومی تحریک ایک تکلیف دہ مسئلہ ہے جس سے تمام دیگر اقوام سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے لیکن مذہب سے اُسے کوئی سروکار نہیں۔ اسلئے رُوح اسلام سے اُسے کوئی واسطہ نہیں +

ہم مسلمانوں کو اسلئے چاہئے کہ ہم بڑی سرگرمی اور جوش سے تمام مومنوں کی اس اخوت اور برادری کی حفاظت کریں۔ میں اس جگہ یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ بعض انگریز نومسلم بعض اوقات اسلامی دُنیا کے بعض رسوم پر یا بعض ایسے مذہبی فرائض کی باریک تفصیلات پر گھبرا جاتے ہیں جنہیں ہمارے مشرقی بھائی بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ میں سچا اسلامی جوش ہے تو آپ اپنے بھائی کی خاطر اِن چھوٹی باتوں کا بھی بہت خیال رکھیں گے۔ کیونکہ وہ اُن سے محبت کھتا ہے وہ باتیں ممکن ہے بہت چھوٹی ہوں لیکن ایک مسیخ یا کیل بھی تو چھوٹی ہوتی ہے لیکن یہ سب چھوٹی چھوٹی

چیزیں ہم سب کو اکٹھے جکڑے رکھتی ہیں +

اشاعت اسلام ٹریکٹ نمبر ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اور تم میں ایک ایسا گروہ موجود رہا کرے (جس کا کام یہ ہو) کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا رہا کرے۔ اور انہیں اچھے کام کرنے کیلئے کہتا رہے اور بُرے کاموں سے روکتا رہے وہی تو وہ ہیں جو کامیاب ہونگے

برادران اسلام کی خدمت میں ایک استدعا

اقوام عالم میں اس وقت عجیب ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ترقی ترقی کی صدائیں ہر طرف سے آرہی ہیں (ہر ایک قوم نہایت سُرعت اور تیزی کے ساتھ شاہراہ ترقی پر چل رہی ہے) مگر مسلمان تنزل اور انحطاط میں پڑے سو رہے ہیں +

برادران اسلام آنکھیں کھولئے اور دیکھئے کہ عظیم الشان انقلاب انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں نظر آرہا ہے۔ گذشتہ رسم و رواج پُرانے ترتیب و نظام سب کے سب اُلٹ پلٹ ہو رہے ہیں۔ اور نئی نئی تجاویز نئے نئے سلسلے۔ نئے نئے قوانین اور نئے نئے علوم بنی نوع انسان کی اصلاح اور بہتری کیلئے مدبرین عالم اور حکمائے زمانہ اختراع کر رہے ہیں۔ اور تمام قومیں بڑی جد و جہد اور سرگرمی کے ساتھ اپنے حالات کو درست کرنے اور بہتر بنانے میں مصروف ہیں مگر مسلمانان عالم پر ایک غفلت کا پردہ چھایا ہوا ہے، اور وہ خواب خرگوش میں پڑے خراٹے لے رہے ہیں۔ زمانہ برابر تازیانوں سے انہیں جگاتا ہے مگر کمبخت نیند کا نشہ ایسا ہے کہ اُترنے میں نہیں آتا۔ یہانتک کہ اب لوگ

مسلمانوں کو ایک "مردہ قوم" سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور مہذب متمدن اور شائستہ حلقوں میں مسلمان نفرت اور حقارت سے دیکھے جانے لگے ہیں۔ کیا کارکنانِ قضا و قدر ہم پر ستم کر رہے ہیں؟ کیا قدرت ہم پر ظلم کر رہی ہے؟ کیا خداوندِ عالم جسے ہم ہمیشہ رحمٰن رحیم کہہ کر پکارتے ہیں معاذ اللہ ہمارے لئے بیرحم ہو گیا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں بلکہ یہ سب ہمارے اپنے کئے کی سزا ہے۔ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے جو ہمیں اس وقت بھگتنا پڑا ہے اور یہ تمام واقعات قرآن کریم کے بتائے ہوئے عالمگیر قوانین کے ماتحت ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ قرآن کریم کی رُو سے انسان بحیثیت انسان کائنات عالم میں ہر وقت اور ہر آن تنزل اور خسارہ میں ہے سوائے ان مسلمانوں کے جو عملی جامہ پہن کر میدانِ کارزار میں کود آتے ہیں۔ اور زندگی کو برقرار رکھنے اور جادۂ ترقی پر گامزن ہونے کے لئے ہر وقت جدوجہد کرتے ہیں۔ زندگی اور ترقی حقیقت میں تہذیب کا لبِ لباب ہیں اور اگر انسان ترقی کی طرف قدم نہیں اٹھاتا تو یقیناً غارِ تنزل کی طرف لڑھکتا جائیگا۔ کیونکہ سکون اور قیام دنیا میں مفقود ہیں۔ اس عالمگیر قانونِ فنا سے بچنے کے لئے قرآن شریف نے آیہ ذیل میں چند طریقے بتلائے ہیں +

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (ترجمہ) زمانہ کی طرف غور کرو۔ انسان حقیقت میں زیاں کار ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور صداقت کو پھیلانے کی تلقین کی اور صبر کی تعلیم دیتے رہے +

اس آیہ کریمہ میں انسانی نجات یا کامیابی کے لئے خداوند تعالیٰ نے چار گُر بیان فرمائے ہیں (۱) ایمان (۲) اعمالِ صالح (۳) اشاعتِ حق (۴) اور صبر +

اب عام طور پر مسلمانوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی توجہ کو صرف پہلے دو امور میں مقید کر دینے ہی احکامِ الٰہی کی پوری پابندی سمجھ کر اپنے زعم میں سُرخرو ہو بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے علاوہ دو اور عظیم الشان امور ہیں یعنے اشاعتِ حق اور راہِ خدا میں تمام تکلیفوں کو صبر سے برداشت کرنا جن کو نظر انداز کرنے سے حقیقی کامیابی اور خسران نے تکمل

نہیں مل سکتی۔ ایمان سے مراد یہ ہے کہ انسان کائنات کے خالق یعنے رب العٰلمین کے وجود۔ اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کی رسالت۔ کتب سماوی کے برحق ہونے اور ملائکہ اور یوم آخرت وغیرہ کو دل سے مان لے۔ اور اعمال صالح سے مراد نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی ہے۔ نیکوکار سے نیکوکار اور زاہد سے زاہد مسلمان ایمان اور اعمال صالح کی حدود سے آگے نہیں بڑھتا۔ مگر قرآن شریف نے ان کے ساتھ دو اور نہایت عظیم الشان اصولوں پر زور دیا ہے۔ اور حقیقت میں وہ ہماری قومی ترقی کے اصل راز ہیں۔ وہ یہ کہ ہر مسلمان کی یہ تمنا اور خواہش ہونی چاہئے کہ اس کا مذہب یعنے دین متین دنیا کے کونہ کونہ اور گوشہ گوشہ میں پھیل جائے۔ اور اس کے اندر یہ تڑپ ہونی چاہئے کہ تمام جہان اسلام کا گرویدہ ہو جائے۔ اور اس کے کان تمام اطراف واکناف سے کلمۂ توحید کے نعرے سننے کیلئے مضطرب رہنے چاہئیں۔ اور اشاعت اسلام میں اسے نہایت سرگرمی سے حصہ لینا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس فرض کی انجام دہی میں اسے۔ جو جو تکالیف پہنچیں اور جو جو آلام اور مصائب اس کے سامنے رونما ہوں وہ سب کے مقابلہ کیلئے نہایت اولوالعزمی۔ جوانمردی۔ جان نثاری۔ استقلال۔ استقامت۔ ثابت قدمی۔ خلوص اور صبر سے تیار رہو جائے۔ بس پھر وہ کامیاب ہو جائیگا۔ اسی مفہوم کو اللہ تعالےٰ آیہ ذیل میں اور بھی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے +

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون (چوتھا سیپارہ دوسرا رکوع) ترجمہ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ موجود رہنا چاہئے جس کا کام یہ ہو کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا رہا کرے۔ اور اور انہیں اچھے کام کرنے کیلئے کہتا ہے اور برے کام سے روکتا رہے اور یہی تو وہ ہیں جو کامیاب ہونگے

میں اس آیۂ کریمہ کے آخری حصہ کی طرف ناظرین کی توجہ کو مبذول کرتا ہوں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونگے۔ لفظ کامیاب حقیقت میں وہ مفہوم ادا نہیں کرتا جو کہ عربی لفظ مفلح ادا کرتا ہے جو کہ قرآن مجید میں مومنوں کیلئے کئی دفعہ استعمال ہوا ہے۔ فلح کہتے ہیں کسی چھپی ہوئی مخفی۔ پوشیدہ یا دبی ہوئی چیز کو عیاں کرنا ظاہر کرنا۔ یا

باہر لے آنا۔ فلح کے اصطلاحی معنی ہیں چھپی ہوئی انسانی قوائے اور طاقتوں کو ترقی کے
اُس درجہ تک پہنچا دینا۔ جہاں کہ وہ اپنی پوری جلالیت۔ عظمت۔ توقیر اور اہمیت کے
ساتھ ایسی درخشاں طور پر نظر آنے لگیں کہ تمام دنیا انہیں دیکھے اور اُن سے متمتع ہو۔
قرآن کریم کی تعلیم کی غرض اور مُدعا صرف یہی ہے۔ کہ انسان کو ترقی کے تمام مدارج سے
گذار کر عظمت کی چوٹی پر لیجائے۔ اور اُسے دنیا کیلئے مایۂ ناز بنادے۔ اس مقام تک
پہنچنے کی راہ قرآن کریم صرف یہ بتلاتا ہے کہ اشاعتِ حق میں پوری کوشش کرو خلوص
دل اور صاف نیت کے ساتھ قرآن کے احکام لوگوں تک پہنچا دو۔ اُن کو نیک کام
کرنے کی ہدایت کرو۔ اور بُرے کاموں سے روکو۔ پھر تم کامیاب ہی کامیاب ہو۔ تم نے
حقیقی ترقی کے تمام مدارج طے کر لیئے۔ یہی جنت ہے جو ہر مسلمان کا نصب العین ہے۔ دوسرا
مطلب ہمارے لئے یہ ہے کہ آیا موجودہ انقلابات اور تغیرات کو مدنظر رکھتے ہُوئے بھی
مسلمانوں میں کسی گروہ جماعت یا افراد کی توجہ اشاعت اسلام جیسے مہتم بالشان کام کیطرف
مبذول ہُوئی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوئی ہے تو انہیں کہانتک کامیابی ہوتی ہے اس کے
متعلق تمام دُنیائے اسلام میں ہماری نگاہِ تجسس اس مخلص بے لوث۔ بے نفس اور
جلیل القدر گروہ پر پڑتی ہے جنہوں نے "اشاعت اسلام بلاد غیر دوو کنگ
مشن ٹرسٹ" کے زیر اہتمام اس عظیم الشان تبلیغ اسلام کی اسلامی خدمت کو ہندوستان و
دیگر ممالک اور خصوصیت سے انگلستان میں سرانجام دینا اپنی زندگیوں کا اولین فرض مقصد و
مُدعا قرار دے لیا ہُوا ہے۔ جنہوں نے نہایت قلیل عرصہ میں محیر العقول کارنامے
کر دکھائے ہیں جس سے ایک دُنیا دنگ رہگئی ہے۔ جس احسن اسلامی خدمت کو اس جماعت نے
سرانجام دینے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے آقائے نامدار سرورِ کائنات
خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرانجام فرمایا۔
اور حقیقت میں اسی کام کے لئے حضور کی بعثت ہُوئی۔ تاریخ اسلام اور آنحضرت
صلعم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں کے کارنامے اس پاک مقصد کی
اہمیت کو جتانے کیلئے کافی شہادتیں ہیں +

میری عاجزانہ استدعا اب اس وقت ان مخلص برادران اسلام سے ہے جو کہ اس افضل البشر اور افضل الرسل کے متبعین ہونے کا دعا کرتے ہیں۔ اور کہ جن کی محبت اور جاں نثاری اس پاک وجود کیلئے ان کے اعمال سے آشکارا ہونا چاہتی ہے۔ اور جو کہ اسلام کیلئے ہر طرح کی قربانیاں اور ایثار کرنے کو ہر وقت تیار ہیں اور اپنے خدا کے احکام کے سامنے تسلیم خم کرنا فخر جانتے ہیں حضرات خداوند تعالیٰ نے آپ میں ایسے مخلص افراد پیدا کر دیئے ہیں جنہوں نے کہ دین متین کی تبلیغ کے لئے اپنی جانیں وقف کر دی ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی انکی ہر طرح سے امداد اور اعانت فرماویں۔ وہ میدان جنگ میں قلم سے لڑنے والے سپاہی ہیں جن کو ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے کیا ان کے بھائی اس قلمی جنگ میں ان کے پشت پناہ بن کر دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے میں ممد نہ ہوں گے؟ ضرور ہونگے +

ناظرین کرام! ان مجاہدین کی امداد کوئی ایسا بارگراں نہیں ہے جس کے آپ متحمل نہ ہو سکیں گے۔ خداوند تعالیٰ کسی فرد بشر کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے اللہ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا حقیقت میں یہی آیہ کریمہ ہے جس نے ان مجاہدین کی ہمتوں کو تقویت دے رکھی ہے اور جس کی بنا پر وہ اہم سے اہم اور خطرناک سے خطرناک مشکل کے سامنے سینہ سپر ہو کر ڈٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے تبلیغ کا کام انسانوں کے سپرد کیا ہے۔ اور یہ اُن کی طاقت اور وسعت سے زیادہ نہیں خدا انہیں اس میں ضرور کامیاب کریگا۔ زمانہ کی مخالفتیں۔ لوگوں کی دشمنیاں۔ اپنے اور پرائے کی نکتہ چینیاں ان کو اس کام سے نہیں روک سکتیں۔ کیا آپ اِس آیہ کریمہ کے مضمون سے گرم خیز ہو کر ان کی امداد کیلئے استادہ نہ ہو جائیں گے؟ کیا عشق محمدؐ اور محبت اسلام تم میں وہی جوش وہی اخلاص وہی تڑپ اور وہی ولولہ نہ پیدا کردیگی۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے مسلمانان اولین میں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے لوگ پیدا کر دیئے جو ضرورت کے وقت اپنے مال۔ جان۔ عزت اور اولاد کو خدا کی راہ میں ہر وقت

قربان کرنے کو صرف تیار ہی نہیں ہو جاتے تھے۔ بلکہ کئی دفعہ حقیقۃً قربان کر کے دکھا دیتے تھے۔ یاد رکھو یہ خدا کے کام ہیں ہر حالت میں ہو کر رہینگے۔ آپ کو مفت کی شاباش خدا کے ہاں سے ملنے والی ہے ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا!

اخیر میں میں ناظرین کرام کو نہایت مختصر الفاظ میں یہ بتاتا ہوں کہ آپ ووکنگ مشن کی کس طرح امداد کر سکتے ہیں۔ ووکنگ مشن کے دو رسالے ایک انگریزی اسلامک ریویو انگلستان سے نکلتا ہے اور دوسرا اشاعت اسلام یعنے انگریزی رسالہ کا اُردو ترجمہ لاہور سے جاری ہوتا ہے۔ یہ ہر دو رسالجات عزیز منزل لاہور سے مل سکتے ہیں۔ ان دو رسالجات کے چندے ساڑھے پانچ روپے (۵؎) اور تین روپے (۳؎) سالانہ علے الترتیب ہیں +

خاکسار ۔ ملنگ احمد پادشاہ بی اے - ۱۶-۷ اسکنڈ لین بیچ مدراس

میں اب کیا کرنا چاہتا ہوں

وما توفیقی الا باللہ

(از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ میری بیماری میں بہت حد تک افاقہ ہوا۔ کامل صحت اور مفوضہ کام کیلئے مستعدی ابھی کسی قدر دُور معلوم ہوتی ہے۔ ہاں وہ دن انشاء اللہ انشاء اللہ عنقریب ہے۔ کہ جب میں اس کام کو اس سرگرمی کے ساتھ شروع کرونگا۔ جو خدا پاک نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے سپرد کر دیا ہے۔ اور جسمیں اس نے محض بطور موہبت مجھے کامیابی عطا فرمائی ہے۔ میری یہ بیماری ایک طرح باعث برکت ہو گئی۔ میرے دوستوں نے جن کی اخلاقی اور عملی پشت پناہی سے میں یکہ و تنہا

اس بڑے کام کو آج تک کرتا رہا۔ آخر یہ دیکھ لیا کہ ان کے امداد دی ہاتھ کی اب ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مشن کی اہمیت اب بہت سارے ہاتھ چاہتی ہے چنانچہ انہوں نے مجھے مشن کے انتظامی معاملات سے فارغ کرنے کا ارادہ فرما کر مجھے مشورہ دیا کہ میں مشن کو ایک ٹرسٹ کی صورت میں منتقل کر دوں۔ اور اپنی کُل توجہ تبلیغ اور تصنیف کی طرف لگا دوں۔ علاوہ ازیں اسبات کی بھی اس وقت سخت ضرورت ہے کہ ہم مشن کی حدودِ عمل کو بڑھا دیں۔ اگر منشاء ایزدی ہو تو ایک زبردست مشن امریکہ کو جائے جس صورت میں ووکنگ مشن حضرت قبلہ مولوی صدرالدین صاحب کی سرکردگی میں بفضلہ تعالیٰ خیر و خوبی سے چل رہا ہے (اللہ تعالیٰ انکی ہمت اور کارگزاری میں برکت ڈالے) اور اب ہم نے انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دائرہ عمل میں ایک دارالمبلغین کا اضافہ بھی کیا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد اور مسلم گریجوایٹوں کو عملاً مبلغین اسلام بنا دیگا۔ تو پھر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ صحت پانے پر کسی اور طرف خصوصاً امریکہ کی جانب اپنا رُخ کروں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم اس ارادہ کو سامنے رکھ کر ایک مینجنگ کمیٹی تجویز کر دیگئی ہے جس کے ہاتھ میں ووکنگ مشن کے علاوہ اشاعت اسلام بلاد غیر کا کُل انتظام سپرد کر دیا گیا ہے۔ ان مشنوں کے تبلیغی معاملات کو میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے میں نہیں کہ سکتا کہ میں کب ہندوستان کو چھوڑ سکتا ہوں سب کچھ میری صحت پر منحصر ہے۔ میں ایک طرح پا بہ رکاب ہوں۔ جس وقت میں کامل صحت پا کر پلیٹ فارم پر آنیکے قابل ہو جاؤں میں چلنے کو طیار رہوں۔ بڑا اہم معاملہ انتظام کا ہے۔ میں ہی جانتا ہوں کہ مجھے ان چھ سات سالوں میں کن کن مصائب و مشکلات کا سامنا ہؤا کمی گنجائش مضمون کے سبب میں یہاں اسبات پر بحث نہیں کر سکتا۔ کہ اس وقت بلاد غربیہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام ہستی اسلام کے لئے کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ اس امر کو ایک طرف رکھ دو۔ کہ ہم کس قدر مسلمان بلاد غربیہ میں بنا سکتے ہیں۔ ہمارا گذشتہ تجربہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ ان حالات حاضرہ کے ماتحت سخت ضرورت

تو اس امر کی ہے کہ ہم تعلیم اسلام کو اسلامی تمدن اسلامی اخلاق کو اسلامی اقتصادیات الغرض انسان کے ہر ایک معاملہ میں اسلامی نقطہ خیال کو مغربی دُنیا کے سامنے پیش کریں + اور کیا ہی افسوسناک اور ساتھ ہی مزیدار بات ہو کہ ان تمام معاملات میں تعلیم اسلام جہاں ایک بہترین تعلیم ہے وہاں مغربی دنیا میں وہ ایک ذلیل سے ذلیل تعلیم سمجھی گئی ہے۔ میری اس لمبی بیماری کا اصل باعث کوئی صدمہ نہیں جو مجھے دیکھنا پڑا بلکہ دراصل وہ محنت شاقہ میری کمزوری طبع کا موجب ہے جو مجھے اپنے مفوضہ کام کے علاوہ تبلیغ مطالعہ میں کرنی پڑی۔ میں نے گذشتہ دو تین سال میں اُن مغربی حالات اور خیالات کو معلوم کرنا چاہا جو وہاں مُوجب ترقی ہوئیں۔ اور اس تحقیق میں میرا دل قدم قدم پر یہ دیکھ کر خون ہوا۔ کہ جن کیل کانٹوں پر یورپین تہذیب و طاقت کی کل چل رہی ہے۔ اس کا زیادہ اور بہتر حصہ اسلام اور قرآن ہے۔ کیا عجب معاملہ ہے کہ مسلمانوں کی تباہی کے موجب وہ اصُول ہوئے۔ جو اس وقت مسلمانوں میں دائر سائر ہیں لیکن ان کا ماخذ قرآن نہیں بلکہ کلیسیا اور دیگر مذاہب باطلہ ہیں جنہیں یورپ نے نفرت سے چھوڑ دیا ہے۔ اور اسکی جگہ وہ طریق عمل اور اصُول تمدن و اخلاق اختیار کیئے۔ جو آنحضرت صلعم کی طفیل دُنیا میں آئے کسی قدر صحت پانے پر میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک بسیط مضمون میں دُنیا کو دکھلاؤنگا۔ کہ اس جنگ کی فتح کا مُوجب کسی کی تلوار یا کسی کی حکمت عملی نہیں۔ بلکہ ان اصُولوں کی ترویج و حمایت کا ادعا ہے جو اسلام نے مملکت آرائی اور نبرد آزمائی کے لئے وضع کئے تھے لائڈ جارج اور بالفور نے بھی عین مصیبت کے وقت جولائی سنہ ۱۹۱۸ء میں اُنہی اصُول جمہوریت کو پیش کیا اور اسی کا حامی اپنے آپ کو ظاہر کر کے اور اسی کو اپنا مقصد جنگ بتا کر عین وقت پر امریکن مدد حاصل کی جس کو دُنیا میں صرف توحید لائی۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے جس پر میں آیندہ لکھونگا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مغربی دُنیا اور خصوصاً امریکہ جس مذہب کو جس تمدن کو جس اخلاق و تربیت کو چاہتا ہے وہ اسلامی لوگوں میں تو نہیں ہاں انکی کتاب میں ضرور موجود ہیں۔ یہ کبھی نہ بھُولنا چاہئیے۔ کہ جس مذہب کو آج انگلستان جیسے خطرناک قدامت و آباء پرست ملک میں پانچ چھ سال کے اندر ایک حیرت افزا کامیابی ہوئی ہے۔ وہ

ہر جگہ خیر مقدم آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد صحت عطا کرے۔ اور جو علم اور باریک نظر محض فضل الٰہی نے مجھے عطا کی ہے۔ وہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ مغرب کی مہذب ترین قوم تک پہنچ جائے جنہیں اس وقت بھی تین چوتھائی اسلام اصولاً اور عملاً ہے گو وہ اس سے واقف نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس اہم کام کیلئے سرمایہ کہاں سے آئے۔ اگر قوم چاہتی ہے کہ مبلغین اسلام صرف اپنی توجہ کو تبلیغ اسلام کی طرف ہی منعطف رکھیں تو انہیں مالی خرخشوں سے آزاد کر دینا چاہئے۔ انہیں میری طرح ان مصائب سے الگ کر دیا جائے کہ میں خود ہی اپنے ذاتی سرمایہ سے بلا امداد غیرے ایک جگہ جاؤں وہاں اپنے لئے جگہ پیدا کروں۔ اپنی ذمہ واری پر ہی رسالہ نکالوں۔ قلت سرمایہ کے باعث خود ہی اس کا اڈیٹر خود ہی مینجر۔ خود ہی کلرک۔ خود ہی پروف ریڈر بنوں پھر امامت بھی خود ہی کروں۔ پھر جمعہ اور اتوار کے خطبوں کے علاوہ پلیٹ فارم پر جا کر تقریریں بھی کروں۔ اور جب میری وسعت سے کام بڑھ جائے تو خود ہی روپے کا تہیہ کروں۔ ہندوستان جاؤں۔ سرمایہ جمع کروں پھر واپس جاؤں۔ میں تو اپنی بیماری کا باعث وہ مطالعہ کتب قرار دیتا ہوں جو مجھے دیکھنی پڑیں۔ لیکن کیا یہ سارے کا سارا کام علاوہ اس مطالعہ کے ایک قوی الطاقت انسان کو قبر تک پہنچانے کے لئے کافی نہیں۔ یہ تو خدا کا احسان ہے کہ میں پھر بھی اپنے میں وہی ہمت و جرات پاتا ہوں لیکن اب میں آئندہ اگر کام کرنا چاہتا ہوں تو صرف اسی اصول پر کہ میرا وقت اور میری توجہ صرف تبلیغ و تصنیف ہی کیطرف لگے۔ اور مالی معاملات کی انتظام اور سر انجام دہی سے میرا کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر قوم چاہتی ہے۔ کہ یہ کار خیر سر انجام پائے۔ تو میں بفضلہ تعالیٰ اس کام کا اہل ہوں اور فضل الٰہی نے میرے گذشتہ عمل کے لئے میرے اس کہنے پر مہر تصدیق لگادی ہے میرا ایمان ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور یہ وہ امر ہے جو میں نے اپنے مرشد و محسن امام الوقت حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم سے سیکھا۔ وہ نہ نبی تھے۔ اور نہ ان کا یہ دعویٰ۔ ان کے نزدیک حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کاذب و مفتری ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ وہ جماعت

جن کا یہ فرض تھا کہ اسلام کی اور شارع اسلام کی ناطقیت خاتمیت نبوت کو دنیا کے چار کونوں میں پھیلائے ۔ ان میں کا ایک حصہ شخصیت پرستی کی ذلت تلے آکر اسی مجدد کو جو فرقہ بندی سی زہر کو اُڑانے آیا تھا اُسے ایک نبی قرار دیکر ایک نیا مذہب بنا دے ۔ یہ صفحات ان تنازعات کے متحمل نہیں ۔ میرا مطلب صرف اسی قدر کہنے کا ہے ۔ کہ میرے علم و ایمان میں اسلام فرقہ بندی کے تنازعات سے ارفع ہے ۔ اور ان مشنوں کو جو بلاد غیر میں جاویں ۔ ان خرخشوں سے پاک رکھا جائے ۔ وما ارسلنا الیک الکتاب الا لتبیین لھم الذی اختلفوا فیہ ۔ یہ نص صریح فرقہ بندی کو ہلاک کرتی ہے ۔ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں وہ اصولاً اختلاف ایکدوسرے سے نہیں رکھتے ۔ اسلئے انہیں ان معنوں میں فرقہ کہنا ہی غلط ہے جو دوسرے مذاہب میں موجود ہیں ۔ ہمارے اختلاف فرقی تو فروعی معاملات میں اختلاف لڑائے ہیں ۔ اور یہ وہ اختلاف ہے جو ہونا چاہیئے جو حدیث شریف کے ماتحت یہی اختلاف باعث رحمت ہے ۔ اگر ہم اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ فرقہ جس چیز کا نام ہے ۔ وہ اصولی اختلاف کی بنا پر ہونا چاہیئے ۔ اسلئے اسلام میں کسی فرقہ کو دوسرے فرقہ کی تفسیق و تکفیر کا حق حاصل نہیں ۔ وہ خود کافر ہے جو دوسرے کلمہ گو کو کافر کہتا ہے ۔ چنانچہ حضرت ممدوح جناب مرزا صاحب نے ایک شخص پادری سکاٹ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اسی حقیقت کو ظاہر فرماتے ہیں :-

پادری سکاٹ ۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے موجود ہیں +

حضرت اقدس (مرزا صاحب) مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں ۔ جو ایکدوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ۔ اور اصولوں میں بھی متفق نہیں مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں ہے اصول سب کے ایک ہی ہیں +

منقول از اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء

میرے نزدیک غیر مسلم دنیا میں اشاعت اسلام کے حق میں فرقہ بندی ایک سم قاتل کا حکم رکھتی ہے ۔ یہ وہ بات ہے جو میں نے سنہ ۱۹۱۳ء یا سنہ ۱۴ء میں کہی ۔ اور جس کی بناء پر

مختلف بُہتان بعض احباب نے اپنی ذاتی اغراض کو حاصل کرنے کے لئے تراشے ہیں اسی اسلام کو دُنیا میں پیش کرتا ہوں جو فرقہ بندی کی اجازت نہیں دیتا۔ اور وہ اسلام قرآن و حدیث کا اسلام ہے۔ ہاں جو فرقہ بندی کا عاشق ہے اس سے مجھے سروکار نہیں۔ میں خود سُنّی المذہب حنفی مسلمان ہوں۔ اور یہی مذہب حضرت مرزا صاحب اور اُن کے حقیقی خلیفہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کا تھا لیکن اس کا نام فرقہ نہیں۔ یہ تو اجتہاد اختلافات آرا ہے اور بس +

میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ اگر قوم ایسے مشن چلانا چاہے تو اُن کے سرمایہ کا مستقل انتظام کرے۔ میں اس وقت کسی قدر سفر کرنے کے قابل ہوں گو تقریریں بھی نہیں کر سکتا اور چاہتا ہوں کہ اِس نیم بیماری کے ایام کو سرمایہ کے مضبوط کرنے میں خرچ کروں میرے نزدیک ایک فنڈ مستقل ہونا چاہئے۔ جس کے منافع ان مشنوں کے کفیل ہوں۔ اور اسکے علاوہ ایک عام سرمایہ جس سے ضروریات حاضرہ چلیں۔ میں اپنی طرف سے اس وقت یہی کر سکتا ہوں کہ اپنی خدمات کو عند اللہ قوم کے آگے پیش کردوں۔ اور جس طرح میں نے آج تک اپنی ضروریات کا بوجھ مشن پر نہیں ڈالا۔ ویسے ہی آئندہ کیلئے بھی توفیق حاصل کرنے کی خدا سے دُعا کروں۔ آمین

ووکنگ مشن میں کچھ میری ذاتی جائداد بھی ہے یعنے اسلامک ریویو اور کُتب خانہ اور اثاث البیت۔ آج تک میں نے اسلامک ریویو کا منافع اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ وہ اپنی طرف سے ہمیشہ مشن کی ضروریات پر لگایا۔ جیسے کہ مشتہرہ حساب دکتاب سے ظاہر ہو چکا ہے حساب و کتاب کو میں نے ہمیشہ دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ اور انہیں کی تصدیق سے حساب مشتہر کیا۔ سنہ ۱۹۱۵ء سنہ ۱۹۱۶ء اور سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب آمدوخرچ شائع ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۹۱۸ء کا حساب بالکل مکمل تھا۔ جب میں ابتداءً سنہ ۱۹۱۹ء میں اس طرف آیا۔ اُسے ملک عبدالقیوم صاحب نے تیار کیا تھا لیکن میری بیماری نے مجھے اسکی نظر ثانی سے روکا۔ مولوی صدرالدین کو خط میں لکھ دیا ہوا ہے کہ وہ حساب مرتبہ کو بھیجدیں۔ اور ساتھ ہی سنہ ۱۹۱۹ء کا حساب بھی شائع کرنے کیلئے بھیجدیں اب اس خیال سے کہ میرے ورثا کو میری اس جائداد کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ رہے

میں نے اسلامک ریویو کی ملکیت تو اپنے پاس رکھی ہے لیکن اُس کے مفاد کو اشاعت اسلام کے لئے الگ کر دیا ہے۔ اس کا نصف منافع تو انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ذریعہ خالصتہً اشاعت پر خرچ ہوگا جسمیں ووکنگ مشن کا پہلا حق ہوگا۔ میں خود اپنی حین حیات تک باقی نصف کو اشاعت اسلام پر خرچ کرونگا۔ اس کی سردست تجویز ذیل میں درج کرتا ہوں اسکے علاوہ جو میرا کتب خانہ انگریزی ووکنگ میں تھا جو بہت حد تک مشن کے اخراجات کا کفیل تھا۔ اسکو بھی میں نے یکم اکتوبر ۱۹۱۹ء سے اشاعت اسلام کیلئے دیدیا ہے۔ اسکی ملکیت سے کلیتہً میں یکم اکتوبر ۱۹۱۹ء سے دست بردار ہوں۔ باقی جو اثاث البیت تھوڑا بہت وہاں ہے۔ وہ ہاں کی اپنی ضروریات کے بعد میں ووکنگ مشن کو دیتا ہوں۔ ہا اردو رسالہ اشاعت اسلام اسکے مفاد میں میرے ساتھ میرے چند ایک اقربا بھی ہیں جن کی ہمت اور کوشش سے ہی یہ رسالہ چلتا ہے۔ میرا تعلق تو اسلامک ریویو تک رہا۔ اسکا نصف منافع بھی آج تک میری منشاء پر ووکنگ مشن میں ہی خرچ ہوتا رہا لیکن اس معاملہ کو قطعیت کا رنگ دینے کیلئے میں نے اپنے اعزہ کو اس امر پر راضی کرلیا ہے۔ اور وہ خوشی سے میرے ساتھ شریک ہوکر اس رسالہ کا بھی نصف منافع اشاعت اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں گویا اس طرح ان ہر دو رسالوں کی آمد کی تین چوتھائی خالصاً اشاعت اسلام کے لئے اس وقت وقف ہے۔ اور میں دُعا کرتا ہوں کہ یہ میرے اقربا اپنے آپ کو خدمت اسلام کیلئے وقف کریں۔ اور اس سے بڑھ کر ایثار کی رُوح اُن میں پیدا ہو۔

کیا جس غرض کیلئے میں نے ان رسالوں کی آمد کو اشاعت اسلام کے لئے وقف کیا ہے اس کام میں اگر ہمارے مسلم بھائی سر توڑ کوشش کرکے ان رسالوں کی اشاعت ہزار در ہزار کردیں تو ایک مشن کیا دس مشن آسانی سے نہیں چل سکتے۔ یہ کوئی مفید بات نہیں کہ ایک شخص کام چلتا چلاتا ہوا چھوڑ کر اسلئے ہندوستان میں آوے کہ قلت سرمایہ مشن کو خطرہ میں ڈال رہی ہے جیسے مجھے کرنا پڑتا ہے۔ اگر صرف اسلامک ریویو کے بیس ہزار خریدار ہندوستان میں پیدا ہو جائیں تو میں امریکہ اور جاپان میں ایک چھوڑ دو مشن بھیجنے کا بفضلہ تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہوں۔ رسالہ کی قیمت بھی اسی لئے کم کردیگئی ہے۔ کہ اس سے

خریدار زیادہ ہوں۔ گو مجھے تامل ہے۔ کہ آج کل کے بڑھتے ہوئے اخراجات طبع اس کمی کی اجازت بھی دیں گے یا نہیں۔ میرے جو بس میں تھا۔ وہ میں کر گزرا۔ اب اس سارے کام کی لاج خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کے بعد اس کا فرض مسلمانوں کی گردن پر۔ ہمارے مشن سے دلچسپی رکھنے والے اگر اپنا فرض سمجھ لیں کہ اُن میں سے ہر ایک دس دس خریدار انگریزی یا اردو رسالہ کا بہم پہنچا دے گا تو ایکسال کے اندر ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ یہ روز کی دربدری اور یہ روز کی گداگری ختم ہو جاتی ہے +

بشیر بادشاہ مشنری فنڈ

سنہ ۱۹۱۶ء میں جب دوبارہ میں ووکنگ گیا۔ میں نے اپنے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد بی اے سے مشنری بننے کی درخواست کی۔ کیونکہ اس وقت میں نے جس کو اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے ایک نہ ایک طرح سے انکار کیا۔ یہ بچہ اس وقت گریجوایٹ ہو چکا تھا۔ اور اسی وقت اسکی شادی بھی کر دی گئی تھی۔ لیکن دنیا کے اُن تمام منافع پر جو تعلیمیافتوں کے سامنے مختلف پیشوں میں موجود ہوتے ہیں۔ اور جن کے حصول کیلئے ہمارے پاس کافی سامان تھے۔ اس نوجوان نے لات مار کر خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ خدا کی عنایت نے اسے ایک صالح بی بی عطا کی جس نے اپنے شوہر کے ساتھ مشنری فقر و قناعت کی زندگی قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ لڑکی زیور تعلیم سے بھی آراستہ تھی۔ اور اس نے قرآن اور حدیث کو پڑھنا اسلئے شروع کیا کہ وہ اس کار خیر میں بشیر مرحوم کی رفیق بنے۔ خدا تعالیٰ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مترجم قرآن شریف اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب اور صاحبزادہ جناب مولوی سیف الرحمن صاحب کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے اس بچہ کی عربیت اور دینی تعلیم کی تکمیل میں پوری مدد دی۔ اڑھائی سال کے عرصہ میں یہ بچہ تیار ہو کر مجھے اطلاع دیتا ہے کہ وہ میرے حکم کا منتظر ہے۔ میری یہ بیماری اُس وقت اپنے کمال پر تھی۔ میں نے غنیمت سمجھا کہ میں اُسے بذریعہ تار ووکنگ بلا لوں۔ ۲۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء کو میرا ایک تار اسکے نام لاہور پہنچتا ہے۔ کہ وہ خدا کی راہ

میں قدم مارنے کیلئے پاسپورٹ لیا مشیت ایزدی اُسے دو دن پہلے یعنے ۶ ۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء
کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھنے کا پاسپورٹ دیتی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون
مبارک ہیں وہ نوجوان جو اپنی چادر ایمان کو بشیر مرحوم کی طرح صاف و ستھرہ ہی لیجاتے ہیں
اور اس طرح دنیا کی آلائش سے بچ کر اپنے مولا کریم کے حضور جا کھڑے ہوتے ہیں۔
اس کے مرنے کے الفاظ حسب ذیل تھے۔ جو مجھے ایک دوست نے لکھے +
"ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اگر ہمیں خدا بلاتا ہے تو ہم تیار ہیں"
اسکی روح نے پسند نہ کیا کہ وہ یہاں سے تنہا رخصت ہو۔ اسکی روحانی تڑپ نے مشیت ایزدی کو محرک
کر کے اپنی زوجہ کو اپنے ہمراہ لیجانے کا انتظام کیا۔ چند گھنٹوں میں یکے بعد دیگرے وہ دونوں دنیا سے
رخصت ہو کر ایک ہی وقت زیر خاک کئے جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +
بشیر مرحوم اور اسکی بیوی بادشاہ بیگم مرحومہ کی بھی دلی خواہش تھی کہ وہ اسلام کی راہ میں مشنری بنے
اور انکی مرتے دم یہ خواہش تھی کہ ان کا اثاثہ اشاعت اسلام میں خرچ ہو۔ اور میں اپنا فرض یہ
سمجھتا ہوں کہ انکی اس خواہش کو پورا کروں۔ اسلئے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں ایک لاکھ روپیہ کا
ایک فنڈ بناؤں جس کے مفاد سے دو یا زیادہ مشنری انکے نام اُن و مرحوموں کی ثواب روح کیلئے برائے اشاعت اسلام
کیلئے مستقل طور پر تجویز کروں میری اس خواہش کو بغیر کسی تحریک کے میرے ایک ہمدرد نے اپنے طور پر
محسوس کیا۔ اور انہوں نے اس واقعہ کے بعد ہی پانچ صد روپیہ اس قسم کے فنڈ بنائے جانے پر دینے کا
وعدہ کیا ہے جسمیں سے شاید مبلغ تین صد روپیہ انہوں نے ایکسال ہوا کہ بھیجدیا۔ اب اس فنڈ کے بنانے
کیلئے میں سردست تین ہزار روپیہ پیش کرتا ہوں۔ اور اسلامک ریویو کا نصف منافع جس کو میں اپنی
حین حیات میں اشاعت اسلام پر خرچ کرنا چاہتا ہوں جیسے کہ مینے اوپر لکھا۔ یہ منافع اس وقت
تک اس فنڈ میں جمع ہوگا۔ جب تک رقم تجویز کردہ پوری ہو۔ یہ ایک مشنری فنڈ ہوگا
اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہمیشہ کیلئے قائم رہ سکتا ہے۔ اس فنڈ کا دو تین سال کے اندر اندر مکمل
ہو جانا کچھ بھی بات نہیں۔ اگر رسالہ کی خریداری بڑھ جائے۔ رسالہ کی آمد کے علاوہ میں اپنے عزیزوں
اور دوستوں سے بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ اس فنڈ کو مکمل کرنے میں میری امداد کریں۔ اور ایسا ہی ہر ایک
ایسے شخص سے جو اشاعت اسلام سے اور میری ذات سے محبت رکھتا ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس

مستقل مشنری فنڈ میں امداد دے۔ اس فنڈ کا منافع جیسا میں نے لکھا ہے خالصاً مشنریوں کی تنخواہ پر خرچ ہو گا میں اس فنڈ کے متعلق عنقریب ایک ٹرسٹ قائم کر دونگا۔ تا کہ اس فنڈ کی آمد کا انتظام ایک سے زیادہ ہاتھوں میں کیا جائے۔ اس فنڈ میں اس وقت ایکہزار روپیہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کیمیکل اگزیمنر گورنمنٹ پنجاب اور پانصد روپیہ ڈاکٹر نظام محمد خان نائب سول سرجن پارہ چنار نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ چند صد روپیہ اور بھی نقد وصول ہو چکے ہیں جس کی تفصیل اسی رسالہ میں درج کر دیگئی ہے۔ جو احباب اس فنڈ میں شریک ہونا چاہیں وہ اپنے عطیات سر دست فنانشل سکرٹری میجنگ کمیٹی اشاعت اسلام لاہور یا خواجہ کمال الدین ووکنگ مشن کے نام بھیجدیں۔

مشن کے سرمایہ کو مستقل کرنے کے لئے جیسا میں نے اوپر لکھا ہے دسمبر ۱۹۱۱ء سے کام کرنا شروع کیا۔ میں ایک مدت تک پشاور میں بطور وکیل رہ چکا ہوں۔ اور احباب پشاور نے دست اول مجھے اُس دارالخلافت آنے کی دعوت دی۔ میرے چند دوست میرے ہمراہ دورہ ضلع پشاور میں شریک ہوئے۔ اور جس فراخدلی سے میرے قدیمی احباب ضلع پشاور نے ہماری مہمانداری کی اور امداد دی خدا تعالیٰ انہیں اس امر کی جزاء خیر دے۔ ذیل کے احباب کا علیحدہ ذکر میں ممنون ہوں +

(۱) خان بہادر سعد اللہ خانصاحب پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر صوبہ سرحدی رئیس عمرزئی

(۲) خان بہادر غلام حیدر خان صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ تنگی

(۳) خانصاحب غلام صمدانی صاحب رئیس پشاور ای اے سی

(۴) خانصاحب مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ پشاور

(۵) خان محمد سلیمان خان صاحب

(۶) شیخ خدا بخش صاحب پنشنر ای اے سی سب رجسٹرار مردان

(۷) خان صفدر خانصاحب ای اے سی۔

(۸) خان اورنگزیب خانصاحب وکیل صوبہ سرحد

(۹) خان محمد عجب خانصاحب تحصیلدار نوشہرہ

(۱۰) میاں محمد زمان صاحب تاجر چارسدہ

اخیر میں میں نواب صاحب علاقہ انب کا تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے علاوہ

حق مہمانداری مبلغ ایکہزار روپیہ بطور سفر خرچ امریکہ عنایت فرمایا۔ اور ایکہزار روپیہ سالانہ کا وعدہ فرماکر نصف اغراض مشن پر خرچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ چونکہ رسالہ کی اشاعت میں بہت تھوڑے دن ہیں اسلئے میں اس روپے کی فہرست سردست دیتا ہوں جو ضلع پشاور کے دورہ میں مجھے وصول ہوئے۔ ہر ماہ کی آمد اس رسالہ میں چھپتی رہیگی + اور اسی طرح اخراجات کا ماہوارہ بھی شائع ہوتا رہیگا۔ معاونین کرام کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ منی آرڈر اور روپیہ بھیجنے کے وقت تفصیلاً امور ذیل کے متعلق لکھا کریں آیا اُن کا عطیہ اشاعت اسلام بلاد غیر میں خرچ ہونا ہے یا رسالہ کی مفت تقسیم کرتے ہیں یا اس کا تعلق بشیر بادشاہ فنڈ سے ہے۔ تاکہ مختلف مدوں میں روپیہ جمع ہوجائے +

اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ کئی ہزار انگریزی رسالہ غیر مسلموں میں مفت تقسیم ہو۔ ہمارے مشنری ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے! البتہ ہمارا رسالہ جہاں چاہیں جاسکتا ہے مشنری کے الفاظ وقتی ہوتے ہیں۔ ان کا اثر عام طور پر دیرپا نہیں ہوتا جو چیز تحریری ہے اگر کسی کے گھر میں جاتی ہے وہ دیر تک رہ سکتی ہے ہماری کامیابی کا بڑا بھاری راز ایک یہ بھی ہے میں چاہتا ہوں کہ امریکہ اور انگلستان کے بڑے بڑے شہروں کی لائبریریوں میں اسلامک ریویو پڑھنے والوں کی میز پر پڑا رہے۔ برادران اسلام اس امر کی طرف خاص توجہ فرمائیں + چنانچہ ان رقوم میں دو بڑی رقوم جو چارسدہ کی دو منڈیوں سے میرے کرمفرما میاں محمد زمان و میاں سید اکبر کی معرفت مبلغ [illegible] روپیہ وصول ہوئے۔ وہ اس غرض کیلئے خاص کردی گئی ہے اسیطرح اردو رسالہ کو مفت تقسیم کرنے کی بھی یہاں ضرورت ہے۔ اس ضمن میں دو مثالیں خاص کر قابل تذکرہ ہیں۔ میرے مکرم صفدر علیخاں تاجر پشاور کو میرے قیام پشاور میں اپنی محترم بیوی کی مفارقت ہمیشہ کیلئے اُٹھانی پڑی اور انہوں نے بغرض ثواب روح مرحومہ مبلغ پچاس روپیہ عنایت کئے۔ اسیطرح میرے ایک عزیز رشتہ دار حاجی جان محمد صاحب نے مبلغ بیس روپیہ ماہوار میرے کہنے پر اپنی مرحومہ نور چشمی کے ثواب روح کیلئے بطور صدقہ جاریہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور یہ خواہش کی کہ وہ مفت رسالہ کی تقسیم میں خرچ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کے ارادوں کو بابرکت کرے +

خواجہ کمال الدین لاہور ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء

ذیل میں چندہ دہندگان کی فہرست دیجاتی ہے۔

نمبر شمار	اسمائے معطی	رقم	نمبر شمار	اسمائے معطی	رقم
۱	جناب نواب صاحب بہادر ریاست اَمب	ایکہزار	۲۲	جناب خانصاحب شیخ محبوب علی خانصاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر خیبر	۳۰
۲	جناب میاں غلام صمدانی صاحب ٹھیکیدار پشاور	یکصد ۱۰۰	۲۳	و شیخ عبد اللطیف خانصاحب منصف پشاور	۱۵
۳	” میاں عمر بخش صاحب تاجر کریم پورہ ”	دوصد ۲۰۰	۲۴	” مولوی محمد رمضان صاحب نقشہ نویس نہر درات	۱۰
۴	” نواب میر صاحبزادہ عبد القیوم خانصاحب ”	یکصد ۱۰۰	۲۵	” مولوی عبد الحنان صاحب پشاور	[illegible]
۵	” نواب محمد اسلم خانصاحب رئیس مردان ”	سہ صد ۳۰۰	۲۶	” محمد ابراہیم خانصاحب وکیل پشاور	۱۰
۶	” خانبہادر موسیٰ خانصاحب مانسہرہ	یکصد ۱۰۰	۲۷	” ملک منصور صاحب ۔ کاکشال ۔ ”	[illegible]
۷	” خانصاحب محمد حسین خانصاحب گدی حبیب اللہ ہزارہ	دوصد ۲۰۰	۲۸	” خانصاحب غلام صمدانی خانصاحب فرمل ”	۵۰
۸	” خانبہادر قلیج خانصاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہزارہ	۵۰	۲۹	” میاں غلام رسول صاحب سوداگر چرم ”	۲۵
۹	” خانبہادر غلام حیدر خانصاحب ٹھیکیدار پشاور	۳۰	۳۰	متفرق چندہ معرفت ڈاکٹر محمد الدین صاحب ڈائریکٹر مشن ہسپتال پشاور	۲۰
۱۰	” خانصاحب غلام حیدر خانصاحب میونسپل کمشنر پشاور	یکصد ۱۰۰			
۱۱	” خانبہادر سرفراز خانصاحب رئیس ممکنی ”	۲۵	۳۱	جناب میاں سمیع اللہ خانصاحب بیرسٹر ایٹ لاء ”	۵۱
۱۲	” قاضی میر احمد صاحب وکیل ”	۵۰	۳۲	از جماعت راولپنڈی	یکصد ۱۰۰
۱۳	” شیخ ہدایت اللہ صاحب تاجر بوٹ صدر بازار ”	یکصد و پنجاہ ۱۵۰	۳۳	از خاندان خان بہادر سعد اللہ خانصاحب عمرزئی	[illegible]
۱۴	” محمد عثمان خانصاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر خیبر	۵۰	۳۴	جناب عبد اللہ خانصاحب ۔ تنگی ضلع پشاور	۲۰۰
۱۵	” اورنگزیب خانصاحب وکیل پشاور	۲۵	۳۵	” عبد الحنان خانصاحب ۔ عمرزئی ”	[illegible]
۱۶	” خانبہادر ارباب دوست محمد خانصاحب ہشتنگر ”	۳۰	۳۶	” عبد الغفور خانصاحب ” ”	[illegible]
۱۷	” خانبہادر عبد الرؤف خانصاحب ” ”	۱۰	۳۷	” ملک عادل شاہ صاحب ۔ ترنگ زئی ”	۵۰
۱۸	” خانبہادر عبد الکریم خانصاحب ڈسٹرکٹ جج ”	یکصد ۱۰۰	۳۸	” میاں گل خانصاحب بابازئی معرفت جناب میاں آفتاب گل صاحب مجسٹریٹ پشاور	۱۲۵
۱۹	” شہاب الدین خانصاحب انسپکٹر تحصیل داؤدزئی ”	۲۰	۳۹	” خانبہادر غلام حیدر خانصاحب تنگی	۲۰۰
۲۰	” محمد ایوب خانصاحب سپرنٹنڈنٹ اسلامیہ کالج ”	۲۰	۴۰	” ملک غلام قادر خانصاحب ”	۱۰
۲۱	” محمد صفدر خانصاحب ای ۔ اے ۔ سی ”	۱۵		باقی آئندہ	

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

سالانہ چندہ پانچ روپیہ آٹھ آنہ

اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن

[illegible]

ایڈیٹرس حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی۔اے بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و صلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع یلت بیضا کیطرف سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں تجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی او غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکاچوند کردی اس کا اردو ترجمہ رسالہ

اشاعت اسلام

(۲ے سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نمازعیدین کی تصاویر ہوتی ہیں

المشتہر منیجر اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام آفس عزیز منزل نولکھا۔ لاہور

براہین نیرہ حصہ اول

معروف بہ زندہ و کامل الہام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے تہذیب و تمدن کی بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دنیا کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲؍

اُمّ الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان

مصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۲؍

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے۔ قیمت ۸؍

تمام درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی معروف بہ اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس ملک ہیرا منڈی لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ جلال الدین فنانشل منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے یہ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۶) — بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء — نمبر (۳)

فہرست مضامین



CAPTAIN JALAL-UD-DIN DAVIDSON.

I THINK one of the happiest moments of my life was experienced on the 22nd August.

It was on this very memorable day that I became a Moslem. I had been seriously contemplating this step for nearly a year, during which time I made a fair study of Islam.

The part which first became embedded in my mind was the plain straightforwardness and logical footing on which this great religion has its basis.

Oft of an evening I have been riding along the waterways in Egypt and have stood and admired the simple way in which the people worship; moreover, one is struck with the devotion of the individual who realizes he is in direct communication with God.

Eventually I found I was unable to continue to follow the doctrines in which I had been brought up.

JALAL-UD-DIN DAVIDSON.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۶) بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء نمبر (۳)

شذرات

رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ماہ نومبر ۱۹۱۹ء میں چارکس غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے الحمد للہ علیٰ ذالک ان میں سے ہر ایک کے لئے یہ امر نہایت تعجب انگیز تھا۔ کہ مسلمان بننے کیلئے کوئی خاص رسومات نہیں۔ اور نہ کسی قسم کی وساطت کی ضرورت ہے۔ چونکہ اسلام ایک سیدھا۔ صاف اور مدلل مذہب ہے اسے قبول کرنے کے وقت غیر طبعی رسم ورواج کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ مذہب تو فقط انسان کے خدا اور خدا کی مخلوق کے ساتھ تعلقات کا علم دیتا ہے +

موجودہ عیسائیت کی دور از عقل اور غیر مدلل تعلیم سے عام بے اطمینانی کی وجہ سے اس کے ڈھانچے اور تعلیم کی ترمیم کی طرف توجہ ہو رہی ہے۔ اور قوموں کے اتحاد (لیگ آف نیشنز) کا خیال تو واقعی انقلاب پیدا کرنیوالا ہے۔ یہ بات ہے تو بہت مبارک اور اس سے عمدہ نتائج مرتب ہونے کی بہت کچھ امید ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے غالباً وہ تمام حدبندیاں

مفقود ہو جائیں گی۔ جو تنگدل جوشیلے لوگوں نے قائم کر رکھی ہیں پہلا جلسہ جو اس غرض کیلئے منعقد ہوا اسمیں یہودی ہندو عیسائی مسلمان پارسی و دیگر قومیں موجود تھیں سب قوموں کا اس طرح مل بیٹھنا ہی اسلام کے عام اصولوں کی غرض و غایت ہے۔ مولوی صدر الدین صاحب نے جو کہ اس جلسہ کے ایک رکن تھے اپنی مختصر تقریر میں سامعین پر روشن کیا۔ کہ میں نے اس قسم کے جلسہ کی تحریک کی تائید اسلئے نہیں کی۔ کہ موجودہ حالات زمانہ مجھ پر اسکی ضرورت ظاہر کر رہے ہیں بلکہ میرا مذہب اور اس کے صحیح اصول میرے دل کو اس اتحادی مجلس کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسلام کہتا ہے کہ خدا ئے واحد پر ایمان لاؤ۔ اور وہی خدا تمام اقوام کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا بلا کسی رو رعایت اور طرفداری کے انتظام کرتا ہے چونکہ وہ تمام اقوام کا خدا ہے اور مشرق و مغرب کا مالک ہے اس نے انسان کی روحانی غذا کا انتظام کتب الہامی کی شکل میں اپنے رسولوں کے ذریعہ کر دیا ہے۔ اسلئے یہ مذہب اس امر کی تصریح کرتا ہے۔ کہ تمام جہان کے لئے ایک ہی خدا ماننے اور اس پر ایمان رکھنے سے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ وہ لوگ جو خدائے واحد پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دنیا کے تمام انبیاء کو نہیں مانتے۔ وہ خود خیال کریں۔ کہ ان کا دعویٰ اور عمل بالکل متضاد ہیں حضرت مولوی صاحب نے پھر بیان کیا کہ اگر تمام جہان کے لئے ایک ہی خدا ہم سچے دل سے مان لیں اور ہر ایک قوم کے رسول کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں۔ تو اس جلسہ اتحاد اقوام کی بنیاد ایسے پختہ طرز پر رکھی جا سکتی ہے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی۔ اس تقریر کو سنکر پادری صاحبان اور دیگر سامعین اسلام کی آزاد خیالی پر نہ صرف خوش ہوئے۔ بلکہ حیران بھی ہوئے دیکھئے اسکے بعد اس اتحادی مجلس میں کیا کچھ کارروائی ہوتی ہے

پادری کوخی صاحب عام انگریزوں کے دل سے اسلام کے خلاف خیالات کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے کہ انگریزی قوم کو یقیناً بہت بڑا فائدہ پہنچیگا۔ وہ اسبات کے بھی از حد خواہشمند ہیں۔ کہ امام مسجد ووکنگ بھی ان کے ساتھ ملکر اس معاملہ میں انہیں

مدد دیں۔ چنانچہ پادری صاحب مسجد میں آئے۔ اور امام صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ پادری صاحب کی اِس جماعت کو جو علوم الٰہیات پڑھتی ہے لیکچر دیں گے۔ چنانچہ امام صاحب نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ لیکچر دیا جس سے بقول پادری صاحب مذکور تمام سامعین کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور بعد میں پادری صاحب نے اطلاع دی کہ لیکچرار صاحب کی روانگی کے بعد ہر ایک طالب علم نے قرآن شریف کی ایک ایک جلد خریدی اور جماعت نے اُس کا مطالعہ شروع کیا۔ پادری گوخی صاحب نے خود بھی ایک فاضلانہ لیکچر اسلام کے متعلق ایک بڑے بھاری جلسہ میں دیا جس میں پادری لوگ اور دیگر اشخاص بھی شامل تھے۔ اس لیکچر کا بہت نیک اثر سامعین پر ہوا۔ یہ لیکچر انشاء اللہ رسالہ میں درج کیا جائیگا +

جناب پادری ولش صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی کی فراخ حوصلگی اور نیک دلی کا بھی ہم اعتراف کرتے ہیں۔ پادری صاحب مذکور ان تمام لوگوں میں جو ان کے گرجہ میں آتے ہیں سچی برادری اور یکجہتی پیدا کرنے کیلئے از حد کوشاں ہیں۔ اِن خیالات کو دل میں رکھ کر پادری صاحب نے امام مسجد ووکنگ کو لکھا کہ وہ ۳۰ نومبر کو لندن میں پادری صاحب کے سامعین کو اتوار کا خطبہ سنائیں۔ امام صاحب کا پادری صاحب نے جو افسر گرجا ہیں اور ان کے سامعین نے بھی بڑی محبت سے استقبال کیا۔ پھر امام صاحب نے حسب مدعا اسلام کے اصولوں پر لیکچر دیا جس سے سامعین خوشی اور ذوق میں آکر تالیاں بجانے لگے۔ اور یہ بھول گئے کہ وہ اپنا اتوار کا گرجا کر رہے ہیں۔ اِس وعظ کے بعد کئی ایک گرجا کے ممبر امام صاحب کے پاس گفتگو کیلئے آئے۔ اور اُن سے اسلام کے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پشاور سے واپس آکر دو ایک ہفتہ لاہور میں قیام پذیر ہوئے وہ بفضلہ تعالیٰ رُوبصحت ہیں۔ گو بیماری نے ابھی پورے طور پر انہیں نہیں چھوڑا۔ اب مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۲۰ء کی رات بمبئی میل میں مدراس کی طرف روانہ ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اُن کے نیک ارادوں کو

تکمیل تک پہنچائے۔ اور ان کے کام میں برکت ڈالے۔ یہ سفر اُن کا محض اسلام کی خدمت کے لئے ہے

اسلام یا مذہب فطرت

مندرجہ اسلامک ریویو اگست ۱۹۱۹ء

از مسٹر صادق ڈوڈلے رائٹ

یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے۔ اور یہ امر واقعہ کہ عیسائیت کے مختلف شعبوں اور شکلوں کے اصولی مسائل اور معتقدات اکثر پہلوؤں سے انسانی ضمیر و وجدان کے تقاضوں کے خلاف واقع ہوئے ہیں ایک معمولی سمجھ اور عقل کا آدمی بھی ان کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں عیسائی مذہب کے عقیدوں پر صاد کرنا اور انہیں بیچون وچرا مان لینا درآنحالیکہ وہ ان عملی باتوں اور نتیجوں کے بالکل برخلاف نظر آئیں جن پر انسانی ہستی اور تجربہ کی مہر لگ چکی ہو۔ گویا عقل اور دماغ پر ایک ناجائز بوجھ اور دباؤ ڈالنا ہے +

ممکن ہے کہ سائنس کے بعض جدید قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں خدائی ہستی پر ایمان رکھنا خلاف عقل دکھائی دے۔ لیکن عملی نکتہ خیال سے اس قسم کا ایمان یقیناً فطرت کے عین مطابق ہے مثلاً جب ہم کوئی اعلیٰ درجہ کی عقلمندی کے ساتھ تیار کی ہوئی عمارت دیکھتے ہیں یا تعمیر کے متعلق کسی قسم کا نہایت محنت اور دانائی سے بنایا ہؤا نقشہ ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ یا کوئی نہایت صفائی اور خوبصورتی سے تیار کی ہوئی تصویر یا مجسمہ ہمیں دکھائی دیتا ہے تو بیساختہ فطرتاً ہمارے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بنانے والا کوئی نہایت ہی لائق اور عقلمند شخص ہے۔ اور اگر ہم ایسے شخص کی پرستش نہ کریں تو کم از کم اسکی تعریف تو ضرور کرتے ہیں یہی حال انسان کی اپنی۔ ان اور ہستی کا بھی ہے۔ جب تمام مذاہب کے ماخذ کی تلاش کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں سب کا یہی اعتقاد اور ایمان تھا کہ خدا واحد اور غیر فانی ہے۔ لیکن زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ خیالات ردی اور فاسد داخل ہوگئے اور ابتدائی وحدانیت کے خیالات کی جگہ شرک نے الوحدیت نے تصرف کرلیا +

یہ خیال فطرت انسانی کے عین برعکس ہے کہ خدا لایزال نسل انسانی پر سقدر برافروختہ ہوگیا۔ کہ

اپنے غصہ کے فرو کرنے کیلئے اپنے لڑکوں میں سے ایک کو قربان کرنا اس نے ضروری سمجھا تاکہ انسان جو کہ اسی کے پیدا کردہ اور اسی کے بچے ہیں عذاب سے بچ جائیں۔ انسانی عقل اور سمجھ کے بھی یہ بات خلاف معلوم دیتی ہے کہ انسانی جامہ میں خدا براہِ راست حلول کر جائے۔ یہ ایک نہایت ہی پُر از تکلف نتیجہ ہے۔ اور اگر بقول بعض یہ مان بھی لیں کہ انسان آخرش خدا ہی میں جذب ہو جاتا ہے تو تو بھی مذکورہ بالا نتیجہ مسئلہ ارتقاء انسانی ترقی کے اصلی تعلیم اسکے بالکل خلاف ہے۔ اس قسم کا اعتقاد فطرت کے مطابق نہیں اور انسان کی سمجھ پر ایک ایسا بوجھ ہے جو قابل برداشت نہیں۔ اس عقائد کا دوسرا رنگ مسئلہ کفارہ کی شکل میں نظر آتا ہے جس پر بہت سے ایسے اشخاص کا جو مہذب عیسائیوں کے نام سے پکارے جانے میں ایمان ہے۔ یہ اعتقاد کہ خدا لایزال اپنے انسانی کنبہ کو بچانے کیلئے کہ وہ ان سے کسقدر محبت رکھتا ہے اپنے ایک لڑکے کو دیدہ دانستہ قربان کر دے نہایت ہی بودہ اور فطرت کے برخلاف ہے۔ اور یہ فعل وہ اسلئے نہیں کرتا کہ اس کا غصہ فرو ہو بلکہ وہ اس سے اپنی شفقت پدرانہ ظاہر کرتا ہے +

ایثار کا مادہ انسان کے اندر ایک قیمتی جوہر ہے لیکن اسے اس رنگ میں لینا جس میں عیسائیت نے لیا ہے اس کے مطلب کو نہ سمجھنا ہے بلکہ انسان کے خیالات اور احساسات کے غارت کرنیوالا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بھی اس قسم کے فعل کو دماغ میں نہیں لا سکتا۔ وہ مذہب عین فطرت کے خلاف ہے جو نسل انسانی میں سے کسی ایک فرد کی بھی تکلیف یا قربانی کی اجازت دے +

خدا اور انسان کا تعلق براہِ راست یا بذریعہ فرشتوں کے ایک ایسا امر یا اعتقاد ہے جسے انسانی فطرت چاہتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس قسم کا تعلق اور رشتہ قائم ہوتا ہے آہستہ آہستہ مدارج حاصل کرتا ہے اور ترقی کے معراج پر پہنچتا ہے۔ یہ ترقی روحانی قواعد پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ راہ سب کے لئے کھلی ہے لیکن عام لوگ اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ کسی خواہش کے دل میں پیدا ہونے پر اس کے حاصل کرنے کے لئے قدم اُٹھانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ ان طریقوں اور عملوں میں سے ایک وہ تھا جو رسول اکرم حضرت محمد صلعم نے اختیار کیا۔ آپ کی خدمت میں جبکہ آپ غار حرا میں مراقبہ فرما رہے تھے خدا کی طرف سے پیغام پہنچا۔ جو نہ صرف آپ کے لئے رہنمائی خوشی اور امن لایا بلکہ نسل انسان میں ہر ایک انسان کیلئے بھی۔ خدا کے وصال کیلئے

عبادت نہ صرف پہلا قدم ہے بلکہ یہ بالواسطہ بھی ہے۔ عبادت کرنا تو فطرت کے مطابق ایک فعل ہے لیکن خلاف فطرت طریق پر عبادت فطرت کے مطابق نہیں کہلا سکتی عبادت کیلئے فاخرہ لباس اور خاص قومی راگ قدرت نے لازمی اور ضروری نہیں ٹھیرائے انسان میں مذہبی زندگی کی طرف قدم بڑہانے کیلئے روزہ رکھنا ایک ضروری اور طبعی امر ہے۔ روزہ کی غرض کھانے اور پینے سے پرہیز کرنا ہی نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص جھوٹ اور برائی نہیں چھوڑتا تو خدا اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ روزہ روح کی صفائی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسکی غرض صرف بھوکا رہنا ہی نہیں بلکہ ہر ایک بدی سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنا ہی ہے بعض عیسائی صاحبان نے بھی روزہ دار ہی اختیار کر رکھی ہے لیکن باوجودیکہ جناب مسیح صاف اور صریح احکام کے تمام لوگ اسکی طرف نہیں آتے وہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ عبادت نہ کیجائے اور روزہ نہ رکھا جائے لیکن جنہوں نے اس روزہ کے اصول کو مانا ہے وہ بھی بجز چند ایک خانقاہوں میں رہنے والے فرقوں کے اس پر اعتقاد ہی رکھتے ہیں۔ عملاً ان میں کچھ بھی نہیں۔ انسان روزہ کے متعلق احکام کی تعمیل تو فقط گوشت چھوڑنے ہی سے کر سکتا ہے۔ اور اپنی خوراک کی اس کمی کو مچھلیاں کھا کر پورا کر سکتا ہے۔ اور وہ کسی ایسے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالا خیال نہیں کیا جاتا۔ خواہ وہ شراب نوشی بھی جی بھر کر کرے اور اس طرح بدتہذیبی اور دیگر گناہوں کا جو اس سے ظہور میں آتے ہیں مرتکب ہو مگر اسلامی قواعد اور احکام اس قسم کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ مارکس داڈس صاحب نے یوں اسبارے میں تحریر کیا ہے +

ماہ رمضان کے روزے صرف اعتقادی ہی نہیں اور نہ اسلئے رکھے جاتے ہیں کہ گرمی کے دنوں میں ثقیل غذا چھوڑ کر عمدہ اور ہلکی غذا کے لئے بھوک تیز کیجائے بلکہ صحیح معنوں میں تمام ماہ رمضان میں صبح سے شام تک ہر روز کھانے اور تمباکو نوشی سے قطعی پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس ماہ کو روحانی ترقی کرنے کا ایک موقعہ خیال کیا جاتا ہے +

اسبات کا نام مذہب نہیں کہ فرقہ آرینین یا ایرین کے خلاف جھگڑے اٹھائے جائیں یا پیران سالون

کی مخالفت کیجائے۔ اور انہیں ان کی غلطیاں ظاہر کرکے۔ خصوصاً ثابت کیا جائے۔ اور نہ مذہب اُسے کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی پیدائش کے متعلق اور کسی کلیسیا کے سرگردہ یا پوپ کے بیخطا ہونے یا ان بچوں اور جوانوں کی قسمت جنہوں نے بپتسمہ نہیں لیا یا گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی حدبندی کی نسبت اور یا تثلیث کے مسئلہ کو مدلل طور پر ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی کتابیں لکھی جائیں یا اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ اس قسم کے مسائل پر برٹش عجائب گھر میں بیسیوں کئی من وزن کی کتابیں دھری پڑی ہیں۔ کاش ان کتابوں کے لکھنے والے اپنے اس وقت کو بہتر طور پر صرف کرتے اور ان قباحتوں اور خرابیوں کو جو انسان کی زندگی اور تجارب میں دیکھے جاتے ہیں دُور کرنے یا اُن کو کم کرنے میں خرچ کرتے۔ یہ خرابیاں اکثر ان مسائل علم الٰہیات کا نتیجہ ہیں جو بالکل خلاف فطرت انسانی ہیں +

مذہب کے متعلق اسلام مسائل اور اصول ہی نہیں پیش کرتا بلکہ ان پر عمل کرنے کی راہ بھی بتلاتا ہے۔ جبسے کہ حضرت محمد صلعم نے اس مذہب کے اصول ایک خطرناک مخالفت کا مقابلہ کرکے پھیلائے۔ اس وقت سے آج تک لکھو کہا انسانوں میں یہ نہایت عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ جہاں ان سے روحانی ترقی و تعلیم کا رواج دیا ہے وہاں ساتھ ہی عورت و مرد کیلئے پرہیزگاری اور گفتگو اور خورونوش میں اعتدال قائم کرنے کی بھی تاکید کی ہے۔ اور قماربازی و شرابنوشی کو قبیح بتلایا گیا ہے۔ اور اسلام بمقابلہ دیگر تمام مذاہب کے اُن تمام بدیوں اور خرابیوں کو جو عیسائی تہذیب کے ساتھ مستلزم ہیں جڑھ سے اُکھاڑنے میں زیادہ تر کامیاب ہوا ہے اُن ممالک ہیں جو کہ اسلامی ہیں قمارخانوں یا عشق و عشرت کے مکانوں یا شرابخانوں کا نام و نشان نہیں +

جہاں قدیم یہودیوں کا یہ نعرہ کہ خداوند خدا ایک ہے سنائی دیتا ہے۔ وہاں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ بھی بڑے خوش کن لہجہ میں اور بڑے وثوق کے ساتھ اور موثر طور پر کان میں پڑتا ہے۔ اس کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے اس اعتقاد اور ایمان پر مہر لگتی ہے جو کہ پڑھنے والا رکھتا ہے اور جو باوجود صدیوں گذرنے کے بھی مدلل اور فہم عامہ کے عین مطابق پایا گیا ہے +

اسلامی دُنیا کا خدا پر ایمان صرف اعتقادی اعتقاد ہی نہیں۔ یہ نہایت ہی پکا اور اسکی جڑھ بہت مضبوط ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ دُنیا کے مذاہب میں سے اسلام ہی کے عقائد نہایت مختصر ہیں

ممکن ہو کہ یہی بات صحیح ہو لیکن مسلمانوں کا باری تعالےٰ کی ہستی پر اسقدر ایمان پختہ اور راسخ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کی وحدانیت میں شرکت کو نفرت سے دیکھتے ہیں بلکہ اُسے کفر خیال کرتے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ کو کیسے گر اکر دوسرے لوگوں کے برابر کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ کیسے اپنی صفات میں دوسروں کو شریک کر سکتا ہو۔ وہ اعلیٰ اور اکبر ہے اور اُسی کی عبادت اور پرستش ہونی چاہئیے مسلمانوں کے نزدیک تین یا دو خداؤں کا جو قادر مطلق کی حیثیت رکھتے ہیں خلاف عقل اور ظاہراً لغو بات ہے۔ اور سنت اقتاج سیس کا یہ عقیدہ کہ خدا۔ بیٹا۔ اور روح القدس علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لیکن یہ سب ایک ہی سرچشمہ خدائی ہیں لیکن ان کی شان و جلال برابر ہے۔ اور ان کی بزرگی اور شوکت ہمیشہ رہنے والی ہو۔ ان کے نزدیک بالکل بے معنی اور لغو بلکہ کفر ہے +

اللہ ہمیشہ اور ابد الآباد تک رہنے والا بادشاہ ہے ہر انسانی خواہش کے اُوپر اسکی مرضی ہونی چاہئیے ہر مرد و عورت کا اصول اور مُدعا خدا کی رضا چاہئیے۔ اسلام کے دو معنے ہیں ایک تو رضا بالقضاء اور دوسرا امن اور سلامتی میں داخل ہونا یعنے پہلا امر دوسرے امر کا ایک ذریعہ ہو گویا امن اور سلامتی میں داخل ہونا ہی مقصد و مُدعا ہے۔ اسلام کا خدا کسی خاص قوم یا فرقہ کا ہی خدا نہیں بلکہ یہ تمام خلق اللہ کا خدا ہے۔ اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اگر کوئی اور دنیا بھی موجود ہو تو اللہ اس کا بھی مالک ہے اور وہاں کے رہنے والے اس دُنیا کے رہنے والوں کے بھائی ہیں۔ اور یہ ایک اصُول اسلام کا ہو جس پر نرا اعتقاد ہی نہیں بلکہ عمل بھی ہو عیسائیت نے جو تعلیم خدا اور انسان کے رشتہ کے متعلق دی ہو اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک تعلق اور رشتہ فرض کر لیا گیا ہے۔ جو کہ روحانیت کے سخت مخالف ہے۔ اس سے خدا کی عظمت میں بہت فرق آتا ہے۔ اور پرستش و عبادت کا وجود گم ہوتا دکھائی دیتا ہے جب انسان عبادت کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی بخشش اور اس کا کرم و فضل اس پر وارد ہو رہا ہے۔ اور اُسے خدا کی قربت محسوس ہوتی ہو۔ کیا اس بات سے وہ جامہ میں پھولے نہیں سماتا۔ نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح و موزوں ہو گا کہ جتنا کہ وہ اس فضل و کرم پر غور کرتا ہے۔ اس پر خدا کی ہیبت زیادہ طاری ہوتی ہے +

رحمان اور رحیم کے معنوں میں اس قدر جلال و عظمت ہے کہ دوسرے الفاظ میں نہیں خدا کے

افضال و برکات کی کسی طرح بھی حد بندی نہیں کیجا سکتی۔ اگر کوئی مسلمان خدا کے ان رحمتوں اور برکتوں کا خیال کرکے جن سے تمام جہان گھرا پڑا ہے۔ تمام جہان کے مالک کی عظمت و جلال کو سامنے لاکر اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ کر اسکی عبادت و پرستش کرے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ اس تمام جہانوں کے بادشاہ کو مسلمان اللہ کہکر پکارتے ہیں۔ یہ سب اسماء سے برتر ہے اور سوا حقیقی معبود کے کسی پر نہیں بولا جاتا۔ اور اس کے اندر وہ تمام خوبیاں شامل ہیں جو دنیا کے کسی نام میں پائی جاسکتی ہیں +

اسلام کوئی اعتقادی مذہب نہیں۔ یہ ایک ضابطہ زندگی ہے جس کے مطابق عمر بسر کیجانی چاہئے۔ قرآن شریف میں بعض جگہ روزمرہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق ہدایا پائی جاتی ہیں لیکن وہ باتیں ادنےٰ دکھائی نہ دیں گی۔ اگر یہ سوچا جائے کہ زندگی تو خدا کیلئے بسر کرنی ہے مسلمان کو خدا کیلئے جینا ہے۔ خدا ہی تمام قسم کے اطمینان اور راحتوں کا مرکز ہے۔ وہی جائے اُمید اور وہی اصل زندگی ہے مسلمان کا مقصد خدا سے پیوستہ ہو جانا اور اسکی معرفت کا علم پھیلانا ہے خواہ وہ کسی قسم کا کام کرے۔ اور پیدائش سے دام واپسیں تک خدا اور صرف خدا ہی کے لئے اپنی عمر گزارتا ہے جونہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے کان میں خُدا کی عظمت کا اعلان یعنے نعرہ اللہ اکبر پہنچایا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ پہلی آواز تکبیر ہی کی نومولود کے کان میں پڑنی چاہیئے تاکہ نیک اور پارسایانہ زندگی کا بنیادی پتھر مضبوطی کے ساتھ رکھا جائے۔ اور جبکہ بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے اور غم و غصہ یا کسی اور وجہ سے اسکے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس کے والدین یا ولی اللہ ہی کے نام کی لوری اس کے کان تلے دیتے ہیں۔ اور اس کی تعلیم کا آغاز بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی کو کرایا جاتا ہے۔ وہ دن میں پانچ دفعہ اذان میں اللہ اکبر سُنتا ہے۔ اور پھر اگر وہ جنگ کیلئے نکلے تو یہی روح کو تازہ کرنیوالے الفاظ اس کے لئے نعرہ جنگ کا کام دیتے ہیں۔ اس کے تمام امور خانگی میں حرف لا الہ الا اللہ ہی اس کا تکیہ کلام ہو اور یہی پیغام رُوح کی واپسی پر اس کے کان میں پہنچایا جاتا ہو اور جب قبر کے سپرد اس کا جسم کیا جاتا ہے تو یہی الفاظ ہر ایک شخص کے ورد زبان ہوتے ہیں +

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ایثار انکسار اور اللہ کے احکام کی متابعت سے انسان قرب الٰہی حاصل

کرسکتا ہو عیسائی معترضین کہتے ہیں کہ اسلام میں خدا سے ملنے کی کوئی راہ ہی نہیں لیکن حضور رسول کریم صلعم اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ جس شخص سے میں پیار کرتا ہوں میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے +

انسان خدا کے نزدیک اس سے زیادہ تر ہو ہی نہیں سکتا۔ پادری ٹی۔ ایل۔ اے۔ اینڈریو عیسائی مشنری کے ذیل کے الفاظ جو اس نے اپنی کتاب نارتھ انڈیا (شمالی ہند) میں لکھے ہیں پڑھ کر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ وہ لکھتا ہے کہ

ایک سچے اور صحیح معنوں میں مسلمان کی شان اور خلق نیز اس کے روزانہ ہفتہ وار ماہوار اور سالوار کام کی ترتیب جسمیں خدا کو بھلایا نہیں جاتا۔ یہ سب کچھ مل ملا کر ایک سچی دولت عظمیٰ ہو جس کی ہمیں کالیسیا کے لئے پھر حاصل کرنے کی ضرورت ہے +

مسلمان اللہ تعالیٰ کا حمد اور شکریہ بجالاتے ہیں کہ اُس نے آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک لمبا سلسلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اُنکی ہدایات اور رہنمائی کے لئے بھیجا قرآن نہیں بتلاتا ہو کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے لیکن وہ سب کے سب انسان تھے انھیں سے کوئی بھی اللہ کے برابر نہیں۔ اس علم سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان تمام بزرگ اور مقدس لوگوں کی سوانح پر غور کرنے سے جو آج تک گزرے ہیں۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور ان جیسے اخلاق ظاہر کرنے اور ان کی طرح زندگی بسر کرنے کی انہیں ہمت پیدا ہوتی ہے +

قابل توجہ خریداران رسالہ اشاعت اسلام

ہمارے معزز خریداران کی طرف سے بعض اوقات اس مضمون کے شکائتی خطوط موصول ہوتے ہیں کہ ہمارے دفتر سے انکے گرامی ناموں کے جواب نہیں پہنچتے یا اگر پہنچتے ہیں تو بہت دیر کے بعد۔ اور بعض دفعہ اگر پتہ صاف نہ لکھا ہو تو نئے خریدار صاحبان کے نام پرچہ جاری کرنے میں بہت دقت محسوس ہوتی ہے لہذا رفع شکایت کے لئے التماس کی جاتی ہو کہ آئندہ نئے خریدار صاحبان اپنا پتہ نہایت صاف اور خوشخط تحریر فرماویں اور خط و کتابت کے وقت پرانے خریدار صاحبان بھی براے نوازش علاوہ اپنے پتہ کے نمبر خریداری رسالہ بالضرور صاف تحریر فرما کر دفتر ہذا کو مشکور فرماویں بصورت دیگر کسی فروگذاشت یا کوتاہی کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ خاکسار منیجر

انگلستان میں طلاق کے مقدمے

انگلش پریس میں یہ خبر چھپی ہے کہ لندن کی عدالت طلاق میں اس وقت دو ہزار عرضیاں دائر ہیں۔ اس ریکارڈ کو دیکھ کر انسان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ حالانکہ ابھی یہ اصل حالات کو کامل طور پر نہیں ظاہر کرتا۔ مسٹر ہوریشیو بوٹملی ایم۔ پی کی رائے میں یہ تعداد ان بیشمار واقعات کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے جنمیں کہ خاوند یا بیوی ایک دوسرے کی بدچلنی کی وجہ سے ہر طرح طلاق حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں"۔ اس بڑی عدالت طلاق کے علاوہ دوسری چھوٹی عدالتیں آئے روز بدچلنی کے واقعات کا فیصلہ کر رہی ہیں جسمیں کہ نوجوان مرد و عورت آج کل کثرت سے مبتلا ہیں اور جس کی بڑی وجہ یہ حال کی جنگ یورپ ہے۔ یہ آجکل انگریزی اخبارات اسبات پر زور دے رہے ہیں"۔ کہ جنگ کی وجہ سے جو یہ بدچلنی پھیل گئی ہے۔ اسکی کامل طور پر تحقیقات ہونی چاہئے اور تعلقات زن و مرد کو نہایت پاکیزہ اور بہتر بنانا چاہئے"۔ عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عیسائی گرجے اور مذہب میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ عیسائی گرجا ابھی تک ان خطرناک واقعات اور معاملات کے دفعیہ کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتا۔ عیسائی قانون بعض حالات کے ماتحت ایک اچھے چال و چلن کی عورت کو بھی مجبور کر دیتا ہے۔ کہ وہ زنا کی طرف جائے کیونکہ اس کے بغیر وہ کوئی اور چارہ نہیں دیکھتی +

سب سے زیادہ ہولناک اور دل دہلا دینے والے وہ مقدمات ہیں جنمیں ان واقعات کا انکشاف ہوا ہے جنمیں فوجی افسر نہایت افسردہ اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ جنگ سے واپس گھر آئے ہیں۔ کیونکہ ان کی بیویوں نے علانیہ ان سے بیوفائی اور بیحیائی برتی اور انکی غیر حاضری میں دوسروں کے ساتھ نکل کر بھاگ گئیں۔ ان فوجی افسروں کی ملکی اور قومی خدمات کا یہ نہایت ہی برا معاوضہ ہے کہ دوسرے لوگوں نے انکی غیر حاضری کا فائدہ اٹھایا۔ اور انکی بیویوں کے ساتھ تعشق کا اظہار کیا۔ بعض بیویوں نے تو یہانتک بیحیائی اور دیدہ دلیری دکھائی کہ انہوں نے اپنے خاوندوں کو صاف صاف یوں لکھ دیا۔ کہ چونکہ میں نے ایک اور مرد کو پالیا ہے جس سے کہ میں

نہایت محبت کرتی ہوں اور جس کے ساتھ کہ میں آجکل رہتی ہوں۔ اسلئے میں تم سے مجبوراً قطع تعلق کرتی ہوں۔" یہ کیسا دردناک اور افسوسناک معاملہ ہے۔ وہ لیڈیاں جو کہ عیش و عشرت میں پلی ہیں ان کو لوگوں نے پھسلا کر اور طمع دلا کر اُن کے خاوندوں کی غیر حاضری میں ان ناجائز فعلوں میں ڈال دیا۔ بعض کہانیاں تو ایسی دردناک ہیں۔ اور بعض واقعات ایسی بیحیائی اور شرمناک افعال سے پُر ہیں۔ کہ وہ بیان نہیں کئے جا سکتے۔ دوسری طرف اُن سے بھی زیادہ دردناک وہ واقعات ہیں کہ جنہیں نوجوان عورتوں کو ان کے فوجی خاوندوں نے اس بنا پر چھوڑ دیا کہ اُن کو ان سے بہتر اور عورتیں مل گئی ہیں۔ اس قسم کی عورتیں نہایت بیکسی کی حالت میں ہیں۔ نہ ہی قانون سلطنت اور نہ ہی عیسائی گرجا ان کی مدد کر سکتا ہے۔ اور خاص کر آج کل کے قانون کے ماتحت جس کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے۔ وہ اپنے خاوندوں سے خلع کروا کر دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتیں مگر شرع اسلام کی رُو سے اُنہیں ایسا کرنے کا ہر طرح اختیار اور حق حاصل ہے جب وہ بیچاریاں شادی نہیں کر سکتیں تو غالب ہے کہ بعض اوقات وہ تقاضائے نفس سے مجبور ہو کر اخلاقی زینے سے نیچے گر پڑیں۔ کیونکہ ایسی خلاف فطرت زندگی (یعنی جس حالت میں کہ وہ دوسری شادی نہیں کر سکتیں) وہ کس طرح بسر کر سکتی ہیں۔ ہاں بیشک اُن میں ایسے شریف نفوس بھی ہیں جو کہ ہر قسم کے ناجائز اور بیحیائی کے فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر اکثر اوقات ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ آخر کار دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور وہ نفس کے آگے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ جو کہ اگرچہ ایک طرح قدرتی ہے مگر موجودہ قانون کے ماتحت سخت ممنوع ہے۔ وہ عورتیں جو کہ اپنے دامن عصمت اور عزت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں۔ ان کا حال نہایت تباہ و خستہ ہوتا ہے۔ اور وہ عورتیں جو کہ ایسی حالت میں دوبارہ شادی کر لیتی ہیں۔ ان کی ویسے بڑی مٹی پلید ہوتی ہے (کیونکہ اس قسم کی شادی جائز نہیں جبکہ پہلے خاوند سے طلاق نہیں حاصل کی گئی) اُن بیچاریوں کو طلاق حاصل کرنے کی بھی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ دوبارہ شادی کر سکتی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں ان کی خوشی اور عزت و عصمت کو برقرار رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ اب ضرورت ہے کہ حکومت اسکے متعلق نہایت ضروری کارروائی عمل میں لائے۔ اور گرجے کو مجبور کرے کہ موجودہ قانون کو نرم کرے۔ کیونکہ یہ نہ صرف

فطرت انسانی کے ہی خلاف ہے بلکہ اس کا بُرا اثر قوم پر بھی پڑ رہا ہے ✦

غیر ملکوں کے سپاہیوں نے خاص طور پر بدیوں میں بہت حصہ لیا ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ ان کے اپنے وطنوں سوسائٹیوں اور رشتہ داروں کی قیود وغیرہ اُن پر نہیں ہیں اُنہوں نے نفس پرستی کی باگ کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور طرہ یہ کہ ان کی بے لگامی بدکاریوں کا پوچھنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ اور انگریزوں کی طبعی شرافت اور نرمی انہیں سیاست سے روکتی ہے کہ وہ اُن کے کا بدلہ کریں۔ اور اُن سے بھی اسی طرح کا سلوک کریں۔ کئی ایسی نوجوان مائیں ہیں جو کہ عجب طرح کے مخمصوں اور پھندوں میں پھنس گئی ہیں۔ اور ان کی آگے دو قسمیں ہیں:-

ایک وہ ہیں جو کہ غیر ملکی سپاہیوں کے ساتھ بغیر کسی قسم کے نکاح کے رہتی رہی ہیں۔ اور دوسری وہ ہیں جن کا نکاح باقاعدہ گرجے میں پڑھا گیا۔ یہ آخری قسم سب سے زیادہ تکلیف اُٹھا رہی ہے۔ کیونکہ جب ایکدفعہ وہ گرجے کے قانون کے ماتحت آگئیں تو پھر وہ علانیہ طور پر دوسری دفعہ شادی نہیں کر سکتیں۔ حالانکہ پہلی قسم کی عورتیں بآسانی دوسرے خاوندوں کو تلاش کر سکتی ہیں۔ کیونکہ اُن کی پہلی شادیاں گرجے اور قانون کی قیود سے آزاد تھیں۔ اِس قسم کے دردناک اور تکلیف دہ واقعات بتا رہے ہیں کہ عیسائی گرجے میں ایک بڑی ضروری اصلاح کی ازبس ضرورت ہے۔ اگر گرجا اِن واقعات کو نظر انداز کرتا رہیگا۔ اور آئے دن کی تکالیف اور پُرالم داستانوں کی کچھ پرواہ نہ کریگا۔ تو ایک وقت آ پڑیگا کہ انسانی فطرت اور قدرت اُس سے باغی ہو جائیں گی۔ مگر انگلستان کے سچے بھی خواہ اور ہمدرد اِس معاملے کی اہمیت پر اپنی پوری توجہ صرف کر رہے ہیں۔ جو کچھ تجاویز انہوں نے اسکی اصلاح کیلئے پیش کی ہیں۔ وہ نہایت معقول اور ٹھیک معلوم ہوتی ہیں۔ اور اسلامی قانون کے عین مطابق ہیں جو کہ فطرت انسانی کے موافق ہونے کا دعویدار ہے ✦

مذہب اسلام تمام رُوحانی۔ مذہبی اور دُنیاوی اُمور میں عورت اور مرد کو ایک ہی درجہ عنایت کرتا ہے۔ اور مساوات اور غیر طرفدارانہ انصاف کو عمل میں لاتا ہے۔ عورت اور مرد کے لئے قوانین بھی ایک ہیں۔ اور بخلاف اسکے عیسائیت میں خاوند کے لئے ایک قانون ہے اور بیوی کے لئے دوسرا۔ شرع موسوی نے پہلے پہل عورت کو ملزم گردانا۔ اور قانون

عیسائیت بھی اسے ایسا ہی سمجھتا چلا آیا ہے۔ اگر عورت زنا کی مرتکب ہو تو خاوند کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسے طلاق دیدے۔ دوسری طرف خاوند چاہے اس سے بیرحمی سے سلوک کرتا ہو یا جان کر گھر میں آباد نہ کرتا ہو۔ مگر عورت طلاق نہیں لے سکتی جب تک کہ خاوند کی بدکاری کا ثبوت بہم نہ پہنچائے۔ گویا کہ اس حالت میں کہ دونوں کی آپس میں نہ بنتی ہو۔ اور آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے ہوں تو ایکدوسرے سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ بدکاری کریں۔ یا دوسرے لفظوں میں ظاہرہ سادہ عیسائی قانون لوگوں کو شرمناک افعال کے ارتکاب کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر کوئی نہیں کہ سکتا کہ آیا ایسا کرنے سے شادی شدہ زندگی کے مصائب کا خاتمہ ہوتا ہے یا ہمیشہ کیلئے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگجاتا ہے کیوں نہیں۔ قانون اسلام کی طرح طلاق کی اجازت دیجاتی؟ اور کیوں لوگوں کو شرمناک افعال کے ارتکاب کی طرف دھکیلا جاتا ہے؟ اسلامی قانون ہمیں تمام تکلیف خرچ اور بےعزتی سے بچا لیتا ہے۔ اور تمام معاملات پر ویسا ہی حاوی ہے۔ جیسا کہ یہ قابل عزت اور پُر از شرافت ہے۔ حقیقت میں یہ انسانی فطرت کا ایک طرح کا مظہر ہے +

ہم نے ابھی ابھی اسلامی قانون کے کم خرچ ہونے کی ایک خصوصیت بیان کی ہے۔ ایک اسلامی ملک میں اس خوبی کا احساس ہمیں بہت کم ہوتا ہے اسلئے کہ ہم اس سے خوب واقف ہیں اور یہ بات ہمارے ہر روز کے مشاہدے میں آتی ہے۔ مگر جب ہم اس ملک میں اس کے برعکس معاملہ دیکھتے ہیں تب ہمیں اسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یہاں پر عدالت کی ابتدائی فیس اس قدر زیادہ ہے کہ ایک معمولی انگریز عدالتِ طلاق میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور یہ فیس جان کر بہت بھاری رکھی گئی ہے۔ اس سے اُن نیک نیت اشخاص کی عقلمندی اور قوت تدبیر پر روشنی پڑتی ہے جن کے ہاتھ میں گرجے کی باگ ہے۔ وہ انسانی خوشی اور آرام کی قربانی سے گرجے کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں صرف یہی ایک ذریعہ نہیں جس سے کہ انہوں نے عدالت طلاق میں آنے سے روکا ہے کسی شہر بلکہ کسی ضلع میں عدالت طلاق نہیں۔ ضلعے تو الگ رہے تمام انگلستان کے لئے ایک ہی عدالتِ طلاق ہے اور وہ لندن میں قائم کیجاتی ہے۔ ایک شریف متوسط درجے کے انگریز کے لئے سفر کے اخراجات اور صعوبتیں لندن کی گرانی اور کثیر اخراجات اور وکیلوں اور عدالتوں کی فیسیں ناقابل برداشت رکاوٹیں کھڑی کردیتی

ہیں۔ اور یہ سب باتیں مقدس گرنتھ کی پاک اغراض کو حاصل کر لینے کیلئے نہایت مناسب ہیں۔
کیا ایسا قانون خدا کی طرف سے سمجھا جا سکتا ہے جو کہ غریبوں کے لئے ویسا آرام دہ و سہل الحصول
نہ ہو۔ جیسا کہ وہ امیروں کے لئے ہے؟ کیا ایسا قانون اس رب العلمین کا وضع کیا ہوا سمجھا
جا سکتا ہے جو کہ اپنی تمام مخلوق کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ اور سب سے ایک جیسی محبت کرتا ہے؟ کیا
ایسی چیز قانون الٰہی کہی جا سکتی ہے جس کا نتیجہ ایسا گندہ اور تباہ کن ہو؟ نہیں! اس کا نقص
اسکی کوتاہ اندیشی اور عالمگیر ہمدردی کا عدم وجود اسباب کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ قانون انسان کا خود ساختہ
ہے۔ شرع اسلام کو دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی شدہ ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ وہ
مرد و زن۔ امیر و غریب۔ بادشاہ و رعایا غرض کہ سب سے مساوی اور ایک جیسا سلوک کرتا ہے
طرفین میں سے کسی کو بھی ناانصافی اور ظلم کے مصائب برداشت کرنے کی تکلیف نہیں
اٹھانی پڑتی۔ انگلستان کے مدبروں کی مجوزہ اصلاحات کو اسلام نے کبھی کا عملی جامہ پہنایا
ہوا ہے۔ مذہب اسلام یا دوسرے لفظوں میں فطرتی مذہب سے لوگ چاہے کچھ مدت کے لئے
غافل ہو جائیں مگر جو کوئی اُن کو رد اور باطل قرار دیگا وہ ضرور تکلیف اُٹھائیگا۔ بنی نوعِ انسان
کی بہتری اور بہبودی اسی میں ہے کہ دنیا ان پر عمل کرے۔ اور ہر جگہ اسی کا دور دورہ ہو +

وہ خلاف فطرت اور تکلیف دہ قیود جو کہ عیسائی قانون لوگوں پر لگاتا ہے اُن کا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ وہ بددیانت اور بدتہذیب ہو جاتے ہیں مسٹر ہورشیو بٹوملی ایم۔ پی اپنے حال کے
مضمون میں یوں رقمطراز ہیں۔ کہ پارلیمنٹ کے ایک ممتاز ممبر کو ایک نہایت تکلیف دہ اعتراف
کرنا پڑا۔ یعنی ایک ناقابل برداشت شادی سے بچنے اور قانون کے گورکھ دھندے میں
پھنسنے کی خاطر اس نے ارادتاً عدالت کو دھوکا دیا۔ اس نے اپنے چال چلن کو نہایت ابتر اور
گندہ اظاہر کیا۔ حالانکہ وہ ایسی باتوں سے کوسوں دور تھا۔" سب سے بڑھ کر قابل افسوس بات یہ ہے کہ
اس ملک کے پادری اور بشپ اس قانون سے بالکل مطمئن نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اس کا
نتیجہ فریب دھوکا اور نفرت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کیا اب اسبات کا سوچنا اُن کے لئے
کوئی مشکل رہ گیا ہے کہ آیا انسان فطرتی گنہگار رہے یا عیسائی قانون اسے گنہگار بننے کی ترغیب
دیتا ہے؟ اگر ایک ایسی صریح اور صاف بات کو بھی سمجھنے سے وہ قاصر ہیں۔ تو اُن سے یہ

اُمید رکھنی فضول ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو مصیبت سے نکالتے اور ان کی فلاح وبہبودی کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں ہلا سکیں گے عیسائی قانون کی کوتاہ اندیشی اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ طلاق اور زنا کاری کو لازم ملزوم قرار دیتا ہے۔ یہ صرف بدمعاشی کی ترغیب اور اسی طرف اشارہ ہی نہیں کرتا بلکہ یہ اُن بیسیوں باتوں کو تسلیم نہیں کرتا جن کی وجہ سے زوجہ وشوہر دونوں کی زندگی ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ اور طلاق ایک لازمی نتیجہ نظر آتا ہے۔ مگر اسلام ان سب حالات کو تسلیم کرتا ہے گو عیسائیت جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ ان کو بالکل تسلیم نہیں کرتی۔ اگر ایسے حالات پیش آجائیں تو اس حالت میں اُس نے زن وشوہر کے "فراق" یا دوسرے لفظوں میں تعلقات زن وشوہر کے قطع کر دینے اور الگ الگ رہنے کا قانون بنایا ہوا ہے۔ مگر یہ علاج بجائے فائدہ دینے کے اُلٹا نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ تجرد کی زندگی بسر کرنا خلاف فطرت ہے۔ بلکہ جس حالت میں کہ تعلقاتِ زن وشوہر کسی طرح بھی قائم نہ رہ سکتے ہوں تو عورت و مرد دونوں کو اختیار ہونا چاہئے کہ وہ طلاق حاصل کر لیں۔ اور اگر چاہیں تو کسی اَور سے دوبارہ شادی کر لیں۔ مگر موجودہ "فراق" کا طریقہ اور قانون نہ صرف اُنہیں دوسری شادی کرنے سے ہی روکتا ہے بلکہ اکثر حالات میں ان کو مجبور کر دیتا ہے کہ حرامکاری کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ولد الحرام پیدا ہوتے ہیں۔ یہ طریقے ہیں جن سے عیسائی چرچ قوم کی تربیت اور پرورش کر رہا ہے۔ یہ قانون کیونکہ خلاف فطرت ہے۔ اسلئے اس کے پیرو اکثر اوقات اسکو توڑنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف گرجے کی ہی ہتک ہوتی ہے بلکہ قوم کی حالت ابتر ہوتی جاتی ہے۔

ہمیں کامل اُمید ہے کہ انگریزی قوم ضرور بیدار ہو کر اس اعلیٰ اخلاق۔ ارفع معیار کی ضرورت کو محسوس کریگی جو کہ ایک الٰہی قانون کے لئے ضروری ہے۔ اور وہ ضرور اس خلاف فطرت انسانی قانون کو جو کہ گرجے کے سہارے کھڑا ہے اور جس پر کہ اب تک عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ الگ پھینکدیگی ان کی نجات اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اس انسانی ساختہ قانون کی جگہ کوئی اور قانون رکھیں اس غرض کیلئے انہیں قانون اسلام سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔ یا اس کو ہی تسلیم کر کے اس پر عملدرآمد کرنا چاہئے کیونکہ مذہب اسلام کو وہ انسانی فطرت کا ایک کامل اور سچا مظہر پائینگے۔ اور اسکے قوانین پر

عمل کر کے وہ دیکھ لیں گے۔ کہ یہ انسانی ضروریات اور حاجات کے لئے کافی اور شافی ہیں +

خلیفۃ المسلمین سلطان ٹرکی کے لئے دُعاء کا دن

بروز جمعہ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء کو (یعنی وہ دن جس کو کہ آل انڈیا مسلم کانفرنس نے جو کہ لکھنؤ میں ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو منعقد ہوئی تھی مقرر کیا تھا) مسلم پریسٹر ہوس (۱۱۱ کیمیڈن ہل روڈ۔ لندن) میں ایک بڑی جمعیت اکٹھی ہوئی۔ اور نماز جمعہ کے بعد مفصلہ ذیل دعا پڑھی گئی:۔

(۱) یا الٰہی ہم تیرے آگے دست بدعا ہیں کہ تو ہمارے خلیفہ کو جو کہ تیرے حبیب جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے تیرا خادم ہمارا اسلامی بھائی اور مسلمین کا شہزادہ ہے یعنی محمد وحید الدین خان سلطان ٹرکی محافظ ملت و دین کو ہر طرح مامون و محفوظ رکھ۔ اے مولیٰ تو اس مصیبت اور ابتلا کے زمانے میں اس کی مدد اور حفاظت کر۔ اور اس پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔ یا اللہ اگر تیری رضا و خوشی ہو تو تو اس کو اور اس کی سلطنت کو ہماری خاطر برقرار رکھ اور لوگوں کے ان منصوبوں کو جو اسلام کی جمعیت اور اخوت کو پراگندہ کرنے اور اسلام میں ایام جاہلیت کی خرابیاں از سر نو پیدا کرنے کیلئے ہو رہے ہیں پاش پاش کر دے فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔ آمین ثم آمین

(۲) اے اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور ہم اپنے گناہوں کے معترف ہیں۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔ اور اپنے عفو و کرم سے ہمارے دلوں اور چال چلنوں کو پاک و صاف کر۔ تاکہ ہم جو کہ زمانہ ماضی میں اپنے اسلامی فرائض کو ٹھیک طور پر بجا نہیں لاتے رہے۔ آئندہ ان کو بخیر و خوبی انجام دے سکیں۔ اور اپنی مہربانی اور قدرت سے اس اسلامی گروہ کو جو عثمانی خلیفہ کی زیر حکومت ہے ایسا بنا دے

کہ وہ حقیقت میں اِس دُنیا میں تیرے نمائندے کہلا سکیں۔ اور اُن کی سلطنت کو صلح، امن نیکی، اخوت اور انسانی ترقی کا مسکن بنادے۔ تاکہ تمام دنیا کے انسانوں کیلئے باعث برکت ہو"

اِس دُعا کے بعد ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کے پریزیڈنٹ مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال (نومسلم) مُقرر ہوئے۔ آپنے مفصلہ ذیل تقریر فرمائی:۔

"مسلمان بھائیو!

آج کا دن ہمارے ہندوستان بھر کے بھائیوں نے عثمانی خلافت کی برقراری کی دُعا مانگنے کیلئے مخصوص کیا ہے۔ تم سوال کروگے کہ کیا واقعی خلافت خطرے میں ہے؟ ہم اُمید کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو۔ مگر بعض ایسے علامات ہیں جو کہ ہمیں فکر میں ڈالتے ہیں۔ اس جنگ یورپ کے شروع شروع میں بعض تکلیف دہ افواہیں اُڑائی گئیں کہ بعض عیسائی سلطنتوں کے نمائندے اسلامی دنیا کی خلافت کی بولی دیتے پھرتے ہیں۔ اور خلافت ایسے لوگوں کے آگے پیش کی گئی جن کو کہ مسلمان کسی صورت میں بھی اپنا نمائندہ نہیں چُن سکتے بعض عیسائی طاقتیں پہلے بھی اور اب بھی یہ کوشش کررہی ہیں کہ اسلام میں دہریت اور وحشیانہ پن کی وہی زہر داخل کردے جس نے نصف دُنیا کی زندگی کو تباہ کردیا ہے اور جسے کہ اسلام نے سچے مسلمانوں میں سے نکال کر پھینکدیا تھا۔

"عیسائیوں نے ہم مسلمانوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے کی بہت کوشش کی ہے کہ خلافت کا وارث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو ہونا چاہئیے۔ اور چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب تھے۔ اسلئے ان کا خلیفہ ایک عرب ہونا چاہئیے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان میں خلافت قائم کرنے کا کبھی شان وگمان بھی نہ تھا۔ بلکہ آپنے اِس مسئلے کو مسلمانوں پر چھوڑدیا۔ کہ جس شخص کے حق میں جمہور کی رائے ہو وہی خلیفہ بنایا جائے۔ آپنے فرمایا کہ ایک نیک عمل حبشی سرداری کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت بدعمل قریشی کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن عربوں میں سے نہیں تھے۔ جو کہ قومی پاس کرتے تھے۔ جس دن کہ وحی الٰہی نے آپ کو رسالت کا اہم فرض عطا فرمایا۔ اسی دن سے اس قسم کی باتیں آپکے دل سے بالکل اُڑ گئیں۔ آپنے اہل عرب ہونے کے فخر کو اپنے سب پیروؤں میں سے اُڑا دیا۔

اور اسکی جگہ وہ عالمگیر اسلامی اخوت قائم کر دی جو کہ خدا تعالیٰ کے سچے مذہب ہونے کی نشانی ہے۔ اور جسمیں کہ ایک حبشی اور ایک قریشی ایک درجہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (ترجمہ۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے) +

عیسائی سلطنتوں کی اِن کوششوں کو جو کہ سراسر اسلامی اصولوں کے برخلاف ہیں اور اسکی افواہوں نے اسلامی دُنیا میں سخت ناراضگی اور غصہ پیدا کر دیا ہے عیسائیوں کو مسئلہ خلافت سے ویسی ہی بے تعلقی ہے جیسا کہ مسلمانوں کو پوپ رُوم کے اِنتخاب سے ہے۔ اور اُن کا خلافت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تمام اسلامی دنیا عثمانی سلطان کو نہایت صدق دل اور جوش ہمدردی کے ساتھ خلیفۃ المسلمین مانتی ہے۔ اور عیسائی سلطنتوں کو یہ معلوم ہو جانا چاہئے۔ کہ ان کا کوئی اور خلیفہ کھڑا کرنا یا اس کو کسی طرح کی مدد دینا اِسلامی دُنیا میں ایک خطرناک تفرقے کا باعث ہو گا۔ جس کا نتیجہ سوائے خونریزی بغض و عداوت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہم نے عیسائیوں کا کیا بگاڑا ہے۔ کہ وہ اِس طرح کی کارروائی کر کے ہماری ہتک کرتے ہیں۔ مسلمان نہایت امن پسند اور بے شر ہیں۔ اگر ان کو چھیڑا نہ جائے۔ اور اُن کی بڑی خواہش یہی ہے کہ اُن کے اتحاد و اخوت کو قائم رہنے دیا جائے۔ تا کہ وہ امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراط المستقیم پر قدم ماریں اور رُوحانی اور مذہبی ترقی حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق تاریخ عالم میں ایک ایسا وقت آیا جبکہ خلافت عربوں کے ہاتھ سے نکلکر ترکوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور فی زمانہ مسلمانوں کی ترقی اور خلافت عثمانیہ ایک لازم ملزوم چیزیں ہو گئی ہیں۔ اور اِس بات کا ثبوت کہ اسلامی احساسات و خیالات ہمارے میں یورپ کے حق میں مضر نہیں ہے اس بات سے ملتا ہے کہ ہماری دلی خواہش یہ ہے کہ ہمارا خلیفہ بھی یورپ کی طاقتوں میں سے شمار ہو۔ ہم صرف اِتنا چاہتے ہیں کہ یورپ اس کو آئے دن کی ایذا دہی سے باز آ جائے۔ تا کہ اس وجہ سے ہمیں بھی تکلیف نہ ہو۔ اور جو حقوق دوسری قوموں کے ہیں وہی اسے اور ہمیں بھی دیئے جائیں۔ خلافت عثمانیہ کے برقرار رہنے کی دُعا مانگنا گویا مشرق اور مغرب کے آیندہ

امن وصلح اور بہتری کی دُعا مانگتا ہے۔

خلیفۃ المسلمین ہز امپیریل مجسٹی سلطان ٹرکی کی خدمت میں تار کا بھیجا جانا

مفصلہ ذیل ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہوئے :-

(۱) یہ جلسہ اس بات کو تحریر میں لاتا ہے کہ سلاطین ٹرکی پچھلی کئی صدیوں سے اسلامی دُنیا کے خلیفے اور خادمان حرمین الشریفین تسلیم ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور اسلام کی عزت کے اور مقامات مقدسہ کے محافظ رہے ہیں۔ اور یہ کہ موجودہ سلطان ٹرکی کا رُتبہ اور درجہ بھی وہی ہے جو کہ اس سے پہلے سلاطین ٹرکی کا تھا +

(۲) اور یہ جلسہ اس بات کی اہمیت پر زور دیتا ہے کہ اسلامی خلیفہ کا سیاسی اقتدار اور خود مختاری بحال رہنی چاہئے۔ اور غیر مسلم طاقتوں کی اُن کوششوں کے برخلاف جو کہ وہ خلیفہ کے متعلق کر رہے ہیں نہایت زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے +

(۳) اور یہ جلسہ اپنے بڑے پُرزور الفاظ کے ساتھ ان یورپین اخبارات کے برخلاف آواز بلند کرتا ہے۔ جو اُن ترکی محبانِ وطن کو بُرا بھلا کہتے اور ذلیل کرتے ہیں۔ جو آج کل اپنے پُرانے نقائص کو دُور کرنے اور گذشتہ غلطیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور جو کہ اسلامی سرزمین پر یوروپین طاقتوں اور عیسائی قوموں خاص کر یونانیوں اور آرمینیوں کی بلا ضرورت دست اندازی کے خلاف اپنی پوری کوشش اور طاقت صرف کر رہے ہیں +

(۴) اور یہ کہ مفصلہ ذیل مضمون کا ایک تار خلیفۃ المسلمین ہز امپیریل مجسٹی سلطان ٹرکی کی خدمت میں بھیجا جائے :-

" لندن کی اسلامی جماعت جسمیں مختلف اقوام کے سُنی اور شیعہ دونوں شامل ہیں آج کے دن یور مجسٹی کے لئے دُعا کر رہے ہیں۔ اور یور مجسٹی کو خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت سے اپنی دلی اور دائمی محبت اور ہمدردی کا یقین دلاتے ہیں " +

مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کو بحیثیت پریذیڈنٹ جلسہ اس تار پر دستخط کرنے

اور اسکو روانہ کرنے کا اختیار دیا گیا۔ چنانچہ یہ تار اسی شام کو قسطنطنیہ بھیجے جانے کی غرض سے ساوتھ ویسٹرن ڈسٹرکٹ پوسٹ آفس میں دیگئی۔

سلطان کا جواب

مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء کو سلطان کا یہ شفقت آمیز جواب اسلامک بورڈ (دفتر) واقع ۳۳ بیلیس سٹریٹ ایس۔ ڈبلیو میں موصول ہوا:۔

"بنام مارمیڈیوک پکتھال۔ چیئرمین مسلم کانگریگیشن۔ لنڈن

وہ تار جو کانگریگیشن لندن کی طرف سے جسمیں سُنی شیعہ اور دیگر اسلامی فرقے شامل ہیں بھیجی گئی تھی موصول ہوئی اور بالعالی میں پیش کر دیگئی۔ وہ خیرخواہی دلی عقیدت۔ محبت اور ہمدردی جو کہ حضور سلطان و خلیفۃ المسلمین کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ وہ مذہب اسلام کے ساتھ کامل عقیدت اور لگاؤ کا ہمیں کامل یقین دلاتی ہے۔ میرے آقائے نامدار ہز امپیریل میجسٹی سلطان ٹرکی کو آپ کی تار سے نہایت خوشی اور دلجمعی حاصل ہوئی ہے۔ حضور عالی کے حکم سے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کانگریگیشن کے تمام ممبروں کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے۔

علی رضا۔ وزیر اعظم"

یہ پُر از شفقت جواب بروز جمعہ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۹ء کو بعد از نماز جمعہ تمام حاضرین کو سُنا دیا گیا۔ اور سب نے دلی خوشی اور نہایت تعظیم کے ساتھ اسکو سُنا اور سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ کہ اس ٹیلیگرام کو چوکھٹے اور شیشے میں لگوا کر محفوظ رکھا جائے +

شکریہ - جن اصحاب عطاء تہ لینشا درزائے اشاعت اسلام بلاد غیر کی امداد کیلئے اپنی فیاضی اور ہمدردئے اسلام کا ثبوت زر کی صورت میں دیا ہے ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ خدا ایسے نیکدل لوگوں کو جزاء خیر عطا کرے۔ اور ان کے مال جان میں برکت ڈالے۔ رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں بعض اصحاب لینشادر کے اسمائے گرامی معہ رقوم عطیہ درج کئے گئے تھے۔ اس سالہ میں باقی اصحاب کے اسماء معہ رقوم عطا کردہ درج کئے جاتے ہیں۔ اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالی ایسے نیکدل اصحاب کو دین کے کام میں حصہ لینے کی زیادہ تر توفیق دے +

خاکسار۔ سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و وکنگ مشن

اشاعت اسلام

بعض لوگوں نے اسلام کے متعلق بہت سے جھوٹے الزام پھیلا رکھے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام شمشیر یا تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ باوجود سینکڑوں مسلمانوں نے اور ساتھ ہی اس کے دیگر مذاہب کے لوگوں نے مدلل تردید کی ہے۔ یہ ایک مسلمہ اعتراض اسلام پر روا رکھا گیا ہے۔ اگر معترضین اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اُتار کر انصاف اور تحقیق کی نظر سے دیکھیں تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ اسلام نے کسی حالت میں بھی اور کسی صورت سے بھی اس خونخوار مسئلہ کی کہیں تعلیم نہیں دی ہے۔ اسلام کی دن دگنی رات چوگنی ترقی دیکھ کر مشنریوں کی آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ اور حیران ہیں کہ دُنیا نے اپنے گل عقائد باطلہ اور اوہام پرستی کو کس طرح یکلخت ترک کر دیا۔ اور دین اسلام کو کیوں اس قدر پرجوش لہجہ میں خوش آمدید کہا۔ یہ کسی پر مخفی نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کسقدر پاکیزہ اور فطرت کے مطابق ہیں۔ اسلئے چند ہی دنوں میں دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک کے لوگوں نے اس کی پکار پر لبیک کا نعرہ بلند کیا۔ اسلام کسی جگہ جبر اور تشدد سے اشاعت اسلام کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ صاف لفظوں میں لا اکراہ فی الدین یعنے مذہب میں کوئی جبر نہیں کہہ کر تمام مخالفوں کے مُنہ کو بند کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر اسلام یہ فرض ٹھیراتا ہے کہ غیر مذہب والوں کی بہبودی اور فلاح کا لحاظ رکھیں۔ انہیں کامل آزادی دیجائے اور انکے تمام معبدین برقرار رکھے جائیں۔ اس تعلیم پر مسلمانوں نے کس طرح عمل کیا اسکی شہادت خود تاریخ دیتی ہے۔ البتہ اگر چند مسلمان حاکموں نے اسکے خلاف کیا ہو تو اس کے عام مسلمین ذمہ وار نہیں ہو سکتے ہیں۔ قرآن شریف چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ تمام مسلمان مشنری ہیں۔ اور یہ ہر مسلم کا فرض ہے کہ جہاں کہیں جائے پیغام الٰہی لوگوں کو سُنائے۔ اگر وہ مان لیں تو فبہا ورنہ اُن کی مرضی

پر چھوڑ دے چنانچہ ارشاد ہے ما علی الرسول الا البلاغ یعنے نہیں ہے رسول پر مگر سُنا دینا۔ آپ نبی برحق تھے۔ آپ کو اپنے مشن کی کامیابی پر پورے طور سے یقین تھا۔ آپ کی تقریر نہایت موثر اور سنجیدہ تھی اور آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے لوگ مشتاق تھے۔ پھر آپ کے لئے اس کی کیا ضرورت تھی کہ آپ تلوار سے کام لیتے اور لوگوں کو بزور مسلمان کرتے۔ صرف اسلام کی صداقت اور سچائی کی برکت سے، کہ جوق درجوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور اپنی تشفی دین اسلام کی عملی تعلیمات اور خداداد خوبیوں سے سمجھانے لگے۔ آپ کہ سکتے ہیں۔ کہ یہ بھی تلوار کے زور سے تھا کہ قریش کے کفار غریب مسلمانوں کو پکڑ کر دوپہر کے وقت عرب جیسے ملک میں جلانیوالی ریت پر لٹا دیتے تھے۔ اور ان کے سینے پر تپتی ہوئی سلیں رکھ دیتے تھے۔ اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کئے جاتے تھے۔ اور ان سے کہا جاتا تھا کہ اب بھی محمد صلعم کے خدا کو چھوڑ دو تو ہم تم کو اس عذاب سے رہائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کے منہ سے الله الله کے سوا اور کچھ نہ نکلتا تھا۔ کہاں ہیں مخالفین اسلام اور معترضین دین برحق آئیں اور ثابت کریں کہ یہاں انہیں دین اسلام کے چھوڑنے پر کونسی چیز مانع تھی: کیا یہ بھی تلوار کا کرشمہ تھا؛ یا اسلامی صداقت کا نمونہ۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ واقعہ کے دونوں پہلوؤں پر غور کریں اور بعد میں فیصلہ کریں۔ . . آنحضرت پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ آپ نے مختلف لڑائیاں ناحق کی ہیں۔ لیکن آج تک یہ کسی کے قلم سے نہیں نکلا کہ کفار نے بھی آنحضرت پر ناحق ظلم و ستم روا رکھی تھی یہاں تک کہ مکہ معظمہ کو چھوڑنا پڑا۔ کیا انسان مدت العمر ظلم و ستم سہتا رہے۔ اور اس کے ازالہ کے لئے کوئی تدبیر نہ کرے۔ اور مسیحی تعلیم کے مطابق ظالم کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم رکھے۔ نہ باپ نہ مسیحیوں کا عمل ہے اور نہ دُنیا اس پر عمل کر سکتی ہے۔ اسلام کو اسبات کا دعویٰ ہے کہ آج تک جسقدر جنگ اس نے کی ہیں وہ سب مدافعت کی خاطر تھیں اور مدافعت کے لئے ہوگی۔ ایک مٹھی بھر جماعت کا ملک عرب کی مخالفت میں ایسے نازک وقت میں کھڑا ہونا اگر مدافعت کے لئے نہیں تھا تو کس غرض سے تھا؟ اگر اسلام ببرو تشدد روا رکھتا تو فتح حاصل ہونے سے بیمروہ مراعات

اور وہ حقوق غیروں کو نہ دیتا جن کے برباد کرنے کے لئے جنگ کی گئی تھی بلکہ تاریخ اور کچھ بتلاتی ہے کہ غیروں کو وہ حقوق دیئے گئے کہ تاریخ میں آج تک اسکی نظیر نہیں ملتی اور نہ مل سکیگی.....
فتح مکہ کے دن آپ نے جو عام معافی نامہ کا اعلان کیا تھا اور حضرت عمر فاروق نے جو سلوک عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس کو ابھی لوگ بھولے نہیں ہیں البتہ میں زور کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کی تلوار قرآن ہے۔ جہاں گیا شرک و بدعت کو جڑ سے کاٹ کر ڈال دیا اور اوہام پرستی اور باطل پرستی کا قلع قمع کر دیا۔ اسلام پر ہمیشہ دشمنوں کے حملے ہوتے رہے ہیں۔ اگر اس زمانے کے کفار تلوار کے ذریعے سے اسکی بنیاد و بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتے تھے تو آجکل کے مہذب اقوام قلم و دوات کے ذریعے سے علانیہ حملے کرتے ہیں لیکن جس طرح کفار کے حملے سے اسلام کا بال بھی بیکا نہیں ہوا اسی طرح انشاء اللہ اس سے بھی کچھ گزند نہیں پہنچ سکتا لیکن پھر بھی ہاتھ پاؤں ہلانا شرط ہے ؎

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے — جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے — وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے — کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے

اسکی مدافعت کیلئے ووکنگ مشن ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس مشن کی ترقی کیلئے کوشاں ہوں اور معقول ذرائع سے اسکی امداد کیجائے۔ آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس علیگڈھ نے اپنے رسالہ جوش مذہبی میں اس سوال کے جواب میں کہ آیا مسلمان پھر بھی ترقی کر سکتے ہیں یا نہیں ذیل کے دو اصولوں کو ترقی کی بنیاد بتلایا ہے (۱) موجودہ مسلمانوں کے دماغوں کی ترقی کی کوشش کرنا (۲) ترقی کردہ انسانوں کو مسلمان بنانا +

آپ لوگوں سے مخفی نہ ہوگا کہ یہ مشن دونوں کام بخوبی انجام دے رہا ہے ایک طرف تو اسلامی لٹریچر کا انگریزی میں ایک کافی ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ہمارے انگریزی خواں کے شائق اس کے دلدادہ ہو رہے ہیں تو دوسری طرف غیروں کے دلوں سے وہ تمام اوہامات جو اسلام کے متعلق چھائے ہوئے تھے دھو دیا ہے۔ اور اسلامی صداقت کا آئینہ ان کے سامنے پیش کر دیا ہے اور وہ جوق جوق اسلام کے پُر امن جھنڈے ۔

تلے جمع ہوئے ہیں۔ اور مَیں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ مشن اسلام کی اشاعت کے لئے جو کام کر رہا ہے اسکی نظیر آج ایک بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔ اگر آپ واقعی اسکو اسلام کا حامی مانتے ہیں اور مدافعت کا طریقہ جو اس مشن نے اختیار کیا ہے پسند کرتے ہیں تو بس آپ پر فرض ہے کہ اسکی امداد حتے المقدور کریں اور جو فرض آپ پر باریتعالی نے عائد کیا ہے اس سے سُبکدوش ہو جائیں ؎

گرزِ او داد خدا دولت و جاہ و حشمے   بایدت کو بہر خستہ نگاہ کرمے
تا توانی بجہاں حاجتِ محتاج برآر   بدرمے یا درمے یا قدمے یا قلمے

نایت اور نگون

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اڈیٹر

رسم ختنہ

بنی اسرائیل میں ختنہ کی رسم ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس کا ضروری ہونا اُس عہد پر مبنی ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ پیدائش باب، اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کی پابندی انکی اولاد پر بھی لازمی تھی۔ دسویں آیت میں اس عہد کا مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے"۔

چنانچہ یہودیوں نے نہایت سختی سے اسکی پابندی کی۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکے حواریوں نے اس پر عمل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر عمل کیا۔ اور آپ کی اُمت اُس پر آج تک عمل کرتی چلی آئی ہے۔ مگر ابراہیم کی نسل میں سے عیسائی فرقہ ہی ہے جو کہ اس پر عامل نہیں ہے جس سختی کے ساتھ یہودی اسکی پابندی کرتے تھے اُسی سختی اور نفرت کے ساتھ عیسائیوں نے اسکو رد کر دیا۔ مگر یہ لاپرواہی اور بھی زیادہ افسوسناک معلوم ہوتی ہے

جب ہم اُن خالص اخلاقی اور صحت کے اصولوں کو دیکھتے ہیں جن پر کہ یہ رسم ختنہ مبنی ہے۔ اور یہ کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا۔ کیا ایک جوشیلا مذہبی پادری لوقا باب ۲ آیت ۲۱ میں یہ نہیں پڑھتا۔

"جب آٹھ دن پُورے ہوئے اور اُس کے ختنے کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا" سوا اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کو پُورا نہیں کرنا تھا تو کم از کم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سُنّت کو ہی پُورا کر دیتے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے حواریوں نے اس بات سے بے پرواہی اور غفلت نہیں برتی۔ پطرس نے "رسم ختنہ" کے حامی ہونے کا بیڑا اٹھایا اور پولوس کے غیر مذہبی رویّہ پر سخت اعتراض اور اظہار ناراضگی اور بیزاری کیا۔ اور اس ختنہ کے مخالف کے برخلاف اپنی کمر کس لی۔ پولوس کے عام اصول اس کے اس فقرے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ "تمام اشیا تمام آدمیوں کے لئے" یہی اس کی مذہبی چالیں اور تدبیریں اگرچہ عقلمندی کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی خود حضرت عیسیٰؑ کے عقائد اور اصولوں سے مختلف اور اجنبی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ کامل طور پر اپنے اُستاد کا پَیرو نہ تھا۔ اور وہ اُن کے بارہ حواریوں میں سے بھی نہ تھا۔ مذہب کے مشتہر کنندے اور پھیلانے والے کی حیثیت سے ہم اس سے اُمید نہیں کر سکتے۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم پر پورے طور پر عامل ہو گا۔ اس نے حضرت عیسیٰ کی اصلی تعلیم کو کبھی نہیں پھیلایا کیونکہ جن عیسائی اصولوں کی وہ تعلیم دیتا تھا وہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کے سخت ناگوار طبع تھی۔ وہ پولوس کے بیہودہ اقوال کو سُنکر حیران رہجاتے تھے۔ کیونکہ پولوس کبھی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں نہیں رہا۔ ان سے کبھی گفتگو تک نہیں کی بلکہ اُن کو کبھی دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ وہ اپنے آپ کو "نا ختنہ" کا حواری خیال کرتا تھا۔ اور ختنہ کے حواری یعنی پطرس کا اپنے تئیں مخالف سمجھتا تھا۔ یہ پطرس ہے جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ ایک چٹان ہے جس پر میرا مشن اور چرچ قائم ہے۔ مگر ہمیں یہ بات دیکھ کر سخت نا اُمیدی ہوتی ہے۔ کہ وہ چٹان اور اس کے ساتھ وہ چرچ بھی خاک میں مل گیا اور اسکی جگہ پولوس کا کردہ ایک مصنوعی گرجا

کھڑا ہوگیا۔ پولوس کی بڑی غرض لوگوں کو باڑے کے اندر جمع کرنا تھا۔ نہ کہ صحیح اور مسلمہ اصولوں اور عقائد کی تعلیم دینا جب کسی یہودی سے معاملہ پیش آجاتا تو نہایت پرہیزگار عیسائی بن جاتا تھا۔ اور جب کبھی کسی غیر یہودی کو عیسائی بنانا ہوتا تھا تو اس خوبی سے اسکے موافق بن جاتا تھا کہ تعجب ہوتا ہے۔ ہم اس زیر بحث معاملے پر صرف ایک ہی مثال دینے پر کفایت کرتے ہیں۔ اور وہ ٹائیموتھی۔ اور ٹیٹس کے عیسائی بننے کا واقعہ ہے۔ اپنے مشہور الفاظ کے عین موافق اس کا دونوں معاملات میں مختلف رویہ ہے۔ کتاب اعمال باب ۱۶ آیت ۳ میں لکھا ہے۔ پولوس نے چاہا کہ یہ (یعنی ٹائیموتھی) میرے ساتھ چلے۔ پس اسکو لے کر ان یہودیوں کے سبب جو اس نواح میں تھے۔ اس کا ختنہ کر دیا۔"

دوسری جگہ کتاب گلتیوں باب ۲ آیت ۳ میں لکھا ہے "لیکن ٹیٹس بھی جو میرے ساتھ تھا اور یونانی ہے۔ ختنہ کرانے پر مجبور نہ کیا گیا"۔

اس قسم کے واقعات ہیں جو کہ پولوس پر کسی قسم کا بھی اعتبار کرنے سے ہمکو روکتے ہیں کیونکہ وہ اپنی دھن میں ایسا محو ہوجاتا ہے۔ کہ اس کو آگے پیچھے کا بالکل خیال نہیں رہتا جتنی سختی سے یہودی رسم ختنہ پر پابند تھے۔ اتنا ہی پولوس نے مختلف ذرائع سے اسکو مٹانے کی کوشش کی۔ مگر یہ مخالفت بہت حد تک پہنچ گئی۔ اور اس نے ایک فائدہ مند رسم کو نقصان پہنچایا۔ مگر اسی اپنی خاک سے وہ پھر زندہ ہوجائیگی۔ اور اٹھ کھڑی ہوگی۔ کیونکہ یہ فائدہ مند ہے۔ اسلئے روشن خیال اور تہذیب یافتہ عیسائیوں کے دلوں کو یہ ضرور اپیل کریگی طبی ضرورت اس رسم کو پھر بحال کر دیگی۔ کیونکہ سب ڈاکٹر اس کے فائدے پر متفق ہیں۔ اور اس کے جاری کرنے کے حامی ہیں۔ یہ حمایت اور تائید صرف ڈاکٹری اور طبی رسالوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ اب یہ عام پبلک پریس میں بھی نمودار ہوگئی ہے۔ یہ مفصلہ ذیل نوٹ جو کہ لندن ٹائمز کے قیمتی کالموں میں چھپا ہے اس بات کو ظاہر کرتا ہے:-

"لازمی ختنہ"

بریگیڈیر جنرل اے سی۔ کرنچلی سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی ایس او۔ آر۔ اے الف۔ جو کہ رائل ایر فورس (ہوائی فوج) کے رہنماؤں کی ابتدائی تعلیم اور مشق پر مامور ہیں۔ اور جو کہ

۱۸ برس سے ۳۰ برس تک کے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) سپاہیوں وغیرہ پر افسر ہیں اپنی گواہی یوں اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے اور سنجیدگی سے اس پر غور کرنا چاہتی ہے۔ تو میں آتشک اور سوزاک وغیرہ بیماریوں کے انسداد کیلئے ایک نہایت ضروری مشورہ پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر ایک بچے کا اسکی پیدائش کے ایک سال کے اندر ہی ختنہ کر دینا قانوناً لازمی قرار دیدیا جائے۔ ایسا کرنے سے آتشک اور سوزاک میں بہت بڑی کمی واقع ہو جائیگی "۔

سو وہ قانون جو کہ پولوس کی کوششوں سے متروک الاستعمال ہو گیا تھا اب پھر زندہ ہونے لگا ہے۔ یہ بھی قسمت کا ایک کھیل ہے۔ قانونِ قدرت کب تک بے پرواہی اور ضد سے توڑا جا سکتا تھا۔ جس بات کو ایک لعنتی فعل قرار دیا جاتا تھا۔ وہی اب ایک رحمت خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہر قانونِ قدرت ایک رحمت ہے۔ خود عیسائیت نے کسی قانونِ قدرت کو نہیں توڑا۔ بلکہ پولوس اور اس کے ساتھی ایسا کرنے کے ذمہ وار ہیں کسی خدائی قانون کو توڑ کر جو کوئی بھی انسانی قانون انہوں نے بنایا وہ نہایت فضول اور تکلیف دہ ثابت ہُوا۔ اور اکثروں کو تو پچھلی نسلوں نے اُڑا کر پھر پہلے والے خدائی قانون کو رائج کیا۔ مسلمان نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کے برخلاف چلتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کو حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے کے لحاظ سے انہوں نے سنت کو قائم رکھا ہے۔ مگر اس سختی کو اُڑا دیا ہے جو کہ یہودیوں میں برتی جاتی ہے کسی شخص کے مذہب اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ ختنہ کرائے جیسا کہ یہودیوں میں ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ جن کا ختنہ نہیں ہوا ہُوا وہ گندے لوگ ہیں۔ اور نہ ہی ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ تمام رحمتیں اُن پر بند کر دی گئیں ہیں۔ ہم یہودیوں کی طرح یہ یقین نہیں رکھتے کہ ختنہ اللہ تعالٰے کے قرب کا موجب ہوتا ہے۔ اور جو ختنہ نہ کرائے وہ کسی قسم کی عبادت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اسلام ان باتوں سے بہت بالاتر ہے کہ وہ ایسی خلافِ عقل باتوں کو منوائے۔ ہاں ہمارا یہ خیال ہے کہ رسم ختنہ ایک فائدہ مند چیز ہے اور صحت اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ صفائی کو بڑھاتی ہے۔ اور انسان کو خاص قسم کی بیماریوں سے محفوظ

رکھتی ہے۔ اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد پر قائم رہنا بیفائدہ نہیں گیا۔ یہودی کی ضرور سزا ملنی چاہئے جیسی کہ مل رہی ہے ضرورت ان یہودیوں کو مجبور کریگی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو پھر تازہ کریں ہمیں یقین ہے کہ انگریز نومسلم اپنی نرینہ اولاد کے ختنے کرا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کو پورا کرینگے۔ اور اس طرح ان کو خاص قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہنے میں مدد دینگے +

اللہ ہی نور ہے

از اسلامک ریویو دسمبر ۱۹۲۰ء

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ لا فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ لا یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ لا رِجَالٌ لا لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ لا یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لا لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ٥ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا وَّوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ لا اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا

فَمَا لَہٗ مِنْ نُوْرٍ ۔ ترجمہ۔ اللہ (ہی کے نور سے) آسمان وزمین کی روشنی ہے۔ اسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے (اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (اسقدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کیطرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ۔ اس کا تیل (اسقدر صاف ہے کہ) اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھیگا (غرضکہ ایک نور نہیں) بلکہ نُورٌ علیٰ نور (یعنے نُور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے (اور ہاں وہ چراغ خدا کے) ایسے گھروں (یعنے عبادتگاہوں) میں (روشن کیا جاتا ہے) جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ اُن کی عظمت کیجائے۔ اور ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ اور ان (عبادتگاہوں) میں صبح وشام ایسے لوگ خدا (کے نام) کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید وفروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرنے پاتے (کیونکہ وہ لوگ) اُس دن سے ڈرتے ہیں جب (مارے خوف کے) دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں (پھری کی پھری) رہ جائیں گی۔ اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں) کہ اللہ ان کو اُن کے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے اور اُنکو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بیحساب دیتا ہے۔ اور جو لوگ مُنکر (اسلام) ہیں . . . . . اُن کے اعمال (نرے دھوکے کی ٹٹی ہیں) جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا اسکو (دُور سے) پانی خیال کرتا ہے یہانتک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا (اور پیاسا تڑپ تڑپکر مر گیا) اور (دیکھا تو) خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اس نے اُس (کے اعمال) کا حساب پُورا پُورا چکا دیا۔ اور اللہ پلک جھپکتے میں حساب کرنیوالا ہے۔ یا (اُن کے اعمال کی مثال) بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی (ہے) کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے اور (لہر بھی ایک نہیں بلکہ) لہر کے اُوپر لہر اس کے اوپر بادل (غرض) اندھیرے ہیں۔ ایک کے اُوپر ایک کہ (دریا کی تہ میں

کوئی آدمی) اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اس کو دیکھ سکے اور جس کو اللہ ہی نور (یعنے ہدایت) نہ دے تو اس کو (کسی طرف سے بھی) نور (کا سہارا) نہیں +

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح۔ یہ آیت قرآن شریف کی نہایت ہی خوبصورت ہے۔ اور اس کے متعلق شارحین نے بہت کچھ محنت سے لکھا ہے۔ اس کے معنے اس قدر گہرے اور باریک ہیں کہ انسانی علوم اس کا مطلب و معنے پورے طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ یا بالفاظ دیگر اس کے معنے اسقدر وسیع ہیں اور جسمانی اور روحانی علوم کے اس قدر مختلف شعبوں پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اسکی مکمل طور پر تشریح کرنا ناممکن ہے۔ اللہ ہی کے نور سے آسمان و زمین کی روشنی ہے یعنے خدا کے سوا کوئی اور ذریعہ اور منبع روشنی نہیں اور اندھیرا بھی گویا اُسی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ روشنی کے بالمقابل اندھیرا ہی ہے۔ جو اندھیرا ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ وہ ان چیزوں کی سے ہے جو روشنی یا نور کے اور ہمارے درمیان حائل ہیں۔

مثل نورہ میں نور سے مراد خود وہ ہستی و ذات باری تعالیٰ نہیں۔ کیونکہ اسکی تو مثال ہی کوئی نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ایک پرتو کا حصہ مراد ہے۔ خود وہ ہستی و ذات باری تعالیٰ نہیں۔ کیونکہ اس کی تو مثال ہی کوئی نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ایک پرتو کا حصہ مراد ہے جو ہم دُنیا کی تاریکیوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ یعنے دنیا ایک طاق ہے (کمشکوٰۃ) اور طاق میں ایک چراغ ہے (فیھا مصباح) چراغ ایک شیشی کی قندیل میں ہے۔ اور قندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روغن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ۔ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل اُٹھیگا۔ غرضکہ ایک نور نہیں بلکہ نور، علے نور ہے +

اگر وہ شخص جس نے اپنی عمر بھر میں تکالیف ہی کا سامنا کیا ہو اور ہمیشہ سردی اور طوفان ہی میں زندگی بسر کی ہو۔ کبھی کسی معتدل ملک میں خوشگوار موسم بہار کی صبح کا لُطف اُٹھائے۔ چنانکہ آسمان فیروزہ کی رنگت یاد دلانے اور ہوا میں گرد و غبار

اور وہ طبیعت کو اُبھارے تو اس نظارہ سے اسکی جان میں جان آجاتی ہے اور اسکی ڈھارس بندھتی ہے۔ تب اسکی فطرت تقاضا کرتی ہے۔ کہ وہ تنہائی میں اس تمام نظارہ پر غور کرے۔ اور اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ اس خوبصورتی کی جو اچانک اس پر ظاہر ہوئی ہے پرستش کرے۔ اور ہر ایک چیز کو چھوڑ کر اس کے آگے جُھک جائے۔ گویا کہ مُدت تک خطرات سے اور اندھیرے میں راہنما کے نہ ملنے سے تکلیف اُٹھانے کے بعد اس نے اس طاق کو پالیا ہے جہاں کہ روشنی دکھائی دیتی ہے۔ تمام صناع مُصوّر اور شاعر اور ہر ایک شخص جو اپنی قوت متخیلہ سے کام لیتا ہے اِس قسم کے احساسات سے واقف ہے۔ اور ہر ایسا شخص اپنے طریق پر پرورش بھی کرتا ہے لیکن وہ کونسی بات ہے انکو خوشی و راحت ملتی ہے۔ صرف اس قندیل ہی ہے۔ وہ قندیل موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ یہ چراغ قندیل کے پیچھے ہے اور ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے نورٌ علےٰ نور ہے۔ اور مومن ہی اس کی کیفیت سے واقف ہوتا ہے۔ قدرت کی خوبصورتی اور نظارہ کی تعریف کرنا خواہ وہ مقامی و عارضی ہو اور اتفاقیہ دکھائی دے بالکل اس عبادت اور پرستش سے مختلف ہے جو قدرت کے اُس لازوال خدا کی کیجاتی ہے جس کے نور کے آگے وہ روشنی یا نور جو ہم دیکھتے ہیں محض ایک ادنےٰ مثال کے طور پر ہے اور اس نور کا گویا ایک بعیانہ ہے جو ان لوگوں کے حصہ میں آئیگا جو اس کی تلاش صحیح طور پر کرتے ہیں۔ اور یہ نور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے مُصوّر اور شاعر کے لئے تو قدرتی نظارہ اور نور یا تو مشرق اور یا مغرب کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ روزمرہ کا مشاہدہ قدرت ہے لیکن زیتونۃٍ لا شرقیۃٍ ولا غربیۃٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مومن کو زمین ہی پر اُسے یہ نور ملتا ہے لیکن وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو کہ پورب کا ہے نہ پچھم کا۔ جس کا تیل خواہ اُسے آگ چھوئے یا نہ آپ سے آپ جل اُٹھیگا۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اس دنیا کی تاریکی ان چیزوں کا سایہ ہے جو ہم میں اور اس نور میں حائل ہیں۔ ان آیات کی تشریح کرنا اپنی قدرت سے باہر ہے میں ان کا لُطف اور کیفیت خوب محسوس کرتا ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتا۔ میں

صرف اُن سلسلہ خیالات کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جن سے آپ ان آیات کے وہی صحیح اور مطلب سمجھ لیں جو میرے ذہن میں ہے۔ اللہ ہی جسے چاہے نور کی طرف لیجائے۔ یہدی اللہ لنورہ من یشاء میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف اشارہ ہے لیکن اسکی مرضی کے متعلق صاف صاف قرآن پاک کے ہر ایک صفحہ پر لکھا ہے۔ یعنے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا دوست بن جاتا ہے اور پھر اُنہیں اندھیرے میں سے نکالکر نور کی طرف لیجاتا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال کی نسبت بعد کی دو آیتوں میں لکھا ہے کہ وہ نور ایسے گھروں (عبادتگاہوں) میں (روشن کیا جاتا ہے) جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کیجائے۔ اور ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ ان (عبادتگاہوں) میں صبح و شام ایسے لوگ خدا (کے نام) کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے نما فل نہیں کرنے پاتے (کیونکہ وہ لوگ) اس دن سے ڈرتے ہیں۔ جب (مارے خوف کے) دل (اُلٹ جائیں گے۔ اور آنکھیں پھری کی پھری رہجائینگی۔ اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں) کہ اللہ انکو انکے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔ اور ان کو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بیحساب دیتا ہے۔

اِس امر کی تشریح کہ اللہ کس کو چاہتا ہے قرآن شریف میں جابجا واضح طور پر لکھا ہے کہ اللہ اسی کو چاہتا ہے جو ایمان لاتے اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ پس جس طرح مومنوں اور اعمال صالح کرنیوالوں کو نور علے نور اور بیحساب انعامات ملتے ہیں۔ اسی طرح کفر اور اعمال بدکی سزا تاریکی اور گمرہی دیجاتی ہے۔ منکر تو صرف قدرت کی خوبصورتی کا جہاں تک کہ وہ اُس کی ذات سے تعلق رکھتی ہے مشاہدہ کرتا ہے۔ موسم بہار کی محمدگی اُسے فصلوں کے متعلق یا اپنے کاروبار و سیر و شکار کی نسبت رائے زنی کرنے کا موقعہ دیتی ہے۔ اس کے تمام کام خود غرضانہ ہیں۔ اور اُن کی حالت آخرش یہ ہوجاتی ہے

کہ کوئی خوبی بھی جو اُسکی ذات سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ اُس کے دل میں جوش پیدا نہیں کرسکتی اس کے کام ہی اس کا مدعا و مطلب ہیں۔ وہ انہیں ہی اپنا انتہائی مُدعا خیال کرتا ہے لیکن کیا ان باتوں کو قیام و پائداری ہے ہرگز نہیں۔ ایسے لوگوں کے اعمال (نری جھوٹے کی ٹٹی ہیں) جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہؤا ریت کہ پیاسا اس کو دُور سے پانی خیال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اُس کو کچھ نہ پایا۔ اور پیاسا تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اور دیکھا تو خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اس نے اعمال کا حساب پُورا پورا چکا دیا۔ اور اللہ چٹکی بھر میں حساب کرنے والا ہے۔ یا اُن کے اعمال کی مثال بڑے گہرے دریا کے اندرُونی اندھیروں کی سی ہے۔ کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے اور لہر بھی ایک نہیں بلکہ لہر کے اُوپر لہر اس کے اُوپر بادل۔ غرض اندھیرے میں ایک کے اُوپر ایک کہ (دریا کی تہ میں کوئی آدمی) اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اسکو دیکھ سکے اور جس کو اللہ ہی نور یعنے ہدایت نہ دے تو اس کو کسی طرف سے بھی نُور کا سہارا نہیں +

قرآن کریم میں جگہ جگہ ایسے شخص کی نسبت جسے نُور یا ہدایت نہیں ملتی لکھا ہے مُنکر لوگ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ اور اس کے احکام کو رد کرتے ہیں اور ہدایت کی بتلائی ہوئی راہ کے خلاف چلتے ہیں پس نُور کا خلاف اندھیرا اور گمراہی ہی ہے۔ اور اسی لئے ایک طرف تو نورٌ علیٰ نور ہے اور دوسری طرف ظلمت

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ +

مومن کو یہ نُور اُس کے نیک اعمال کے تناسب سے نہیں ملتا۔ یہ ایک خدا کا فضل ہے اور بخشا دیا جاتا ہے۔ ایک خاص طرزِ عمل اختیار کر کے اور ان پردوں کو دُور کر کے جو اُس کے اور خدا کے نور کے درمیان واقع ہیں وہ ایک ایسی شانِ خوبی کے درجہ پر پہنچتا ہے جو اسکی قابلیت سے بالاتر ہوتی ہے لیکن تاریکی اور گمراہی جو منکر کے لئے مقرر ہے۔ وہ اسے بالکل اُس کے اعمال کے مطابق ملتی ہے۔ یہ گمراہی پر گمراہی اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے یعنے وہ اسباب کا نتیجہ ہے کہ اس نے دیدہ دانستہ ایسی باتیں اختیار کی ہیں جو نُور کو روکتی ہیں اور خدا اور اسکے درمیان ایک دیوار کا کام دے رہی ہیں انسان کیلئے عروج پر پہنچکر نورِ الٰہی سے محروم رہنے کا زیادہ تر خطرہ ہے جو انسان اپنے آپ کو نیک

خیال کرتا ہے۔ اور خدا کے فضل کی اور اُس کی عبادت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ یقیناً ایک وسیع اور نہایت ہی گہرے سمندر پر اندھیرے اور گمراہی میں ہے +

برادران اللہ کے نور سے لئے ہماری خواہش و تڑپ ہے۔ اسلئے ہمیں خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسی چیز پیدا نہ ہو جائے جو ہم میں اور اس نور میں حائل ہو۔ اور ہمیں پھر ہمیشہ کی تاریکی اور ضلالت میں رہنا پڑے۔ منکروں کی راہ میں البتہ نا اُمیدی اور مایوسی کا اندھیرا ہے ہمارے لئے تو نور کے بعد نور ہے حتٰی کہ ہم پر انشاء اللہ وہ فضل اور رحمت نازل ہوگی کہ ہم ہمیشہ کیلئے نور ہی میں رہینگے۔ اور دائمی خوبصورتی اور خوشی ہمیں حاصل ہوگی +

کیا ہم جناب مسیح کے دشمن ہیں؟

از قلم جناب منشی ظہور احمد صاحب بی اے

(از رسالہ اسلامک ریویو ماہ دسمبر ۱۹۲۰ء)

کسی مسلمان کی نسبت یہ خیال رکھنا کہ وہ جناب مسیح کا دشمن ہے اسکی ایک طرح ہتک کرنا ہے جناب مسیح اُن عظیم الشان پیغمبروں میں سے ہیں جن کی رسالت پر ایمان لانا اسلام کا اصل اصول ہے قرآن مجید نے اسلام کے معنے یہ بتلائے ہیں کہ خدا کے تمام رسولوں کے آگے خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں معبوث ہوئے ہوں اور اُن کی تعلیم اور تمام آسمانی صحیفوں کے آگے سر تسلیم خم کردیں پس کوئی مسلمان بھی قرآن شریف کی اس تعلیم کے خلاف پیغمبروں میں فرق نہیں کر سکتا۔ لا نفرق بین احد من رسلہ اور سب کی یکساں تعظیم و تکریم کرنا اس کا فرض ہے

اس مذہب کے ہوتے ہوئے ایک نادان ہی یہ خیال کر سکتا ہے کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والا اور اسکی تعلیم کو تمام دُنیا میں پھیلانے والا جناب مسیح کا دشمن ہے۔ کیا قرآن شریف میں اُن کی تعریف و توصیف کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں اُن کی عزت اور تکریم نہیں ہو سکتی +

اِن واقعات اور صداقتوں کی موجودگی میں ایک جرمن کا بننے والا مشنری رسالہ اسلامک ریویو

کے قابل نامہ نگاروں کو جناب مسیح کا دشمن کہنا ہے۔ اسکی تہ میں صرف یہ بات ہے۔ کہ اسلامک ریویو کی اشاعت سے اس مشنری کی تجارت کا جو وہ مذہب کی آڑ میں کر رہا ہے بالکل ستیاناس ہو رہا ہے۔ لوگ تو اسلام کے خوبصورت چہرہ پر دھبہ لگانے کی کوشش میں تھے۔ اور اس مذہب کو جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے مغربی دنیا کے سامنے نہایت بُرے سے بُرے رنگ میں پیش کرتے تھے + اول تو ایسے لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ مغربی کلیسا جس مذہب کو جناب مسیح کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اس کے معلم کیطرف سے نہیں۔ اور دوسرا اسمیں فلسفہ اور منطق ایسے نئے ڈھب طرز پر ملایا گیا ہے کہ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اُسے سمجھ نہیں سکتا۔ علوم جدیدہ نے انسانی دل و دماغ کو ایسا صاف کر دیا ہے اور اُسے اُس حد تک پہنچا دیا ہے کہ ہر ایک فرد بشر کو ایک سچے مذہب کی تلاش ہے مشنری لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس مذہب سے جو سینٹ پال (پولوس) نے جاری کیا فطرت انسانی کو نفرت ہے۔ اور گرجا کی اختراع کردہ رسُوم سے تنگ آ گرا نہیں ایسے مذہب کی پیاس ہے جو عین فطرت کے مطابق ہو۔ کسی قسم کا بیجا بوجھ قوئ عقلیہ پر نہ ڈالے۔ بلکہ اُن کی تربیت اور ترقی میں مدد دے۔ اور انسان کی اخلاقی اور رُوحانی حالت کو بلند تر کرے +

یورپ پر ویسا ہی وقت آیا ہے جو آج سے پہلے ہر ایک مُلک اور قوم پر آتا رہا ہے جب کہ ایک نظام دوسرے نظام یا طریق انتظام کی جگہ پر قائم کیا جاتا ہے۔ پولوس کا مذہب تو اب تقویم پارینہ ہو گیا ہے۔ اور مغرب اس کی جگہ ایسا مذہب اختیار کرنے کو ہے جس کی سادہ اور صاف تعلیم میں کسی قسم کی بیہودہ مسائل نہ ہوں۔ اور جو فطرت انسانی کے خلاف واقعہ نہ ہوا اور جس کے احکام انسان کے قویٰ کے نشوونما میں مدد دیں +

رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ جو عین وقت پر جاری کیا گیا ہے۔ یہ بات کُھل گئی ہو کہ مغربی کلیسیا نے جو مذہب اختیار کیا ہے وہ بالکل جناب مسیح کی تعلیم کے برخلاف ہے حقیقت میں وہ مصری۔ فارسی یونانی اور اہل روما کے پُرانے قصوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جناب مسیح دُنیا کے لئے وہی اسلام لائے جو حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً اپنے متبعین کو سکھلایا اور جسکی تکمیل حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی اسلامک ریویو نے

نہ صرف ان مشنریوں کی خلاف اسلام تحریروں کو ہی جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ دیدہ دانستہ مغالطوں اور گالیوں سے پر تھیں۔ بلکہ اس رسالہ میں قرآن کی وہ تعلیم بھی دکھلا دی گئی ہے جس سے انسان کو عروج مل سکتا ہے اور اس کے قوی اور قابلیتیں ترقی پا سکتی ہیں۔ اور اس بات کا ہمارے غیر مسلم ناظرین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اس سے انکی طبیعت اس تعلیم کی طرف مائل ہوئی ہے۔ اور وہ اس نتیجہ پر آ رہے ہیں کہ جو مذہب اس رسالہ میں بتلایا جاتا ہے وہی اس قابل ہے۔ کہ دنیا اسے قبول کرے۔ کیا اس ملک میں گذشتہ دو تین سال کے عرصہ میں اسلام کو مختلف طبقوں کے لوگوں نے خوشی سے خوش آمدید نہیں کہا ہے کیا اسلامی لیکچروں اور وعظوں کو عام طور پر قبولیت نہیں ہوئی؟ یہ جرمن تاجر مذہب اور اسکے بھائی بند اس نزرو کو جو مغرب میں اسلام کے حق میں چل رہی ہے روک نہیں سکتے۔ اُن کی تمام بیہودہ گوئیوں کو عوام پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اب سوائے اس کے اُن کے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ کہ وہ اب کوئی نئی طرز اختیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جس مذہب کا اسلامک ریویو میں ذکر ہے وہ اسلام سے جُدا ہے اور اس کے اڈیٹر کے دماغ سے نکلا ہے لیکن جسے وہ اختراع کردہ مذہب کہتے ہیں انکی خوبیوں اور رسالہ کے کارکنوں کے نیک ارادوں کا اقبال کیئے بغیر انہیں بن ہی نہیں پڑتی۔ چنانچہ علماء ہندوستان نے اس قسم کے دھوکا اور فریب کو دیکھ کر ارادہ کر لیا ہے کہ مغربی دنیا کو اس سے آگاہ کیا جائے اس غرض کیلئے ایک بڑا بھاری جلسہ کلکتہ میں منعقد کیا گیا اور وہاں تجویز قرار پائی کہ اس امر کا اعلان کیا جائے۔ کہ رسالہ اسلامک ریویو صحیح اصول اسلام کا نمائیدہ ہے۔ اس پر ان مشنریوں نے اپنا رنگ گرگٹ کی طرح پھر بدلا اور لکھا کہ اسلامک ریویو کا پیش کردہ اسلام وہ اسلام نہیں جو عرب اور فلسطین میں دیکھا جاتا ہے بلکہ وہ ہندوستان کا اسلام ہے۔ اس تحریر سے نومسلموں کے دل میں شبہ پیدا کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وہ اسلامک ریویو کے پیش کردہ اسلام کو ایک ایسا اختراع سمجھیں کہ جسمیں ابتدائی اسلام کی بُو بھی نہیں۔ اور اس طرح وہ ٹھیک طور پر تحقیقات کرنے سے رک جائیں۔ اور اہل مغرب کی تحریرات پر ہی اپنا انحصار رکھیں جسمیں اسلام کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ مگر ہمارے ناظرین رسالہ کو اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے رسالہ کے مضامین قرآنی آیات پر ہی مبنی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ ہم اسی طرح لکھتے ہیں جس طرح اہل مغرب نے

لکھا ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ان ترجمہ کرنیوالوں نے صحیح ترجمہ نہیں کیا۔ وہ زبان کی خوبی نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی ایک جگہ غلطیاں کر گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہمیں یورپ کے سامنے اپنے ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پیش کرنا پڑا اور وہ خدا کے فضل سے بہت جلد مقبول عام ہو گیا ہے۔ مگر ہم ان مترجمین کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اکثر قرآن مجید کی خوبی کا اظہار کرنے کیلئے انہیں کے تراجم سے کام لیا ہے اس سے ہمارے نکتہ چینیوں کا راز افشا ہوا ہے۔ اور وہ اس امر کے ثابت کرنے میں کہ اسلامک ریویو ایک نیا اسلام پیش کر رہا ہے بالکل ناکام ہوئے ہیں +

ہر طرح سے ناکامی کا منہ دیکھ کر چند ماہ سے ان مشنریوں نے ایک نیا راگ چھیڑا ہے یعنے یہ کہ مسلمانوں کو جناب مسیح سے عناد ہے یہ ایک کفر ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم مسلمان نہیں اور قرآن کریم کی تعلیم پر ہمارا اعتقاد نہیں۔ حالانکہ اس کی تعلیم کے ماتحت جیسا کہ اس مضمون کے شروع ہی میں ہمنے لکھا ہے ہم مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ جناب مسیح کی رسالت پر اسی طرح ایمان رکھیں جس طرح حضرت محمد صلعم پر۔ پس ہمارے الزام دہندگان آگاہ رہیں کہ جو مسلمان کسی ایک پیغمبر سے بھی عناد رکھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسلئے ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے کسی طرح بھی جناب مسیح سے بغض و عناد نہیں رکھ سکتے۔ ہاں اسمیں شک نہیں کہ ہمارا بالکل یہ اعتقاد نہیں کہ جناب مسیح خدا تھے اور ان کے متعلق ہمارا ایسا کوئی بھی اعتقاد نہیں جس سے ایک انسان خدا بن جائے۔ الوہیت مسیح کی تکذیب اور اس مسئلہ کی بیہودگی کے متعلق جو مضامین ہمنے لکھے ہیں انہیں کو ان بیوقوف مشنریوں نے جناب مسیح کے ساتھ دشمنی کا ایک ثبوت قرار دیکر دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

یہ امر قابل غور ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ انجیل میں ایسی تحریریں ہیں جو ہمارے نکتہ خیال سے جناب مسیح پر ایک قسم کا بہتان لگاتی ہیں۔ اور اسمیں بعض بعض واقعات انکے ایسے متعلق ذکر کئے گئے ہیں جو ہمارے نزدیک ایک پیغمبر کی شان کے شایاں نہیں۔ اور جو عزت ایک خدا کے مرسل کو دیجانی چاہئے اور جو کافی ہیں۔ اور بدقسمتی سے انہیں واقعات پر جھلانے جناب مسیح کی الوہیت کا وجود قائم رکھا ہے۔ ایک سچا اور دیندار مسلمان تو شراب اور اس کے استعمال کرنیوالے کو نفرت سے دیکھتا ہے۔ پس اس کے نزدیک وہ شخص جو پانی جیسی صاف

اور پاکیزہ چیز کو خراب میں تبدیل کرتا ہے اور پھر وہی شراب دوسروں کو پلاتا ہے کیا خیال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے دل میں شراب جیسی چیز کو جائز رکھنے والے کی نسبت کس قسم کے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیا اس زمانہ میں شراب ایک لعنت اور تباہ کن چیز خیال نہیں کیجاتی اور لوگ اُسے خراب نہیں سمجھتے۔ پھر اس شخص کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے۔ اور اُسے کیا سمجھا جائے جس کی الوہیت کا دارومدار اور خدائی کا انحصار اسی معجزہ شراب پر رکھا جاتا ہے

ایک مسلمان کے لئے اسلام کی تعلیم کے رُو سے خداوند تعالیٰ کی عبادت کے بعد یعنے اللہ تعالیٰ کی پرستش سے دوسرے درجہ پر والدین کی عزت تعظیم ہے لیکن جب وہ اس سلوک کا ذکر جو جناب مریم کے ساتھ اس کے بیٹے نے کیا انجیل میں پڑھتا ہے۔ تو وہ حیرت زدہ ہو کر جناب مسیح کے متعلق ششش و پنج میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس کے متعلق رائے قائم کرنے میں متامل ہوتا ہے۔ انجیل میں یہی دو ایک مثالیں نہیں بلکہ اور بھی بہت سی ایسی مثالیں ہیں جن سے مسیح کا رتبہ بہت کم ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان کی نظر میں تو الوہیت سے کجا بلکہ پیغمبر کے رُتبہ سے بھی کم درجہ دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ قرآن شریف نے ہمیں آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی انجیل میں تحریفات و تغیرات کے متعلق بتلا رکھا ہے۔ اور اس امر کا اعتراف اس وقت کلیسیا بھی کر رہا ہے اسلئے ہم ایسی تمام باتوں کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور انہیں جناب مسیح علیہ السلام کی ذات پر بہتان قرار دیتے ہیں۔ ان امور پر ہمنے پہلے بھی اچھی طرح روشنی ڈالی ہے۔ اور اگر اس کم سمجھ جرمن مشنری نے ان باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہم مسلمان جناب مسیح کے دشمن ہیں تو یہ اسکی غلط منطق ولغو طریق استدلال کی دلیل ہے +

ترجمہ خط جناب مولانا محمد علی صاحب سابق ایڈیٹر کامریڈ

بنام

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب متعلقہ انگریزی ترجمۂ قرآن شریف

ترجمہ اسلامک ریویو   از چھندواڑہ سی پی مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۱۸ء   بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

میرے پیارے مرزا یعقوب بیگ

سب سے پہلے میں بھائی شوکت کی طرف سے اور اپنی طرف سے معافی کا از حد خواستگار ہوں۔ کیونکہ ہمنے آپکے گرانقدر تحفہ کی رسید بھیجنے میں بہت دیر کی۔ مجھے آپ کو اس امر کے یقین دلانے کی ضرورت نہیں کہ آپ ہمیں میرے ہمنام و نہایت معزز مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ شدہ قرآن مجید کی خوبصورت جلدوں سے بہتر اور زیادہ قیمتی تحفہ نہیں بھیج سکتے۔ رسالہ اسلامک ریویو میں جو ہمارے بہادر پیارے خواجہ کے نیو ڈپین مشن کی ایک خوش آیند یادگار ہے۔ میں نے فرقان حمید کے چند صفحوں کو جو ہمیں بطور نمونہ دئیے گئے تھے پڑھا تھا۔ اور میں بڑے اضطراب سے اس دن کا منتظر تھا۔ جبکہ میں یہ سنوں کہ ترجمہ مکمل ہو کر ہندوستان اور انگلستان میں بھی ملسکتا ہے۔ جب ہندوستان کے اخبارات نے اس مبارک ترجمہ کا اعلان کیا تو میں نے بھائی شوکت سے عرض کی کہ وہ آپ کی خدمت میں لکھیں کہ دو جلدیں بذریعہ وی پی ہمارے نام بھیجدی جاویں۔ وہ آپ کی طرف لکھنے ہی کو تھے کہ دو جلدیں جمعہ کے روز ہمارے پاس پہنچیں۔ چھاپہ اور جلد نہایت خوبصورت ہے۔ میں قرآن شریف لیکر مسجد میں پہنچا۔ تاکہ نہ صرف شوکت کو دکھلاؤں جو مجھ سے پہلے وہاں موجود تھے بلکہ دیگر مسلمانوں کو بھی۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم سب کو قرآن شریف دیکھکر اسقدر خوشی حاصل ہوئی۔ کہ کسی دوسری چیز سے نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نادر تحفہ کا شکریہ میں نے اسی روز ہی ادا کرنا تھا لیکن چونکہ آپنے لکھا تھا کہ میں اس عظیم الشان کام کے متعلق اپنی رائے بھی ظاہر کروں لہذا ادائے شکریہ بھی التواء میں ڈالا گیا۔ اس دن سے آج تک میں بخار میں مبتلا رہا۔ اور اگر میں تمام ترجمہ اور نوٹ کے ختم کرنے کے بعد خط لکھنے کا ارادہ

لروں تو آپ کو بہت دیر تک انتظار کرنا پڑیگا - یہ خط میرا ایک معذرت نامہ ہے - اس تاخیر
کے متعلق جو میں نے قرآن شریف کی جلدیں پہنچنے کی اطلاع دینے میں کی - اور اسی کو آپ ہمارا
پاسنامہ بھی خیال کریں گو کہ یہ پورے طور پر ادا نہیں ہو سکتا - بہرحال جو کچھ اثر میرے دل پر اس
قدس کتاب کی ظاہری صورت - اعلےٰ قسم کا غذ - خوبصورت چھپائی - لطیف چمکدار و سبز مراکو
چمڑے کی جلد بندی اور نہایت عجیب خط طغری سے ہوا ہے اس کا اظہار لازمی ہے - ان سب باتوں
سے یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ جن لوگوں نے اس مہتم بالشان کام کو سر انجام دیا ہے انہیں اس پاک کتاب سے
ہر ملک اور ہر زمانہ میں یکساں مفید ہے کس قدر محبت و اُلفت ہے - مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں ایسے
معاملات میں ایک حد تک نقطہ چین ہوں - اور غالباً آپ بھی اس امر سے واقف ہیں کہ مجھے بھی
قرآن مجید سے بہت ہی پیار ہے - اسلئے فطرتاً میں نے آپکے مرسلہ تحفہ کو تنقیدی بلکہ رشک کی
نگاہ سے دیکھا - اور یہ پڑھ کر آپ خوش ہونگے کہ مجھے اس نے پورا پورا اطمینان دیا - یہ خالی لفاظی
نہیں - بلکہ یہ ایک رشک کرنیوالے شخص کی طرف سے اس محبت اور پیار کا اعتراف ہے جو دوسرے
ن اس چیز سے رکھتے ہیں جسے وہ خود نہایت ہی عزیز سمجھتا ہے - تیم ؟ م تے بہی قدر موٹے کاغذ پر ہے
ور جس کی جلد کسی قدر موٹی اور چمڑے کی ہے وہ بھی نہایت ہی اچھا ہے اور دونوں قسموں کی ضرورت ہے
ں نے دیباچے کا مطالعہ کیا ہے - اور سورتوں اور ان کے نوٹوں کے ابتداء میں جو تمہیدیں لکھی گئی ہیں
ن میں سے بھی چند ایک کو بھی پڑھا ہے - اور ہر ایک رکوع کی سرخی اور فہرست مضامین کو بھی دیکھا ہے میں
س تمام ترتیب کو نہایت ہی قابل تعریف سمجھتا ہوں جسقدر ترجمہ کہ میں نے پڑھا ہے وہ مجھے نہایت
ہی سلیس اور شستہ معلوم ہوتا ہے اور اس بات کا اثر بھی مجھ پر ہوا ہے - کہ ترجمہ میں کسی تاویل سے کام نہیں لیا گیا
ور اسی سے خدا کے پاک کلام کی تعظیم و تکریم جو ایک سچے مومن کو کرنی چاہیے ظاہر ہوتی ہے - اس قسم کی قیمتی
زرِ معنے کتاب کو میں تھوڑا تھوڑا پڑھا کرتا ہوں - اور قرآن شریف کو توجہ کے ساتھ ختم کرنے کیلئے
بھی کچھ وقت لگیگا لیکن میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھے عربی زبان کا عالم و فاضل ہونے یا علم الہیات
جاننے کا دعویٰ نہیں اور بعد میں جو کچھ بھی میں رائے ظاہر کرونگا - اُسے ایک فاضل اجل مولوی کی رائے
سمجھنا چاہیئے - یہ ایک عظیم الشان کام تھا جس کی تکمیل کی گئی ہے - اور اب کم از کم یورپ کی ایک زبان
میں تو ایسا ترجمہ موجود ہے جو کسی تمسخر اُڑانے والے کی قلم سے نہیں ہوا بلکہ ایک ایسے مسلمان کے ہاتھ سے جس کا

ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ خدا کی طرف سے ہے۔ اور ان میں صداقت اور لوہ بھرا ہوا ہے۔ اور ماضی و مستقبل کے واقعات کے عین مطابق ہیں۔ اور ان کا ترجمہ بلا کسی تکلف و تاویل کے ہو سکتا ہے۔ یہ ترجمہ خدا کے فضل سے ایسے شخص نے نہیں کیا جس کا اصل مدعا اور غرض یہ ہو کہ وہ یوروپ کے سامنے اس کلام پاک کو اس طرح پیش کرے کہ گویا یہ (نعوذ باللہ) ایک جاہل پریشان خیال کی بنائی ہوئی ہے جو اپنے آپ کو بطور پیغمبر پیش کرتا ہے۔ اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی تلاش میں ہے + یہ فرق ہر ایک صفحہ پر نظر آتا ہے اور امید ہے کہ اہل یورپ پر یہ بات فوراً کھل جائیگا۔ آپ میرے کہنے پر یقین رکھیں کہ اس لڑائی کے بعد یورپ بالکل بدل جائیگا۔ یہ امر ان لوگوں پر ظاہر ہے جو یورپ کی طرز اور وہاں کے خیالات و رجحان طبیعت اور تمام ایسی باتوں کو جانتے ہیں اور جن پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت نزدیک ہے جبکہ یوروپ اپنے مذہبی خیالات کو خیر باد کہیگا عیسائیت نے جسے مختلف رومی کلیسیا نے مختلف طور پر سمجھا ہوا ہے۔ اس خطرناک طوفان جنگ کو نہیں روک سکی۔ اور نہ ہی خطبہ پہاڑ ان سختیوں کو کم کرنے میں مدد دے سکا جو کہ اس جنگ کے ساتھ لازم و ملزوم تھیں۔ اور طرفہ یہ کہ ہر ایک عیسائی حریف کے ملک میں گرجوں کے اندر جناب مسیح سے دعا مانگی جاتی تھی کہ وہ انہیں ان کے مقدس کام میں کامیاب ہونے کے لئے مدد دیں ان سب باتوں کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہی عیسائیت ہے۔ اور کیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ہو سکتی ہے۔ اور کیا کروڑہا لکھے پڑھے اہل یورپ اس قسم کے اعتقاد سے تسلی پا سکتے ہیں جو تغیر پذیر ہے اور جسے کسی طرح بھی یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ لوگ ایسے گرجوں کے قیام کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کرتے چلے جائیں گے۔ جو یورپ کے پولٹیکل معاملات کا حل جناب مسیح کی تعلیم سے نہیں کر سکتے۔ خیر جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس وقت مجھے ہزارہا باتیں ایسی نظر آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یوروپ بحیثیت عیسائی ہونے کے اس جنگ کے بعد ہی اپنے گرجوں ان کے عقاید وغیرہ کا جائزہ لیگا۔ اور اس روحانی انقلاب کے ساتھ ہی جو وہاں پیدا ہوگا ایک عظیم پولٹیکل تغیر بھی ہو جائیگا۔ اگر جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مسلمان ایک خاص غرض کیلئے پیدا کئے گئے ہیں تو پھر ہمیں یوروپ کی کشتی کو اسلام کے پُر از امن بلند گاہ کی طرف لانا چاہئے تاکہ قوموں کے علیحدہ علیحدہ گرجے اسی طرح نیست و نابود ہو جائیں

رجس طرح کہ وحشی قوموں کے مختلف خدا ہو گئے۔ اور سیاہ و سفید و زرد رنگ کی تمیز اٹھ جائے اور سب کے سب ایک قوم بن کر ایک ہی واحد خدا کی عبادت کریں۔ اور سب امرا و غربا ایک ہی مالک کے خادم ہو جائیں۔ اور اس طرح حکومت خود اختیاری اور جمہوری کی بجائے تمام عالم میں خدائی سلطنت ہو کر تمام پولٹیکل و سیاسی لڑائیوں کا خاتمہ ہو۔ اور خدا ہی شاہنشاہ و پاپائے اعظم اور پارلیمنٹ سمجھا جائے۔ یہی ایک ابدی آرام کی صورت ہے جس کا نام اسلام ہے یعنے اپنے آپ کو خدا کی رضا کے ماتحت کر دینا۔ اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی خدمت اور عبادت کرنا۔ آپ یہ خیال نہ فرما دیں۔ کہ تین سال تک ایک ویرانہ میں بند رہنے سے میرا دماغ پھر گیا ہے یہ نہیں بلکہ ہزارہا قسم کے خرخشوں سے جو دماغ کو پراگندہ کر دینے والے ہوتے ہیں علیحدہ کیا جا کر میرے دماغ کو اس تباہی میں غور و فکر کرنے کی مشق ہو گئی ہے۔ ایک تماشائی کی طرح خوب کا سب کھیل دیکھتا ہے جیسے یورپ اور ایشیا پر بغیر کسی جنبہ داری اور تعصب کے نظر ڈالی ہے۔ اور مجھے زمانہ مستقبل کے پردہ پر اسلام لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ مسٹر اقبال کو بھی تو دس سال ہوئے یہی دکھائی دیا۔ جس کا اعادہ انہوں نے قریباً پانچسال ہوئے اپنے بےمثال طرز پر یوں کہا ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

خیر قرآن شریف کا یہ ترجمہ اس انقلاب عظیم کا پیش خیمہ ہے۔ جو اس جنگ کے بعد ہونے والا ہے۔ اور اگر اس وقت تک میں زندہ رہا۔ تو میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے وہ اپنے دین کا خادم بنا وے۔ تاکہ میں تمام عالم میں اُسی کے لئے اپنے مال و جان کو فدا کرنے کی منادی کرتا پھروں۔ پیارا خواجہ تو پہلے ہی سے سابقون الاولین کی صف میں آ چکا ہے۔ اور میرا فرض اولین یہ ہو گا کہ میں اُسکے نقش قدم پر چلوں۔ میری اس تمنا نے تمام چھوٹی چھوٹی آرزوؤں اور خواہشوں کو بھسم کر دیا ہے۔ اور اب میں اس کام کو شروع کرنے کے موقعہ کی تاڑ میں ہوں۔ ایک محدود دائرہ کے اندر اس فرض کی ادائیگی سے میں باز نہیں رہا۔ اور دو سال سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح اور تعلیم کے متعلق یہاں کے لوگوں کو برابر سُنا رہا ہوں لیکن سیاح واعظ کے لئے میدان

وسیع ہونا چاہئے۔ اور نہ مجھے اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ میرے سامعین نہایت ہی روشن دماغ اور تعلیم یافتہ بھی ہوں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ مجھے کسی باضابطہ مشنری کمیٹی کی امداد کی حاجت نہ رہیگی۔ اسلام تو انہیں لوگوں نے پھیلایا جن کے اندر تڑپ تھی اور انہیں کسی باضابطہ کمیٹی کی طرف سے امداد کی احتیاج نہ تھی۔ مجھے اسبات کا تو علم نہیں کہ آیا اس جنگ کے خاتمہ تک میں زندہ بھی رہونگا یا نہیں۔ کیونکہ بیماری کی وجہ سے میں بہت ہی کمزور ہو گیا ہوں۔ اور بیماری وقتاً فوقتاً مجھ پر حملہ کرتی رہتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کا خاتمہ دیتے کو ہے لیکن خواہ میں زندہ رہوں یا نہ میرا مالک جو ہمارے ارادوں اور دنیا میں ہمارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ وہ ضرور میرے اس مصمم اور سچے ارادہ کو پسند کریگا۔ اور دُعا ہے کہ وہ اس پُر از گناہ خرابۂ دنیا میں میرے کسی ایک چھوٹے سے گناہ کے عوض میں میرے اس ارادہ کو قبول کرے +

اب میں خط کو یہاں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ مولوی محمد علی صاحب سے ملیں تو میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کریں۔ اور کہیں کہ مجھے ابھی اس بیغرضانہ اور بارآور محنت پر ناز ہے۔ اور کم از کم اس نام میں میری بھی شراکت ہے۔ جو تمام دُنیا میں سب سے پیارا نام ہے ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

اگر آپ میرے خواجہ پہلوان کی طرف لکھیں تو میری طرف سے لکھیں کہ میں اُن کی سفید گچھے دار ریش مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہوں +

میرے طرف سے اور شوکت کی طرف سے بہت بہت سلام علیکم آپ کو پہنچے +

آپ کا صادق اور شکر گذار

محمد علی

ہاں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر دیں کہ قرآن شریف کے دوبارہ طبع ہونے پر وہ رسول کریم صلعم کی سوانح عمری۔ اور اسلام کی ابتدائی تاریخ بھی مختصراً لکھ دیں۔ اور ساتھ ساتھ فقط قرآن شریف ہی آیات کا حوالہ دیں اور قرآن شریف میں مختلف قصص کا خلاصہ مع ایک نوٹ متعلقہ طبعی حالت ملک بھی ایزاد کر دیں +

چٹھی خواجہ کمال الدین صاحب

بنام

سکرٹری مینجنگ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کا اقتباس

ہز ہائنس نواب صاحب منگرول اُن برگزیدہ مسلمانوں میں سے ہیں جن کو ملت بیضا سے خاص اُنس اور جن کے دل میں اسلام کیلئے خاص درد ہے۔ مجھ سے اُنہیں للّٰہی محبت ہے۔ اور یہ صرف اسلئے کہ وہ مجھے اسلام کا ایک ادنےٰ خادم سمجھتے ہیں۔ ان کے ارشاد پر میں میر مدثر شاہ صاحب گیلانی کی معیت میں منگرول پہنچا۔ قریباً ایکہفتہ وہاں قیام رہا۔ میری علالت طبع نے مجھے اجازت نہ دی۔ کہ میں یا لیکچر دے سکوں۔ یہ کام بھی ایک حد تک میر صاحب کو کرنا پڑا +

نواب صاحب کے اخلاق کریمانہ کے ذکر کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ میری موجودہ علالت طبع کو دیکھ کر انہوں نے مجھے اجازت دی کہ میں حسب پسند خود کسی مسلم بھائی کو بطور سکرٹری اپنے ساتھ رکھوں جس کی تنخواہ وہ خود عطا فرماوینگے۔ انہوں نے میرے کہنے پر مبلغ ما ۱۵ ماہوار مقرر کی ہے۔ یہ سکرٹری بظاہر تو تصنیف میں مجھے مدد دیں گے لیکن دراصل وہ مسلم مشنری کا کام میرے ساتھ کرینگے۔ اللہ تعالیٰ حضور نواب صاحب کو جزائے خیر دے۔ اور خدا تعالےٰ مجھے توفیق عطا فرمائے۔ کہ میں اُن کی منشا کو جلد پورا کر سکوں۔ رخصت کے وقت بطور رخصتانہ مبلغ ایکہزار روپیہ اسکے علاوہ عطا فرمایا جسے میں امداد مشن میں جمع کراتا ہوں حضور نواب صاحب کی صاحبزادی صاحبہ جو ریاست مانہ بدرواکی رئیسہ ہیں مبلغ دوسو روپیہ بطور رخصتانہ عطا فرمایا جو میں مفت تقسیم رسالہ انگریزی میں داخل کرتا ہوں رئیسہ موصوفہ ہمیشہ سے ہمارے مشن کی مدد فرماتی ہیں اللہ تعالےٰ انہیں بھی جزائے خیر دے +

خواجہ کمال الدین مورخہ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۲۰ء

اسمائے گرامی چندہ دہندگان ضلع پشاور برائے ووکنگ مشن ولایت وغیرہ

نمبر شمار	نام معطی	رقم
	میزان سابق	للعمہ ۴۳۴
۴۱	جناب صفدر علی خانصاحب تاجر لنگی قصہ خوانی بازار پشاور	۵۰ صہ
۴۲	معلوم الاسم تاجر کابلی معرفت خان بہادر قلیخان صاحب ہزارہ	۴۰ للعہ
۴۳	جناب عزت شاہ صاحب تنگی ضلع پشاور	۲۵ ءعہ
۴۴	جناب حاجی امیر گل صاحب	۵۰ صہ
۴۵	جناب حلیم اللہ صاحب عرف کاکے تنگی	۲۰ عہ
۴۶	جناب غلام احمد جان خانصاحب	۲ مار
۴۷	جناب محمد شاہ خان صاحب	۲۱ لعہ
۴۸	جناب میاں ذکر اللہ صاحب	۲۰ عہ
۴۹	جناب فیراز خانصاحب وغیرہ	۵۰ صہ
۵۰	جناب حسن علیخان صاحب	۳۰ سہ
۵۱	جناب ملک عبد الرحمن خان صاحب	۱۰ عہ
۵۲	جناب ملک نور محمد صاحب	۳۰ سہ
۵۳	جناب غلام محی الدین خان صاحب	۶۰ شہ
۵۴	جناب عبد الاکبر خان صاحب	۱ مار
۵۵	جناب خان بہادر محمد افضل خانصاحب	۲ مار
۵۶	جناب سعادت خان صاحب	۱۰ عہ
۵۷	جناب شیر دل خان صاحب	للعہ
۵۸	جناب خانصاحب فضل الرحمن خان صاحب شبقدر	۱۸۰ مالہ
۵۹	جناب عبد الغنی خانصاحب	۱ مار

نمبر شمار	نام معطی	رقم
۶۰	جناب محمد اکرم خانصاحب سب شبقدر پشاور - -	عہر
۶۱	جناب عنایت اللہ خان صاحب مہتمد شبقدر پشاور	عنلعہ
۶۲	جناب عبد الصمد خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر " -	مازا
۶۳	جناب عبد اللہ شاہ خان صاحب ٹیلگرام پشاور	مازا
۶۴	جناب خان صریح صاحب " -	عنلعہ ۲
۶۵	جناب سرفراز خان صاحب رئیس مردان ضلع "	مازا
۶۶	جناب عثمان علیخان صاحب سب انسپکٹر	صعہ ۳۵
۶۷	جناب محمد افضلخان صاحب رئیس مردان وعدہ یکصد وصول کمصد	ما۱
۶۸	جناب دوست محمد خان صاحب انسپکٹر سی-آئی-ڈی ریٹائرڈ مردان	مازا
۶۹	جناب غلام حیدر خان صاحب برہ خان خیل مردان	عنلعہ ۱۰
۷۰	جناب ناصر خان صاحب " " " "	صہر
۷۱	ملک مکرم خان صاحب " " "	صہر
۷۲	جناب محمد انور خان صاحب نمبر دار "	صہر
۷۳	جناب مسٹر اجرج رام صاحب بیرسٹر "	صہر
۷۴	جناب میاں غلام صمدانی صاحب تاجر لنگی بازار ہوتی	عنلعہ ۲
۷۵	جناب میاں فیروز شاہ صاحب نوشہرہ وعدہ	مافعہ ۲۵
۷۶	جناب میجر محمد اکبر خان صاحب ہوتی - - - -	مافعہ ۱۵۰
۷۷	جناب محمد یعقوب خان صاحب رئیس ہوتی - - -	مازا ۱۰۰
۷۸	جناب میاں فضل حق صاحب آنریری مجسٹریٹ مردان	مازا ۱۰۰
۷۹	جناب معرفت میاں محمد زمان خانصاحب منڈی چارسدہ	الماعنہ ۱۲۳
۸۰	جناب معرفت میاں سید اکبر شاہ صاحب روشن "	نمار ۳۰۰
۸۱	جناب سردار مغلباز خان صاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ	ما للعہ ۱۰۱

نمبر شمار	نام معطی	رقم
۸۲	جناب میرزا مظفر احمد صاحب جمعدار باڈی گارڈ	عنا
۸۳	جناب سید فقیر بادشاہ صاحب صوبیدار ؍؍ ؍؍	عنا
۸۴	جناب راجہ بدر الدین صاحب ناظم عدالت چارسدہ	صر
۸۵	جناب غلام حیدر خانصاحب آنریری مجسٹریٹ پرکی چارسدہ پشاور	۵۰
۸۶	جناب رجبن خان صاحب نمبردار تکبیالہ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور	عنا
۸۷	جناب ارباب محمد سرور خان صاحب سکنہ تکہ مغل خیل تحصیل چارسدہ	۱۵
۸۸	جناب خان صاحب عبد الجبار خانصاحب آنریری مجسٹریٹ تحصیل ؍؍	مار
۸۹	جناب خان بدر خان صاحب سکنہ ترنگ زئی تحصیل چارسدہ	۵۰
۹۰	جناب شیخ خدا بخش صاحب سب رجسٹرار مردان ضلع پشاور	عنا
۹۱	جناب شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد - پیشگی کرایہ	۱۵
۹۲	جناب حاجی جان محمد صاحب محلہ شاہ عاصی پشاور	۴۵
۹۳	جناب شاہ زمان صاحب برادر جناب زادہ محمد صاحب	عنا
۹۴	جناب غلام حیدر خان صاحب رئیس شیرناد چارسدہ پشاور	۱۰۰ مار
	امداد مشن لعہ چندہ رسالہ اردو میں عنا	
	میزان کل	۸۷۷۴

بشیر بادشاہ مسلم مشنری فنڈ

اس فنڈ میں علاوہ ان رقوم کے جو سالانہ جلسہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں جمع ہو کر بدست سکرٹری صاحب انجمن مذکور ہیں ذیل کی رقوم جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ذریعہ وصول ہوئیں +

۱- جناب مثال خان صاحب تاجر چارسدہ پشاور ۵
۲- جناب میرزا سلطان خان صاحب انسپکٹر سرحی لو کمیٹی دصول
۳- میرزا رمضان علی صاحب ریڈر عدالت پشاور عنا
(۴) جناب سیف الرحمن صاحب معرفت اگر چارسدہ پشاور عنا
(۵) مستری محمد ملی صاحب پشاور عنا
(۶) عزیزان مثال خان صاحب تاجر ۱۵
(۷) محمد غوث مانڈی پیٹ ٹمکور میسور عہ

میزان کل رقم وصول شدہ ۱۷

آیندہ چندہ دہندگان کی خدمت میں التماس ہے کہ اس مد میں زر امداد بنام فنانشل سکرٹری صاحب مشنیک کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر آنی چاہئے اور ترسیل زر کے وقت اس فنڈ کی تصریح کر دینی چاہئے + خاکسار سکرٹری ٹیچنگ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر و وکنگ مشن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹

اسلامک ریویو و وکنگ لنڈن

ایڈیٹرز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر۔ قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ۔ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت کی شب دیجور میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یوروپین آنکھ میں چکاچوند کر دی اس کا اردو ترجمہ

رسالہ اشاعت اسلام

(سے رسالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نمبر ہر دو ماہواری رسالوں میں بہترین مضامین مع تصاویر ہوتی ہیں

المشتہر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

براہین احمدیہ حصہ اول
معروف بہ زندہ و کامل الہام
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک تمام و ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے معاید اور اصول پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

اُم الالسنہ
معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۱۲ر

اسوۂ حسنہ
معروف بہ زندہ و کامل نبی
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپکی ذات پاک ہی ہے قیمت ۸ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ لہٰذا آپ کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ابتدائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) — بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۰ء — نمبر (۵)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و امداد مسلم مشن ووکنگ و بلاد غیر بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن عزیز منزل - لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ و صدقات کا ہے۔ اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہوں گے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اس کی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچا دیا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما دھبوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو ہماری اس کام میں مدد کرو۔ مینیجر

قیمت فی تولہ ۲ر

بےنظیر تحفہ

(مومیائی) سلاجیت

جو لوگ کہ دماغی محنت کے عادی ہیں ان کے لئے یہ بے نظیر و زود اثر مفرد دوائی خالص سلاجیت [illegible] ہے۔ [illegible] اعصاب معدہ [illegible] دماغ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام [illegible] [illegible] کے باعث [illegible] دور کرتی ہے۔ ہر ایک قسم کی کمزوری کیلئے اکسیر ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کیلئے نادر تحفہ ہے [illegible]

مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل لاہور



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۶) بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۵)

شذرات

اس رسالہ میں دو شیر خوار انگریز نژاد مسلم بچوں کی تصویر شائع کیجاتی ہے۔ دائیں ہاتھ جس بچہ کی تصویر ہے اس کا نام نصیر ہے۔ اور بائیں طرف والی بچیا کا نام ناصرہ ہے۔ یوں تو دنیا میں ہر آن توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے لیکن جو امتیازی خصوصیت اِن دو شیر خوار بچوں کو ہے۔ اور جس کے لئے رسالہ ہذا کے ساتھ ان سعید بچوں کی تصویر شائع کیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان سعید روحوں نے اُس مبارک بہ کف غازان میں جنم لیا ہے جو اسلام کی دولت سے متمتع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سے مولود اس قسم کے سرزمینِ تثلیث میں پیدا فرمائے۔ جس سے اسلامی برادری میں اضافہ ہو۔ اور جن کے دِل میں اسلام کی حقیقی عشق و تڑپ ہو +

گذشتہ اشاعت میں ایک مجمل سی روئیداد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچر "دین فطرت" کی دیگئی تھی۔ جو انگریزی زبان میں انھوں نے فروری سنہ ۱۹۲۰ء کو مدراس کے

ہال میں فرمایا۔ اس لیکچر کے بعد حضرت خواجہ صاحب کے دو اور مہتم بالشان لیکچر "انگلستان میں تبلیغ اسلام" اور "لیگ مذاہب اور پیغام مسلم" اردو اور انگریزی زبان میں بمقام وکٹوریہ ہال میں منعقد ہوئے۔ جن میں سامعین کی معتدبہ تعداد تھی۔ اور جن کی اجمالی کیفیت ہمارے پاس مدراس کے مشہور و معروف انگریزی اخبار ہندو کے ذریعہ وصول ہوئی ہے۔ جس کو ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے اردو میں ترجمہ کرکے اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر مدراس میں کے عنوان کے نیچے شائع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہر دو لیکچر احباب کی دلچسپی کا موجب ہونگے۔

جو مسلم برادران وطن نے ہمارے سفیران مسلم مشن ووکنگ کے ساتھ ان کے دورہ بمبئی مدراس جنوبی ہند و ملک میسور میں حسن خلق محبت و اخلاص سے پیش آئے ہیں۔ اور اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق مسلم مشن ووکنگ کی مالی اعانت بھی فرمائی ہے ہم ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی درگاہ سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور انہیں اور بھی دینی کاموں میں حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اُمید واثق ہے۔ کہ ماہ رمضان تک انشاء اللہ تعالیٰ اسلامک ریویو کا تامل زبان میں ترجمہ مدراس سے ماہوار شائع ہونا شروع ہو جائیگا۔ رسالۂ مذکور مدراس سے ایک تامل گریجوایٹ کی زیر اہتمام شائع ہؤا کریگا۔ جو کہ تامل زبان میں خاصہ ملکہ رکھتے ہیں اور کہ جن کی تامل تحریر و تقریر کا سکہ تمام جنوبی ہند۔ سماٹرا۔ جاوا اور سیلون تک اور جہاں جہاں تامل زبان بولی جاتی ہے بیٹھ چکا ہے +

رسالہ مذکورہ کا پراسپکٹس تامل جاننے والے احباب میں کثرت سے تقسیم ہو رہا ہے تامل رسالہ بھی رسالہ اشاعت اسلام اُردو کی طرح غالباً بتے رمو محصولڈاک ہو گا +

اسی رسالہ میں دوسری جگہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی

مصنف انگریزی ترجمۃ القرآن المعظم کا ایک جلیل القدر مضمون "خلافت اسلامیہ" ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جس میں آپ نے قرآن کریم و احادیث نبوی سے خلافت اسلامیہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اور جس کو تمام دنیا نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے +

ووکنگ کے تازہ ترین مراسلات سے معلوم ہوا ہے کہ مسلم مشن ووکنگ اس وقت کل مسلم دنیا کا مرکز بن چکا ہے۔ اور مسلمین و غیر مسلمین کے استفسارات کی ڈاک روز افزوں ترقی پر ہے۔ حلقہ کار کی وسعت اور مطالبات مسلم و غیر مسلم اس امر کے متقاضی ہیں کہ کچھ اور قابل مسلم احباب بالعجلت تمام ووکنگ روانہ ہوں۔ یہ اہم معاملہ "اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن" ٹرسٹ کے زیر غور ہے۔ عنقریب مناسب کارروائی کیجاویگی +

سواء المبلغین کے تحصیل علم دینی میں ہمہ تن مصروف ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالے بہت جلد دینی علم سے ان کو تمام فرمائے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وہ ممالک غیر میں جانے کے قابل ہو سکیں +

بغداد شریف سے بعض مخلص مسلمین نے جو اسلام کی اشاعت کا کوئی موقع و محل کسی بھی وقت ہاتھ سے نہیں کھوتے حال ہی میں ایک معتد بہ رقم "اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن" ٹرسٹ کو بدیں غرض ارسال فرمائی ہے کہ بعض غیر مسلمین کے نام پر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی ان کی طرف سے مفت بطور صدقہ جاریہ جاری کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ ان جوشیلے مسلمین کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ اور جن غیر مسلمین کے نام پر انہوں نے اسلامک ریویو مفت جاری کرایا ہے ان کو اللہ تعالیٰ انشراح صدر عطا فرمائے +

التماس ضروری

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ صفحہ ۲۰۱ لغایت ۲۰۸ کی بجائے ۲۰۹ لغایت ۲۱۶۔ اور ۲۱۷ لغایت ۲۲۴ کی بجائے ۲۲۵ لغایت ۲۳۲ نمبر صفحات درست کر لیں

کیپتان جلال الدین ڈیوڈسن کا قبولِ اسلام

کیپتان جلال الدین ڈیوڈسن کا فوٹو مارچ ۱۹۲۰ء کے نمبر ۳ رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہو چکا ہے لیکن فوٹو کے نیچے انگریزی زبان میں جو دلچسپ کیفیت ان کے اظہار اسلام کی ہے ہمیں افسوس ہے کہ وہ اردو دان ناظرین کرام تک نہیں پہنچی۔ اسلئے اردو دان احباب کے لئے ذیل میں درج کر دیجاتی ہے۔ ایڈیٹر

مورخہ ۲۲- اگست ۱۹۱۹ء میری زندگی کے نہایت ہی مسرت آمیز لمحوں میں سے تھا۔ یہ معرکۃ الآراء و قابل یادگار دن ہے جبکہ میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ قریباً ایک سال کے عرصہ سے اس معاملہ پر نہایت ہی سنجیدگی سے غور و تدبر کر رہا تھا۔ اور اسی اثنا میں میں نے مذہب اسلام کا اچھی طرح میں مطالعہ کر لیا +

سب سے پہلی بات جو میرے دل میں جاگزین ہوئی۔ وہ اس عظیم الشان مذہب اسلام کی سادہ معقول تعلیم ہے جس پر اس مذہب کی بنیاد ہے۔ ایک رات میں مصر کے دریا کے کنارے گھوڑے پر سواری کر رہا تھا اثنائے سواری میں میں مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھکر کھڑا ہو گیا۔ اور ان کے طرز عبادت کی توصیف و ستائش دل ہی دل میں کرنے لگا کسی زائر کو ایسے لوگوں کی طرز عبادت دیکھ کر حیرانی ہو جاتی ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے۔ اور درمیان میں کسی وسائط کی انہیں ضرورت نہیں +

آخرالامر مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میں اس عقیدہ پر ہرگز کسی صورت میں بھی نہیں رہ سکتا۔ اور وہ میرے اطمینان قلب کا بھی موجب نہیں ہو سکتا۔ جس کے گوشہ کنار و عاطفت میں میں نے پرورش پائی +

جلال الدین ڈیوڈسن

قرآن مجید کا ترجمہ تلگوئی زبان میں

ذیل میں ہم ایک خط کا اقتباس جو ہمیں علاقہ مدراس کے ایک علم دوست ہندو جنٹلمین کی طرف سے موصول ہوا درج کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے صاحب موصوف نے قرآن مجید کا تلگوئی زبان میں ترجمہ کیا ہے مسلمانوں کے لئے کس قدر غیرت کا مقام ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ تو قرآن کریم کا ترجمہ کریں۔ اور خود مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ دوسروں کو تو کیا تبلیغ قرآن کریں گے۔ وہ خود اپنے بچوں کو بھی قرآن پڑھنے اور قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے بہرحال اس مکتوب کا ترجمہ یہ ہے:- ایڈیٹر

"High Road. E-gmore (Madras)

20th February, 1920

بخدمت جناب خواجہ کمال الدین صاحب و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مسلم مشنری۔

پیارے صاحبان! میں آپ کو قرآن مجید کے لوٹ تلنگوئی ترجمہ کی چار جلدیں بھیجتا ہوں جو میں نے ابھی ابھی شائع کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ انکو دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔ مجھے اس ترجمہ کی اشاعت کی کئی برسوں سے خواہش تھی۔ اور اس لئے میں نے سیل۔ راڈول۔ پامر اور نیز مرزا فضل الہ آبادی اور ڈاکٹر حکیم خان کرنالی کے تراجم مطالعہ کئے۔ حال ہی میں مجھے آپکا ترجمہ مسٹر ایم احمد بادشاہ صاحب بی اے سیکنڈ لائن بیچ مدراس سے دستیاب ہوا۔ میں نے آپ کے ترجمہ کو اُن سب سے اعلےٰ پایا۔ اور آپکے لوٹ بھی نہایت قیمتی اور قابل قدر ہیں۔ انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اسلام سکھاتا ہے میں نے قرآن مجید کا ترجمہ تلنگوئی زبان میں بطور نمونہ کیا ہے۔ اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ پبلک اسکو کس نگاہ سے دیکھتی ہے +

میں خوشی سے کہتا ہوں کہ ایک ہندو جنٹلمین نے اور ایک تلنگوئی دان مسلمان نے لکھا ہے کہ

وہ میرے اس کام کو بہت وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں +

آپ کا صادق

M. Venkata Ratnam.

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

مراسلہ ووکنگ نمبر ۶

مسٹر پکتھال کی اہلیہ صاحبہ کا قبول اسلام

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اِس ہفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک اور انگریز خاتون داخل حلقۂ اسلام ہوئیں۔ یہ خاتون مسٹر مارمیڈیوک پکتھال کی اہلیہ ہیں مسٹر مارمیڈیوک کو اسلام قبول کئے ہوئے کوئی دوسال کا عرصہ ہو گیا۔ اور اس عرصہ میں انہوں نے اسلام کی جو خدمات کی ہیں اور مسائل اسلامیہ بالخصوص ٹرکی کے مسئلہ میں انھوں نے تحریری تقریری جو کچھ جدوجہد کی ہے اس سے ہندوستان کے اکثر مسلمان واقف ہیں آجکل بھی وہ ان اسلامی کاموں ہی میں اپنے وقت کا کثیر حصّہ صرف کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا مکرمی ومخدومی خواجہ صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد وہ لندن مسلم ہوس میں جمعہ کی امامت بھی کراتے رہے ہیں لیکن خاوند کی ان اسلامی خدمات اور سرگرمیوں کے باوجود اس آزاد ملک میں بیوی کا بھی اس کا ہم خیال اور ہم عقیدہ ہونا ضروری نہیں۔ نہ ہی یہ ہوتا ہے کہ کسی مرد کے مسلمان ہونے سے اسکی عورت کو قبول اسلام کی جرأت نہ ہو یہی وجہ ہے کہ مسٹر پکتھال کی اہلیہ صاحبہ کے قبول اسلام کے اعلان کی مسرت آج ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کے نومسلمین کس قدر کافی عرصہ تک تحقیقات اور غور وفکر کرنے کے بعد مسلمان ہوتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں پر اسلام کا کس قدر زبردست اثر قائم رہ سکتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتون موصوفہ کو اپنے خاوند کی طرح خادم دین اسلام بنائے۔ اور وہ دوسروں کے لئے نیک نمونہ ثابت ہو۔ آمین

مراسلہ دوکنگ تبر

ایک کمپنی کے ڈائرکٹر مسٹر الیشٹن صاحب کا اسلام

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ قبل ازیں بارہا تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ انگلستان کے مسیحی ملک میں جہاں بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو اپنے خیالات و معتقدات کے لحاظ سے کوسوں دور اور اسلام سے بہت نزدیک تر ہیں اگرچہ انہیں اسباب کا کوئی علم نہیں کہ جن اصولوں کے وہ قائل ہیں وہ اسلام ہی کے اصول ہیں۔ وہیں اسی ملک کے اندر ایسے بھی لوگ ہیں جو اندر ہی اندر اسلام سے واقف ہو کر دل سے اس پر ایمان لا چکے ہیں لارڈ ستنی مرحوم کا واقعہ مشہور عام ہے۔ اس کے بعد بھی جب سے ووکنگ میں تبلیغی کام شروع ہوا ہے۔ بعض ایسے اندرونی مسلمانوں کا پتہ مل ہی جاتا ہے۔ ان ہی چھپے مسلمانوں میں سے ایک مسٹر الیشٹن ہیں جو بہت قابلیت کے انسان ہیں اور مڈلینڈ فر کمپنی میلورن (انگلستان) Midland Fur Co کے ڈائرکٹر ہیں حال ہی میں ان کا ایک خط قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے آیا۔ اور اسی میں اس کا بھی اظہار تھا۔ کہ وہ پہلے سے مسلمان ہیں۔ اُن کا یہ اظہار یہاں کے نومسلمین کی تعداد میں ایک معتدبہ اضافہ ہے۔ فالحمد علیٰ ذالک +

معلوم نہیں ابھی کتنے اسلام کے فدائی اس سرزمین تثلیث میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور پاک مذہب کی صداقت کے گھائل ہو کر دل ہی دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب کو اظہار ایمان کی جرات عطا فرمائے۔ اور اسلام کے قدم کو سرزمین مادیت و تثلیث میں مضبوطی کے ساتھ جمادے +

خاکسار۔ دوست محمد از ووکنگ انگلستان

التماس - ناظرین کرام رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و اُردو رسالہ اشاعت اسلام توسیع اشاعت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں + مینیجر

۸۶ بقرہ

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع الخ

جو بلا آئی ہدایت ہو گئی — ٹھیس ہادیٔ طریقت ہو گئی
خار راہ چبھ کر عصائے راہ ہوا — لغزش پا استقامت ہو گئی
آئیں تکلیفیں جگانے کیلئے — مرہم کاری جراحت ہو گئی
مصقل جوہر ہوئیں ناکامیاں — اے عجب ذلت سے عزت ہو گئی
بے زری نے احتیاجیں ماردیں — میری عسرت میری عشرت ہو گئی
بیکسی نے مجھ کو مستغنی کیا — مجھ کو غیروں سے فراغت ہو گئی
دل نے آخر چھوڑ دی اُمید غیر — بیوفائی انکی شفقت ہو گئی
جا لگا آخر ٹکی اُس ذات پر — بے رُخی یاروں کی رحمت ہو گئی

انا للہ وانا الیہ راجعون

میری بے ہنری سے توقیر ہنر — میری پستی زیب رفعت ہو گئی
خوش رہا جب تک رہا نا آشنا — علم کیا آیا مصیبت ہو گئی

(از کلکتہ ۱۴ - اپریل سنہ ۱۹۲۰ء - خواجہ کمال الدین)

خلافتِ اسلامیہ بروئے قرآن و حدیث

(از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مصنف انگریزی ترجمۃ القرآن)

عالمگیر جنگِ عظیم نے دولتِ عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ مدبرانِ یورپ کے ہاتھوں میں دیا ہے اِس مسئلہ نے نہایت پیچیدگی اختیار کی ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مجلس صلح اُس کو بار بار ملتوی کرنے پر مجبور ہوتی ہے مختلف مشکلات میں سے جو دول فاتحہ کے نمایندگان کو اس وقت درپیش ہیں غالباً سب سے بڑی مشکل یہی مسئلہ خلافت اسلامیہ ہے اسلامی دنیا متواتر یہ نظارہ دیکھتی رہی کہ اسلامی سلطنتیں یکے بعد دیگرے مسیحی یورپ کی روز افزوں تشنگی مملکت کا شکار ہوتی جا رہی ہیں مگر دولتِ عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا یہ آخری مرحلہ جس پر اب یورپ تُلا ہُوا ہے صرف یہ معنی نہیں رکھتا کہ اسلام کی ملکی طاقت کو صدمہ پہنچے گا۔ بلکہ اس کا اثر اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی نکتۂ نگاہ سے خلافت کا مذہبی مفہوم بیخ و بُن سے اُکھڑ جائے۔ اسلئے یورپ کے اربابِ حل و عقد کیلئے بہتر ہوگا کہ اس اہم ترین مسئلہ کے متعلق کوئی عملی کارروائی کرنے سے قبل خوب غور و خوض سے کام لیں +

اِس نازک وقت میں یورپ کا فرضِ اولین یہ ہے کہ اسلامی نکتۂ نگاہ سے خلافت کا مفہوم وضاحت سے سمجھ لیں۔ اسلامی عقاید کے متعلق یورپ میں انواع و اقسام کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جنمیں سے سب سے بڑا سبب بلاشبہ یہ ہے کہ مذہب اسلام دیگر مذاہب عالم میں سے عیسائیت کا سب سے بڑا حریف۔ لیکن جب مدبرین یورپ خلافت جیسے نازک مذہبی مسئلہ کا فیصلہ کرنے بیٹھیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اِس مسئلہ کا وہ غلط مفہوم دل سے نکال لیں جو شاید عیسائیت کے ایک اعتقاد کے ساتھ اس مسئلہ کی ملمع مشابہت نے ان کی نظروں میں بظاہر معقول بنا دیا ہو اور صحیح اسلامی مفہوم کو بخوبی ذہن نشین کر لیں +

اہل یورپ کی رائے بالعموم یہ ہے کہ اسلام میں خلیفہ کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو عیسائیت میں پاپائے روم کی چنانچہ یہی خیال سول ملٹری گزٹ لاہور نے اپنی ۱۲ جنوری ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں بالفاظ ذیل ظاہر کیا ہے:۔

"مسلمانانِ ہند کی نظروں میں جس بات نے امر متنازعہ فیہ کو سب سے زیادہ تاریک بنا دیا ہے وہ مذہبی اور سیاسی خیالات کو باہم مخلوط کر دینا ہے مسئلہ ٹرکی کے متعلق لفظ خلافت کے عام

استعمال نے اس خلط ملط کو لازماً اور بھی بڑھا دیا ہے جہانتک ہمیں علم ہے اتحادی مُدبرین کے وہم میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین سلطان ٹرکی کے مذہبی منزلت کو کمزور کریں یا اس کو نقصان پہنچا دیں لیکن مسلمانان ہند کے دل میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ خلافت کا قیام سلطان کی دنیاوی مملکت کے قیام کے ساتھ وابستہ ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی پیشواؤں کے مذہبی اور دُنیاوی اقتدار میں تمیز کرنا ضروری ہے چنانچہ اٹلی نے جو آج تک ایک رومن کیتھولک ملک ہے بلا تامل ۱۸۷۰ء میں بزور شمشیر پاپائے رُوم کی دنیاوی مملکت کا الحاق کیا۔

خلافت اسلامیہ کا یہ مفہوم جو عام طور پر یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ وہاں اسلامی خلافت کو مسیحی پاپائی کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ ایک بالکل غلط خیال ہے جو خطرناک گمراہی کا موجب بن رہا ہے۔

سب سے اوّل یہ امر مدنظر رکھنا چاہئے کہ عقیدہ پاپائی کی بُنیاد حضرت مسیح کی کسی تعلیم پر نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسیحی مذہب کا کوئی جزو لاینفک ہے۔ اسکے بالمقابل اسلام میں خلافت قرآن کریم کے صریح احکام پر مبنی ہے جس کی تائید نبی کریمؐ کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔ اور رُوئے زمین پر کوئی مسلم فرد اس کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔ گو تعیین خلیفہ میں اختلاف بھی ہو جیسے اہلسنت والجماعت اور اہل تشیع میں رہے ہے۔ حالانکہ بہشت دوزخ کی کُنجیوں کا مالک پوپ پطرس کا جانشین اس کے اختیارات کا وارث خیال کیا جاتا ہے۔

"پاپائی" کا عقیدہ عیسائیت میں اس طرح پیدا ہوا کہ پطرس کے القاب جو اناجیل میں تھے پاپا پر چسپاں کئے گئے۔ مگر جس طرح پطرس کو دنیاوی طاقت کبھی نصیب نہ ہوئی اسی طرح پاپائیت بھی ابتدائی منازل میں دنیاوی جاہ و جلال سے صدیوں مبرا رہی نہایت آہستہ تدریج کے ساتھ کہیں آٹھویں صدی میں جا کر پاپاؤں میں یہ اُمنگ پیدا ہوئی کہ دنیاوی طاقت حاصل کریں۔ اسلئے اگر انہوں نے دُنیاوی مملکت پیدا کی تو یہ محض ایک امر اتفاقی تھا۔ جس کا عیسائی مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور اسلئے اگر یہ طاقت بعد میں اُن سے چھینی گئی۔ تو اس سے عیسائی دُنیا کے احساسات کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ برعکس اس کے خلافت اسلامیہ کے لئے ملکی طاقت بمنزلہ رُوح رواں کے ہے اور نہ صرف اوّل خلیفۃ المسلمین بلکہ خود صاحب اقتدار نبی کریمؐ تک جو اسلام کے بانی تھے اس حقیقت

نبوت ملتا ہے۔ اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ کے وقت میں خلافت کی ملکی طاقت کو اس قدر اہمیت دیتی کہ جب بعض قبائل عرب نے بیت المال میں زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو صحابۂ کرام کی اتفاقی رائے سے اُن کے برخلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ اور یہ لوگ آج تک اسلامی تواریخ میں مرتدین کے یاد کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اسلامی خلافت کو مسیحی پاپائی کے ساتھ ذرا بھی مناسبت اور مشابہت نہیں۔ اور مسلمان مذہبی خیالات کو سیاسی معاملات سے ہرگز خلط ملط نہیں کرتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے صحیح مفہوم کے متعلق اکثر عیسائی سرخیالات پریشان سے لبریز ہیں۔ اگر فی الحقیقت مسلمان بھی خلیفہ کو وہی حیثیت دیتے جو عیسائی دنیا میں پوپ کو دیجاتی ہے اور اسی طرح اس کو بہشت کا دربان مانتے جس طرح عیسائی پوپ کو مانتے ہیں اور نیز اسکو نبی کریم کی دنیاوی طاقت کا جانشین اور مقدس مقامات اسلام کا محافظ یقین نہ کرتے تو اس صورت میں بیشک اُن کو شکایت کا کوئی موقع نہ ہوتا خواہ خلیفہ ایک انچ زمین کا بھی مالک نہ رہتا۔ تو اہل یورپ مسئلہ خلافت پر ایک منٹ کے لئے بھی غور و خوض کئے بغیر ٹرکی کی قسمت کا فیصلہ کر سکتے۔ مگر موجودہ صورت حالات کے ماتحت ان کا فرض اولین ہے کہ مسئلہ خلافت کو مسئلہ پاپائیت سے مخلوط نہ کریں بلکہ مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے اس کا مفہوم تسلیم کریں۔

اسلامی نقطہ نگاہ مسئلہ کے متعلق اس کثرت اور اس زور کے ساتھ پیش کیا جا چکا ہے کہ مزید ہے کوئی ضرورت باقی نہیں ہے کہ اس کا اعادہ کروں۔ مگر چونکہ یہ مسلمانوں کے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اور عیسائی یورپ ایک غلط مشابہت کی بنیاد پر خلافت کے خود تراشیدہ مفہوم پر مصر ہے مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے اصل الاصول پر روشنی ڈال کر دکھاؤں کہ یہ معاملہ جو بظاہر دنیاوی معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت مذہبی بنیاد پر مبنی ہے۔ اور حقیقۃ الامر بھی یہی ہے کہ اگر مسلمانان عالم کے دلوں میں مسئلہ خلافت کے متعلق اس وقت ایک عالمگیر تشویش اور پریشانی ہے۔ تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ ایک اور اسلامی سلطنت کو پائمال ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے بلکہ یہ وجہ ہے کہ خلافت ایک مذہبی معاملہ ہے۔ اور وہ بھی اسقدر اہم اور ضروری ہے کہ اس کے سامنے فرقہ بندیوں کے جملہ اختلافات مٹ گئے۔ سب سے پہلے اس بات کو ذہن نشین کرنا چاہئے کہ اسلامی خلافت معمولی بات نہیں بلکہ قرآن کریم کے صریح الفاظ کے ماتحت قائم ہے۔ چنانچہ سورۂ نور میں مسلمانوں کو آئین خلافت ان الفاظ میں ملا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون ۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے اُن کیلئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ یقیناً وہ اُن کو زمین میں خلافت عطا کریگا جس طرح اس نے ان لوگوں کو بادشاہت دی جو اُن سے پہلے گزرے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کیلئے اُن کا مذہب مستحکم اور مضبوط کردیگا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور یقیناً وہ ان کو ان کے خطرات کے بعد امن اور سلامتی بخشیگا ۔ وہ میری عبادت کرینگے اور میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ٹھیرائینگے جو کوئی اس کے بعد ناشکرگزار ہوں تو وہ حد سے تجاوز کرنیوالے ہیں (۲۴: ۲۵)

مندرجہ بالا آیت میں لفظ استخلف کا یہ مفہوم ہے کہ اس کو جانشین یا بادشاہ بنایا گو اس لفظ کے معنی بالکل صاف ہیں تاہم میں چند ایک تفاسیر کے حوالے یہ بتلانے کے لئے دیتا ہوں کہ اس مفہوم کی نسبت کبھی کسی مسلمان کے دل میں شبہ نہیں رہا بیضاوی لکھتا ہے:-

"لنجعلنھم خلفاً متصرفین فیھا تصرف الملوک فی ممالکھم" یعنی وہ ان کو خلیفہ بنائیگا کے یہ معنی ہیں کہ وہ اُن کو بادشاہ بنائیگا زمین میں تصرف رکھتے ہوئے جیسے بادشاہ اپنی مملکت پر تصرف رکھتے ہیں +

کشاف اسی آیت کی یہ تفسیر کرتا ہے۔ یورثھم الارض ویجعلھم فیھا الخلفاء یعنی وہ اُن کو زمین کا وارث بنائیگا اور اسمیں بادشاہت عطا کریگا +

رُوح المعانی میں ہے لیجعلنھم خلفاء متصرفین فیھا تصرف الملوک فی ممالیکھم یعنی وہ اُنکو حکمران کردیگا ۔ اور وہ زمین میں اسطرح تصرف کریں گے جس طرح بادشاہ کیا کرتے ہیں +

ابن کثیر لکھتا ہے بانہ سیجعل اُمتہ خلفاء الارض ای ائمۃ الناس الولاۃ علیھم یعنی اللہ تعالیٰ نبی کریمؐ کی اُمت کو زمین میں حکمران بنادیگا یعنی لوگوں کے سردار اور اُن کے والی بنادیگا +

ابن جریر یوں تفسیر یوں کرتا ہے لیورثنھم اللہ الارض المشرکین فی العرب والعجم فیجعلھم ملوکھا وساستھا یعنی اللہ تعالےٰ اُنکو غیر مسلموں کی زمین کا عرب عجم میں وارث بنادیگا یعنی وہ اُنکو زمین کے بادشاہ بنادیگا +

کثرت سے دیگر مفسرین کی آراء نقل کیجا سکتی ہیں مگر جسقدر اُوپر لکھا جا چکا ہے یہ بتلانے کیلئے کافی ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک کھلا الٰہی وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ زمین میں خود مختار خلیفہ یعنی بادشاہ بنائے جائیں گے پس اسلام میں خلافت لازماً حکومت یا خود مختاری کا مترادف ہے اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ الارض سے کونسی زمین مراد ہے اسکی تخصیص کیلئے بھی پہلے مفسرین کے حوالے نقل کرونگا +

بیضاوی کہتا ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ مکثوا بمکۃ عشر سنین خائفین ثم ھاجروا الی المدینۃ وکانوا یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ حتی انجز اللہ وعدہ واظھرھم علی الارض کلھم وفتح لھم بلاد الشرق والغرب وفیہ دلیل علی صحت النبوۃ بالاخبار عن الغیب علی ما ھو بہ وخلافۃ الخلفاء الراشدین۔ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دس سال تک مکہ میں حالت خطرہ میں رہے پھر انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی۔ اور صبح وشام مسلح رہتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو تمام عرب کا مالک بنایا اور مشرقی اور مغربی ممالک کا فاتح کیا۔ اور اسمیں نبی کریم کی نبوت کی صداقت پر ایک دلیل ہے کہ آپ نے غیب کی خبر جیسے کہ واقع ہونیوالی تھی پیش از وقت دی۔ اور نیز خلفائے راشدین کی صداقت پر بھی یہ ایک دلیل ہے

غرائب القرآن میں لکھا ہے۔ وتمکین الدین تسویتہ واشارۃ قواعدہ کانوا بالمدینۃ یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ فسئموا واشکوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تعبرون الا یسیرا حتی یجلس الرجل فی الملاء العظیم محتبیاً لیس فیہ حدیدۃ فانجز اللہ وعدہ واظھرھم علی جزیرۃ العرب وورثوا ملک الاسرۃ وخزائنھم" یعنی تمکین دین سے مُراد دین کا مضبوط کرنا اور اسکی بنیاد مستحکم کرنا صبح وشام صحابہؓ کو مجبوراً مسلح رہنا پڑتا تھا جس سے تنگ آکر بحضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ صرف چند روز کی بات ہے، جس کے بعد ایک آدمی بڑی مجلس میں آرام سے بیٹھیگا جس میں کچھ ہتھیار نہیں ہوں گے چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اُن کو جزیرہ عرب کا مالک بنایا اور کسرے کی مملکت اور اُس کے خزائن کا وارث ٹھیرایا +

کشاف اس آیت کی تفسیر کے اخیر میں یُوں لکھتا ہے فانجز اللہ وعدہ واظھرھم علی جزیرۃ العرب

فا فتحوا البلاد المشرق والمغرب" یعنے خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو جزیرہ عرب کا مالک بنایا جس کے بعد انہوں نے مشرقی اور مغربی ممالک کو بھی فتح کر لیا۔

فتح البیان نے لکھا ہے وھو وعد یعم جمیع الامۃ وقیل ھو خاص بالصحابۃ ولا وجہ لذالک ...... وقد البعض من قال انھا مختصۃ بالخلفاء الاربعۃ او بالمھاجرین او ان المراد بالارض ارض مکۃ ...... قال ابن العربی انھا بلاد العرب والعجم وھو الصحیح یعنی یہ ایک وعدہ ہے جس میں تمام اُمت شامل ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ صرف صحابہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے ایک بے دلیل امر ہے اسی طرح غلط ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ وعدہ صرف چار خلیفوں تک یا مہاجرین تک محدود ہے یا یہ کہ الارض سے مراد مکہ ہے ابن عربی لکھتا ہے کہ اس سے مراد عرب اور دیگر ممالک ہیں اور یہ بات سچ ہے یہی مفسر ابو العالیہ سے نقل کرتا ہے کہ نبی کریم اور صحابہ کرام دشمن کے متواتر خطرہ میں تھے۔ اور اس واسطے رات دن مسلح رہا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے نبی کریم کے پاس اس کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور پھر خدا نے نبی کریم کو جزیرۃ العرب کا مالک بنایا۔ اور اس طرح وہ محفوظ و مامون ہو گئے اور ہتھیار اُتار دیئے گئے"۔ یہی مفسر حضرت ابی بن کعب کا حوالہ دیتا ہے جو اس قسم کے واقعات اور انجام کار اس آیت کے نزول کی روایت کرتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اُن کو جزیرۃ العرب کا مالک بنایا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دُور دراز تک مشرق و مغرب میں ممالک فتح کئے"۔

رُوح المعانی میں جو ایک مشہور و معروف تفسیر ہے لکھا ہے والمراد بالارض علی ما قیل جزیرۃ العرب وقیل ما اراہ علیہ الصلوۃ والسلام من مشارق الارض ومغاربھا وفی الصحیح زویت لی الارض فاریت مشارقھا ومغاربھا وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منھا" یعنی الارض سے مُراد جزیرۃ العرب ہے جیسا کہ کہا گیا ہے بعض کا خیال ہے کہ اس سے مُراد تمام مشرق و مغرب کے وہ ممالک ہیں جو نبی کریم کو دکھائے گئے چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا ہے کہ زمین میرے لئے سکیڑی گئی ہے یہاں تک کہ مجھے اس کے مشرقی اور مغربی ممالک دکھائے گئے اور میری اُمت کی مملکت کی اُن حدود تک پہنچیگی جہاں تک زمین میرے لئے سکیڑی گئی۔

ابن کثیر جس کی تفسیر مستند احادیث اور آثار پر مبنی ہے لکھتا ہے ھذا وعد من اللہ تعالےٰ

لرسولہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ بانہ سیجعل امتہ خلفاء الارض... فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یمت حتی فتح اللہ علیہ مکۃ وخیبر والبحرین وسائر جزیرۃ العرب وارض الیمن بکمالھا واخذ الجزیۃ من مجوس ھجر ومن بعض اطراف الشام.... ثم لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... قال بالامر بعدہ خلیفتہ ابوبکر صدیق یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول سے ایک وعدہ ہے۔ کہ وہ آپ کے پیروؤں کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ پس نبی کریم کا انتقال نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ اور خیبر اور تمام جزیرۃ العرب اور سب کا سب یمن آپ کے مطیع کر دیا اور آپ نے ہجر کے مجوس اور شام میں بعض مقامات سے جزیہ لیا پھر جب نبی کریم کا انتقال ہوا.... تو آپ کا خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق حاکم اعلےٰ ہوئے +

یہی مفسر بعض روایات جن میں سے کئی ایک کا تذکرہ آچکا ہے نقل کرنے کے بعد کہتا ہے۔ قال بعض السلف خلافۃ ابی بکرؓ وعمرؓ حق فی کتاب اللہ ثم تلا ھذہ الآیۃ" یعنی بعض متقدمین نے کہا ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت درحقیقت کلام الٰہی میں موجود ہے۔ اور پھر یہ آیت پڑھی یعنی اس دعویٰ کی تائید میں +

تفاسیر منقولہ بالا اور نبی کریم کی حدیثوں پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ جس خلافت کا اس آیت میں مسلمانوں کو وعدہ دیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اول عرب پر اور بعد میں دیگر ممالک پر حاکمانہ اقتدار قائم ہو جائیگا۔ تمام اکابر مفسرین کے نزدیک یہ آیت خلافت کی بنیاد ہے اور انہیں سب میں ایک وعدہ نظر آیا کہ جزیرۃ العرب کی بادشاہت بطور مرکزی حکومت ہوگی جس کے اردگرد مشرق و مغرب میں وسیع اسلامی سلطنت کا وعدہ دیا گیا۔ اس مرکزی سلطنت کے اول شاہنشاہ حضرت نبی کریم تھے اپنے انتقال سے قبل آپ اس مرکزی مملکت کے مالک بنائے گئے۔ اور آپ کے اول خلیفہ کے ماتحت جو خلیفۃ المسلمین کے لفظ سے ملقب ہوا۔ اس نے ایک عظیم الشان سلطنت کی شکل اختیار کی۔ اور نبی کریم کی وفات سے دس سال کے عرصہ کے اندر اندر خلیفہ ثانی کے دوران میں یہ ایک نہایت ہی مستحکم اور وسیع سلطنت بن گئی + جو کچھ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہمیشہ سے وعدہ خلافت کا مفہوم اکابر امت کے نزدیک وعدۂ حکومت رہا ہے اور عرب اس کا مرکز ہونے کی حیثیت سے ایک جزو لاینفک سمجھا گیا ہے عرب پر حکومت کے بغیر خلافت بے معنی ہے۔ جیسے میں بار بار لکھ چکا ہوں عرب اس سلطنت موعودہ میں

مرکزی مملکت اس لحاظ سے مانا جاتا ہے کہ اگر اس سلطنت کے دیگر حصے بدلتے بھی ہیں تو بھی عرب اس سے کبھی نکل نہیں سکتا بالفاظ دیگر وہ اسلامی سلطنت جو عرب پر حاکم ہو خلافت کے نام سے موسوم رہی ہے خواہ دوسرے کوئی سے ممالک اسی کے مقبوضات ہوں۔ بروئے زمین پر اور بھی عظیم الشان مسلمان حکومتیں ہی ہیں۔ مگر خلافت اس کے پاس ہی جو مالک عرب رہی ہے مندرجہ ذیل وجوہات پر غور کرنے سے اس امر کی اور بھی تصریح ہوتی ہے :-

(۱) حضرت نبی کریم ؐ بنفس نفیس تمام عرب کے بادشاہ بنائے گئے۔ اگرچہ یہ سب کا سب ملک آپ نے بزور شمشیر فتح نہیں کیا تھا لیکن آپ کی حکومت میں شامل ہو چکا تھا۔ کیونکہ مختلف قبائل کی طرف سے یکے بعد دیگرے آپ کی خدمت میں وفد حاضر ہوتے رہے۔ یہانتک کہ اس وسیع جزیرہ میں ایک قبیلہ بھی ایسا باقی نہ رہا جس نے آپ کی اطاعت قبول نہ کی۔ اس کی حقیقی اہمیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے اگر اس واقعہ کو بنظر رکھا جائے کہ ملک عرب متضاد اور متخاصم اجزاء کا مجموعہ تھا اور زمانہ تاریخ کے اندر کسی وقت ایک حاکم اعلیٰ کے زیر اطاعت نہیں رہا۔ اس لحاظ سے کہ خلافت سے مراد نبی کریم ؐ کی جانشینی ہے۔ جزیرہ عرب جو نبی کریم ؐ بطور ورثہ چھوڑ گئے۔ خلافت کا ایک لازمی حصہ بن گیا اور اور جب تک اسلامی خلافت جہان میں قائم رہیگی اور انشاء اللہ ضرور رہیگی اور جب تک اسلام صفحہ ہستی پر باقی ہے اور انشاء اللہ ضرور رہیگا۔ اس وقت تک جزیرۃ العرب ضرور بالضرور خلافت کا جزو لاینفک رہے گا۔ اگر خدانخواستہ عرب خلیفۃ المسلمین کی حکومت سے نکل جائے تو پھر خلیفۃ المسلمین نہیں رہیگا۔ کیونکہ وہ نبی کریم ؐ کے مقبوضات کا مالک نہ ہوگا۔ منصب خلافت میں حکومت عرب ایک جزو لاینفک ہے +

(۲) جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو فی الفور آپ کو تمام عرب کا بادشاہ تسلیم کیا گیا بعض جھوٹے مدعیان نبوت کے ماتحت بعض قبائل نے بیت المال میں زکوٰۃ ادا کرنی بند کر دی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سب کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اُن کو مطیع کر لیا یہ ایسا وقت تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کو کئی ایک مشکلات درپیش تھیں شمال کی طرف سے سلطنت روما اور شمال مشرق کی طرف سے فارس کا خطرہ تھا۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ نے اپنا فرض اولین یہی سمجھا کہ سب کا سب ملک عرب اپنے دست تصرف میں لائیں دیگر صحابہ کرام نے بھی اس فیصلہ میں آپ کی تائید کی اور وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اگر اُن کا خیال ہوتا کہ تمام عرب پر حکومت کے بغیر بھی خلافت قائم رہ سکتی ہے +

(۳) صحیح بخاری میں حضرت عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم نے بستر مرگ پر ایک وصیت ان الفاظ میں کی اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو۔ صحیح مسلم میں بھی حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی کریم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سُنے لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب حتی لا ادع فیہا الا مسلماً و فی روایۃ لئن عشت انشاء اللہ لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب یقیناً میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دونگا اور سوائے مسلمان کے اس میں کسی کو نہیں رہنے دونگا۔ ایک اور روایت کے مطابق نبی کریم صلعم کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اگر میں زندہ رہا تو یقیناً میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دونگا"۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملک عرب خلافت کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا تو نبی کریم کو اس کے متعلق اس قدر فکر کیوں لاحق رہا۔ مذہب اسلام تو دیگر مذاہب کی طرف سے وہ دلی کی تعلیم دیتا ہے یہانتک کہ نہ صرف دیگر مذاہب کو خدا کی طرف سے تسلیم کرتا ہے بلکہ اپنے پیروؤں کو بھی ایسا ماننے کا حکم دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مسلمان حکومت میں کم و بیش دیگر مذاہب کے لوگ ہمیشہ موجود رہے ہیں باوجود اس کے کہ عیسائیت نے مسلمانوں کیلئے یہ نہیں کیا تھا کہ جہاں کہیں اس کا اقتدار ہوا دوسرے مذاہب کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ باوجود اسلام کی اس تعلیم کے عرب کو اس عام اصول سے مستثنےٰ رکھا گیا۔ اسکی وجہ نہ تھی کہ عرب کا مسلمان غیر مذاہب کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ صرف یہ تھی کہ چونکہ عرب خلافت اسلامیہ یا موجودہ سلطنت اسلامیہ کا مرکز تھا اسلئے ضروری تھا کہ اسکو دشمنان اسلام کے ساز باز سے پاک صاف رکھا جاتا جن کا مقصد تباہی اسلام کے لئے منصوبہ بازی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر کرنا خصوصیت سے قابل غور ہے پس یہ اس امر کی پوری شہادت ہے۔ کہ نبی کریم نے جزیرۂ عرب کو خاص تقدس سے صرف اسلئے خاص کیا کہ اس کو خلافت میں ایک خاص حیثیت حاصل تھی +

(۴) خلافت کے علاوہ اسلام میں اور بھی عظیم الشان حکومتیں رہی ہیں مثلاً ہندوستان میں سلطنت مغلیہ مگر ان کو کبھی منصب خلافت صرف اسی واسطے نصیب نہیں ہوا کہ جزیرۃ العرب ان کی مملکت میں شامل نہیں بلکہ باوجود اپنی عظمت اور اقتدار کے ایسی سلطنتیں خلافت کو تسلیم کرتی رہی ہیں +

(۵) پیدائش اسلام سے اب تک تیرہ سو سال کے عرصہ دراز میں جزیرۃ العرب ہمیشہ خلیفہ کے ماتحت رہا ہے ممکن ہے کہ اسکے ہر ایک حصہ پر کسی وقت یکساں اقتدار نہ رہا ہو مگر اصولاً یہ ہمیشہ خلیفہ کے تصرف میں رہا ہے +

ایسی حالت کے متعلق صرف اس قدر لکھوں گا کہ اگر کبھی کسی حصہ پر خلیفہ کا اقتدار کامل نہ تھا تو خلافت میں اس وقت اسی قدر کمزوری تھی مگر کبھی کوئی شخص خلیفہ تسلیم نہیں کیا گیا جسے عرب پر حکومت حاصل نہ تھی۔ اس مختصر رسالہ میں خلافت کی تاریخ کے مفصل حوالہ جات بتلانے کیلئے پیش کرنا مشکل ہے کہ کس طرح خلافت نے ہمیشہ جزیرۃ العرب کو اپنے زیر اطاعت رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ ہاں مختصراً یہ تذکرہ بےموقع نہ ہوگا۔ سب سے پہلے خلیفہ اول کے عہد میں بعض قبائل عرب نے خودمختار ہونے کی کوشش کی مگر حضرت ابوبکرؓ نے ان سب کو مطیع کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے اخیر میں خانہ جنگی نے سر اٹھایا۔ مگر حضرت علیؓ آپ کے جانشین تمام عرب کے مالک تھے۔ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں بھی عرب سلطنت کا ایک صوبہ تھا اور خلفاء بنی امیہ کے دور میں اس طرح رہا سوائے عبداللہ بن زبیر کے واقعہ کے جو انجام کار بےسود ثابت ہوا۔ خلفائے بنی عباس کے عہد میں بھی عرب کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ مختلف صوبوں کے گورنر خلیفہ ہی مقرر کیا کرتا تھا۔ جب خلافت ترکوں کی طرف منتقل ہوئی اور عرب سلطنت ٹرکی کے زیر حکومت آیا۔ تب سے سب کا سب ملک اس سلطنت کا اب تک حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ گو ٹرکی کا اقتدار اس کے کسی ایک صوبہ میں کسی وقت عملی رنگ میں کامل نہ رہا ہو اگر گاہ بگاہ کسی جگہ ضبط ایسا مضبوط نہ رہا ہو تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کہ ٹرکی نے عرب کو اپنی سلطنت کا ایک ضروری جزو سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ صرف اسیقدر تھی کہ مالی لحاظ سے عرب کوئی بڑا مفید نہ تھا۔ باوجود اس کے جب وسط عرب میں عظیم وہابی تحریک شروع ہوئی تو ترکوں ہی نے محمد علی کی مدد سے اس کو دبایا۔ اور اٹھارھویں صدی کے اخیر پر یمن میں ایک اور بغاوت کو فرو کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور یمن کو سلطنت کا ایک صوبہ قرار دیا +

اس سب کا لازمی نتیجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ مذہب اسلام ایک اسلامی سلطنت کو ضرورت مذہب قرار دیتا ہے جس کا تمام جزیرۃ العرب پر حاکمانہ تسلط ہو۔ ایسی سلطنت کا وعدہ قرآن کریم میں آیت استخلاف میں مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ اور یہ حقیقت تیرہ سو سال سے تمام اسلامی دنیا میں مسلم رہی ہے۔ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک معاملہ کو جو بظاہر دنیوی معلوم ہوتا ہے مذہبی رنگ کیوں دیا گیا۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت نبی کریم کی ذات بابرکات بادشاہت اور رسالت کی جامع تھی۔ اس واسطے یہ ضروری ہوا کہ آپ کی امت میں بادشاہت اور مذہبی امامت ہر دو فیوض جاری رہیں۔ ایک اور بڑی وجہ خود

قرآن کریم کے ان الفاظ میں ملتی ہے جو خلافت کو ایک مذہبی ضرورت ٹھیراتے ہیں آیت استخلاف کے یہ لفظ جو پہلے نقل ہوچکے ہیں قابل غور ہیں۔ "اور اللہ تعالےٰ یقیناً اُن کیلئے اُن کا مذہب مستحکم کردیگا جو اُن کیلئے اُسنے پسند کیا ہے اور یقیناً اُنکو اُن کے خوف کے بعد امن عطا کریگا۔" پس خلافت کو اسلئے ضروری ٹھیرایا گیا کہ مذہب اسلام جہان میں مضبوطی سے قائم رہے اور مسلمان امن میں رہیں۔ یہ وعدہ جو ایک پیشگوئی کے رنگ میں کیا گیا ہے صاف طور پر مسلمانوں کیلئے خلافت اسلئے ضروری ٹھیراتا ہے تاکہ وہ خود اور اُن کا مذہب استحکام پکڑیں +

اسلام تو اُس وقت بھی سچا مذہب تھا جبکہ نبی کریم مکہ میں آزادی سے تبلیغ حق بھی نہ کرسکتے تھے! ور آپ پر دشمنانِ دین طرح طرح کے ظلم و ستم توڑتے تھے! ور جبکہ مسلمان جہان میں کسی تاج تخت کے مالک نہ تھے۔ بلکہ دُکھ اُٹھا رہے تھے اور ہجرتیں کر رہے تھے۔ مگر بہرحال وہ مذہب کے استحکام اور مسلمانوں کیلئے امن و امان کی حالت ہرگز نہ تھی۔ اسیطرح موجودہ خطرہ اگر فی الواقع پیدا ہوگیا تو اگرچہ مذہب اسلام کی صداقت پر کوئی اثر نہیں رکھتا مگر اسکے یہ معنی تو ضرور ہونگے کہ یہ استحکام مذہب پر ایک خطرناک حملہ ہے اور مسلمانوں کا حقیقی امن سلب ہو جائیگا یہی ایک بات ہے جس نے ہر ایک مسلم قلب کو بیچین کر رکھا ہے۔ یہ تشویش کسی آنیوالے خطرے کے کمزور احساس کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اسکی وجہ یہ راسخ ایمان و اعتقاد ہے جس کی بُنیاد قرآن کریم کے ان الفاظ پر ہے کہ خلافت کو کمزور کرنے کی کوشش درحقیقت مذہب اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش ہے! ور باوجود نام نہاد مذہبی آزادی کے مسلمان امن کیحالت سے نکلجائیں گے لہٰذا خلافت مسلمانوں کیلئے ایک اہم مذہبی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ نے اسکو ضروری ٹھیرایا ہے +

اگر قرآن کریم نے مندرجہ بالا حقیقت عظمیٰ کیطرف رہنمائی نہ بھی کی ہوتی تو بھی یہ امر اظہر من الشمس تھا کہ اگر مذہبی مرکز بھی مسلمانوں کے حیطۂ اقتدار سے باہر کسی خارجی طاقت کے زیر نگین رکھے جانیوالے ہیں تو مذہب اسلام کے اصول اپنے پوری آب و تاب کے ساتھ مطلع عالم پر ضوفشانی نہیں کرسکیں گے۔ یہ صرف اسوجہ سے درست نہیں ہے کہ اسلام اپنے جداگانہ سیاسیات رکھتا ہے جو کہ دنیا میں کسی اسلامی سلطنت کی عدم موجودگی میں بالکل مفقود ہوجاتے۔ بلکہ اسکی ایک زبردست وجہ یہ بھی ہے کہ مذہب اسلام کے کئی ایک عام اصول بھی ایک حکومت اسلامی کی عدم موجودگی میں عمل پذیر نہیں ہوسکتے۔ مثال کے طور پر یہ کہنا کافی ہوگا کہ زکوٰۃ کا مسئلہ وہ مہتم بالشان مسئلہ ہے جس کیلئے خلیفۂ اول نے کہا تھا کہ اگر ایک اُونٹ باندھنے کی رسی بھی مال زکوٰۃ میں سے بیت المال میں آنے سے روکی جائیگی تو میں جنگ کرونگا +

تاریخ عالم کے حالات و واقعات کی روش بھی قرآن حکیم کے الفاظ کی صداقت کی شاہد ہے۔ کیونکہ خلافت

کے خلاف کوشش سب سے آخر آئی ہے۔ سلطنت کے بعد سلطنت لگاتار مرکز سے چھن گئی۔ اور اب جبکہ ہی آزاد مسلم سلطنت کا وجود صفحۂ عالم پر قریباً معدوم ہو چکا ہے تو ٹرکی پر بھی جس صدیوں سے مسلمان منظم خلافت تسلیم کر چکے ہیں اسی وقت سے تنکا کھٹکا لگا ہوا ہے۔"

قرآن کریم کی اور آیات سے اسی نتیجہ کی تائید ہوتی ہے جس پر ہم اوپر پہنچے ہیں۔ چنانچہ مسجد حرام کی حفاظت کو اہل اسلام سے مخصوص کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وما لھم الا یعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون۔ یعنی کیا وجہ ہے کہ اللہ انکو سزا نہ دے۔ اور وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اُس کے ولی ہونے کے اہل نہیں ہیں۔ اس ولایت کے اہل تو صرف متقی ہیں۔ یہاں متقی سے مُراد مسلم ہیں۔ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اسلئے کہ متقی وہ ہے جو بدی سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور شرک سب بدیوں کی جڑ ہے۔ پس مُسلم جو شرک سے اپنے آپ کو بچاتا ہے متقی کہلاتا ہے اور پھر دوسری جگہ سورہ توبہ میں فرمایا ہے۔ یاایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا اے مومنو مشرک نجس ہیں پس چاہئے کہ وہ اُس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں یہاں بھی مشرکوں سے مُراد غیر مسلم ہیں اسی وجہ سے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ اسلئے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں بُت پرست اور دوسرے غیر مُسلم یکساں شامل ہیں ۔

مشرکوں کو نجس قرار دیا گیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کا مفہوم نجاست بدنی نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم غیر مسلم کے ساتھ شرکت طعام کی اجازت دیتا ہے اور غیر مسلم عورتوں کو بھی اپنے حبالۂ عقد میں لانے کو جائز ٹھیراتا ہے اور اُن کو نجاست بدنی کا ملزم قرار دیتے ہوئے تو ایسا حکم نہیں ہو سکتا تھا پس یہاں نجاست سے ناپاکیزگی خیالات ہی مراد ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناپاکیزگی خیالات کا ارض مقدس پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ناپاک خیالات کا انسان اگر ایک پاک زمین پر چلے تو وہ اس سے ناپاک نہیں ہو جاتی۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں بالخصوص اُس ناپاکی خیالات کی طرف اشارہ ہے جو دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کے خلاف تھی کہ وہ اسکو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے خانہ کعبہ دشمنوں کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو آیندہ کیلئے محتاط بنانا چاہا۔ اور فرمایا کہ غیر مسلموں کا یہاں آنا بھی ٹھیک نہیں۔ اسلئے کہ وہ یہاں آئیں گے تو ضرور اسلام کے خلاف منصوبے کرینگے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ خیالات کی ناپاکی میں جس کے مشرکوں میں یہاں پائے جانے کا ذکر ہے ان کے غلط عقاید کا بھی ذکر ہے مگر خصوصیت سے اشارہ دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کی طرف ہے۔ مذہب اسلام دوسرے مذاہب کے

پیروؤں کے ساتھ انتہائی رواداری کا حکم دیتا ہی یہاں تک کہ وہ تمام مذاہب کو ایک ہی سرچشمہ فیض کی ندیاں بتاتا ہی لیکن وہ عالم الغیب جانتا تھا کہ اسلام کا مرکز مقدس جو اسکی خالص وحدانیت کا مظہر ہے اسی وقت تک محفوظ رہ سکتا ہی جب تک غیر مسلم من حیث القوم وہاں قدم رکھنے نہ پائیں کیونکہ وہاں اُن کے عام طور پر آنے جانے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُن میں سے جو دشمنان اسلام تھے وہ اپنے ناپاک منصوبوں سے اسلام کو نقصان پہنچاتے تیرہ سو سال پہلے کے ایک عرب کے وہم و گمان میں بھی وہ باتیں کہاں آسکتی تھیں جن کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح دُنیوی حکومت کے حریص ایک سرزمین پر قدم رکھنے ہی کو اس پر قبضہ کرنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں لیکن اس عالم الغیب نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ غیر مسلموں کو مکہ کی ارض مقدس میں قدم تک رکھنے نہ دو +

قصہ مختصر اسلام میں مسند خلافت ایک زبردست مرکزی حکومت اسلام کا قیام چاہتا ہے جو کہ جزیرۃ العرب پر بھی اقتدار حکومت رکھتی ہو یہ صحیح ہی کہ پیغمبر خدا صلعم کی جانشینی میں دونوں امر داخل ہیں یعنی حکومت اور بادشاہت بھی۔ اور روحانیت یا امامت بھی لیکن یہ سعادت کبریٰ تو صرف پہلے چار خلفاء حضرت ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ علیؓ اللہ تعالیٰ عنہم ہی کیلئے (کہ وہ پیغمبر خدا صلعم کے سایۂ عاطفت میں ہی اس فرض اہم کی ادائیگی کے لئے تربیت پا چکے تھے) مخصوص ہو چکی تھی۔ بنا بریں پہلے چار خلفاء آج تک خلفائے راشدین کے نام مشہور ہیں +

وہ چاروں عصابرداران سلطنت اور رہنمایان مملکت رُوحانیت بھی تھے مسلمان اُن کو نہ صرف حاکم وقت اور بادشاہ ہی سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ نیکی کے نمونہ مذہبی پیشوا اور شریعت اسلامی کے مجتہد بھی تھے لیکن اُن کے پیچھے جو لوگ آئے وہ صرف شان حکمرانی کی بناء پر خلفاء پکارے جاتے تھے۔ اور منصب رُوحانیت کے علمبردار بڑے بڑے امام یا بڑے بڑے اولیا ء یا مجددین یعنی مصلح دین قرار پائے +

نبی کریم کی خلافت پہلے چار خلفا کے بعد دو شاخوں پر تقسیم ہو گئی۔ ایک شاخ دُنیوی اور ایک شاخ دینی۔ حکومت دنیوی کے علمبردار تو بادشاہ ہوئے۔ اور منصب رُوحانیت کو ائمۂ دین اور بڑے بڑے مصلحین نے سنبھالا۔ ہاں کبھی یہ دونوں منصب پھر یکجا جمع ہوتے ہوئے نظر آجاتے ہیں جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز کہ بادشاہ وقت بھی تھے اور پہلی صدی کے مجدد بھی تسلیم کئے گئے ہیں +

اسی بناء پر خلفائے مابعد کی خلافت کو خلافت راشدہ سے تمیز کرنے کے لئے احادیث میں ملک

یعنی بادشاہت کے نام سے یاد کیا ہے لیکن پھر بھی مقامات مقدسہ کی حفاظت اور جزیرۃ العرب کی حکومت خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے +

پس موجودہ حالات میں خلافت محض بادشاہت ہے یعنی ایک امر دنیوی اور روحانی صرف اُسے انہی معنوں میں کہا جا سکتا ہے کہ اس امر دنیاوی کو دین اسلام کی ایک ضرورت ٹھیرایا گیا ہے جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی یہ صاف صاف سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ ایک معمولی اسلامی سلطنت کی مترادف نہیں ہے خلافت دُنیائے اسلام کی سیاسی طاقت کے لئے بمنزلہ ایک قلب کے ہے۔ اور مشرق و مغرب کی کسی اسلامی سلطنت کا زوال اگر محض اسلام کی شان و شوکت کا زوال ہے تو خلافت کا زوال خود قلب اسلامی پر صدمہ ہے۔ اسلام کی عالمگیر اخوت کا یہ تقاضا ہے کہ جہاں کہیں اُن کی کسی سیاسی طاقت کا خاتمہ ہوتا ہے تو اس غم میں وہ مسلمان اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض وقت ایک مسلمان حکومت کے جاتے رہنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ خود اس قوم کی ہستی ہی مٹ گئی ہے جیسا کہ ہسپانیہ میں ہوا۔ جہاں اسلامی سلطنت کے زوال کے ساتھ اُس ملک میں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا +

اندریں حالات ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اسلام کی سیاسی طاقت کے مرکز پر ہی حملہ ہو تو خود اس کی ہستی ہی معرض خطر میں ہو گئی ہے +

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہی مذہب اسلام کے لئے آخری فتح کا وعدہ کیا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسلمان ایسے حالات کو اطمینان سے دیکھ سکتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ اسلام کے کسی عظیم الشان اصول کی بربادی کے رنگ میں نظر آتا ہو +

یہاں تک تو میں نے صرف مسئلہ کی عام ماہیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اب مجھے معاملہ کے اس حصے کی طرف توجہ کرنا ہے جو اس وقت تمام عالم اسلامی میں بےچینی اور بددلی پیدا کر رہا ہے۔ کیا ٹرکی کے حصے بخرے کرنا خلافت سے کوئی تعلق رکھتا ہے؟ اس سوال کا جواب ٹرکی کی اس حیثیت پر منحصر ہے جو کہ اس کو مسلمانوں کی نگاہ میں حاصل ہے۔ گزشتہ پانچ صدیوں سے خلافت ترکوں کے ہاتھوں میں ہی ہے دُنیائے اسلام نے خلافت کو ایک مدت دراز سے ٹرکی کا مترادف سمجھا ہوا ہے پھر اس کی گزشتہ تاریخ ایک شوکت کی تصویر ہے دُنیائے اسلام کے لئے ٹرکی اسلام کی طاقت سیاسی

کا ایک مظہر ہی اگرچہ اسے اپنے دشمنوں کی وجہ سے . . . . . . آج مصیبت کے دن دیکھنے پڑے ہیں تاہم جدید ترین جنگ میں بھی اس نے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے ۔ پس مسلمانوں کی نظر میں تجزیہ ٹرکی تجزیہ خلافت ہے ۔ اور یہ امر صحیح ہے ۔ ان تجاویز کے مطابق جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی۔ ٹرکی کو ایک ہندوستانی ریاست کی طرح بنادینا قلب اسلام پر ایک ضرب کے مترادف سمجھا جاتا ہے ۔ اور مسلمانان ہند فاتح طاقتوں میں سے ایک کا جزو ضروری ہونے کی حیثیت میں اپنے معتقدات مذہبی کے مطابق اس معاملہ کا تصفیہ چاہتے ہیں اسلئے اُن کا مطالبہ یہی ہے کہ خلافت کو صحیح وسالم رکھا جائے ۔ بالفاظ دیگر ایک زبردست ٹرکی حکومت کا قیام اشد ضروری ہے جس کے زیر اقتدار جزیرۃ العرب ہو ۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ یورپ کو ایک خلیفہ کے برطرف کرنے اور دوسرے کو مسند خلافت پر متمکن کرنے کا کیا حق حاصل ہے ۔ کیونکہ عرب اور مقامات مقدس کو ایک طاقت سے چھڑا کر دوسری طاقت کے سپرد کرنے کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں ۔ شاہ حجاز نے اتحادیوں کی لاکھ مدد کی ہو ۔ لیکن اتحادی خلافت اسکے سپرد کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے ۔ اور جب عرب اور مقامات مقدس پر سے اقتدار ٹرکی سے چھین کر دوسروں کے سپرد کیا جاتا ہے ۔ تو اس کے صاف معنی یہی ہیں ۔ کہ خلافت کو ٹرکی سے لیکر ایک دوسرے کے سپرد کیا جاتا ہے ۔ اگر یہ بات فی الواقع عملدرآمد میں آگئی تو مسلمانوں کے نزدیک اس کا صاف صاف یہ مفہوم ہوگا ۔ کہ عیسائی مدبرین نے مسلمانوں کی خواہشات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خلیفۃ المسلمین کو برطرف کردیا ۔ یا بالفاظ دیگر مسلمانوں کے ایک مذہبی معاملہ تصفیہ کرنیوالے غیر مسلم ہونگے ۔ اور یہ معاملات مذہبی میں صریح مداخلت ہے ۔ خلیفہ کو صرف دو طریقوں میں سے ایک طریق پر ہی برطرف یا معزول کیا جاسکتا ہے ۔ یعنی یا تو مسلمانان عالم بحیثیت مجموعی اتفاق یا کثرت رائے سے موجودہ انتظام خلافت کو ناقابل تشفی قرار دیکر کوئی دوسرا خلیفہ منتخب کرلیں ۔ یا دو مسلمان طاقتیں بلا مدد غیرے آپس میں مسئلہ خلافت کا تصفیہ بزور بازو کرلیں اور جو طاقت میدان جنگ میں غالب آجائے وہی حقدار خلافت ہوگی ۔ اگر ترک اسقدر کمزور ہیں کہ عرب ان پر غالب آسکتے ہیں تو بلا شبہ ان کو خلافت اسلامی خالی کردینی چاہیئے ۔ اور جو دوسری طاقت اسکی حقدار ہو جائیگی ۔ کیونکہ مرکز اسلامی پر ایک کمزور طاقت کی حکومت مرکز کی کمزوری پر دلالت کرتی

ہے۔ جس کو مسلمانانِ عالم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ دراصل یہ بھی ایک وجہ ہے جن کی بنا پر مسلمان شاہِ حجاز کو مکہ مدینہ جیسے مقاماتِ مقدس جو مرکزِ اسلام ہیں خود مختار بادشاہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ وہ جزیرۃ العرب کا بھی مالک نہیں صرف ایک صوبہ کا حاکم ہے اور وہ بھی ایسا کمزور کہ حاکم نجد بھی اُسے شکست دے سکتا ہے۔ اس کی موجودہ طاقت کا انحصار صرف اتحادی طاقتوں کی امداد پر ہے کہیں ایسے شخص کا بادشاہ ہونا جس کا اقتدار ذاتی نہیں بلکہ عیسائی طاقتوں کے زور و طاقت کا مرہون ہے خلافتِ اسلامی کو بازیچۂ اطفال بنانا ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق خلافت سے ہے شاہِ حجاز خلافتِ اسلامی کا ایک باغی ہے۔ اور مسلمانوں کا حق ہے کہ اتحادی مُدبرین سے اس امر کا مطالبہ کریں۔ کہ اگر خلیفہ اپنا اقتدار اُس پر رکھ سکتا ہے تو غیر مسلم طاقتیں ایسا اقتدار قائم کرنے میں حائل نہ ہوں +

میں نے اِس بحث میں دیگر تمام امور کو جو کہ ایک طاقتور ترکی سلطنت کے قیام کو چاہتے ہیں نظر انداز کیا ہے اور صرف مذہبی نقطۂ خیال کو پیش کیا ہے۔ ان چند امور سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قیامِ خلافت اشد ضروری ہے اور ترک اس خلافت کے جائز مالک ہیں۔ خلافت سے معزول کرنا اہل اسلام کا کام ہے نہ کسی دوسرے کا۔ اہل اسلام ترکوں کو خلافت سے معزول کر کے ..... خلافت کو کسی اور قوم کے سپرد کرنا نہیں چاہتے۔ پس وہ ترکی کے نئے دست و پا کئے جانے کو خلافت کی کمزوری تصور کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ اسلام کی کمزوری اور اس کے امن کو مخدوش کرنا ہے۔ یہ تمام مذہبی معاملات ہیں۔ اور مدبرین برطانیہ کا یہ فرض ہے کہ انکو نظر انداز نہ کریں۔ آواز برطانیہ اگرچہ مجلس مصالحت میں ایک ہی آواز ہے لیکن بایں ہمہ وہ اسقدر پرزور ہے۔ کہ اگر مدبرین برطانیہ مسلمانوں کے کام کو اپنا کام سمجھیں تو اس آواز کے سامنے دوسری مخالفانہ آوازیں خود بخود دب جائیں گی۔ اُن کا یہ طریق کار انجام کار سلطنت برطانیہ کے استحکام کے لئے بجائے اس ایک چپہ زمین کے اضافہ کے جو غالباً مستقل فسادات کو ساتھ لئے ہوئے ہوگی کہیں زیادہ مفید ثابت ہوگا +

اِن مقامات مقدسہ کے متعلق بھی جو حدود عرب سے باہر سمجھے گئے ہیں تھوڑا سا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے اوّل فلسطین ہے۔ جو کہ یہودیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں تینوں قوموں کے نزدیک یکساں مقدس ہے۔ یورپ دو صدیوں کے بڑے حصہ تک اس ارضِ مقدس کے حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں سے برسرپیکار رہا اور تاریخ عالم میں اس سب سے بڑی مذہبی جنگ کا

انجام یہ ہوا کہ فلسطین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ اب ایک خالصاً دنیوی جنگ جسمیں دونوں طرف سے مسلمان لڑے ہرگز ہرگز ایک جنگ مذہبی یا معرکۂ ہلال وصلیب نہیں کہلا سکتا۔ اگرچہ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر لائڈ جارج نے دوراندیشی سے کام نے کر اس کا نام کروسیڈ یا صلیبی جنگ رکھ دیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ درست نہیں۔ اگر وزیر اعظم برطانیہ جیسا کوئی ذمہ دار شخص دوران جنگ میں یہی بات کہدیتا جو آج مسٹر لائڈ جارج نے کہی ہے تو بیشک مسلمان اپنی حالت کا صحیح اندازہ کر سکتے تھے۔ مگر اب جبکہ جنگ خالصاً ایک غیر مذہبی لڑائی کی حیثیت میں اختتام پذیر ہو چکی ہے تو عیسائی مدبرین کو اس سے وہ نتائج حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں جو وہ ایک مذہبی جنگ میں حاصل نہیں کر سکے اور جو خالص مذہبی جنگ میں قدرت نے مسلمانوں کو دلائے۔ ارض مقدس مسلمانوں کے لئے ایسی ہی عزت و احترام کی جگہ ہے جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ وہاں اب خالص اسلامی مقام بھی ہیں جنکی عزت مسلمان تو کرتے ہیں مگر یہودی اور عیسائی نہیں کرتے۔ پھر اسلام کے خلاف عیسائیت کی عظیم ترین مذہبی جنگ نے یہ علاقہ مسلمانوں کے تسلط میں چھوڑا۔ پھر یہ علاقہ قیام اسلام کے ساتھ ہی خلافت کا ایک حصہ قرار پا چکا ہے۔ کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم کے عہد میں داخل ممالک اسلامی ہوا۔ لہذا خلافت اسلامی کو اس ارض مقدس سے محروم کر دینا نہ صرف تمام اصول انصاف کے برخلاف ہے۔ بلکہ اس کا اثر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کو صدمہ پہنچانیوالا ہوگا +

دوسرا سوال مقامات مقدسہ واقع عراق کے متعلق ہے۔ عراق بالکل عرب کا ایک جزو ضروری ہو گیا ہے یہاں عرب لوگ آباد ہیں اور یہ عرب سے کوئی جداگانہ ہستی نہیں رکھتا۔ قرون اولیٰ ہی سے عراق بھی فلسطین کی طرح ممالک زیر نگین خلافت کی فہرست میں داخل ہو چکا ہے۔ اور خلافت کی چند اولین لڑائیاں بھی اس کے میدانوں میں لڑی گئیں۔ لہذا یہ عرب کا ایک صوبہ ہے اور چونکہ اسلام کے مقامات مقدسہ اس سرزمین میں بھرے پڑے ہیں۔ لہذا عراق جیسا کہ تیرہ سو سال سے اب تک رہا ہے خلافت اسلامی کے زیر نگین رہنا چاہئے۔ مزید براں چونکہ یہ ایک ٹکڑہ زمین ہے جو برطانیہ اپنے قبضہ اقتدار میں لانا چاہتا ہے تو مدبرین انگلشیہ کے لئے اسلامی احساسات کی خاطر اور مسلمان سلطنت برطانیہ کے ناقابل لحاظ عنصر نہیں ہیں۔ بس سے دست بردار ہو جانا اور بھی

آسان ہے۔ بالآخر میں یہ بھی کہونگا۔ کہ مسلمانوں کا یہ خیال یا مطالبہ کہ سلطنت ٹرکی جو خلافت اسلامی ہے قریب قریب اُسی حالت پر رکھی جائے جیسے جنگ سے پہلے تھی محض جذبات کی نمائش نہیں۔ بلاشبہ جزیرۃ العرب کا خلافت کے ماتحت رہنا ایک خالص مذہبی سوال ہے اور اسی کے قریب قریب دیگر مقامات مقدسہ کا سوال بھی ہے لیکن سلطنت ٹرکی کا قیام ایک طاقتور سلطنت کے رنگ میں آخر کار خلافت اسلامی کا سوال ہی بن جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب کی حکومت بیشک خلافت کا جزو لاینفک ہے مگر تنہا جزیرۃ العرب کی حکومت استحکام خلافت کے ہم معنی نہیں +

خلافت جیسا کہ قبل ازیں دکھایا جا چکا ہے اس سلطنت موعودہ کا نام ہے جو کہ عرب و عجم پر حاوی ہو۔ بڑے ابتدائی زمانہ سے اس کا پایہ تخت عرب سے باہر رہا ہے اور مزید برآں سلطنت کا کامل طور پر خود مختار اور آزاد رہنا ضروری ہے پس اگرچہ ذمہ وار ارکین سلطنت کیطرف سے ایک سے زیادہ دفعہ یقین دلایا جا چکا ہے مسئلہ خلافت کا تعلق صرف اہل اسلام سے ہے اور وہ ٹرکی کے سوائے کسی اور کو خلافت کا جائز مالک تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو پھر سلطنت عثمانیہ کا آزادانہ اور طاقتور قیام اور عرب کے لئے اُسی سلطنت کا ایک جزو ہونا بھی ایک مذہبی مسئلہ ہے اور ٹرکی کا کسی سلطنت کے زیر اقتدار رکھا جانا یا اُس کو عرب یعنی خلافت کی جزو ضروری سے محروم کر دینا یا اس کا خارجی پابندیوں میں جکڑ کر اسکی قوت مدافعت کو زائل کر دینا ہر سچے مسلمان کے لئے اس دردناک احساس کا موجب ہوگا کہ دنیا کی عیسائی سلطنتوں نے خود مذہب اسلام پر حملہ کیا ہے +

اخوت

از قلم جناب خالد صاحب

اِنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ اخوت

اب جبکہ بین الاقوامی خطرناک جنگ کا خاتمہ ہو چکا ہے ہر ایک شخص کی تمنا اور آرزو ہے کہ کوئی ایسا طرز عمل ملجائے۔ اور کوئی ایسی روش اختیار کیجائے جس کا نتیجہ صلح و امن اور باہمی اتفاق ہو۔ اور جس سے تمام دنیا ایک ہو جائے۔ اور اُنکی باہمی منافرت و مغائرت جاتی رہے۔ اور باہمی اختلافات کے وجوہ معدوم ہو جائیں۔ جن لوگوں کا میدان جنگ میں رات دن موت سے مقابلہ

رہا ہے ان کا اطمینان اب چکنی چپڑی باتوں سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انہیں ایسی خوش کُن تجاویز تسلی دے سکتی ہیں جو عملی جامہ پہننے کے قابل نہیں۔ لوگ تو آجکل معاملات کے متعلق قطعی اور عملی رنگ میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے امور کو وہ پسند نہیں کرتے جن کا وجود میں آنا ممکن نہ ہو۔ وہ تمام قصے جن سے ہمدردی کو بھڑکا کر انسانی ضمیر میں زہر پیدا کیا جاتا ہے۔ اب سب بیسود ہیں۔ اور علم آلہیات کو مداریوں کی طرح پیش کرنیوالوں کے قول پر اب کسی قسم کا اعتماد نہیں رہا۔ زمانہ منزلیں طے کرتا کرتا اب ایسے مقام پر پہنچا ہے جہاں کہ لوگ سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ ہر ایک بات کے متعلق استفسار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں مادی اور روحانی ہر دو عروج حاصل ہوں۔ اس حالت میں یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگ جو اس خوفناک جنگ کے بعد زندہ ہیں پھر انہیں اصولوں اور مسئلوں کو چپکے سے مان لیں جو انہیں بچپن میں سکھلائے گئے تھے۔ اور جو کسی رنگ میں بھی قوائے عقلیہ کو طاقت اور جلا نہیں دے سکتے۔ اب لوگوں کا مشین کی طرح بلا سوچے سمجھے کام کرنا دُور از قیاس ہے۔ زمانہ چاہتا ہے کہ جو کچھ بھی خلق اللہ کیلئے پیش کیا جائے وہ صحیح وصاف ہو۔ اور اس میں کسی قسم کی مداہنت ومنافقت نہ ہو۔ تا کہ اس سے انسانی رُوح کو طاقت ملے۔ اور اس کا عروج وانبساط ہو۔ لوگ تو اس وقت اپنے اندرُونی حالات پر غور کر رہے ہیں اور اپنے اعتقادات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ انہیں زمانۂ ماضی میں یہ تعلیم دیگئی تھی۔ کہ ان کے مذہب کی غرض وغایت صلح وآشتی پیدا کرنا اور برادری کا قائم کرنا ہے۔ لیکن اب انہیں اس کا صحیح نتیجہ دکھائی دیتا ہے جس نے جنگ اور نفرت کی صُورت اختیار کی ہے انہیں بتلایا گیا تھا۔ کہ اب امن اور خدا کی حکومت کا دور بالکل نزدیک ہے جس سے تمام قومیں ایک کانفرنس کی شکل میں دکھائی دینگی۔ اور جو دنیا میں امن کی گویا ضامن ہو جائیگی انہیں یہ بھی سبق دیا گیا تھا۔ کہ جب عیسائی مذہب تمام دنیا میں پھیل جائیگا تو جنگ کا نام ونشان نہ رہیگا۔ اور یہ غرض محض عیسائیت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان سب باتوں کو لوگ خاموشی سے سُنتے رہے اور ان پر ایمان لاتے رہے۔ وہ بیرُونی مشنوں کو امداد بھی بھیجتے رہے مشنریوں کی رپورٹیں بڑے شوق سے پڑھتے رہے۔ اور انہوں نے اس بات کو صحیح سمجھا کہ تمام دُنیا میں امن وآرام ہے۔ یورپ تمام عیسائیوں سے پُر ہے۔ اور امریکہ میں بھی تمام آبادی عیسائیوں کی ہے۔ اور ہزارہا پونڈ

ہر سال ایشیا اور افریقہ میں اس مذہب کی اشاعت کے لئے صرف کئے جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ مسیحیت کے متعلق کچھ تحقیقات کریں انہیں اُلّو سمجھا جاتا ہے۔ اور جب کبھی کسی نے یہ کہا کہ مسیحیت میں چار سو نوے مختلف قسم کے فرقے پائے جاتے ہیں۔ تو اُسے مسخرا خیال کیا گیا۔ لیکن اس ظاہری اطمینان کو ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جن لوگوں کو اس کا دُھواں دکھائی نہیں دیا۔ وہ اس کے اندر کی آگ کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ دُنیا کا جنگ سے پہلے یہی حال تھا۔ جو اُوپر بیان کیا گیا ہے لیکن اب جو نظارہ ہمارے اُوپر ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اور حکومتیں جنہیں اپنے مذہبی اعتقادات کی وجہ سے متفق و یکجان ہونا چاہیئے تھا۔ ایک دوسرے کے مقابلہ پر کھڑی ہیں۔ اور پرواہ تک نہیں کرتیں۔ تمام امن کے مقام تاریکی کے اندر ہیں۔ اور خوبصورت پہاڑیوں اور وادیوں پر دُھوئیں کے پردے ہیں۔ صاف اور ستھری ہوا بارود کی وجہ سے بدبودار ہو رہی ہے۔ اور بچوں کو جو بڑی آزادی سے کھلی ہوا میں کھیلا کرتے تھے بند کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان توپوں کی آواز نہ سُنیں جو کہ آہستہ آہستہ اور اطمینان سے اپنا کام کر رہی ہیں۔ تمام مرد۔ عورت اور بچے سخت مصیبت میں ہیں۔ اور اس کے کان اور آنکھیں کسی ایسے خطرہ کی طرف لگی ہوئی ہیں جس کا انہوں نے مقابلہ کرنا ہے عیسائی سرزمین کا یہی نقشہ اب نظر آتا ہے۔ اُس وقت جبکہ تباہ کن آلات اور سامان حرب گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر ویران اور برباد کر رہے تھے۔ اور لوگ حیرت زدہ ہو رہے تھے تو انہیں اپنے عزیزوں کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا اور وہ صلح کیلئے اور اپنے اقربا کے خیریت سے واپس آنے کیلئے خدا سے دُعائیں مانگنے لگے۔ مگر وہ انہیں پُرانے گرجوں میں جاتے اور پُرانے دقیانوسی قسم کے وعظ سنتے۔ تو دل میں خیال کرتے تھے کہ یہ باتیں لیکن وہ نہیں ہو سکتیں۔ انہیں کسی ایسی چیز کا کھٹکا لگا ہوا تھا جو ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی۔ اور انکو اسبات کا بھی احساس ہو رہا تھا کہ ان کا مذہب کچھ اور ہونا چاہیئے اور وہ خیال کر رہے تھے کہ وہ اس وقت دوسروں کے کہے پر چلتے ہیں۔ اور انہیں خود کسی بات پر سوچنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ انہیں آنکھیں بند کئے اپنے خاص قسم کے مذہب پر چلنے کی ترغیب دیجاتی تھی۔ جب لڑائی کا بازار گرم ہوا گھر اور شہر ویران اور برباد کر دیئے گئے۔ لیکن اگر اتفاقاً کسی جگہ صلیبی نشان کو نقصان نہ پہنچا یا کوئی بت مجسمہ صحیح وسلامت رہا تو سادہ لوح لوگوں نے اسی میں عیسائیت کی فتح ونصرت کو دیکھا

ان بیچاروں کو عیسائیت کے متعلق ان قصوں کا خیال تک نہیں رہا جو ہمیں بتلاتے ہیں کہ شیطان فرشتے بن جائیں گے۔ اور تمام قسم کے جرائم مسدود ہو جائیں گے اور آخرش ہماری دنیا ایک جنت کا نمونہ بن جائیگی میں پوچھتا ہوں کہ کیا انہوں نے کبھی اپنے مذہب کے متعلق پرچول کی اور کیا انہوں نے کبھی خیال کیا کہ وہ پادریوں کی تعلیم پر دل سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ پرچول کرنیوالے اور سچے معتقد شاذونادر ہی دکھائی دیں گے۔ اسلئے چاہئے کہ ہم اس بات پر آپ غور کریں۔ خدا کی زمین پر لکھو کہا عیسائیوں کا خون ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی خوش نہ ہو کہ اب عیسائی تہذیب کی فتح و نصرت کا جھنڈا ایشیا اور افریقہ میں گاڑا جا رہا ہے۔ ان بر اعظموں کے ہزارہا نوجوانوں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا ہے اور بڑی وفاداری سے اپنی جانیں دی ہیں۔ آخرش اس سیلاب اور طوفان عظیم کے خاتمہ پر گویا ہم ایک ڈرانیوالے خواب سے بیدار ہوئے ہیں۔ گو ہم آہستہ آہستہ محسوس کر رہے ہیں کہ اب مغربی یورپ میں آلات حرب کی آواز نہیں آتی۔ لیکن جنگ اپنی قربانیوں کا تقاضا دنیا کے دیگر ممالک میں کر رہی ہے ہمیں اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کوئی ایسی تدبیر کیجائے جس سے خلق اللہ اس آنیوالی آفت سے نجات پا جائے ہم نے مختلف قسم کی کانفرنسیں ایجاد کی ہیں صلحنامے تیار رکئے ہیں۔ اور بین الاقوامی مجلس کو بھی قائم کیا ہے۔ لیکن یہ سب انسان کی بنائی ہوئی باتیں ہیں اور ان سے کوئی بھی عمدہ نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان انسانی تجاویز پر روحانی مہر نہ ہو اور انکی بنا روحانی اصول پر نہ رکھی جائے۔ اور خالق حقیقی کے منشا کے مطابق نہ ہو ہمیں یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہم خدا نہیں بلکہ فانی انسان ہیں اور کسی صورت میں بھی لوگوں کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ ہم خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر نہ چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں جو انسان کی ہستی کے لئے اور اس کے فائدے کے واسطے ضروری ہیں پیدا کر رکھی ہیں۔ اور جو کچھ بھی اس نے پیدا کیا ہے وہ بالکل مکمل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خامی کہاں نظر آتی ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ نقص انسان کی طمع اور حرص کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر انسان خدا کی عنایات انعامات کا مناسب و جائز طور پر استعمال کرے۔ اگر وہ علم حاصل کرنے کے صحیح طریق کی تلاش کرے۔ اگر وہ اپنی ذات کا مطالعہ کرے۔ اور اپنے خیالات اور الفاظ و اعمال پر قابو رکھے تو وہ شخص اپنی زندگی صحیح

طور پر بسر کر سکتا ہے اور دنیا کو اس کے وجود سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ بڑی مصیبت جسمیں دُنیا مبتلا رہی ہے محض خدا تعالیٰ کے عطا کردہ انعامات کو نامناسب طور پر استعمال کرنے سے نازل ہوئی ہے۔ دُنیا نے خداداد عقل کو طمع کی وجہ سے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایکدوسرے کے ساتھ ملکر فائدہ اُٹھانے کا کبھی کسی نے خیال نہیں کیا۔ بلکہ اسکے برعکس ایسی تجاویز اختراع کیجاتی ہیں جن سے لوگ اوروں کو اپنے ملکیت و مقبوضات سے فائدہ ہی اُٹھانے نہیں دیتے۔ بلکہ اوروں کی جائداد پر خود قبضہ کر لینے کا انتظام کرتے ہیں۔ اب اس قسم کی کارروائی کا خاتمہ ہوجانا چاہئے۔ اسلامی ممالک میں اخوت قائم رہی ہے۔ اور صحیح راہ رہنما کا کام دیتی رہی ہے۔ اسلامی دُنیا کو جہاز۔ گولہ بارود اور دیگر تباہ کُن سامان کے نہ ہونے سے نقصان پہنچایا ہے لیکن ان چیزوں کی جنہیں یورپ نہایت ضروری خیال کرتا ہے وہاں کیوں کمی ہے اسکی وجہ صاف ظاہر ہے۔ سب سے بڑی۔ اور سب سے آخری پیغمبر صلعم کی تعلیم کے مطابق اسلامی لوگ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں مسلمان قومیں ہمیشہ رواداری کے اصول کی پابند رہی ہیں۔ اور کسی پر حملہ کرنا انہوں نے نہیں سکھا۔ انہوں نے سب کو اپنے ضمیر و وجدان پر چلنے کی آزادی دے رکھی ہے اور عیسائیوں کو اپنے اعتقاد اور مذہب پر قائم رہنے کی ہمیشہ اجازت دی تھی۔ اور یہی وجہ ہے ہر ایک اسلامی سلطنت میں بہت سے عیسائی لوگ بھی آج تک نظر آتے ہیں لیکن یورپ میں نقشہ بالکل مختلف دکھائی دیتا ہے ہسپانیہ کی طرف دیکھو اور سوچو کہ وہاں جو مسلمان تھے وہ اب کہاں ہیں۔ اور مسجدیں جو وہاں تعمیر کی گئی تھیں۔ اُن کا کیا حشر ہوا۔ کیا اہل یورپ نے کبھی بھی خیال کیا ہے کہ عیسائیوں کے ہسپانیہ فتح کرنے کی کیا غرض تھی۔ عیسائی لوگ خوب جانتے تھے۔ کہ مذہب چنداں ضروری نہیں۔ اور یہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ اُن کا مذہب جنگ اور قتال کو روک نہیں سکتا۔ اور نیز یہ بھی انہیں علم تھا کہ مذہب ایک نام نہاد چیز ہے جسے حسب ضرورت ترک یا تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے بس اس طرح یوروپ ایک عظیم الشان لشکر کی طرح تھا۔ جس نے میدان جنگ میں ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔ اور جنگ کا ہونا یقینی امر تھا۔ عیسائیت اس وقت کی جبکہ یہ اپنے عروج پر تھی اپنے معتقدین کو خونریزی سے نہیں روک سکی باوجود ان تمام باتوں کے اس وقت یوروپ میں لوگ اخوت کی تلاش میں ہیں۔ اور یہ آثار دنیا کے لئے اچھے نظر آتے ہیں۔ اب لوگ سوچ رہے ہیں۔ اور بحث و مباحثہ کر رہے ہیں کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے۔ کہ دُنیا میں ہمیشہ رہنے والا امن قائم نظر آئے لیکن میں اہل یورپ سے

کھو نگا۔ کہ ایک بوسیدہ اور کمزور مذہب کی حفاظت کرنا اب بالکل بے سُود ہے۔ یُورپ میں عیسائیت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ اور یہ اسوقت تک کسی قدر زندہ نظر آتی ہے جب تک تنخواہ دار پادری اسکو سہارا دے رہے ہیں۔ اسلئے ہر ایک شخص کیلئے جو سچے دل سے مذہبی صداقت کی تلاش میں ہے اسلام کا مطالعہ کرنا ضروری ہے اسے چاہئے کہ اس تعصب کو چھوڑ دے جو صدیوں سے ان کے دل میں بٹھلایا گیا ہے۔ اور بلا رُو رعایت صحیح طور پر تحقیقات کرے۔ اُسے تمام قسم کی تحریرات جو مشرق والے پیش کرتے ہیں پڑھنی چاہئیں اُسے عیسائیت کی ہر ایک شاخ پر بھی غور کرنا چاہئے۔ اور پھر ان بڑے بڑے مذاہب کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے جن کے پیرو عیسائیوں سے تعداد میں زیادہ ہیں اُسے قرآن مجید کو پڑھنا تمام اسلامی کتب کا مطالعہ کرنا اور رہنمائی کے لئے خدا سے دُعا ہی مانگنا چاہئے جب اس قسم کا شخص راضی برضاء الٰہی کے مسئلہ پر عمل پیرا ہو گا۔ اور صداقت اور حقیقت تک پہنچ جائیگا۔ تو پھر اُسے چاہئے کہ وہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے اور ان لوگوں تک علم پہنچائے جو تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔ اگر مغرب والوں کو ایسے مذہب کی تلاش ہے۔ جس سے دُنیا میں اُخوت قائم ہو تو ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ ان غلطیوں کو ترک کر دیں جن کو انھوں نے اس طرح پکڑا ہوا ہے جس طرح کہ ایک ڈوبتا ہوا انسان کسی تختے کو پکڑ کر سہارا لیتا ہے۔ اور انہیں نڈر ہو کر ہر بات میں صفائی سے کام لینا چاہئے +

اسلام میں سب ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ جماعت بندی یا قومیت کا لحاظ نہیں ہمیں ایک جمہوریت کی شان نظر آتی ہے جس کی عمارت ایک نہایت محفوظ اور مضبُوط بنیاد پر یعنے سب کتابوں سے افضل کتاب جسے قرآن پاک کہا جاتا ہے رکھی گئی ہے۔ اور یہ کتاب دنیا کی ہدایت کے لئے اس وقت نازل ہوئی جبکہ لوگ ایکدوسرے کے برخلاف لڑائی جھگڑوں میں مبتلا تھے +

اسلام میں جمہوریت کا مکمّل نمونہ

ہم بلاخوف تردید یہ کہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی پہلے شخص تھے جن کے ذریعہ دُنیا نے جمہوریت کے اصول سیکھے آپ کے وصال کے چند سال بعد جب حضرت عمرؓ نے جو دُنیا میں ایک عظیم الشان حکمران گذرے ہیں عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی تو آپ نے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر یُوں ارشاد فرمایا

اے برادران! میرے ذمہ آپ کے متعلق بعض خدمات و فرائض ہیں اور آپ کے بھی کچھ حقوق مجھ پر ہیں۔ تمہارے لئے لازمی ہے کہ تم دیکھو کہ میں مالیہ کو بیجا طور پر صرف نہیں کرتا۔ اور اس امر کا خیال رکھو کہ مالیہ کی تشخیص میں میں غلط اصولوں پر نہیں چلتا۔ میرے لئے ضروری ہوگا کہ میں تمہارے مشاہرے بڑھا دوں۔ سرحد کی حفاظت کروں اور بلا ضرورت تمہیں خطرات میں نہ ڈالوں۔ اگر کسی موقعہ پر میں خطا کروں تو تمہارا حق ہے کہ تم مجھے روک دو اور مجھ سے باز پرس کرو۔

کوئی شخص بھی یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ اس عظیم الشان خلیفہ نے اپنے دوران حکومت میں اپنے مذکورہ بالا الفاظ کے خلاف عمل کیا۔ ان کا اپنا مشہور مقولہ کہ خلافت کا وجود تمام مسلمانوں کے مشورہ اور رائے کے بغیر ہیچ ہے۔ آپ کی تمام زندگی بحیثیت حکمران کا ترجمان ہے۔ آپ کے اپنے عہدہ کی تنخواہ صرف اس قدر تھی کہ جس سے وہ بمشکل گذارہ ہی کر سکتے تھے۔ آپ ایک موٹے کھردرے کپڑے کا کرتہ جس میں بارہاں جگہ دھجیاں لگی ہوئی تھیں پہنا کرتے تھے۔ اگر اندازہ لگایا جائے تو آپ کے گھر کا تمام خرچ در اصل ایک شلنگ سے زائد نہ ہوا کرتا تھا۔ ابتدا میں آپ بیت المال سے کچھ نہ لیا کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہیں محسوس ہوا۔ کہ اپنی معیشت و روزی کے لئے ان کی کوشش ان کے اصلی عہدہ کے فرائض کی سرانجام دہی میں حارج ہے۔ آپ نے اسلئے اپنے وظیفہ کا سوال مجلس شوریٰ (دیوان خاص) اور عام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ جو سب کے سب جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں جمع ہوئے۔ اور وہاں فیصلہ ہوا کہ آپ کو ضروریات کے مطابق مشاہرہ دیا جائے۔

خلافت کی ذمہ واریاں نیک و بد کے پرکھنے والے مسلمان بادشاہوں نے خلافت کی ذمہ واری کو ایک گراں اور مشکل فرض خیال کیا ہے جس کے ادا کرنے کے لئے تھے لا امکان سخت ترین کوشش کیجانی چاہئے۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رو پڑے جبکہ انہیں خلیفہ انتخاب کیا گیا۔ مسلمانوں سے وفاداری کا عہد لے کر اپنے گھر واپس آئے تو شاہی اصطبل سے سرکاری گھوڑا منگوانے کی بجائے وہ اپنے خچر پر سوار ہوئے۔ اور جب انکی بیوی نے ان سے رونے کا سبب پوچھا اور کہا کہ یہ ایک خوشی اور شادی کا مقام تھا کہ مسلمانوں نے آپ کو اپنا سردار مقرر کیا ہے۔ اور اس طرح سب سے بہتر آپ کو خیال کیا ہے۔ تو آپ نے بڑا زور دار آواز کے ساتھ فرمایا کہ اے نادان کیا تو

نہیں دیکھتی کہ مسلمانوں کے ایک انبوہ کثیر کی نگہداشت کی ایک بڑی بھاری ذمہ واری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اس صورت میں تو کس طرح ہوسکتی ہے کہ مجھ جیسے مفلس انسان کے لئے آج خوشی کا دن ہے۔

عید کے دن خلیفہ کے بچوں کا لباس

ذیل کے قصہ پر ممکن ہے کہ آجکل کے لوگ اعتماد نہ کریں لیکن اس کے معتبر ہونے پر آج تک کسی کو شبہ نہیں ہوا۔ مغرب میں جمہوریت کے حامیوں کے لئے یہ ایک زندہ سبق ہے۔ اور اس نصیحت آموز قصہ کو مدنظر رکھ کر وہ بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا مطالبہ شاہی خاندان کے ذاتی اخراجات میں کمی کرنے کا کوئی خیالی پلاؤ نہیں ہے۔ روایت ہے کہ ایک عید کے موقعہ پر جو کہ تمام مسلمانوں کے لئے نہایت ہی خوشی کا دن ہوتا ہے خلیفہ پنجم کے بچوں کا لباس بہت ہی پھٹا پرانا تھا۔ اور اُن کی بیوی اس بات پر مُصر تھی کہ انہیں نیا لباس بنا کر دیا جائے خلیفہ عمرؓ ثانی جواب میں کہتے تھے کہ اُن کے پاس اُنکی اپنی کمائی میں سے ایک بھی پیسہ بچا ہوا نہیں۔ اس پر آپ کی بیوی نے کہا کہ وہ بیت المال میں سے ایک دن کی تنخواہ پیشگی برآمد کرالیں۔ یہ سنکر خلیفہ کا چہرہ غصہ سے لال ہوگیا۔ اور انہوں نے کہا کہ کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا۔ اور جو روپیہ میں آج لونگا۔ اس پر میرا کچھ حق بھی ہوگا۔ یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ خلیفہ دُنیا کے ایک عظیم الشان شاہنشاہوں میں گنا جاتا تھا اور اُسکی سلطنت ہندوستان سے لیکر مراکش تک پھیلی ہوئی تھی +

اس اخوت اسلامی کے اصُول کو نہ صرف خلفا ہی نے عملی جامہ پہنایا بلکہ غریب سے غریب مُسلمان میں بھی اسی قسم کی رُوح پھُونکی گئی تھی۔ ملک شام کی لڑائی میں جو کہ عیسائیوں سے ہوئی رومیوں نے اپنا ڈیرہ بنسان میں لگایا اور اسلامی فوج نے موصل میں قیام کیا۔ یہ واقعہ سنلہ ہجری کے تھوڑے ہی دیر بعد ہوا یعنے جبکہ دمشق کی فیصلہ کن لڑائی میں عیسائیوں کو شکست نصیب ہوئی تھی۔ عیسائیوں نے اسلامی حملہ کی زور دار رو کو روکنے کے لئے سخت جدو جہد کی اور تمام اپنے ذرائع خرچ کر دیئے ۔ حتے کہ بنسان اور فحل کے درمیانی تمام علاقہ کو زیر آب کر دیا۔ لیکن مسلمان بڑے بڑے استقلال اور ہمت سے آگے بڑھتے گئے ۔ جب عیسائیوں نے اُن کی رفتار کو دیکھا تو انہوں حضرت ابوعبیدہ رضؓ کو جو کہ متیں پیغام بھیجا جو اُس وقت فوج کے ایک بڑے بہادر جرنیل تھے۔ اور درخواست کی کہ وہ اپنا ایک ایلچی عیسائیوں کی لشکر گاہ میں صلح کی شرائط کے تصفیہ کے لئے بھیجیں

حضرت معاذؓ کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ عیسائیوں کے خیمہ میں نہایت قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور بیش بہا پردوں سے وہ مزین تھا۔ حضرت معاذ نے اُن قالینوں پر جو کہ غربا کو لوٹ کر اور اُنہیں تکلیف دے کر تیار کئے گئے تھے بیٹھنا پسند نہ فرمایا۔ اسلئے آپ اس جگہ بیٹھ گئے جہانتک کوئی قالین وغیرہ بچھایا نہ گیا تھا۔ عیسائیوں کو اس بات پر بہت رنج ہوا کہ آپ نے انہیں موقع نہ دیا۔ کہ وہ ان کی مناسب طور پر تعظیم و تکریم کرتے۔ اور اُن کا خیال تھا کہ اگر آپ نے خود اپنے تئیں بےعزت کیا۔ تو اس کے ذمہ دار عیسائی نہیں۔ حضرت معاذؓ اس موقعہ پر اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکے۔ اور بآواز بلند فرمایا کہ میں اس چیز کی جسے تم لوگ عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہو ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر غلاموں کی عادت میں ہے کہ وہ فرش زمین پر ہی بیٹھیں تو مجھے اس بات پر فخر ہے۔ کہ میں خدائے ذوالجلال کا ایک عاجز اور ادنےٰ غلام ہوں۔ عیسائی آپ کی صاف گوئی پر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور پوچھا کہ آیا لشکر اسلام میں آپ سے زیادہ تر نیک اور پاک کوئی اور شخص بھی ہے۔ آپنے نہایت ہی لطیف جواب عیسائیوں کو دیا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ اپنے تمام فوجی برادری میں میں بدترین شخص ہوں اور یہ امر میرے لئے تسکین دہ ہے۔ اس کے بعد صلح کے متعلق کچھ گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر حضرت معاذؓ نے اسلام کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ذیل کے زبردست الفاظ فرمائے +

”اگر تم لوگ اسلام قبول کرو۔ تو تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے تمہیں اس بات کا فخر ہے کہ تمہارا ایک بادشاہ ہے۔ جو تمہاری جائداد اور تمہاری جانوں کا واحد مالک ہے لیکن ہمارا بادشاہ کوئی بھی ایسی طرز اختیار نہیں کرتا جس سے ہم پر اسکی فوقیت ظاہر ہو۔ اگر خدانخواستہ وہ کبھی زنا یا چوری کا مرتکب ہو تو وہ خود اپنے لئے مقررہ سزا تجویز کریگا۔ وہ محلات میں آرام کرنا نہیں جانتا۔ اور اس تک رسائی نہایت آسان ہے۔ اور دولت اور جائداد کے لحاظ سے اُن کی حالت اور حیثیت دیگر مسلمانوں کے مقابلہ میں بہتر نہیں“ +

مضمون بالا پر رسالہ مسلم انڈیا کے ریمارکس حسب ذیل ہیں :- | یڈیٹر
آجکل کے بعض لیڈر جو اس امر پر زور دیتے ہیں کہ آئینی طرز حکومت اسلامی ممالک کے لئے موزوں نہیں اُن کے لئے مسطورہ بالا مضمون موجب دلچسپی ہوگا۔ جبکہ اس بات کا سب کو اعتراف ہے اور

دنیا کی تاریخ بھی اس پر گواہ ہے کہ اسلام ہی نے مکمل آئینی حکومت کو قائم کیا۔ اور اس کے لئے آواز بلند کی۔ تو پھر اُس کے متعلق ایک غلط رائے کا اظہار کرنا یا تو محض ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ اور یا ناجائز مداخلت کو جواز کا جامہ پہنانے کی کوشش ہے۔ جمہوریت کی اس اصلی غرض و غایت تک پہنچنے کیلئے جس کا علم اسلام نے دیا ہے ابھی اہل مغرب نے مختلف قسم کے آئینی انقلاب دیکھنے ہیں مسلمانوں نے جمہوریت ہی کی وجہ سے ترقی کی تھی اور جب مطلق العنان بادشاہ بننے کی خواہش اُن کے دل میں پیدا ہوئی تو اُن کی مضبوط جڑیں کمزور ہونے لگیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر مذاق اور خیالات ایک ہی قسم کے ہوں تو باہمی ہمدردی اور امداد کا موجب ہوتے ہیں لیکن یہ ایک شانِ الٰہی ہے کہ برطانیہ کلاں کی قدامت پرست پارٹی ہمیشہ سلطنت ٹرکی کی طرفداری کرتی رہی ہے، اور آزادی کے دلدادوں نے جو کہ جمہوریت کا اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ اس کا گلا دبائے جاتے ہوئے اُسے اس وقت دیکھنا گوارا کیا جبکہ وہ اپنی وراثت یعنی جمہوری حکومت کو پھر حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی +

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر مدراس

(دوسرا لیکچر)

(مدراس کے مشہور و معروف انگریزی اخبار ہندو سے ترجمہ کیا گیا)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے جن کی فصیح اور شاندار تقریروں نے مدراس کی پبلک میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی ہے۔ مورخہ ۲۲ فروری اتوار کو وکٹوریا ہال میں "انگلستان میں تبلیغ اسلام" کے موضوع پر اردو میں تقریر فرمائی۔ آنریبل مسٹر یعقوب حسن صاحب کرسی صدارت پر متمکن تھے صاحب صدر نے ووکنگ مشن اور اُس کے بانی کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے اس مسئلہ کے سیاسی پہلو پر نظر ڈالی۔ اور اسلام کے اصولوں کی غلط فہمی کا جو غبار یورپ کے اُفق ذہن پر اندھیرا کئے ہوئے ہے اُس کے دور کرنے کی اہمیت پر بڑا زور دیا۔ صاحب صدر نے پھر وہاں کے نومسلموں کی خدمات دینی کا تذکرہ گن گن کر کیا۔ خصوصاً مسئلہ خلافت کے

ضمن میں مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کا جو اپنی ان تھک کوشش اور جوش کے ساتھ مغربی دنیا میں اسلام کے سچے اصول پیش کر رہا ہے۔ اور جسکی وجہ سے وہ تمام اہل اسلام کی تحسین کے مستحق ہیں۔

لیکچر } بعد ازاں خواجہ صاحب لیکچر کے واسطے کھڑے ہوئے اور نعروں اور چیرز سے ہال گونج اٹھا۔ انہوں نے قرآن شریف کی چند آیات کی تلاوت کی۔ اور مسلمانوں کی موجودہ تکالیف کا کچھ عرصہ تک ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ تمام مسلمان صحیح طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسئلہ خلافت کے تصفیہ میں انکی آیندہ زندگی کا راز سربستہ ہے۔ اگر خلافت کو برقرار نہیں رکھا جائیگا تو اس سے مسلم نظام کی بنیادیں متزلزل ہو جائینگی۔ اور بنی نوع انسان کی ترقی میں اسلام اپنا اثر ڈالنے میں ایک ضروری جزو نہیں رہیگا لیکن انہوں نے حاضرین کو یقین دلایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہمارے ساتھ وعدے ہیں۔ اور اسکے وعدے ٹل نہیں سکتے) کہ مسلمانوں کے اماکن مقدسہ ہمیشہ مسلمان شہنشاہوں کے قبضہ میں ہی رہینگے اگر ترک کسی وقت مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے خادم نہیں رہتے (اور سوال یہ ہے کہ آخر کار ترک کون ہیں؟) تو کوئی اور بادشاہ خواہ وہ جارج پنجم ہی ہو۔ یا اس کا ہم پلہ طاقتور والی ملک ہو اسلام کی نعمت سے مالا مال ہوگا جو ان مقامات کی خدمت پر مامور ہوگا۔ کیا ترک پہلے عیسائی نہ تھے؟ اور کیا وہ اسلام کے نہایت خوفناک دشمن نہ تھے؟ کیا انہوں نے مسلمانوں کی سلطنتوں کو تاخت و تاراج نہیں کیا تھا؟ اور مسلم یونیورسٹیوں اسلامی نظم و تمدن کو برباد نہیں کر دیا تھا؟ لیکن اسلام کے اعلےٰ اصولوں کے آگے مسلمانوں کے فاتح بالآخر سرنگون ہوئے۔ آخر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور مقامات مقدسہ کے خدمتگذار ہو گئے۔ کیا تاریخ اپنا اعادہ نہیں کرتی؟ اگر کسی قسم کی بدظنی ہے تو وہ مسلمانوں کی خواب غفلت پر ہے جس سے ابھی ان کو ہوش نہیں آئی۔ وہ اپنی کاہلی کے طلسم کو توڑ ڈالیں اور نوزائیدہ زندگی میں حلقہ کار کی طرح ڈالیں وہ قرآن کریم کے خزانہ کو کھولیں اور اس کے موتیوں کو صفحۂ عالم پر بکھیر دیں۔ اور دنیا کو بتائیں کہ قرآن کریم کس تہذیب کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسلام کونسی جمہوریت سکھاتا ہے۔ اس کے بعد معزز لیکچرار نے انگلستان میں اپنے نوعیت عمل کے کچھ حالات بیان فرمائے۔ اور عیسائیوں کے لغو اور بے بنیاد اتہام کا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے بطلان کیا اور اس کے ساتھ ہی افریقہ میں اشاعت اسلام کیطرف اشارہ کیا جہاں تلوار تو بڑی چیز ہے نشتر سے بھی کام نہیں لیا جاتا اور جہاں حکومت کی مدد کے باوجود عیسائی مشنریوں کو سخت ناکامی ہوئی

ہے پھر خواجہ صاحب نے عیسائیوں کے طفلانہ مضحکہ آمیز اعتراض کا ذکر کیا۔ کہ اسلام صرف وحشی لوگوں کے مناسب حال ہے اور یہ کہ وہی اُسکو جلدی قبول کرتے ہیں لیکن انہوں نے حاضرین سے سوال کیا آیا انگریز وحشی ہیں ؟ اگر وہ ایسے نہیں تو پھر کس طرح وہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ ان تین سو نومسلموں میں سے زیادہ تر اعلےٰ طبقہ کے لوگ ہیں جو اعلےٰ تعلیم و تمدن کے مالک ہیں۔ حالانکہ عیسوی فلسفہ تثلیث جو کہ علم ریاضی کے ابجد کو بھی بٹہ لگائے ہوئے ہے۔ وہ بہت فرومایہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکا۔ اگرچہ عیسائی مشنری یہ فخر یہ تسلیم کیا کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ اپنی پیچ پیچ اور الجھی ہوئی نوعیت کے سبب سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اگر ہندوستان میں چوہڑے اور دیگر رذیل قومیں نہ ہوتیں جنہوں نے غربت سے تنگ آکر عیسائیت قبول کی۔ تو ہندوستان کی مسیحی مشنوں کی کامیابی کا راز کھل جاتا +

خواجہ نے آگے چلکر مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کا ذکر کر کے بیان فرمایا کہ جب اسلام کے اصول ایک ہیں۔ اور برابر اسی طرح سے بہ تمام و کمال مسلمان اُن پر اعتقاد رکھتے ہیں تب تک اسلام میں اس قسم کی کوئی فرقہ بندی نہیں کہلا سکتی جس طرح کہ عیسائی مذہب میں ہے۔ ... مسلمان ایک ہی خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک ہی پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان کا ایک ہی قرآن ہے نماز اور دوسری عبادات بھی وہ ایک ہی طریق پر ادا کرتے ہیں۔ ان کا ایک ہی مذہب ہے۔ تو پھر اُن میں تفرقہ کیسا۔ فروعی معاملات میں رائے کا اختلاف ہوگا۔ جو زندگی کو زیادہ مفید اور اس سے بڑھ کر زیادہ دلچسپ بنانے کے لئے ازحد مفید بلکہ ضروری ہے +

بعدازاں انہوں نے حاضرین جلسہ کی توجہ کو اہل یورپ کی اس معقولی رنگ لئے ہوئے بیداری کی طرف مبذول کرایا۔ جو وہ مذہب میں بھی اختیار کر رہے ہیں۔ موجودہ کلیسیا عقل اور سمجھ کو قطعاً مذہب کے میدان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ وہ خود اپنی بنیادوں پر آن گرا ہے۔ اور ہر متنفس ایک عالمگیر مذہب کی تلاش میں ہے جس کی بناء معقولیت پر ہو۔ ایسا مذہب اسلام ہے اور یہ ضرور یورپ میں پھیل کر رہیگا +

لیکچر کے اختتام پر جناب صدر کھڑے ہوئے جنہوں نے خواجہ صاحب کی عظیم الشان خدمات کا جو انہوں نے اسلام اور انگلستان میں مسلمانوں کی کیں شکریہ ادا کیا۔ اور انگلستان رہکر ووکنگ مشن مشن کی سرگرمی کا عینی مشاہدہ بیان فرماتے ہوئے جلسہ کی کارروائی کو ختم کیا۔ بعدازاں اعلان

کیا گیا۔ کہ ۲۵ فروری بدھوار کو خواجہ صاحب زیر صدارت مسٹر سی پی رام سوامی وکٹوریہ ہال میں "جلسہ مذاہب اور پیغام اسلام" پر لیکچر دیں گے +

تیسرا لیکچر

خواجہ صاحب کا تیسرا لیکچر "لیگ مذاہب اور پیغام اسلام" پر وکٹوریہ ہال میں ۵ مارچ کی شام کو ہوا۔ ہال ہندوؤں اور مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا مسٹر سی۔ پی رام سوامی آئر صدر جلسہ قرار پائے انھوں نے لیکچر کے شروع ہونے سے پہلے فرمایا۔ کہ وہ اسکو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں کہ ان کو ہندوستان کی دو بڑی قوموں کی متحدہ جلسہ کی صدارت پیش کی گئی ہے ان کے خیال میں ہندو اور مسلم اتحاد اب عملی جامہ پہن چکا ہے اور بسرعت سے ترقی کر رہا ہے۔ یہ اتحاد دونوں قوموں کی دلی خواہش کا نتیجہ ہے اور کسی خاص فرد کو اس کا ذمہ وار ٹھیرانا واقعات کے بالکل خلاف ہے اگرچہ یہ بات بلا تامل کہی جاسکتی ہے کہ مہاتما گاندھی ضرور ان قابلقدر انسانوں میں سے ہیں جنہوں نے اس اتحاد کے مبارک پودہ کی نشوونما میں اپنی پوری طاقت صرف کی ہے +

بعدازاں صاحب صدر نے فرمایا۔ کہ "مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی رضاجوئی کی راہوں پر چلایا ہے۔ اور پیغمبر اسلام کی اس تعلیم سے بنی نوع انسان کے معلومات میں ایک بڑا اضافہ ہوا ہے" +

لیکچر } اس کے بعد خواجہ صاحب لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ آج سے تیرہ سو برس پیشتر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل بنی نوع انسان کے لئے ایک برادری میں منسلک ہونے کا پیغام دنیا میں لائے تھے۔ مخلوقات کا اختلاف دراصل کوئی بری چیز نہیں ہے کہ جس کے مٹانے کی کوشش کی جائے۔ جو لوگ صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کرتے ہیں وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ یہ اختلاف ہی ترقی کی روح رواں ہے۔ یہی امر جب انسان پر عائد کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں۔ کہ اگر طبائع انسانی میں اختلاف نہ ہو۔ تو ترقی فوراً رک جائے۔ چنانچہ تقسیم عمل کا قاعدہ جو مہذب دنیا میں رائج ہے اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ اور دنیا کی ترقی اس وقت تکمیل کو پہنچیگی جب دنیا کے تمام شہری اپنے فرائض کو باہم اس طرح بانٹ لیں گے جس طرح کہ ایک کنبہ کے ارکان

افراد سہولیت کی غرض سے اپنے گھر میں کر لیا کرتے ہیں۔ مذہب بھی تمدن کا حامی ہے اس نے انسان کے حیوانی جذبات کو اخلاق میں تبدیل کر کے اُن کو رُوحانی نظام کے ماتحت کیا ہے۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں مختلف مذاہب کا پایا جانا ہی اس کی ترقی کی دلیل ہے۔ اس اختلاف مذاہب میں ایک نظام پیدا کرنے کے لئے سات باتیں ضروری اور قابل توجہ ہیں:۔

اول۔ ایک منبع یا اصل یا جڑ۔
دوئم۔ شاخیں۔
سوئم۔ شاخوں کا اپنی اصل جڑ سے دائمی تعلق
چہارم۔ ایک شاخ کا دوسری کی آزادی کا احترام
پنجم۔ ایک شاخ دوسری شاخ کی ممد۔
ششم۔ ایکدوسرے کے نقصان سے پرہیز۔
ہفتم۔ اشتراک۔

کیا یہ تمام مختلف اجزا ایک بڑے اور قوی ہیکل درخت کو وہ ہیئت کذائی نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ درخت کے نام سے موسوم ہو سکے؟

پس سیاسی یعنی جسمانی یا اخلاقی یعنی رُوحانی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر پہنچنے کیلئے اسی سات بڑے اصولوں کے اوپر قدم مارنا ہوگا۔ دنیا ایک بڑے اتحاد کی طرف بڑھ رہی ہے کانفرنسوں۔ کانگرسوں۔ مجالس ہائے بین الاقوامی کا قائم ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قلب انسانی ایک عالمگیر برادری کی تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے۔ ہاں اگر کوئی بات لیگ آف نیشنز (مجلس بین الاقوامی) کی کامیابی میں شبہ پیدا کرتی ہے تو وہ یہ ہے کہ شاید اس کی صحیح اصولوں پر بنیاد نہ رکھی جائے۔ اگر ایک مشروط ایک مجز دینی نوع انسان کو دوسرے جز و بنی نوع انسان کی دائمی غلامی میں رکھنے کی غرض سے قائم کیا جاتا ہے تو اسکی بنیاد بجائے مضبوط چٹان پر قائم کرنے کے ریت پر رکھی جاتی ہے۔ اور ایسی مجلس یقیناً ایک عالمگیر صلح کا پیش خیمہ نہیں قرار دیجائیگی +

قرآن پاک کے نزول سے پہلے کوئی مذہب اس خیال کا حاطہ نہیں کر سکتا تھا! اس کے سوائے دوسرا مذہب بھی خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اس تنگ ظرفی کا شکار دُنیا مدتوں رہی اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب بھی بہت سے انسان اس نوک نشتر سے خون آلودہ ہیں۔ خدا تو

اپنے بندوں کے ساتھ کبھی ناانصافی روا نہیں رکھتا۔ اور جب تقسیم جسمانی میں غریب و امیر اس کے سامنے برابر ٹھیرے تو اُس کی شان سے بعید ہے کہ رُوحانی نعماء کی تقسیم میں تفریق جائز رکھے۔ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس بڑی تاریکی کو دُنیا سے دُور کرنے پر مامور کئے گئے۔ تو وہ یہی تنگ نظری کی تاریکی تھی۔ چنانچہ اس کا پہلا پیارا پیغام الحمدللہ رب العٰلمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مٰلک یوم الدین جو دُنیا کو ملا وہ ایک عالمگیر اتحاد کا بیج تھا +

اِس پیغام نے ہر انسان کا جسمانی اور رُوحانی برکات کے سرچشمہ یعنی الہام سے مستفید ہونا پیدائشی حق قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی کہنہ ور انسان قرآن پاک کی تعلیم کو ظلم و تعدی کا سبق دینے والی قرار دے تو یہ الزام محض بے بنیاد ہوگا۔ ایسے نکتہ چینوں کو چاہئیے کہ کتاب پاک سے کوئی ایسی آیت نکالکر پیش کریں۔ جس سے لوگوں میں بُغض و تعصب ہونے کا مفہوم ادا ہوتا ہو +

اسلام انبیاء میں کوئی تفریق نہیں کرتا مسلمان ہر الہامی کتاب پر خواہ وہ محمد صلعم پر نازل ہوئی یا کرشن پر ایمان رکھتا ہے +

فاضل مقرر نے یہاں پر دلائل سے ثابت کیا کہ قرآن پاک کی تعلیم سات مندرجہ بالا اصُول سے مخالف نہیں پڑتی۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے مختلف مذاہب کی کتب مقدسہ حصُول سچائی کی غرض سے مطالعہ کی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ان میں بعد کی ملائی ہوئی بعض بے ربط آیات موجود ہیں لیکن بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتب مقدسہ بہت سی خوبیوں کی جامع ہیں +

اسلام سب سے ضرُوری تعلیم جو اپنے پیرؤں کو دیتا ہے۔ اور جن کو اُن کا انتہائی مقصد قرار دیتا ہے۔ وہ اُن کو تمام قوی جسمانی کو بنی نوع انسان کی خدمت میں لگاتا ہے۔ اور اگر ایک مسلمان صرف اپنی نشوونما میں منہمک ہو جاتا ہے۔ تو گویا وہ اپنی امانت میں جو اُسکو اللہ نے سپرد کی تھی خائن ٹھیرتا ہے +

تنگدلی اور تنگ نظری کا زمانہ اب ہو چکا۔ ہندوستان والوں کو چاہئیے کہ اپنی مذہبی

جنگ و جدال کی پُرانی داستان بھول جائیں۔ اور اپنے فرائض کو پہچانیں اور پاک خداوند تعالےٰ کی پرستش کیلئے "لیگ مذاہب" بنائیں۔ ایک قوم دوسری قوم کے انبیاء کو اللہ کے بھیجے ہوئے برحق تسلیم کرلیں۔ جس کا حیرت انگیز نتیجہ انشاء اللہ یہ ہوگا۔ کہ مسلم اور ہندو اتحاد مضبوط چٹان پر قائم ہو جائیگا۔ اور ایکدوسرے کے انبیاء کو راستباز انسان مان لینا کسی قوم کیلئے ہرج کی بات بھی نہیں ہے +

ہندو اور مسلمان مدتوں ہندوستان میں امن و چین سے رہے۔ جب جسمانی اتحاد ممکن ہے تو رُوحانی اتحاد کیوں ناممکن ہوسکتا ہے؟ اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ "لیگ مذاہب" کا رکن بننے کے ساتھ تبدیلیٔ مذہب بھی لازمی ہوگی۔ کیونکہ اس اتحاد کی غرض صرف ایک ایکدوسرے کی ہمدردی ہوگی۔ اور دُنیا کا کوئی مذہب اس بات سے نہیں روکتا +

مدراس مذہبی سرگرمیوں کے لئے مشہور ہے۔ اور مسز بیسنٹ کا احسان کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جو انہوں نے مذہبی تعصب کے قلع قمع کرنے میں ملک پر کیا ہے اب میدان اس بات کے لئے صاف پڑا ہے۔ کہ اس پر لیگ مذاہب کی ایک شاندار اور دلکش عمارت کھڑی کیجائے +

اس لیگ یا پنچائت کا رکن ہونے کیلئے سب انبیاء مثلاً موسیٰ عیسیٰ رامچندر۔ کرشن بدھ وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ وہ اللہ کے بھیجے ہُوئے مُرسل تھے۔ تمام کتب مقدسہ برحق ہیں۔ اور قرآن آخری الہامی کتاب ہے۔ اور یہ کہ آیندہ کسی مذہب پر بیجا تہمت نہ لگائی جائے +

اخیر میں جناب مقرر نے حاضرین کو یقین دلایا۔ کہ کم ازکم ہندوستان کے آدھے مسلمان نہ صرف جناب کرشن اور رامچندر جی کو سچے پیغمبر تسلیم کرلیں گے۔ بلکہ وہ گائے کی قربانی سے دست بردار ہو جائیں گے +

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر کے اختتام پر مسٹر سی۔ پی۔ رام سوامی آئر نے فرمایا۔ کہ اسلام نے عربی رُوح سے اپنے کو کبھی علیحدہ نہیں کیا۔ یہ رُوح اپنے تخیل میں عرب کے وسیع رتیلے میدانوں کی طرح دُور دراز حد تک پھیلکر دائرہ اُفق سے جاملی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کا عملی نتیجہ نخلستانوں کی

شکل میں جگہ بہ جگہ ظاہر ہے۔ تمام تاریخ اسلامی ان دو قابلقدر خصوصیات کی تصویر ہے پیغمبر اسلام ایک باعمل انسان اور بڑے شہری تھے۔ ان کی سچائی کی پیاس کو سوائے وحی الٰہی اور کوئی چیز نہ بجھا سکی۔ انہوں نے اپنی قوم کو اپنی زندگی میں مہمل فلسفہ کی تعلیم کبھی نہیں کی۔ بلکہ مصیبت اور دُکھوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہنے کا اصول اُن کی زندگی کا جزو بنا دیا۔ اسلام نے ہمیشہ ٹالریشن (رواداری) کی تلقین کی ہے۔ اور وہ ہمیشہ عالمگیر اتحاد کا حامی رہا ہے +

"اُپنشد" میں تحریر ہے کہ سچائی دُنیا کے لئے ایک ہے جس کو دانا لوگ مختلف طریقوں میں بیان کرتے! الہام ہر قوم کو اس کے خیالات و عادات کے موافق ہوا کرتا ہے۔ اور خدا تک پہنچنے کے لئے مختلف راستے ہیں +

جناب صدر صاحب نے آگے چلکر فرمایا۔ کہ جناب خواجہ صاحب کے لیکچر سے اسلام کے متعلق بہت سے شکوک رفع ہو گئے ہیں۔ اور لیکچرار صاحب خاص طور پر قابل شکریہ ہیں جنہوں نے ہندو مسلم اتحاد پر پوری روشنی ڈالکر حاضرین کو محظوظ کیا ہے +

اسکے بعد مسز اینی بیسنٹ صاحبہ نے لیکچرار صاحب کے لئے شکریہ کا ووٹ تجویز کیا اور جلسہ برخاست ہؤا +

مُسلمان کسے کہتے ہیں؟

مسلمان وہی ہے جو اپنی جان و مال اور تمام وہ چیزیں جن سے وہ محبت رکھتا ہو خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ اور کامل طور پر خدا کی تابعداری اختیار کر کے اسکی رضا کا جُوا اپنی گردن میں ڈال لے۔ اسکے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے تمام خداداد طاقتوں کو اللہ تعالےٰ کی عبادت میں خرچ کرے۔ تمام قسم کی نافرمانیوں سے بچے اور اس کے سامنے اپنا سر جھکا دے اور جہانتک ممکن ہو بدیوں سے الگ رہے۔ اور ان راہوں پر نہ چلے جہاں کہ خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ مسلمان وہی ہے جو سچے دل سے اور نہایت اولوالعزمی کے ساتھ خدا کی تلاش میں

لگجاتا ہے۔ اور سخت سے سخت آزمائش کے وقت بھی استقلال اور صداقت کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ خدا سے اس کے تعلقات نہ تو تلوار کے زور سے کاٹے جا سکتے ہیں اور نہ آگ نہیں برباد کر سکتی ہے۔ نہ باد مخالف انہیں ہلا سکتی ہے۔ اور نہ عزیزوں کی وفات یا مال و زر کا نقصان یا خطرناک خطرناک آفتیں اس کے خدائی تعلقات پر کسی قسم کا اثر ڈال سکتی ہیں۔ جب کبھی اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا اس کے لئے کوئی بیعزتی کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں تو وہ نہایت خلوص اور خشوع و خضوع کے ساتھ خدا ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اس کے مقابل میں سب کو مُردہ خیال کرتا ہے۔ اور اس کے تمام جذبات اور خواہشات پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ الغرض ایک سچے مسلمان کے تمام اعضا اور اس کے تمام قویٰ خدا کی رضا کے ماتحت کام کرتے ہیں اور اس کی زندگی اور موت کی غرض سوا رضاء الٰہی اور کچھ نہیں ہوتی +

قرآن شریف کی مختلف آیات میں مسلمان کی تصویر ایسے ہی رنگ میں کھینچی گئی ہے سچے اور صحیح معنوں میں مسلمان بننا واقعی ایک نہایت ہی مشکل کام ہے۔ یہ ایک منزل ہے جس کا دروازہ تنگ ہے۔ اور اس تک راہ بھی مشکل ہے لیکن اسے طے کرنا ناممکن نہیں مسلمان کے لئے دنیا کے تمام خزانے کھلے ہیں۔ سچا مسلمان خدا کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور پھر وہ تمام دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ اور وہ پچاس سال میں وہ کام کر دکھلاتا ہے جو دوسرے پانچ صدیوں میں بھی بمشکل کر سکتے ہیں۔ یہ ایک خالی دعویٰ ہی نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ اور اسلام کی ابتدائی تاریخ اس پر شاہد ہے مسلمان اس وقت آزمائش و ابتلا میں ڈالے گئے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی حالت کو دیکھیں۔ اور غور کریں کہ ان میں کیا کیا نقص اور کمزوریاں ہیں۔ وہ اپنی موجودہ اور اچانک زوال پر رو رہے ہیں لیکن نہایت افسوس اور درد بھرے دل کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے ایک حد تک مستحق بھی ہیں۔ کیا جو نقشہ مسلمان کا اوپر کھینچا گیا ہے اسکے ساتھ ہماری حالت مطابقت کھاتی ہے۔ کیا آفت و بلا جو ہم پر نازل ہوتی ہے یہ ہمارے اپنے ہاتھ کی کمائی نہیں۔ اور کیا اسے ہم نے خود ہی نہیں خریدا۔ اگر اور لوگ اور قومیں اپنے نقص ہر وقت دور کر سکتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ برائے نام ہی مسلمان ہوں کیوں اپنی کمزوریوں کو رفع نہیں کر سکتے انہیں سچا مسلمان بننا چاہئے انہیں یورپ کی تقلید نہ کرنا چاہئے۔ وہ تو اب

ایک شکستہ بُت کی مانند ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے اہل الرائے اور مدبر آج کی تہذیب سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اور جو کچھ بھی خوبی ہمیں مغربی اقوام میں نظر آ رہی ہے۔ وہ سب اسلام میں پائی جاتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ اہل مغرب نے اسلام سے لی ہے ہمیں اسلامی تہذیب و تعلیم کو مخدوش اور ٹیڑھی راہوں سے نہ دیکھنا چاہئے بلکہ اس کے صاف اور پاک چشمہ پر براہ راست جانا چاہئے۔ کیا مسلمانوں کے پاس ترقی و تہذیب کا ایک مجرب نسخہ نہیں؟ ان کے پاس اس قسم کا نسخہ ہے لیکن انہوں نے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ اور خدا نے بھی اسی لئے ان کی طرف سے منہ موڑ لیا ہے۔ اے مسلمانو تمہیں کافی سبق مل چکا ہے۔ اب آئندہ لاپرواہی اور سستی سے کام نہیں چل سکیگا۔ اٹھو میرے پیارے بھائیو نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ سستی کو دور پھینکدو۔ کمر ہمت باندھو اور اسلام کے کام میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ۔ خود سچے مسلمان بنو اور اپنے لیڈروں اور راہنماؤں کو مجبور کرو کہ وہ بھی سچے مسلمانوں کا نمونہ دکھلائیں اور اگر وہ اسلام کے احکام پر عمل نہ کریں تو ان کی پرواہ نہ کرو۔ اور انہیں چھوڑ دو لیکن یہ یاد رہے کہ اسلام نے غیر مسلم حکومت کے ماتحت رہ کر اس کے خلاف ناراضگی پھیلانے کی تعلیم نہیں دی۔ اسلئے اپنی گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری کو جیسا کہ قرآن کا حکم ہے ہاتھ سے نہ دو۔ مگر ساتھ ہی گورنمنٹ کے ساتھ سچے مسلمانوں کی سی روش کو اختیار کرو۔ اور یہ بھی ذہن نشین کر لو۔ کہ اسلام دنیا کے لئے ایک ایسی آئینی حکومت پیش کرتا ہے۔ جو تمام قوموں کے لئے ایک نمونہ کا کام دے سکتی ہے +

ناظرین کرام کی قابل توجہ

کسی رسالہ یا اخبار کی ہستی کا انحصار بہت حد تک اس کے ناظرین کرام کی توجہ و ہمدردی پر ہی ہوتا ہے۔ رسالہ اشاعت اسلام جو خدمت گذشتہ چند سالوں سے اسلامی دنیا میں کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں اس وقت چونکہ ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے اور کاغذ کی گرانی بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور اجرت کتابت میں بھی پچاس فیصدی کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اور پریس والوں نے چھپائی کی اجرت میں سو فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے اسلئے سامان طبع کی گرانی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم اپنے بہی خواہان کی خدمت میں مالی اعانت کیلئے اپیل کریں امید واثق ہے کہ ناظرین کرام میں سے ہر ایک ضرور کچھ نہ کچھ رقم کاغذ فنڈ میں مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے یا کم از کم دو جدید خریدار رسالہ کے اس سال فراہم فرما کر ممنون فرمائیں گے +

خادم - مینیجر

اسلام کا طرزِ عمل گنہگاروں کے لئے

تمام مذاہب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دیگر مذاہب کے لئے رواداری کو جائز قرار دیتا ہے۔ اور تمام بانیان مذاہب اور مصلحانِ دین کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس بارے میں اسلامی تعلیم کا نقشہ نہایت مختصر طور پر ذیل کے الفاظ میں کھینچا جاتا ہے :-

انسان کی پیدائش کی بڑی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ملجائے۔ اور اس مدعا کی تکمیل کیلئے اللہ جلشانہٗ نے ہر ملک اور ہر زمانہ میں رسول بھیجے جنہوں نے اپنے اپنے متبعین کو سیدھی راہ دکھلائی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جبکہ کسی ایک رسول کی تعلیم کو پس پشت ڈالدیا گیا۔ اور اسمیں آمیزش کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور رسول بھیجدیا۔ تاکہ لوگو نکو پھر راہِ راست کی طرف لے جائے۔ رسول کی تعلیم پر عمل کرنے ہی سے اصلی نجات مل سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی منشاء کو رسول ہی کے ذریعہ خلقت پر ظاہر کرتا ہے +

اسلام میں اس قسم کی بچگانہ تعلیم نہیں پائی جاتی کہ نجات صرف اسی شخص کیلئے ہے جو خاص قسم کے مسائل واعتقادات پر ایمان رکھے لیکن وہ نجات کا دارومدار ایک پختہ اور محکم بنیاد پر رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ نجات کی راہ ہر ایک رسول نے بتلائی ہے۔ اگر اس راہ پر قدم مارا جائے تو نجات مل سکتی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ آپ سے پہلے تمام پیغمبروں کی تعلیم میں مختلف قسم کی غلطیوں اور آمیزشوں نے راہ پالی تھی۔ اسلئے اب آپ ہی کے ذریعہ نجات اور وصل الٰہی حاصل ہو سکتی ہے جن لوگونکو اس قسم کا وصال اس دنیا میں جو کہ مزرع آخرت ہے نصیب نہیں ہوتا انہیں ایک اور منزل طے کرنی پڑتی ہے۔ اس منزل کو اسلام نے دوزخ کی سزا سے تعبیر کیا ہے +

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے یہ سب بلا کسی شرط و تمیز کے نجات پا جائیں گے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید اس قسم کی تعلیم کسی جگہ بھی پیش نہیں کرتا + اسمیں صاف صاف لکھا ہے کہ صرف اللہ اور اس کے

کو فقرا سے متمیز کرنے کے لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ مساکین وہ لوگ ہیں۔ جو کہ اپنی معیشت پیدا کرنے کے قابل تو ہوں لیکن اس معیشت کے حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس ذرائع یعنی اوزار وغیرہ نہ ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنی روزی کماتا ہے لیکن قرضدار ہے۔ اس لئے اس کا قرضہ زکوٰۃ فنڈ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ قیدیوں سے مراد وہ قیدی ہیں جو کہ جنگ میں قید کیئے جاویں۔ اسلئے زکوٰۃ کا ایک حصہ ان غلاموں کی گردنیں چھڑانے پر بھی صرف ہو سکتا ہے۔ ایک مسافر کو بھی اگرچہ وہ مرفع الحال ہی کیوں نہ ہو ایک اجنبی ملک یا شہر میں لبسا اوقات امداد کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اسلئے زکوٰۃ کا ایک حصہ ایسے مسافروں پر بھی صرف کیا جا سکتا ہے۔ والعٰملین علیہا (یعنی ان کارکنوں کا (جو مال خیرات کے وصول کرنے) پر (تعینات) ہیں) یہ پاک الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ تمام کی تمام زکوٰۃ تمام حالات کے اندر ایک ہی جگہ جمع ہو۔ اور بطور پبلک فنڈ کے صرف کیجائے۔ اور ہر ایک شخص کسی بھی صورت میں اپنی اپنی جگہ پر اپنی ہی مرضی و خواہش کے ماتحت اپنی زکوٰۃ کو صرف کرنے کا ہرگز مجاز نہیں۔ اسلئے زکوٰۃ کو اکٹھا کرنے کے لئے عاملین ہونے چاہئیں۔ جو کہ اس کا انتظام کریں۔ اور ان کی تنخواہیں بھی اس فنڈ سے ادا ہونی چاہئیں۔ ان آیات کریمہ میں "مولفۃ القلوب" اور فی سبیل اللہ کے الفاظ اشاعت دین متین پر دلالت کرتے ہیں۔ کسی مذہب کی تلقین و تبلیغ کے سننے کے لئے ہمیشہ ایک جماعت ہوتی ہے۔ لیکن ان تک اسلام پہنچانے کے لئے مالی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے وہ لوگ مولفۃ القلوب میں شامل ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے۔ اور فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ سے مراد دین اسلام کی اشاعت و حفاظت ہے۔ ان دو عنوانوں کے ماتحت زکوٰۃ اشاعت اسلام پر بھی صرف ہو سکتی ہے۔ تاکہ ان اعتراضات کا جواب دیا جا سکے جو مخالفین اسلام آئے دن اسلام پر کرتے رہتے ہیں۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ کے اس مصرف کی طرف گذشتہ چند صدیوں سے مسلمانوں نے بالکل غفلت کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دن بدن پستی و انحطاط کی طرف جا رہے ہیں۔ اور پاک دین متین کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی فکر نہیں کرتے +

نوٹ۔ اگر آپ رقم زکوٰۃ سے حصہ رسالہ ہذا مساکین یا لوگوں میں مفت تقسیم و اسلامی مشن و ملک کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو

تو آپ اطلاع دیکر مشکور فرماویں۔ منیجر

رسید زر

جناب حافظ ابو الخلیل صاحب بمبئی کی معرفت جو رقم وصول ہوئی اسکی تفصیل
اسطرح ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ اور ان احباب کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں
جنہوں نے اس اسلامی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹایا ہے۔

خادم
آنریری سکرٹری منیجنگ کمیٹی بلاد غیر و لوونگ مشن ٹرسٹ

جناب لطفر عیدی ہاشم کملو سٹیشن	عہ/	جناب قمر الدین صاحب	صہ/
جناب عبد الغفور صالح صاحب ۔ ۔	۸/	" شیخ علی سلیمان صاحب	صہر
" عبد الستار ولد مولوی عبد الکریم صاحب	ے/	" محمود میاں فقیر میاں صاحب ۔ ۔	صہر
" موسیٰ ولد محمد سٹیشن بھوٹیر	صہ/	" مسٹر احمد صاحب امیر صاحب پٹیل۔ قرآن کریم	[illegible]
" مولانا شیخ محمد عثمان صاحب ۔	صہ/	" عثمان ولد بابو صاحب ۔ ۔	صہر
" حاجی طاہر محمد صاحب ۔ ۔ ..	[illegible]	" غلام محمد محمد سیٹھ کے رسالہ امانت عہ	کہر
" حاجی عثمان صاحب زکوٰۃ	[illegible]	" قاضی محمد باقر معرفت بابا صاحب قاضی کے رسالہ امانت عہ	صہر
" حاجی نور محمد آبا صاحب	صہ/	" بابو محمد یوسف صاحب	عہ/
" محمد بابو صاحب ۔ ۔ ۔	صہر	" سیٹھ غلام اکبر کے اردو رسالہ امانت عہ	صہ/
" بہاء الدین شیخ داؤد صاحب	عہ/	" سیٹھ ذاکر حسین صاحب	صہ/
" شمس الدین ولد حسن جی صاحب	صہ/	حاجی عبد اللہ صاحب	صہر

جناب حاجی موسےٰ صاحب صہ/

اصحاب ذیل نے برائے امداد مسلم مشن ووکنگ عطیہ جات عنایت فرما کر منیجنگ کمیٹی بلاد غیر کو مشکور فرمایا۔ یہ عطیہ جات از ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء لغایت ۱۸۔ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء تک ہیں۔

۱۳ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء بوساطت خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل راولپنڈی	للعہ/	۱۵ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء جناب سید حسین صاحب ملکور	للعہ
۹ اپریل " نامعلوم	صہر	" " ۱۱ شیخ خدا بخش صاحب مردان	[illegible]
۱۸ " معرفت جناب محمد سلطان خان صاحب	ما [illegible]	میزان	ما للعہ

نوٹ۔ جن اصحاب نے ہمارے سفیر ڈاکٹر صوفی ہند میسیو رسالہ اور احباب بمبئی اس سال میں جو رقوم عنایت فرمائی ہیں ان کی تفصیل آئندہ ماہ کے رسالہ میں انشاء اللہ شائع ہوگی۔

خادم سکرٹری

اسلامک ریویو و کنگ لنڈن

طالبعلموں سے سالانہ چندہ چار روپے — علاوہ ازیں — قیمت سالانہ چھ روپیہ محصولڈاک

ایڈیٹرز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر قرآن کریم کے محاسن جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب یحجور کی تاریکی میں تجلی کا کام کرنے والا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے اپنے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی اس نے چادر کو پھاڑا اسلام کے منور چہرہ سے یورپ میں آنکھ میں چکا چوند کر دی اس کا اردو ترجمہ رسالہ

اشاعت اسلام

قیمت سالانہ ۵ر — علاوہ ازیں طلباء — مع محصولڈاک

ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

براہین نیرہ حصہ اول

معروف بہ زندہ و کامل اسلام
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک جامع اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذہب دیکھنے کے نقطہ نگاہ اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل ملکی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباء و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے + قیمت ۱۲ر

اسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل مصنفہ
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات ہی ہے

ملنے کا پتہ بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی معروف بہ اشاعت اسلام مطبوعہ عزیز منزل لاہور

اسلامیہ پریس ... لاہور میں حافظ مظفر الدین صاحب کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبد الغنی مہتمم اشاعت اسلام ...

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالۂ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مُبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۶)	بابت ماہ اگست ۱۹۲۰ء	نمبر (۸)

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۶) بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۸)

شذرات

ہندوستانی وفد خلافت کے تین ممبر بتاریخ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو بروز اتوار ووکنگ مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ ان کی وجہ سے وہاں ایک کثیر تعداد انگریز اور ہندوستانی مسلمین کی نیز غیر مسلم مرد و زن انگریزوں کی جمع ہوئی۔ چونکہ مسجد کے اندر اس قدر ہجوم کے لئے گنجائش نہ تھی لہٰذا مسجد کے ملحقہ میدان میں جلسہ منعقد کیا گیا جس کے صدر جناب پروفیسر ایچ ایم لیون صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایل ایل۔ ڈی نو مسلم قرار پائے +

مسٹر محمد علی صاحب نے ایک پر زور اور نہایت ہی مدلل تقریر سے لوگوں کو ذہن نشین کرا دیا کہ حضور ملک معظم کی مسلمان رعایا کے حقوق کی طرف سے آنکھ بند کرنا قرین انصاف نہیں خصوصاً اس حالت میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد ملک میں عیسائیوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ سب کے سب مسلمان خلافت قسطنطنیہ کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اور تمام اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلیفہ کی دنیاوی طاقت بدستور سابق قائم رہے۔ اور ترکی سلطنت کے حصے بخرے نہ کئے جاویں۔ لیکچرار مذکور کے بعد مسٹر سید حسین نے ایک شستہ تقریر کے دوران میں

نہایت فصاحت سے بیان کیا کہ لوگوں کے ضمیر کے متعلق قیود قائم نہ کئے جانے چاہئیں بلکہ انکی آزادی کو قائم رکھنا چاہئیے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات اور انکی رائے کی عزت کیجانی چاہئیے۔ اور گورنمنٹ انگلشیہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اسے نظر انداز کریں +

۲۷۔ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کے ویسٹ منسٹر گزٹ میں لندن کے نامہ نگار نے اسلامی نقطہ نگاہ کے زیر عنوان ایک مضمون میں حسب ذیل لکھا ہے:۔

"میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ ترکی مسئلہ کے متعلق مسلمانوں کے دل کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھنا از بس ضروری ہے۔ لہٰذا مصطفٰے خاں افسر مسجد ووکنگ سے اسبارے میں ایک رسالہ حاصل کرنے پر مجھے از حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس رسالہ میں جس کا نام خلافت دینی اسلامیہ رکھا گیا ہے۔ اسکے مصنف مولوی محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مسلمانوں کے دل کی حالت کا فوٹو کھینچا ہے۔ اور قرآن شریف کے رو سے ثابت کیا ہے کہ خلافت کے متعلق (جسمیں روحانی اور جسمانی دونوں طاقتیں شامل ہیں) کسی قسم کی قیود کا قائم کرنا ہر ایک مسلمان کو ناگوار گزریگا۔ اور وہ اسبات کو عیسائی طاقتوں کی طرف سے اسلام پر حملہ کے برابر تصور کرینگے"

یہ دیکھ کر نہایت مسرت ہوتی ہے کہ انگریزی اخبارات بھی اس بات کی ضرورت محسوس کرنے لگ گئے ہیں کہ ترکی خلافت کے بارے میں اسلامی احساسات کا خیال رکھنا ضروریات سے ہے۔ اور ہم ویسٹ منسٹر گزٹ کے خاص طور پر شکر گزار ہیں کہ اس نے اسمعاملہ میں اپنی ہمدردی ظاہر کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسے ایک امر کے متعلق حضرت مولوی محمد علی صاحب کا مضمون پڑھ کر غلطی لگی ہے اس نے خیال کر رکھا ہے کہ مولوی صاحب مذکور کی رائے میں خلیفہ کے لئے جسمانی اور روحانی دونوں طاقتوں کا قائم رکھنا ضروری ہے لیکن یہ خیال اخبار مذکور کا درست نہیں۔ مولوی صاحب کا مضمون خلافت کے متعلق گذشتہ اپریل کے اسلامک ریویو میں چھپا ہے جس میں انہوں نے صریح طور پر بتلایا ہے کہ پہلے چار خلیفوں کے زمانہ میں جسمانی اور روحانی حکومت خلیفوں

ہی میں رہی۔ اور اسی لئے انہیں خلفاے راشدین کہا جاتا ہے لیکن اُن کے بعد کے خلیفے صرف دُنیاوی حکومت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور روحانی کام فاضل اماموں یا ولیوں یا مجدّدین (مصلحین) کے سپرد ہوتا رہا۔ لہٰذا مولوی صاحب مذکور لکھتے ہیں کہ جسمانی خلافت زمانہ حال کی شکل میں ازبس لازمی ہے +

مُدبّران قوم انگلشیہ اکثر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سُلطان رُوم کو جسمانی سلطنت کے کام سے سُبکدوش کر دینا ضروری ہے۔ تاکہ وہ رُوحانی معاملات کی طرف کافی وقت دے سکے لیکن انہوں نے خلافت کا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔ سلطان روم کسی صُورت میں بھی خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ کافی دنیاوی حکومت اس کے ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ اسکی خلافت محض دنیاوی ہے۔ اور یہی ایک امر ہے جس کی طرف انگریز مُدبر دانستہ یا نادانستہ توجہ نہیں کرتے +

اخبار ڈیلی نیشن کا نامہ نگار مذہب کی ضرورت پر لکھتا ہوُا کہتا ہے۔ کہ مذہب کے بغیر کوئی بھی تہذیب اس وقت تک قائم نہیں رہ سکی۔ اور یہ سوال ہمیں بہت ستا رہا ہے کہ آیا ہماری قسمت کا فیصلہ اب ہونیوالا ہے۔ اور آیا باوجود اس تمام مادی ترقیات اور ذرائع کے ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے۔ کہ ہم روحانی غذا کے بغیر ہی مر جائیں۔ یہ مسئلہ کہ مذہب کا مستقبل کیا ہوگا ایسا ہے کہ اس کے مقابل میں تمام مسئلے ہیچ ہیں صنعت و حرفت اور فلسفہ کا تعلق تو ایک تھوڑے حصہ دُنیا سے ہے۔ اسلئے فلسفہ اور حرفت بذاتہ مذہب کے قائم مقام نہیں ہو سکتے +

مجھے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ آیا مذہب اپنی پہلی اہمیت حاصل کر سکتا جب تک کہ دماغی اور مادی حالت عام طور پر روبہ تنزل نہ ہو" +

سطور بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مغربی دُنیا باوجود اسقدر مادی ترقیات کے اب مذہب کیلئے پیاسی ہو رہی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا مذہب اور سائنس کا جس نے کہ زمانہ حال میں نمایاں طور پر عروج حاصل کر رکھا ہے کبھی چولی دامن کا ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کا

لکھنے والا بظاہر ایک عیسائی ہے لیکن اسکی تحریر سے مایوسی ٹپک رہی ہے کیونکہ آجکل کی عیسائیت کے مسائل بالکل خلاف عقل ہیں میں نے آجکل کی عیسائیت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یسوع مسیح نے وہ مسائل کبھی بھی لوگوں کو نہیں بتلائے جو اس وقت کلیسا ان کی طرف منسوب کر رہی ہے لیکن مسلمانوں کو خاص طور پر خوش ہونا چاہئے کہ ان کا مذہب ترقی کیلئے تہذیب کا دشمن نہیں۔ برخلاف اس کے اسلام کامل طور پر سائنس کی تائید کرتا ہے۔ اور وہ علوم و فنون کا بڑا حامی ہے۔ اسلئے مغربی دنیا کا فرض ہے کہ وہ اسلام کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ آیا انہیں اسمیں روحانی غذا مل سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی ان کی دماغی خوراک بھی جاری رہ سکتی ہے +

اسی طرح مسلمانوں کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ مغرب میں اسلام پھیلائیں کیونکہ وہ لوگ راستی کے متلاشی ہیں ہمیں یقین واثق ہے کہ اسلام کے لئے وہ دن آ رہا ہے جبکہ تمام دنیا اُسے اسلئے خوش آمدید کہیگی کہ وہ عین فطرت اسلامی کے مطابق ہے۔ اور اسلئے تمام عالم اسے قبول کرلیگا لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان خود اسکے پھیلانے کی کوشش کریں +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مراسلہ دوکنگ نمبر ۹

ایک خاتون کا قبول اسلام

خدا تعالیٰ کا یہ فضل و احسان مسلمانوں کے دلی شکریہ کا موجب ہونا چاہئے کہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جبکہ اسلام کی ظاہری شوکت ایک حد تک مٹ چکی ہے جبکہ اسلامی سلطنتوں پر زوال کی آخری گھڑیاں مسلط ہو چکی ہیں اسلام کے اصولوں پر لوگ یکے بعد دیگرے فدا ہونے چلے جا رہے ہیں +

شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوگا۔ جب کسی ایک نہ ایک انگریز مرد یا خاتون کے مشرف باسلام ہونے کی خوشخبری دل کو تقویت نہ بخشتی ہو۔ اس مہینہ میں بھی خدا تعالیٰ

کے فضل وکرم سے ایک خاتون نے جو اچھی خواندہ اور سمجھدار واقعہ ہوئی ہیں قبول اسلام کا اعلان کیا۔ انہوں نے ایک خط میں ہم سے پوچھا کہ قبول اسلام میں کون کونسی رسوم کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ جواب میں مولینا مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے نے جو آجکل مسجد ووکنگ میں امامت کے منصب پر فائز ہیں۔ انہیں لکھا کہ اسلام کے قبول کرنے کے لئے کوئی کسی خاص رسم کی ادائیگی کی ضرورت نہیں۔ اسلام چند صداقتوں کا نام ہے۔ جو ایک عالمگیر مذہب پر مشتمل ہے۔ ایک خدا اور تمام نبیوں پر ایمان یہ دو اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اور درحقیقت انہی دونوں پر دنیا کا امن اور اتحاد قائم ہوسکتا ہے اور ہوگا۔ جب تک ہم ایک خدا کے سوا دوسروں کی بھی معبودیت کے قائل ہیں۔ جب تک ہم خاص خاص انبیا کے سوا باقیوں کو خدا کا سچا نبی نہیں سمجھتے ہم نسل انسانی میں افتراق کی خلیج کو وسیع کرتے چلے جاتے ہیں لیکن جوں جوں اس عقیدہ سے تائب ہوکر کل نسل انسانی کو اسی ایک خدا کی مخلوق یقین کریں۔ جو ہمارا بھی خالق ہے۔ اور اسبات پر ایمان لائیں۔ کہ جس طرح سے اپنی مخلوق کی جسمانی پرورش میں اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب اور کالے اور گورے کا امتیاز قائم نہیں رکھا۔ اور سب کو اپنے فیوض رحمانیت سے ایک ہی جیسا حصہ دیا ہے۔ ویسے ہی روحانی تربیت میں بھی کسی خاص قوم کے ساتھ ہی اس کے افضال خاص نہیں رہے۔ بلکہ دنیا کی کل اقوام میں اس نے اپنے ہادی بھیجے۔

(وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ)

تو یہ وہ اعتقاد ہے کہ جس سے دنیا میں رواداری اور امن کی عالمگیر روح پیدا ہوسکتی ہے۔ اور تفرقہ کی بہت بڑی خلیج کو پاٹنے اور عبور کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ اسی کا نام اسلام ہے۔ اور ان صداقتوں پر ایمان لانیوالا مسلمان +

خدا کا شکر ہے کہ **خاتون** موصوفہ نے اس حقیقت نفس الامری سے واقف ہوکر فوراً **قبول اسلام** کا اعلان لکھ کر بھیجدیا۔ فالحمد للہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور خادم دین بنائے آمین +

صرف ایک خاتون موصوفہ ہی پر موقوف نہیں۔ یورپ کے گھر گھر میں سمجھئے تو ایک طرح سے اسلام ہی کا چرچا ہے۔ عیسائیت جس پر ایک وقت کہا جاتا تھا۔ کہ موجودہ تمام تہذیب کی بنیاد ہے۔ اور اب بھی بعض پادریانہ حلقوں سے ہی آوازیں آتی ہیں۔ لوگوں کے قلوب پر سے اس کا تسلط قطعاً اٹھ چکا ہے۔ کلیسیا کا وہ پلیٹ فارم جہاں سے خدا کے "اکلوتے بیٹا" کا راگ گایا جاتا تھا۔ اب عالمگیر مذہب کی تلاش وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ کتنے ہی زائرین آئے دن ووکنگ کی اسلامی مسجد کو دیکھنے آتے ہیں۔ اور جب دوران گفتگو میں انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اسقدر معقول اور پاکیزہ اصولوں کی تعلیم دی ہے۔ تو خوشی میں پھولے ہوئے نہیں سماتے اور علانیہ اسبات کا اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائیت کے اصول ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ اور ہم اپنے اصولوں کو مانتے ہیں جن کا نام تم نے اسلام رکھا ہے۔ ابھی پچھلے ہی دن ایک صاحب لندن سے آئے۔ دو تین خواتین بھی ساتھ تھیں۔ مسجد دکھاتے ہوئے جب ہم نے اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا انہیں پتہ دیا۔ اور محراب مسجد پر سے سورۂ اخلاص کی آیتوں کا ترجمہ سنایا۔ اور بہت ہی حیران اور خوش ہوئے۔ اور ساتھ ہی یہ سوال کیا۔ کہ روحوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا ہمارے نزدیک روحوں کیلئے ترقیات کا ایک لاانتہا سلسلہ ہے۔ اس دنیا کی زندگی کے بعد عالم آخرت میں بھی اُنکے لئے ترقیات کا کھلا میدان ہے۔ جہاں وہ روزافزوں روحانی لذات سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا بد روحیں بھی وہاں جائینگی۔ یا ان کا سلسلہ حیات یہیں اسی دنیا میں ختم ہو جائیگا انہیں بتایا گیا۔ کہ اسلام بد روحوں کے بھی عالم آخرت میں جانے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ اپنی بدیوں کے نتائج وہاں صرف ایک خاص وقت تک بھگتینگی۔ جس کے بعد وہ بھی دوسروں کے ساتھ ترقیات کے لاانتہا مدارج کو طے کرنے میں مصروف ہو جائیگی۔ اسی سلسلہ میں انہیں بتایا کہ اسلام میں دوزخ کوئی ابدی چیز نہیں۔ بلکہ اسکی مثال ایک ہسپتال کی ہے۔ کہ جب تک انسان بیمار ہے اس ہسپتال کے اندر ہے۔ جونہی اچھا ہوا۔ وہاں سے نجات ہو گئی۔ آیۂ قرآنی خٰلدین فیھا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک ؕ ان ربک فعال لما یرید اور نبی کریم صلعم کا ارشاد کہ دوزخ پر ایک وقت آئیگا جب باد نسیم اس کے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی

اس پر صاف طور پر شاہد ہے +

اس مختصر تقریر کو ختم کرکے میں تو حیران ہی ہوگیا جب اس کے منہ سے یہ لفظ سُنے۔ کہ اس لحاظ سے تو میں مسلمان ہوں۔ اس قدر معقول تعلیم کو تو ماننا بہت ضروری ہے عیسائیت کی تعلیم تو ہرگز اس قابل نہیں کہ کوئی معقول انسان اس کے آگے سر تسلیم خم کر سکے +

اس شخص اور دیگر تمام خواتین کو اسلام پر چھوٹی چھوٹی کتابیں اور اسلامک ریویو کے چند پرچے پڑھنے اور واقفیت بڑھانے کے لئے دیئے گئے۔ خدا نے چاہا تو کسی دن ان کے بھی قبول اسلام کی خوشخبری قارئین کرام تک پہنچانے کا موقعہ ملیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

صرف عام لوگوں کا ہی یہ حال نہیں۔ بلکہ خود پادریوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو موجودہ عیسائیت کو دُنیا کے لئے قابل عمل نہیں سمجھتے۔ اور ایسے اصولوں کی تلقین ضروری سمجھتے ہیں۔ جن پر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد کھڑی کی جا سکے +

اس وقت ہمارے سامنے ایک کانفرنس کا پروگرام ہے جو موجودہ مذہبی سوچ و بچار کرنیوالوں" کے ساتھ منسوب ہے۔ اس کانفرنس میں بعض وہ پادری بھی ہیں۔ جن کا کام گرجاؤں میں کم از کم ابنیت مسیح کی تلقین کرنا ہے۔ اس کانفرنس کا اجلاس آج سے تین چار دن بعد یعنے ۴ اور ۵ جون کو منعقد ہونیوالا ہے صحیح روئداد سے تو شاید آیندہ ہفتہ ہی مطلع کیا جا سکے لیکن جہانتک پروگرام کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے۔ اس کے اراکین کے دلوں میں بھی عیسائیت کی طرف سے وہی نفرت اور ایک عالمگیر مذہب کی سچی تڑپ اور پیاس موجود ہے پہلے ہی دن دو معرکتہ الآرا مضمون زیر بحث ہیں ان کے عنوان سننے کے قابل ہیں۔

(۱) کیا موجودہ مذہبی خیالات ان دینی بنیادوں پر قائم ہیں۔ جو مذہب نے کھڑی کی ہیں اور جن کی اجازت مذہب نے دی ہے۔ یا وہ سائنس فلسفہ اور الٰہیات کی اصطلاحات کو اپنے اظہار کا ذریعہ ٹھہراتے ہیں۔ اگر تاریخی معتقدات کا تسلط اب دنیا پر قائم نہیں رہ سکتا۔ تو وہ کون سے اصول ہیں۔ جو ان کی جگہ پر قائم ہونگے۔ کیا فطری اور انسانی مراتب حیات اور طریق عمل ہمارے انفرادی اور مجلسی بہبود کی رہبری ایمان اور امداد کے لئے کافی ہیں؟

(۲) کیا مشرق و مغرب کے بڑے بڑے مذاہب (عیسائیت۔ بدھ ازم اور اسلام وغیرہم) میں کوئی عالمگیر مذہبی بنیاد پائی جاتی ہے اور کیا یہ مذاہب کُل نسل انسانی کیلئے ایک مشترک شاہراہ عمل پیش کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو ان میں تفریق کی کونسی حدود حائل ہیں؟ کیا اخلاقی یا مذہبی جز ایک ایسی بنیاد پر کھڑے کئے جائیں جو تمام لوگوں اور تمام اقوام کے لئے مشترک ہو۔ ایک عالمگیر مذہب کے قیام کا ذریعہ ہو سکتے ہیں؟

یہ پہلے دو دن کے دو ضروری مضمون ہیں۔ ان پر نہ صرف بعض قابل اشخاص کے ہی جنہیں ایک دو پادریوں کے نام ہیں لیکچر ہوں گے۔ بلکہ ہر مضمون پر مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے اظہار خیالات اور مباحثہ کا وقت بھی دیا جائیگا جسمیں امام مسجد ووکنگ کا حصہ لابد سمجھنا چاہیئے +

دوسرے دن کے مضامین کے عنوان بھی اس قابل ہیں کہ ہمارے ناظرین انہیں پڑھیں۔ اور اگر پہلے دن ایک عالمگیر مذہب کی جگہ اسلام کو ملنے کی اُمید بلکہ یقین کیا جاسکتا ہے۔ تو دوسرے دن حسب ذیل عنوانات کو پڑھکر عیسائیت کی فاتحہ خوانی کے لئے ہاتھ اُٹھائیں:۔

(۱) اگر یہ باور کرلیا جائے کہ تاریخی کلیسیا اور مذاہب مذہبی عادات کو قائم رکھنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اور بہت سے انسانی سلسلے اور تحریکات دینی یا مذہبی زندگی کو قائم کرنے کیلئے اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوئے۔ تو کیا اس کا الزام (الف) خود ان مذاہب اور تحریکات پر عائد ہوتا ہے یا (ب) تصوف اور مذہبی خیالات کی نئی نئی شکلوں کے پیدا ہونے پر پا آیا (ج) تمدنی حالات کا بدل جانا اس کا اصل موجب ہے یا (د) مختلف مخالف تحریکات مثلاً لٹریچر۔ ڈراما اور راگ وغیرہ نے لوگوں کی توجہات کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے؟

(۲) مذہب کا تعلق تمدنی زندگی سے کہاں تک ضروری ہے؟

یہ وہ مضمون ہیں جو اس کانفرنس میں دو دن تک زیر بحث رہینگے۔ یورپ کے اندرونی مذہبی خیالات اور عیسائیت کی طرف سے عام بیزاری کو دیکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تمام بحث کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا +

خاکسار دوست محمد زود نویس

ایک اسی قسم کی کانفرنس جنگ یورپ سے پہلے ۱۹۱۳ء میں پیرس میں بھی منعقد ہوئی تھی جسمیں انگلستان کے سب سے پہلے مسلم مشنری حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی کا وہ معرکتہ الآرا لیکچر جو خصائص اسلام [illegible] کے نام سے عالم اسلامی و غیر اسلامی دنیا سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے پڑھا گیا تھا افسوس جنگ یورپ کی شعلہ افگن پراگندگیوں نے مہلت نہ دی۔ ورنہ اراکین کانفرنس نے اسلام کے خصائص کو مذہب کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ نصب العین اور نمونہ قرار دیا تھا وہ خود انہی کی جدوجہد سے آج تک مغرب کے کثیر حصہ پر چھا چکا ہوتا۔ اراکین کانفرنس کا ارادہ تھا۔ کہ وہ دنیا کے ہر چہار طرف جائیں۔ اور ایک عالمگیر مذہب کی طرف لوگوں کو لانے کی کوشش کریں۔

معلوم نہیں متذکرہ صدر کانفرنس بھی اسی کے باقیات الصالحات میں سے ہے یا یورپ کے تقاضائے حالات نے کوئی اور ایسے خدا کے بندے پیدا کئے ہیں جن کے ذریعہ سے فطرت انسانی کا عالمگیر اثر اسلام کے پرامن نام سے دنیا میں پھیلنا مقدر ہے۔

اسی سلسلے میں یہ پڑھنا اور بھی موجب دلچسپی ہوگا۔ کہ بعض اخبارات میں "ایک نئے مذہب کی ضرورت" کا اعلان بڑے زور شور سے کیا جا رہا ہے۔ اور علی الاعلان یہ کہا جاتا ہے۔ کہ عیسائیت ہرگز اس ضرورت کو پورا نہیں کرتی جس کے لئے مذہب دنیا میں آیا ہے۔ ایک نامہ نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ موجودہ تہذیب پر مذہب کا کوئی اثر نہیں۔ اور اسلئے اسکی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ بقول Renan کوئی تہذیب مذہب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

افسوس اس چیخ و پکار کرنیوالوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جس نئے مذہب کی ضرورت ان کو ہے۔ اور جو موجودہ تہذیب کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کر کے مذہبی رنگ میں رنگ سکتا ہے وہ اُن کے اپنے بنائے سے نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ اس الٰہی کتاب میں ان کو ملیگا۔ جو کتاب کی صورت میں اور قرآن کریم کے نام سے آج سے تین صد سال پہلے دنیا میں آئی۔ اسلامک ریویو کی

قریبی اشاعت میں اُمید ہے اس پر روشنی ڈالی جاسکے +

بہرحال ان خیالات کی عام اشاعت اور اس شدت کے ساتھ ایک نئے مذہب کی تلاش بتاتی ہے کہ اسلام کیلئے یورپ میں کس قدر وسیع میدان موجود ہے۔ آج ایک طرف اسلامی سلطنتوں کا انہی یورپین قوموں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونا اور دوسری طرف اسلام کے اصولوں کی ترویج و اشاعت کا یہ کھلا میدان کیا اس الٰہی ارادہ پر دال نہیں۔ کہ اب اسلام کو کسی مادی ذریعہ سے نہیں بلکہ محض تبلیغ و اشاعت سے ترقی دینا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ کیا اسلام کی زندگی کو محض کسی دنیوی سلطنت پر منحصر قرار دینے والے ان واقعات کو دیکھ کر بھی مایوسی ہی کے دم بھرینگے اور الٰہی ارادہ کو پورا کرنے میں اپنا زور نہ لگائینگے؟ ہمارا ایمان ہے کہ اگر مسلمان متفقہ طور پر اشاعت اسلام میں لگجائیں۔ تو آج وہ اقتدار اسلام کو نصیب ہوسکتا ہے جس کے جاتے رہنے کی انہیں شکایت ہے +

علم کے ساتھ جہالت اور عقل کے ساتھ بیعقلی پائی گئی ہے۔ کہ وسیع الحوصلگی اور رواداری کے ساتھ بغض و تعصب بھی دنیا کے لوازمات کے طور پر چلا آتا ہے۔ اگرچہ یہ جہالت بیعقلی اور بُغض و تعصب فطرت کا صحیح آئینہ نہیں۔ اور نہ کوئی معقول مذہب اسکی تعلیم دے سکتا ہے۔ لیکن بہرحال دُنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو ان مؤخر الذکر صفات ہی کو صفات حسنہ سمجھتے۔ اور انہیں کو اپنا رہنما طریق قرار دیتے ہیں +

یورپ بھی باایں ہمہ تہذیب و شائستگی اور باوجود اس معقولیت اور رواداری کے جس کا کچھ اندازہ اُوپر کے نوٹوں سے ہوسکتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے خالی نہیں۔ ایک طرف وہ پاک اصول جو فطرت صحیحہ کا آئینہ ہیں۔ ان کا مشاہدہ ان کے طریق عمل اور قول و فعل میں کرلو الا ماشاء اللہ اور دوسرے ان غلط بیانیوں اور بغض تعصب کی اس رَو کو دیکھو جو اسلام کے خلاف امنڈی چلی آتی ہے (۱) اسلام ایک وحشیانہ مذہب ہے (۲) مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتے ہیں۔ اور مسجدوں میں آپ کا بُت بنا کر رکھا ہوا ہے (۳) اسلام نے عورت کو بہت ذلیل کیا ہے۔ اور مسلمانوں کے گھروں میں عورتیں ایسی ہیں جیسے کہ مرغی خانہ

وہ غلاموں سی بھی بدتر زندگی بسر کرتی اور مرد کی ایک فالتو جائداد بھی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔
یہ اور اسی قسم کے ہزارہا غلط خیالات اسلام کے متعلق پادریانہ حلقوں سی پھیلائے جا چکے ہیں۔ یہانتک کہ سکولوں میں ان کی تعلیم دیجا چکی ہی۔ کئی لوگونکو جب تم کہو۔ کہ ہم ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش نہیں کرتے تو وہ حیرانی کے ساتھ چونک اُٹھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے دوسرے خیالات کا جوں جوں ازالہ کرتے جاؤ۔ اور اسلام کی معقول تعلیم پیش کرو۔ ان کی حیرانی بڑھتی جاتی ہی۔ اور جب بہت زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہی جو بہم پرا عتبار کر کے اپنی بچپن کی تعلیم کو پس پشت پھینکتے ہیں۔ وہیں ایک حصہ ان لوگوں کا بھی ہی جن کا دل تعصب سے اس قدر آلودہ ہو چکا ہی کہ ان کے لئے ہماری باتوں کا ماننا قطعاً مشکل ہی۔ اور بیچارے سطحی عقل کے مالک پادریوں کی جاتی ہوئی اس موٹی بات کو ہی اپنا ذریعہ نجات سمجھتے ہیں کہ

Mohammadan is a mohammedan who worships Muhammad. یعنے

محمدن وہ ہی جو محمد (صلعم) کو پوجتا ہے +

اس قسم کے علم و واقفیت کے مالک اور تو اور مسٹر بارنس ممبر پارلیمنٹ بھی ہیں جنہوں نے صرف ایک مضمون حال ہی میں "ڈیلی نیوز" کے کالموں میں لکھا ہی اور اسمیں اپنی واقفیت کا یہ ثبوت دیا ہی کہ مصری عورتوں کو بہت بُری طرح سے زندگی بسر کرنی پڑتی ہی۔ انہیں غلاموں کی طرح رکھا جاتا ہے۔ اور خاوند کی جائداد کا ایک فالتو حصہ وہ سمجھی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہیں تک بس نہیں مسٹر موصوف نے آگے چلکر اپنی قرآنی علمیت کا ثبوت دیا ہے۔ اور بڑی بلند آہنگی کے ساتھ یہ کہا ہے۔ کہ :-

"یہ تمام باتیں بلکہ ان سے بھی بدتر حالات تاریخ اسلام میں ہمیں ملتے ہیں۔ اور خود قرآن نے ایسی باتوں کو جائز رکھا ہے" +

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اس واقفیت کے ہوتے ہوئے جو لوگ مسلمانوں کے منہ آئیں یا اپنے آپ کو بطور سند پیش کریں۔ انہیں معذور ہی سمجھنا چاہئے +

ہمارے نومسلم اور قابل دوست مسٹر خالد شیلڈرک کی رگ حمیت مسٹر بارنس کے اِس مضمون کو پڑھ کر پھڑکی۔ اور اپنے جوشِ اسلام کی وجہ سے اس پر ایک زبردست مضمون ڈیلی نیوز کو انہوں نے بھیجا۔ اس مضمون کا کچھ حصہ جو اخبار مذکور نے اپنی ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں درج کیا ہے۔ اسے ناظرین کرام کے تفننِ طبع کے لئے ذیل میں ترجمہ کر دیتا ہوں:-

"جناب من! مسٹر بارنس نے اس ذلیل پوزیشن کا حوالہ دیا ہے۔ جو ان کے نزدیک ایک مصری بیوی کو حاصل ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے قرآن کریم کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اس نے عورت کو ایسی حالت میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی شخص قرآن کریم کی کوئی ایک ہی ایسی آیت پیش کرے۔ جو عورتوں کی ذلت کو جائز رکھتی ہو۔ یا اس آیت کی رُو سے عورت کا درجہ کم ہوتا ہو۔ قرآن کریم عورت کو مرد کے برابر یکساں پوزیشن دی ہے اس نے عورت کو وہ قانونی حیثیت دی ہے جو عیسائی عورتوں کو صدیوں اور قانون کے کئی دفعہ تغیر و تبدل کے بعد حاصل ہوئی ہے +

اس امر کے متعلق کہ مصری فلاحین یا کسانوں کی بیویوں کا کیا حال ہے میں یورپ کے اکثر ممالک کی ان عورتوں کا حوالہ دونگا۔ جو کھیتوں اور کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی ہیں۔ اور اگر ہمارے بڑے بڑے مزدوری کے مقامات پر ایک نظر ڈالی جائے۔ تو تہذیب جدید کے سایہ میں عورتوں کی ایسی ذلیل حالت پر ایک شخص تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کوئی شخص مسٹر بارنس کی طرح کہہ سکتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں ایک عیسائی ملک میں رائج ہیں۔ اسلئے ضرور عیسائیت نے ان کی تعلیم دی ہے لیکن یہ ایسا ہی غلط ہوگا۔ جیسا کہ یہ کہنا کہ وہ حالات جن کا مسٹر بارنس نے نقشہ کھینچا ہے۔ قرآن نے ان کی اجازت دی ہے"۔ خالد شیلڈرک

کسقدر جوش اور غیرت سے بھرا ہوا مضمون ہے۔ انگلستان کے ایک نومسلم کے قلم سے اسلام کے متعلق غیرت اور جوش کا یہ اظہار ان صدہا مسلمانوں کیلئے رشک کرنے کے قابل ہے جو اسلام پر ایسے حملے ہوتے ہوئے آئے دن دیکھتے ہیں۔ اور یہ ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی کاش مسلمانوں کو اسکی خبر ہو۔ اور دوسری لاحاصل باتوں کو چھوڑ کر تبلیغ اسلام کو وہ اپنا نصب العین بنالیں +

ہمارے انگریز نومسلمین کے جوش اور غیرت اسلام کا ایک نمونہ اُوپر آپ نے دیکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہمارے پاس ہیں جن کو پیش کیا جا سکتا ہے +

مسٹر لافنٹس کے قبول اسلام کی خبر ناظرین کرام اس سے پہلے پڑھ چکے ہونگے مسٹر موصوف ایک زبردست مقرر اور سپرچولسٹ گرجا کے اراکین میں سے ہیں۔ اس شخص کو مسلمان ہوئے ابھی بمشکل ڈیڑھ مہینہ ہوا ہوگا۔ لیکن اس عرصہ میں تین اور خواتین کو مسلمان کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک کا اعلان تو اس سے قبل کیا جا چکا ہے دوسری دو بھی جو مولینا صدرالدین صاحب کی روانگی کے بعد مولوی مصطفٰے خانصاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہیں انہیں مسٹر لافنٹس کی آوردہ اور خوب سمجھدار عورتیں ہیں۔ ان دونو کے اسلامی نام لطیفہ اور رضیہ رکھے گئے۔ اللہ تعالٰے انہیں مسٹر موصوف کی طرح جوش اور عزم متقبلانہ عطا فرمائے۔ آمین

غرض مسٹر لافنٹس اسلامی محبت اور جوش کا ایک نمونہ ہیں پرسوں اتوار کے دن مسجد ووکنگ میں اُن کا لیکچر The great need of England تھا "انگلستان کی اہم ترین ضرورت" اِس لیکچر میں مسٹر موصوف نے بہت ہی افسوس کے ساتھ ان غلط بیانیوں کا ذکر کیا۔ جو اسلام کے خلاف پھیلائی جاتی ہیں۔ اور اس بات پر بڑا زور دیا کہ صداقت کی پیروی ہمیں کرنی چاہئے۔ اور صداقت سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہونا چاہئے مسٹر موصوف نے بتایا کہ یہ غلط بیانیاں ہی جو دنیا میں تفرقہ اور فساد پیدا کرتی ہیں۔ ورنہ صداقت سے اگر کام لیا جائے۔ تو تمام فساد مٹ سکتے ہیں +

آپ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ واقعہ بیان کیا۔ جب حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر آپ باہر گئے تھے۔ اور بتایا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے ہر چیز کے متعلق وہی کچھ اپنے خریداروں سے کہا جو اس کی اصل حقیقت تھی اور ہمارے کاروباری اور تجارتی لوگوں کی طرح ذرا بھی جھوٹ کی ملونی سے کام نہ لیا +

مسٹر موصوف نے اس بات پر بہت زور دیا۔ کہ ہمیں ان تمام باتوں کو اپنے عملمیں

ہمارے نومسلم اور قابل دوست مسٹر خالد شیلڈرک کی رگ حمیت مسٹر بارنس کے اس مضمون کو پڑھکر بھڑکی۔ اور اپنے جوش اسلام کی وجہ سے اس پر ایک زبردست مضمون ڈیلی نیوز کو انہوں نے بھیجا۔ اس مضمون کا کچھ حصہ جو اخبار مذکور نے اپنی ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں درج کیا ہے۔ اسے ناظرین کرام کے تفنن طبع کے لئے ذیل میں ترجمہ کر دیتا ہوں:-

"جناب من! مسٹر بارنس نے اس ذلیل پوزیشن کا حوالہ دیا ہے۔ جو ان کے نزدیک ایک مصری بیوی کو حاصل ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے قرآن کریم کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اس نے عورت کو ایسی حالت میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی شخص قرآن کریم کی کوئی ایک ہی ایسی آیت پیش کرے۔ جو عورتوں کی ذلت کو جائز رکھتی ہو۔ یا اس آیت کی رُو سے عورت کا درجہ کم ہوتا ہو۔ قرآن کریم عورت کو مرد کے برابر یکساں پوزیشن دیتا ہے اس نے عورت کو وہ قانونی حیثیت دی ہے جو عیسائی عورتوں کو صدیوں اور قانون کے کشتی و فتح تغیر و تبدل کے بعد حاصل ہوئی ہے +

اس امر کے متعلق کہ مصری فلاحین یا کسانوں کی بیویوں کا کیا حال ہے میں یورپ کے اکثر ممالک کی ان عورتوں کا حوالہ دونگا۔ جو کھیتوں اور کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی ہیں۔ اور اگر ہمارے بڑے بڑے مزدوری کے مقامات پر ایک نظر ڈالی جائے۔ تو تہذیب جدید کے سایہ میں عورتوں کی ایسی ذلیل حالت پر ایک شخص تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کوئی شخص مسٹر بارنس کی طرح کہہ سکتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں ایک عیسائی ملک میں رائج ہیں۔ اسلئے ضرور عیسائیت نے ان کی تعلیم دی ہے لیکن یہ ایسا ہی غلط ہوگا۔ جیسا کہ یہ کہنا کہ وہ حالات جن کا مسٹر بارنس نے نقشہ کھینچا ہے۔ قرآن نے ان کی اجازت دی ہے۔" خالد شیلڈرک

کسقدر جوش اور غیرت سے بھرا ہوا مضمون ہے۔ انگلستان کے ایک نومسلم کے قلم سے اسلام کے متعلق غیرت اور جوش کا یہ اظہار ان صد ہا پشتی مسلمانوں کیلئے رشک کرنیکے قابل ہے جو اسلام پر ایسے حملے ہوتے ہوئے آئے دن دیکھتے ہیں۔ اور یہ ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی کاش مسلمانوں کو اسکی خبر ہو۔ اور دوسری لاحاصل باتوں کو چھوڑ کر تبلیغ اسلام کو وہ اپنا نصب العین بنالیں +

ہمارے انگریز نومسلمین کے جوش اور غیرت اسلام کا ایک نمونہ اُوپر آپ نے دیکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہمارے پاس ہیں جن کو پیش کیا جا سکتا ہے +

مسٹر لافٹس کے قبول اسلام کی خبر ناظرین کرام اس سے پہلے پڑھ چکے ہونگے مسٹر موصوف ایک زبردست مقرر اور سپریچولسٹ گرجا کے اراکین میں سے ہیں۔ اس شخص کو مسلمان ہوئے ابھی بمشکل ڈیڑھ مہینہ ہوا ہوگا۔ لیکن اس عرصہ میں تین اور خواتین کو مسلمان کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک کا اعلان تو اس سے قبل کیا جا چکا ہے دوسری دو بھی جو مولینا صدرالدین صاحب کی روانگی کے بعد مولوی مصطفےٰ خانصاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہیں انہیں مسٹر لافٹس کی آوردہ اور خوب سمجھدار عورتیں ہیں۔ ان دونو کے اسلامی نام لطیفہ اور رضیہ رکھے گئے۔ اللہ تعالےٰ انہیں مسٹر موصوف کی طرح جوش اور عزم مقبلانہ عطا فرمائے۔ آمین

غرض مسٹر لافٹس اسلامی محبت اور جوش کا ایک نمونہ ہیں پرسوں اتوار کے دن مسجد ووکنگ میں اُن کا لیکچر The great need of England تھا "انگلستان کی اہم ترین ضرورت" اس لیکچر میں مسٹر موصوف نے بہت ہی افسوس کے ساتھ ان غلط بیانیوں کا ذکر کیا۔ جو اسلام کے خلاف پھیلائی جاتی ہیں۔ اور اس بات پر بڑا زور دیا کہ صداقت کی پیروی ہمیں کرنی چاہیئے۔ اور صداقت سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہونا چاہیئے مسٹر موصوف نے بتایا کہ یہ غلط بیانیاں ہی جو دُنیا میں تفرقہ اور فساد پیدا کرتی ہیں۔ ورنہ صداقت سے اگر کام لیا جائے۔ تو تمام فساد مٹ سکتے ہیں +

آپ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ واقعہ بیان کیا۔ جب حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر آپ باہر گئے تھے۔ اور بتایا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے ہر چیز کے متعلق وہی کچھ اپنے خریداروں سے کہا جو اس کی اصل حقیقت تھی اور ہمارے کاروباری اور تجارتی لوگوں کی طرح ذرا بھی جھوٹ کی ملونی سے کام نہ لیا +

مسٹر موصوف نے اس بات پر بہت زور دیا۔ کہ ہمیں ان تمام باتوں کو اپنے عملیں

لانا چاہئے جن کو ہم مانتے ہیں۔ اور جن پر عامل نہیں۔ ان کو بہتر ہی کہ مانیں بھی نہیں صداقت نرا ماننے کا نام نہیں۔ بلکہ ہمارے عمل میں آنی چاہئیں اور یہی اسلام ہے + مسٹر موصوف کا جوش اور اسلام کے خلاف غلط بیانیوں کا ذکر کرتے ہوئے انکی غیرت ان کے انداز بیان سے نمایاں تھی +

خدا نے چاہا۔ تو کسی وقت یہ بزرگ اسلام کا ایک بہت بڑا مبلغ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ +

اسلام کا یہ جوش اور اس کے ساتھ خلوص صرف مردوں ہی میں نہیں یہاں کی نومسلم خواتین میں بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے ایک خاتون کا ایک طویل خط پڑا ہے جو مکرمی و مخدومی مولینا مولوی صدرالدین صاحب کو انکے دوران قیام انگلستان میں اس نے لکھا + یہ خط اِس خاتون کے خلوص دل کی سچی تصویر ہے۔ وہ آجکل بمعہ عیال و اطفال بلجیم میں ہے۔ کچھ دن اُسے روما دارالسلطنت اٹلی میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ اسلام پر عمل پیرا ہونے اُسے سیکھنے اور اپنے بچوں کو اسلامی زندگی سکھانے کی جو سچی تڑپ اِس خاتون کے دل میں ہے۔ جو کچھ کوشش اس نے اسبارہ میں کی ہے۔ اور جس قدر بچوں کے مستقبل کے خیال نے اسے بے چین کر رکھا ہے۔ اس کا صحیح فوٹو اس کے اپنے الفاظ میں ہی مل سکتا ہے۔ میں کوشش کرونگا۔ کہ کسی آیندہ ہفتہ اس خط کا پورا ترجمہ ناظرین اشاعت اسلام کے تفنن طبع کے لئے ارسال کروں۔ اور اسلئے بھی کہ مسلمان ان نومسلم خاتونوں کے ساتھ اپنی بھی قلبی کیفیت اور اس درد کا مقابلہ کریں جو انہیں اسلام کے لئے ہے۔ اور دیکھیں کہ ان عورتوں کے مقابلہ میں انہیں اپنے بچوں کی اسلامی زندگی کی کہاں تک فکر ہے انشاء اللہ تعالےٰ + والسلام

خاکسار۔ دوست محمد خان

مورخہ ۲ جون۔ از ووکنگ انگلستان

قرآن اور انسانی قوانین کے بنیادی اصول پر ایک نظر

جسقدر بھی سوسائٹیاں یا مجالس اور قوانین انسان کے دماغ نے اختراع کئے ہیں انکی بڑی غرض اور علت غائی خوشی اور راحت کو تکمیل کے درجہ تک پہنچانا اور دکھ و تکلیف کو کم کرنا ہے اور دنیا میں جسقدر مذاہب کا ظہور ہوا ہے۔ ان سب نے تو گویا اسمیں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ مراحل زندگی طے کرنے کیلئے کچھ قوانین اور ضوابط مذہب میں مقرر کئے جاتے ہیں اور ان پر چلنے ہی سے ان کے متبعین کیلئے راحت ہے۔ انکے بغیر کوئی بھی مذہب اس قابل نہیں کہ اُسے مذہب سمجھا جائے کیونکہ کوئی انسانی نظام لوگوں پر زبردست قابو رکھنے میں ایکی برابری نہیں کر سکتا۔ انسان کیلئے ایک مکمل ضابطہ زندگی کی از حد ضرورت ہے لیکن انسان خود خطا کار ہے۔ اور اس کی قانون نقص سے مُبرا نہیں اُسے ہمیشہ اسبات کی سخت ضرورت رہی ہے۔ کہ عمدہ اور اعلیٰ قانون وضع کرنے میں اُسے کوئی ایسا اصول ملجائے جو اس کے لئے رہنما کا کام دے لیکن اگر خدا ہم پر کوئی بات کھول سکتا ہے تو کیا وہ ایسے زبردست اصول ہم پر ظاہر کرنے پر قادر نہیں جو ہماری تمام ضروریات پر حاوی ہو اور جس سے ہم قانون بنانے میں مدد لیں نیز وہ ہماری ضروریات خاص کے مطابق ہوں۔ اور تھوڑی سی ضروری ترمیم کے ساتھ ہماری آیندہ کی حاجات کو بھی پورا کردیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا ایسا کر سکتا ہے بلکہ اسے کرنا چاہئے اگر وہ چاہتا ہے کہ ہم کسی خاص راہ پر قدم ماریں۔ اس لحاظ سے اسلام کی مقدس کتاب مکمل اور بنیادی اصولوں کو مہیا کرنے کی دعویدار ہے +

قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ ہے

قرآن مجید میں ایسے قاعدے قانون دئے ہوئے ہیں جو انسان کی مختلف حاجات اور ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ یہ کوئی ناقابل عمل اخلاقی احکام کا مجموعہ نہیں اور نہ اس کتاب میں رسومات کا ذکر ہے۔ ایک طرف تو یہ خدا کی ہستی کا ثبوت دیتا اور فرشتوں، الہام، نبوت۔ آخرت۔ بہشت اور دوزخ جیسے زبردست مسائل پر روشنی ڈالتا ہے اور دوسری طرف ہمیں ایسے اصولوں سے مسلح کرتا ہے جو ہمیں سیاسی تمدنی، اقتصادی اور خانگی امور کے انصرام میں بخوبی امداد دے سکتے ہیں۔ یہ انسانی

زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ ہے۔ اگر ایک بادشاہ کے لئے اسمیں حکم ہے کہ خاص قوانین کی اپنے ملک پر حکمرانی کے لئے پابندی کرے تو رعایا کے لئے بھی اپنے احکام کی تابعداری اور ان کے ساتھ وفاشعاری کے احکام درج ہیں خواہ وہ حکام اپنے ملک کے ہوں یا غیر ممالک کے۔ اسی طرح مدبروں مقننوں ججوں جنگی افسروں سوداگروں اور دیگر اہل حرفہ کیلئے اگر قانون باندھے گئے ہیں تو ایک باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ خاوند بیوی ہمسایہ اور دوست کے لئے بھی قانون مقرر ہیں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر۔ غرضیکہ ہر مشرب اور مختلف قابلیتوں کے آدمی کی رہبری کے لئے قوانین اسمیں موجود ہیں۔ تاکہ وہ ان پر چلکر ایک کارآمد شہری ثابت ہو۔ اور اپنی سوسائٹی اور مجلس میں مفید ہو سکے ایسی مکمل تعلیم قرآن مجید ہی میں مل سکتی ہے۔ اور اسی لئے اسے خدا کا آخری کلام کہا جاتا ہے ہماری اس تحریر کی تصدیق میں قرآن مجید کی بہت سی آیات مختلف مضامین کے متعلق پیش کی جا سکتی ہیں جنہیں ہم آئندہ وقتاً فوقتاً درج رسالہ کرینگے انشاءاللہ تعالی +

کفّارہ

از اسلامک ریویو بابت اپریل ۱۹۱۸ء

(از قلم جناب مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی اے مقیم ووکنگ انگلستان)

انسان ایک طرفہ معجون ہے وہ بسا اوقات ایسی باتوں پر بھی ایمان لے آتا ہے جنہیں عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی۔ بعض دفعہ بادی النظر میں حیرت انگیز خیالات جب اسکے وہم میں جاگزین ہو جاتے ہیں تو پھر انکی تتبع وہ آنکھ بند کئے کرتا ہے۔ چنانچہ اسی اصول کے ماتحت بہت سے واقعات جنہیں تاریخی سمجھا جاتا ہے اور جن کی بنیاد وہ قصے و کہانیاں ہیں جو زبان زد خلائق ہیں۔ لوگوں کے خیالات پر اپنا قبضہ جما لیا ہے مثلاً ضحاک شاہ ایران کے سانپ کا ہی ایک قصہ ہے جسے تاریخی امر قرار دیا جاتا ہے واقعات پر غور کرنیوالے شخص کے نزدیک یہ ایک تعجب انگیز کہانی ہے جو بچوں کو

خوش کرنے کے لئے سُنائی جاتی ہے تاہم ایران کی قدیمی تاریخ میں غالباً اسے ایک امرِ واقعہ کے رنگ میں لکھا گیا ہے۔ فارسی زبان کی قریباً تمام مشہور تصانیف میں خواہ وہ نظم میں ہوں یا نثر میں اس عجیب واقعہ کا ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر بھوتوں اور پریتوں کی ہستی کا ذکر بالعموم یہودی قوم کی مقدس تاریخ میں پایا جاتا ہے۔ جناب مسیح کے متعلق بھی لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے اُن لوگوں کو شفا بخشی جن کے سر پر بھوت یا جن سوار تھے۔ اسی طرح مسیح کے تین دن یا تین گھنٹے کی موت پر اور پھر بعد میں ان کے آسمان کی طرف چلے جانے پر اکثر لوگوں کا اعتقاد ہے لیکن ان حیرت انگیز حالات کی نسبت کوئی بھی ایسی شہادت موجود نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ اُن کا ظہور واقعی ہوا مگر قوموں کی قومیں ہیں کہ اس قسم کے خیالات کی تائید اور تردید میں ایک دوسرے کے دست و گریبان ہو رہی ہیں +

سب لوگ بخوبی ان خانہ جنگیوں کی نسبت جانتے ہیں جو پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک فرقوں کے درمیان ہوئیں۔ تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ اصل بنا فساد عشاء ربانی تھی۔ رومن کیتھولک کا اعتقاد تھا کہ عشاء ربانی کی شراب اور روٹی کا ٹکڑہ حقیقت ہی میں مسیح کا خون اور گوشت بن جاتے ہیں۔ مگر برخلاف اس کے پروٹسٹنٹ اس خیال پر مضحکہ اُڑاتے تھے۔ ایسی مذہبی مثالیں بکثرت دستیاب ہو سکتی ہیں لیکن میرے خیال میں اس قسم کے اعتقادات کا ایک اعلےٰ نمونہ مسئلہ کفارہ ہے زمانہ حال کے عیسائی مصنف جو اپنی علمیت اور فضیلت کی وجہ سے شہرت حاصل کر چکے ہیں علانیہ تسلیم کرتے ہیں کہ کفارہ کی تائید میں کوئی معقول ثبوت موجود نہیں مگر ساتھ ہی وہ اسکی تائید میں ناخنوں تک کا زور لگاتے ہیں اگرچہ بعض اوقات ان کی کوششیں نہایت بیہودہ نظر آتی ہیں۔ اور ان کے دلائل صاف طور پر نے جوڑ اور متضاد پائے جاتے ہیں +

مسٹر ایچ مالڈوین ہگز بی اے۔ ڈی۔ ڈی نے حال ہی میں ایک مختصر سا رسالہ شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں جس کا نام اس نے مِیننگ اوف اٹونمنٹ (کفارہ

کا مطلب) رکھا ہے وہ صاف صاف لکھتا ہے کہ خدا (مسیح) کی بادشاہت میں داخل ہونے کیلئے کوئی ایسی شرط نہیں جن کا تعلق عقل یا دماغ سے ہو لیکن اس کتاب کے اُسی صفحہ پر وہ یہ بھی یقینی طور پر لکھتا ہے۔ کہ انسان میں استدلال کا مادہ رکھا گیا ہے اور عقل ہر معاملہ میں اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہے۔ پس ان ہر دو تحریروں سے ہم یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ انسان چونکہ استدلال سے کام لیتا ہے اسلئے وہ مسیح کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا +

پھر ایک جگہ لکھا ہے کہ توبہ یا معافی گناہ کیلئے مسیح اور اس کے خون پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ شرط عقل کے سامنے نہیں ٹھیر سکتی پھر جبکہ اس قسم کے اعتقاد کا یہ حال ہے کہ عقلمند اسے قبول نہیں کر سکتا تو اس کے متعلق دوسروں کو تلقین کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ کیا جو بات عقل کی کسوٹی پر درست نہیں اترتی۔ اور جس سے عقل کو نفرت ہے اسکی طرف لوگوں کو بلانا بھی درست ہو سکتا ہے۔ اور پھر جس شخص کی سمجھ میں یہ نہیں آسکتا کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے کے باعث گناہوں سے معافی مل سکتی ہے تو اس کا اعتقاد اس مسئلہ پر کبھی بھی پختہ نہیں ہو سکتا +

کفارہ کے مسئلہ کا دارومدار خدا کی صفت رحم پر ہی ہے۔ مسیحی مصنفین نے اسکی تشریح کرنے میں نہایت ہی رنگین اور پُر از استعارہ زبان سے کام لیا ہے چنانچہ کرسمس ایونز صاحب ویلز کا ایک واعظ اس مسئلہ کو استعاروں و تمثیلوں ہی میں بیان کرنے کا عادی تھا اسکے متعلق وہ لکھتا ہے کہ رحم نے آسمان پر سے زمین کی طرف نظر ڈالی اور اُسے زمین قبرستان کی طرح نظر آئی وہاں تمام انسانوں کیلئے سزائے موت کا حکم جاری تھا اس پر رحم زار زار رویا اور التجا کی کہ اسے لوگوں کی مدد کرنے کی اجازت بخشی جائے لیکن اس پر انصاف بولا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ معاوضہ نہ ملے ! اور میں اس وقت تک خاموش نہیں رہ سکتا ! اور میری تسکین اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی شخص انکی جگہ موت کا شکار نہ ہو۔ یہ سنکر رحم پہلے سے بھی زیادہ زار و قطار رویا۔ اس موقعہ پر خدا کا بیٹا اُنکے پاس سے کہیں اتفاقاً گذرا اور رحم سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ

انصاف کہتا ہے کہ میں موت سے کسی انسان کو بھی نجات دینے کیلئے تیار نہیں ہوں جب تک کہ کوئی اُن کی جگہ موت اختیار نہ کرے۔ اس پر ابن اللہ بولا کہ میں زمین پر جاکر مُعاوضہ ہونگا یعنے لوگوں کا بوجھ اپنی گردن پر لونگا +

مسٹر الوبز کی تشریح بالا سے شاید ہی کسی شخص کی تسلی ہو۔ اسکی تمثیل ممکن ہے کہ خوبصورت نظر آئے۔ لیکن اس کا مطلب خاک بھی نہیں۔ اور اسمیں جو متضاد باتیں لکھی ہیں وہ بیّن طور پر نظر آرہی ہیں۔ رحم انصاف سے اور انصاف رحم سے جُدا نہیں ہوسکتے عملی رنگ میں دونوں ایک ہی ہیں۔ اگر کسی چور کو عبرتناک سزا انصافاً دیجائے تو اسمیں سوسائٹی کیلئے رحم ہے۔ کیونکہ اس سے امن عامہ میں مدد ملتی ہے لیکن کفّارہ کے معاملہ میں عدل و انصاف عجیب ہی رنگ میں دکھلایا جاتا ہے اُسے بالفاظ کرسمس صاحب مُعاوضہ کہنا چاہئے یعنے دوسروں کی خاطر کسی بیگناہ کو موت کی سزا دینا۔ بالغرض اگر مسیح نے نسل انسانی کی نجات کے لئے اپنا خُون خود بخود ہی پیش کیا تو خدا کے انصاف کا اس وقت بھی یہی تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ کسی بیگناہ کو صلیب پر نہ چڑھایا جائے۔ زمانہ حال کی عدالتیں بھی کسی شخص کے فقط اس قدر کہنے پر کہ وہ مجرم ہے سزائے موت کا حکم جاری نہیں کرتیں جب تک کہ کافی شہادت اس اَمر کے ثبوت میں پیدا نہ ہو۔ کہ اس شخص نے واقعی جُرم کیا ہے تو پھر کیا ہمیں یہ باور کرلینا چاہئے کہ ہماری دنیائی منصفین جن کا کرمادۂ انصاف ابھی معمولی انسانی انصاف کے معیار سے بھی کم ہے خدا کی عدالت سے زیادہ تہذیب پسند ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یسوع نے اپنی جان خوشی سے پیش بھی نہیں کی۔ کیونکہ انجیل میں حسب ذیل آیات پائی جاتی ہیں:۔

۱۔ تب اس نے (مسیح نے) انہیں (حواریوں سے) کہا میری رُوح نہایت غمزدہ ہورہی ہے اور شاید میں مر نہ جاؤں +

۲۔ پھر وہ (مسیح) ذرہ آگے گیا اور سجدہ میں گر کر دُعا کرنے لگا کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے +

۲۔ دوسری دفعہ پھر وہ (یسوع) گیا اور دعا کی کہ اے میرے باپ اگر یہ پیالہ کسی طرح بھی نہیں ٹل سکتا تو جو تیری رضا ہو وہی ہو۔ میں پی لونگا +

آیات بالا بالکل صاف ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح نے پیالہ اپنی مرضی سے نہیں پیا۔ بلکہ اسے جبراً پلایا گیا اور اس نے اس سے بچنے کے لئے دعا کی۔ پھر انجیل میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ نو بجے کے قریب یسوع بلند آواز سے پکار اٹھا "ایلی ایلی لما سبقتنی" یعنے اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ پس یہ ایک صاف شہادت اور دلیل اس بات کی ہے کہ یسوع نے اپنی جان دوسروں کے لئے نہیں دی بلکہ بقول اس کے اس موت کا باعث خدا کا اُسے چھوڑ دینا ہے۔ اگر اسے ذرہ بھر بھی یہ خیال ہوتا کہ وہ نسل انسانی کی نجات کی خاطر جان دے رہا ہے تو وہ کبھی بھی اس طرح فریاد اور پکار نہ کرتا۔ پھر یہ بھی۔ اگر یسوع مسیح کو صلیب پر رحم کی وجہ سے چڑھایا گیا تو اس سے صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا نے واقعہ صلیب سے پہلے اپنے بندوں پر کبھی رحم نہیں کیا۔ مگر پولوس ہمیں بتلاتا ہے کہ خدا کا رحم واقعہ صلیب سے ہی نہیں شروع ہوا۔ بلکہ اس سے پہلے کے گناہ خدا نے اپنی متحمل مزاجی کی وجہ سے نظر انداز کر دیئے تھے لیکن وہ کوئی وجہ ہمیں نہیں بتلاتا کہ خدا کا تحمل یسوع مسیح کے وقت کیوں ختم ہو گیا بعض مصنفین نے اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ مسیح کی آمد کے پہلے سب لوگ نادانی کی گود میں تھے۔ اسلئے رحم کے درجہ انتہائی کے اظہار کی ضرورت نہ تھی یعنے واقعہ صلیب کی ضرورت اس وقت پیش آئی جبکہ وسعت علم کے باعث انسان کی ذمہ واریاں زیادہ تر ہو گئیں۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صلیب صرف ان لوگوں کی نجات کا موجب ہو سکتی ہے جن کا علم وسیع ہے لیکن کیا اسمیں کوئی شک او شبہ کی گنجائش ہے۔ کہ اس زمانہ میں روئے زمین پر ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی نہیں جو نادانی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ اور وسیع علم انکی ذمہ داریوں کو بڑھانے کے لئے ان کے حصہ میں نہیں آیا۔ اسلئے مسیحیت ان کے لئے اس حالت میں کبھی بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتی لیکن باوجود اس کے عیسائی مشنری سب قسم کے لوگوں کو اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں خواہ وہ اعلےٰ ہوں یا ادنےٰ مجرم ہوں یا کالے

مسٹر نکسن نے مسئلہ کفارہ کی تائید میں ایک اور عجیب بات لکھی ہے جو کہ ہمارے نزدیک انجیل کی تعلیم کے خلاف ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ :-

ہم ایسی دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں جہاں کہ گناہ پہلے ہی سے موجود ہے اور ہم میں گناہ کی طرف رغبت وراثتاً آتی ہے جو چاروں طرف گناہ آلودہ ہوا میں نشو ونما پاتی رہتی ہے - اسلئے گناہ کا ارتکاب تو نہایت ہی آسان ہے لیکن گناہ سے بچنا بہت مشکل ہے +

افسوس تو یہ ہے کہ پادری صاحبان انسانی فطرت کے تاریک پہلو پر تو ہمیشہ نظر ڈالتے ہیں لیکن روشن پہلو کی طرف سے وہ بالکل اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں کیا وہ نہیں جانتے کہ وہ ایک امر واقعہ ہے اور سورج کی طرح روشن کہ ہمیں نیک کام کرنے کی طاقتیں بھی وراثت میں ملی ہیں جو ہمیں نیکی کی طرف جانے کی رغبت دیتی ہیں اور گناہ سے روکتی ہیں - اس کے متعلق یسوع مسیح خود کہتے ہیں کہ چھوٹے بچوں سے نرمی کرو - اور انہیں میرے پاس آنے سے مت روکو کیونکہ خدا کی بادشاہت انہیں کی ہے +

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہر ایک بچے میں گناہ کرنے کا مادہ بطور ورثہ اس کے والدین کی طرف سے آتا ہے تو جناب مسیح کا یہ قول کیسے سچا اور صحیح قرار دیا جا سکتا ہے کہ بچہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو سکتا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ انسان کو خدا کی شکل پر بنایا گیا ہے - اور اسے نہایت ہی عجیب طاقتیں اور نیکی کرنے کی قوتیں عطا کی گئی ہیں لیکن ان کی پرورش اور ان کا نشو ونما تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ انہیں مناسب اور ٹھیک طور پر استعمال میں لایا جائے -

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے وہ کفارہ کی علمی رنگ میں تشریح ہے - اب ہم اسکے زیادہ تر اہم اور عملی پہلو پر نظر ڈالتے ہیں صلیب کے واقعہ پر ایمان رکھنے والے کو اس سے دو طریق پر فائدہ پہنچنے کا امکان یا تو اس کی وجہ سے خطا اور گناہ عیسائیوں کے نزدیک تک نہ پھٹکے - یا ان کے گناہ کا کفارہ ہو جانا چاہئے +

اول الذکر حالت میں یعنے جبکہ عیسائی مسیح کے خون پر ایمان لا کر گناہ کرنے سے باز رہے ہیں۔ اور ان سے خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہو جاتا ہے پھر اسبات کی سمجھ نہیں آتی کہ عیسائی ممالک میں انصاف کی عدالتیں اور پولیس کے محکمے کیوں قائم کئے گئے ہیں۔ اور ان کا کیا مصرف ہے۔ اور آخر الذکر حالت میں یعنے اگر مسیح کے صلیبی واقعہ پر ایمان لاتے سے ہی عیسائیوں کو گناہ کی سزا سے نجات ملجاتی ہے تو اس کا کوئی معقول اور بیّن ثبوت پیش کیا جانا چاہئے خالی دعویٰ بے سود ہے جب تک کہ اسکی تائید میں ثبوت پیش نہ کیا جائے۔ اگر یسوع مسیح ان عیسائی مجرموں کو سزا سے نہیں بچا سکتا جو انہیں دُنیا گورنمنٹیں دیتی ہیں۔ تو پھر ہمیں کوئی اُمید نظر نہیں آتی کہ وہ خدائی بادشاہت میں ذرہ بھر بھی مدد کر سکینگے +

سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر ایک مذہبی مسئلہ یا اصُول اپنے اندر ایک سبق آموز اثر رکھتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے اندر نیک خیالات کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ مذہب کا بڑا بھاری فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دے۔ اور اُن کے اخلاق میں ایک تبدیلی پیدا کرے لیکن افسوس ہے دیکھا جاتا ہے کہ مسئلہ کفارہ اس غرض کو پورا نہیں کر سکتا بلکہ تعلیم کے اہل اصُول کے خلاف اس کا اثر ہوتا ہے اس کے متعلق ہم یہاں لوگوں کے استفادہ کے لئے مسٹر سے کی کتاب موسومہ بہ ایجوکیشن آف دی چائلڈ (تعلیم بچّہ) سے دو چار سطریں درج کرتے ہیں :-

"تعلیم کی بُنیاد اس یقین پر رکھی جانی چاہئے کہ گناہ کا کفّارہ نہیں ہو سکتا اور وہ مٹ نہیں سکتا اور اس کا نتیجہ ہمیشہ بھگتنا پڑتا ہے" +

جو خیال صاحب موصوف نے اِن الفاظ بالا میں ظاہر کیا ہے وہ مسئلہ کفارہ کے عین برعکس ہے ہاں البتہ قرآن شریف کی اس آیت کا مطلب اس نے ایک حد تک ادا کیا ہے جو حسب ذیل ہے :-

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہٗ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہٗ

ترجمہ۔ پس جو کوئی ذرہ بھر نیکی کریگا اسکو دیکھیگا۔ اور جو کوئی ذرہ بھر بدی کریگا

کے بُرائی دیکھیگا اُس کو (سورہ ۹۹ - آیت ۷ و ۸) +

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ عیسائی بچوں کو ایک ہی وقت دو مختلف عقائد سکھلائے جاتے ہیں۔ پادری تو انہیں تلقین کرتا ہے کہ یسوع مسیح کی بدولت ہمارے تمام گناہ معاف ہو گئے لیکن سکول ماسٹر برعکس اس کے انہیں تعلیم دیتا ہے کہ گناہ کا کبھی کفارہ ہو ہی نہیں سکتا +

اگر ذرہ غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ انسان کے اخلاق پر کفارہ کا کوئی نیک اثر قطعاً نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے یقیناً بدمعاشوں اور شریر النفس لوگوں کو اسقدر آزادی ملجاتی ہے کہ اسکی روک تھام مشکل ہی سے ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک جاہل کُندہ ناتراش جسے کہ سوسائٹی میں اپنی ذمہ واریوں کا احساس تک نہیں اپنے اخلاق کو آسانی سے تباہ کر سکتا ہے بدیں خیال کہ اسکے گناہ یسوع مسیح نے اُٹھائے ہیں اور اب اُسے آزادی ہے کہ جو چاہے وہ کرے۔ اس طرح صلیب پر ایمان لانے سے ان تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں اور قیود کا ستیاناس ہو جاتا ہے جو انسان کی بہتری کیلئے تجویز کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہر سمجھدار شخص کا جسے یہ اُمید لگ رہی ہے کہ دُنیا تہذیب اور اخلاق کے میدان میں ترقی کریگی - یہ فرض اولین ہے کہ وہ اس غلط خیال کی تردید کر کے اُسے جڑھ سے اکھاڑ دے۔ میں نے اوپر چند ایک اقتباسات انجیل کے درج کئے ہیں جنہیں ظاہر کیا ہے کہ یسوع مسیح نے کبھی بھی انسانوں کو آپ صلیب پر چڑھ کر نجات دینے کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اُس لعنتی موت سے بچنے کی دُعا کرتا تھا جو کہ یہودیوں کی سازش* کا نتیجہ تھی تاکہ جناب مسیح کو جھوٹا نبی ثابت کیا جائے +

ہم اب انجیل میں سے چند ایک اور آیات یہاں لکھتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پاک نبی یعنے مسیح نے ہمیشہ اپنے متبعین کو نصیحت کی کہ وہ شرافت اور

*نوٹ - یہودیوں کی یہ سازش بالکل خاک میں مل گئی۔ کیونکہ جناب مسیح کو صلیب پر سے زندہ اُتارا گیا انہوں نے صلیب پر جان نہیں دی جس سے صلیب کا تمام قصہ لغو معلوم ہوتا ہے۔ اسکے متعلق تفصیلی حالات کے مطالعہ کیلئے ہمارے ناظرین کرام رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کا ملاحظہ فرمائیں +

نیک چلنی سے اپنی نجات حاصل کریں نہ کہ واقعۂ صلیب پر ایمان لانے سے اُن کے مشہور خطبۂ پہاڑ کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

(۱) خبردار! خیرات لوگوں کے دکھلانے کیلئے مت دو۔ ورنہ تمہارے باپ سے جو آسمانوں پر ہے تمہیں کوئی معاوضہ نہ ملیگا۔ اسلئے جب تم خیرات دو۔ تو تم اسکی منادی مت کرو جس طرح کہ ریاکار لوگ کرتے ہیں (ملاحظہ ہو متی باب ۶ آیت ۱-۲)

(۲) جب تم عبادت کرو تو ریاکاروں کی طرح نہ کرو۔ کیونکہ وہ ہیکلوں میں اور بازار کے کونوں میں کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ انہیں دیکھیں میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ انہیں ان کا بدلہ ملیگا لیکن جب تم عبادت کرو تو اپنی خلوتگاہ میں چلے جاؤ اور جب تم اس کا دروازہ بند کر لو تو پھر خدا سے دعا مانگو کیونکہ وہ تنہائی میں ملتا ہے (متی باب ۶ - آیت ۵-۶) +

(۳) پر جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح غمگین چہرہ نہ بناؤ۔ وہ اپنا چہرہ بگاڑ کر لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ روزہ دار ہیں میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ انہیں اس کا بدلہ ملیگا لیکن جب تم روزہ رکھو تو اپنے سر پر تیل ملو۔ اپنے منہ کو دھوؤ۔ تاکہ لوگ معلوم نہ کریں کہ تمہیں روزہ ہے۔ فقط خدا ہی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تم روزہ دار ہو (متی باب ۶ آیات ۱۶-۱۸) +

جناب مسیح کی تعلیم صریح طور پر اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب تک انسان نیک اعمال نہ کرے اور ان میں ریاکاری اور دکھلاوا نہ ہو تب تک وہ نجات کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ شرافت اور دل کی نیکی ہی کی بدولت جو اعمال صالح سے ملتی ہے نجات حاصل ہو سکتی ہے جن صلیب کے متعلق کسی مسئلہ پر اعتقاد کوئی کام نہیں دے سکتا اس کا ثبوت عملی زندگی میں ملتا ہے مثلاً اگر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو ہمیں اس کے حاصل کرنے کے لیئے ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں۔ اگر کوئی کسان چاہتا ہے کہ اُس کا فصل عمدہ ہو تو اُسے بیج بونا پڑتا ہے اور آبپاشی کی زحمت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ایک طالب علم کیلئے امتحان پاس کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ سخت محنت کرے۔ اُسے مسلمہ اصول پر نجات

حاصل کرنے کیلئے نیک اعمال کی ضرورت ہے۔ آیندہ کی زندگی یعنے عاقبت اس دنیاوی زندگی کے ساتھ ملی ہوئی ہے یعنے دنیاوی سلسلہ زندگی کے ساتھ ہی آیندہ زندگی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اسلئے جو کچھ بھی ہم آج بوئیں گے وہ کل ہم کاٹینگے اپنی محنت کے سوا ہمیں کچھ بھی نہیں مل سکتا۔ اور اسی لئے یسوع مسیح نے بار بار اپنے پیرؤں کو نصیحت کی ہے کہ وہ بھلے اور نیک اعمال کریں۔ قرآن شریف میں بھی یہی تعلیم ہے جسمیں صاف لکھا ہے کہ

لیس للانسان الا ما سعیٰ

ترجمہ۔ نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ سعی کی ہو (سورہ ۵۳۔ آیت ۳۹) قرآن کریم نے اس مسلمہ اصول کے مطابق ہمیشہ اسبات پر زور دیا ہے کہ نجات انسان کو اپنے ہی اعمال کے ذریعہ مل سکتی ہے اور جنت انہیں کو ملسکتا ہے جو ایماندار ہیں اور اعمال کرتے ہیں +

یہ صداقت بنی نوع انسان کی مشترکہ میراث ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اگر کوئی صداقت جناب مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی تو وہ کیوں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھی انسانوں تک پہنچی۔ لیکن اگر تعجب ہے تو اسبات کا کہ کیوں ہمارے عیسائی دوست اس قسم کے سنہری اصولوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور کیوں مسئلہ کفارہ پر جو بیہودہ اور سست کر دینے والا ہے اڑے بیٹھے ہیں۔ جناب مسیح تو خود بڑے سرگرم اور مستعدی سے کام کرنیوالے تھے۔ جیسا کہ ان کی انجیلی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ انکے کلام کے ساتھ ایسی بے پرواہی اور بے اعتنائی برتی گئی ہے یا کم از کم ان کے پیرووں نے اس کلام کے ایسی بُری طرح سے غلط معنے لئے ہیں کہ حصول نجات کا کل دارومدار انہوں نے ایک خیالی مسئلہ پر رکھ دیا ہے +

اقوالِ مسیحؑ

از قلم جناب شیلڈرک خالد صاحب

اس زمانہ میں جبکہ نکتہ چینی اور عیب بینی کے چمکتے ہوئے سورج کی کرنیں علوم الٰہی کے رازہائے سربستہ اور لاینحل کے خزانوں تک بھی پہنچ گئی ہیں ہمیں بہت کم لوگ ایسے ملتے ہیں (باستثناء ان کے جو آنکھ بند کئے پابند مذہب ہیں) جو جرات سے کہہ سکیں۔ کہ چند ایک سرگذشتوں اور کہانیوں کا مجموعہ (جسمیں ایک خواب بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اور جس خواب کی تعبیر پھر مطالعہ کرنیوالا اپنی خواہش کے مطابق کر سکتا ہے) جو کتاب کی شکل میں بن کر عہد نامہ جدید (انجیل) کا نام حاصل کرتا ہے واقعی ایسا ہی ہے جیسے بلا شک و شبہ اور بغیر تامل کے مان لیا جائے اور تسلیم کیا جائے۔ کہ اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں ہوا اور وہ اسی حالت میں ہے جسمیں کہ وہ ابتدا میں تھا۔ اکثر عیسائی صاحبان کی آنکھیں ریوائزڈ ورشن (اصلاح کردہ ترجمہ) یا انجیل کو پڑھ کر کھل گئی ہیں اور انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ انجیل میں نہ صرف تحریف اور تصرف اکثر دفعہ کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ کچھ حصے بھی ملائے گئے ہیں مثلاً سینٹ مارک کی گمشدہ تحریر اور اس قسم کی کارروائی کرنے میں اس امر کا بالکل لحاظ نہیں رکھا گیا کہ آیا انجیل میں کمی بیشی کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی معقول دلیل یا معتبر سند بھی ہے یا نہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ ہر ایک انجیل کے متعلق لکھا ہے کہ فلاں انجیل متی کی ہے اور فلاں مرقس کی اور فلاں لوقا اور فلاں یوحنا کی لیکن اگر اسکے متعلق کسی پادری سے دریافت کیا جائے تو فوراً یہی کہیگا کہ کسی حواری کی انجیل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہ اسی کی لکھی ہوئی ہے۔ بلکہ وہ غالباً یہی کہیگا کہ یہ اناجیل ان حواریوں سے واقعات اور حالات کا علم حاصل کر کے لکھی گئی ہیں مگر اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ کلیسیا نے صدیوں تک لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اناجیل مذکورہ بالا کو خدا کا کلام تسلیم کریں۔ اور اس بات پر ایمان رکھیں کہ وہ ان ہی حواریوں کے ذریعے جن کو خدا کی طرف

ہنے انہیں قلمبند کرنے کی ڈیوٹی سونپی گئی تھی لوگوں تک پہنچی ہیں۔ اس جگہ یہ یاد رہے کہ گذشتہ صدیوں میں اگر کوئی شخص اناجیل کے معنوں میں یا تشریح کرنے میں اختلاف رکھتا تو وہ خواہ مرد ہو یا عورت ٹکٹکی سے باندھ کر جلا دیا جاتا ہے بہت تھوڑے اس وقت تھے جو اصلیت پر اڑے رہے لیکن بہتوں نے راستی کو چھوڑ دیا اور کوئی بھی ایسا نہ رہا جو ان کتابوں کے معتبر اور اصلی ہونے کے متعلق جرأت کرکے پوچھتا ؛

آج البتہ یورپ کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور ہر ایک شخص آزادی کے ساتھ خیال کر سکتا اور رائے دے سکتا ہے۔ اور اکثر ذی فہم اور صاحب علم لوگوں نے دلیری سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مگر ان کے الفاظ متعصب لوگوں کو سخت اور تلخ معلوم ہوتے ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ مختلف قسم کی اناجیل مخطوط اور اقوال کے دریافت ہونے پر کلیسیا کے فضلا نے یہ رائے قائم کرکے اور اس خیال کو دل میں رکھ کر کہ جو تحریریں یا عبارتیں کتاب مقدس کے اندر ہیں وہ بالکل معتبر اور صحیح ہیں باقی تمام تحریروں کو جو کہیں سے بھی دستیاب ہوں اناجیل خمسہ کے قصوں سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے لیکن بعض وقت اس کے لئے اسمیں بھی دقتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان کے متعلق فیصلہ کرنے میں انہیں مختلف قسم کی راہیں اختیار کرنی پڑی ہیں۔ یعنے بعض کو تو جعلی قرار دیا گیا بعض کے متعلق کہا گیا۔ کہ دیگر اناجیل سے نقل کی گئی ہیں۔ اور بعض کی نسبت چونکہ کسی قسم کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ لہٰذا انہیں مشتبہ سمجھ کر دلچسپ قرار دیا گیا۔ اسلئے میں اس موقعہ پر آخر الذکر شق کے متعلق کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں ؛

سنہ ۱۸۹۷ء کا ذکر ہے کہ مصر میں اوکزرہنکس کے ایک ٹیلہ میں سے جو قاہرہ سے قریباً ایکسو بیس میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف واقعہ ہے ایک بالسن کی یا درخت کی چھال کی ایک تختی سی ملی ہے جس پر مسیح کے چند اقوال تھے اُن کی نسبت ہیچ ٹی انڈریو صاحب نے حسب ذیل لکھا ہے کہ :-

یہ اقوال نکتہ چینوں کے لئے ایک نہایت ہی دلچسپ مشغلہ کا کام دے رہے ہیں۔ چنانچہ حال

الطبیعان بخش طریق پر حل نہیں ہو سکا۔ جبکہ ہم انہیں پڑھتے ہیں تو جو سوال اُن کے متعلق ہمارے ذہن میں آتے ہیں ان کا سوچنا تو بہت ہی آسان ہے مثلاً یہ اقوال کہاں سے ملے اور ان کی وقعت کیا ہے لیکن اس کا جواب دینا کوئی آسان بات نہیں غالباً ہمیں ان اقوال کے متعلق خاطر خواہ جواب دینے کی راہ تلاش کرنے سے پیشتر ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا پڑیگا۔ جب تک کہ اسی قسم کی کوئی تحریر کسی دوسری جگہ سے نہ ملجائے۔ البتہ ایک امر پر تو سب علماء کا اتفاق ہے وہ مانتے ہیں کہ یہ اقوال تھوڑے ہی عرصہ کے لکھے ہوئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ۳۰۰ء کے بعد کی یہ تحریر نہیں۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس سے بہت پہلے کی ہی ہوں۔ لیکن بعض فاضلوں کا خیال ہے کہ وہ پہلی صدی میں لکھے گئے لیکن اس سوال پر کہ یہ اقوال کہاں سے آئے قریباً ہر ایک کی رائے مختلف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ وضعی اور جعلی انجیلوں میں سے لئے گئے ہیں مثلاً ہرنک صاحب کہتے ہیں کہ مصریوں کی انجیل میں سے ان کا اقتباس کیا گیا ہے۔ بعض یہ رائے دیتے ہیں کہ عبرانیوں کی یا ٹامس کی انجیل ان کا ماخذ ہے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ اقوال ایک انجیل سے نہیں لئے گئے بلکہ مختلف اناجیل سے لیکر ایک نئی کتاب کی صورت میں پیش کئے گئے ہیں لیکن ان مختلف آراء کے متعلق کوئی یقینی اور پختہ فیصلہ دینا ذرہ مشکل ہے۔ ہماری نظر سے جسقدر اناجیل گذری ہیں انہیں کوئی بھی ایسی نہیں جس کی طرز ان اقوال سے ملتی ہو۔ بہر حال سب کا اس پر اتفاق ہو رہا ہے کہ یہ اقوال جو بائس کی تختی پر ملے ہیں کسی کتاب یا انجیل سے نہیں لئے گئے اور بہت پہلے زمانہ کے ہیں اِس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یہ اقوال کسی خاص عیسائیوں کے فرقہ کے فائدہ کو مد نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں لیکن اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ اس قسم کے اقوال کہانتک جناب مسیح کے اپنے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھے جا سکتے ہیں۔ تاہم اقوال زیر بحث کے ایجاد کرنے یا تصنیف کرنے کی کوئی خاص غرض بھی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن اگر زیادہ تحقیقات کی جائے تو ممکن ہے کہ اس مشکل کے حل کرنے کی کلید بھی ملجائے۔ اور اگر مزید تحقیقات پر کسی ملحد یا بدبختی کی شرارت کا پتہ نہ چلے یا ان اقوال کی تصنیف کرنیوالے کا کوئی غرض نہ ملے تو تب ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ

انہیں اصلیت ہے اور اس لحاظ سے انجیل کے پڑھنے والے کو اس پر غور کرنا چاہئے +

پروفیسر اندروز کی تحریر بالا سے عیاں ہے کہ اسے اقوال زیر غور کو مصنوعی قرار دینے میں تامل نہیں۔ اور انہیں ویسا ہی سمجھتا ہے جیسے کلیسیا کی دیگر اناجیل یا تحریرات البتہ ان کی نسبت اسکی رائے ہے کہ وہ بہت پہلے زمانہ سے لکھے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو اسبات کا بخوبی علم ہے کہ ہر چہار اناجیل جناب مسیح کے مُنہ کا نکلا ہُوا کلام نہیں ہیں بلکہ ان کے بعد بنائی گئی ہیں۔ اور مسیح کے اصلی الفاظ کا کہیں پتہ نہیں چلتا اور یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس تختی پر جو کہ حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے جناب مسیح کے اصلی اقوال ہی یا بعض موجود ہوں۔ اسمیں کلام نہیں کہ مسیحی کلیسیا نے گذشتہ زمانہ میں کتابوں کی کتابیں نسائیل کی لکھیں اور ان میں تغیر و تبدل کیا اور تحریف سے بھی کام لیا۔ اسلئے اب اُن کے لئے از حد مشکل ہو گیا ہے کہ وہ جعلی اور بناوٹی اور صحیح اور اصلی کتابوں میں تمیز کر سکیں۔ لیکن بالمقابل ان کے مسلمان کیسے خوش قسمت ہیں اور ان کا مذہب کیسی محفوظ حالت میں ہے عیسائیوں کو بھی ان کے بیش قیمت خزانہ یعنے قرآن مجید پر رشک آتا ہے جسمیں کسی قسم کا تصرف اور تحریف نہیں ہو سکی۔ اور جو بالکل اسی طرح صحیح اور آلائش سے پاک ہے جس طرح خداوند تعالے نے ہمارے پیغمبر پاک صلعم کے مُنہ سے نکلوایا۔ یہ وہی پیغمبر صلعم ہے جس کے ذریعہ انسان پر خدا کی مرضی کا اظہار ہوا +

ناظرین کرام از راہ کرم مسلم مشن ووکنگ کی اعانت اور رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت کیطرف توجہ فرمائیں۔ اس پُر آشوب و پُرفتن زمانہ میں اسبات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی حقیقی و دلکش تعلیمات کو چار دانگ عالم میں پہنچایا جاوے اور غیر اقوام کے دل سے اسلام کے متعلق غلط فہمی دور کیجاوے ووکنگ مشن اس ضرورت کو بحسن و خوبی سرانجام دے رہا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ دنیا کے کُل مسلمان اس اہم کام کی طرف متوجہ نہیں برادران اسلام یہ وہ دینی ضرورت ہے کہ آنحضرت صلعم دنیا میں مبعوث ہوئے دوستو اُٹھو جاگو وقت کو غنیمت سمجھو اور ہمارے ساتھ ملکر کام کرو +

خادم سکرٹری ووکنگ مسلم مشن دہلاد غیرہ

مذہب رواداری اور مذہب شمشیر کا اثر

لا اکراہ فی الدین (نہیں زبردستی بیچ دین کے) (سورہ ۲ - آیت ۲۵۶)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (سورہ ۲ - آیت ۶۲) ترجمہ جو لوگ کہ ایمان لائے اور وہ لوگ کہ یہودی ہیں اور عیسائی اور بے دین جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور کام کرے اچھے پس واسطے ان کے ہے ثواب ان کا نزدیک رب اُن کے کے۔

قولوا اٰمنّا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (سورہ ۲ - آیت ۱۳۶) ترجمہ کہو ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور جو کچھ اُتاری گئی طرف ہمارے اور جو کچھ اُتاری گئی طرف ابراہیم کے اور اسمٰعیل کے اور اسحٰق کے اور یعقوب کے اور اولاد اسکی کے اور جو کچھ دئیے گئے موسیٰ اور عیسیٰ اور جو کچھ دئیے گئے پیغمبروں کو پروردگار اپنے سے نہیں جُدائی ڈالتے درمیان کسی کے ان میں سے ہم واسطے اس کے مطیع ہیں قل ان الھدیٰ ھدی اللّٰہ ان یؤتیٰ احد مثل ما اوتیتم (سورہ ۳ - آیت ۷۳) ترجمہ - کہ تحقیق ہدایت ہدایت اللہ ہی کی ہے یہ کر دیا جائے کوئی شخص جیسا کہ دیئے گئے ہو تم۔

یہ چند آیات اس کتاب میں سے لی گئی ہیں جسے لاعلمی اور غلط فہمی کی وجہ سے مذہب شمشیر کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیا اس قسم کی تعلیم اس کتاب پر ایمان رکھنے والوں میں رواداری کی اعلیٰ درجہ کی روح پیدا نہیں کرتی لیکن باینہمہ اہل مغرب قرآن کریم پر چلنے والوں کی پیشانی پر تعصب اور تنگ خیالی کا ٹیکہ لگانے سے

نہیں رُکتے۔ اس قسم کے برتاؤ کو دیکھ کر ہمیں سخت مایوسی ہوتی ہے اور غصّہ کیحالت میں ہم کہہ اُٹھتے ہیں کہ اے کاش ہمارے آباواجداد میں وہی رنگ پیدا ہو گیا ہوتا جس رنگ میں کہ مغربی دُنیا انہیں غلطی سے رنگتی ہے۔ اگر وہ ایسے ہوتے تو تاریخ دُنیا ایک مختلف طرز کے سانچے میں ڈھلتی اور مشرق کو مغرب کی غیر ضروری مزاحمت اور دخل دہی سے نجات مل گئی ہوتی لیکن مسلمان کسی طرح بھی اپنی مقدس کتاب کے صاف و صریح احکام کو پس پُشت نہیں ڈال سکتے تھے گو دیگر اقوام نے جنمیں عیسائی بھی شامل ہیں اپنی اپنی مذہبی تعلیمات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔

دُنیا اب اسقدر سمجھدار ہو گئی ہے کہ بے بنیاد الزامات اور بیہودہ اتہامات کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ لغو اور بودی باتوں سے کوئی عمدہ نتیجہ مرتب نہیں ہوتا اور اپنے الزام کو دُور کرنے کیلئے کسی اَور پر الزام تھوپنا کسی خیر و خوبی کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم پر جو الزام متعصّب ہونے کا لگایا جاتا ہے اسکی تائید میں تاریخی واقعات پیش کئے جاویں۔ اور ہم اُن کے سُننے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ اسلام بُت پرستی کا سخت دشمن ہے اور تمام اس قسم کے خیالات کا جو شرک کی طرف لیجاتے ہیں قلع قمع کرنیوالا ہے جس کی وجہ سے اُسے بدنام بھی کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان بھر میں بڑے بڑے زبردست اور عالیشان مسلمان بادشاہوں کے عہدِ حکومت کے بعد بھی لکھوکھا منادر بُت کدے اور استھان دکھائی دیتے ہیں جن میں طرح طرح کے دیوتاؤں کی پُوجا کیجاتی ہے اور جن کے اندر نہایت بیش قیمت سونے اور سنگ مرمر کے بُت بکثرت موجود ہیں۔ اُن بُت کدھوں کی خوبصورتی اور شان اس وقت تک موجود ہے اور قدیم زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی صنعت و حرفت کے لئے ایک شاہد کا کام دیتی ہے اور جسے زمانہ حال کے علوم و فنون کے جاننے والے دنگ رہجاتے ہیں +

کیا یہی ایک واقعہ اس وسیع القلبی کا بیّن ثبوت نہیں جو آیات بالا کی وجہ سے بدنام شدہ بُت شکنوں میں پیدا ہو گئی تھی لیکن اس موقعہ پر سوال پیدا ہوتا ہے

کہ ان مقامات میں جو کہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے چھینے اسلامی علوم و فنون کے نشانات کا کیا حشر ہوا۔ کیا کوئی شخص اس اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور تہذیب سے انکار کرسکتا ہے جو عبدالرحمٰن کے عہد میں ملک ہسپانیہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس کا عشر عشیر بھی یورپ کے اکثر حصوں میں نظر نہیں آتا۔ کارڈووا۔ ٹولیڈو اور غرناطہ میں علوم و فنون و سائنس کے عظیم الشان نشانات کو جڑ سے اکھاڑنے اور بالکل معدوم اور نیست و نابود کردینے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ کیا کسی ملکی مصلحت سے ان شاندار عمارتوں کو خاک میں ملا دیا گیا تھا جو اگر موجود رکھی جاتیں تو عجائبات دنیا میں سے ہوتیں یا کسی مذہبی جنون کی وجہ سے ہم پادری صاحبان کی لفاظی اور غلط بیانی کی تردید کرنے میں بالکل قاصر رہتے۔ اگر بکل صاحب کی ہسٹری آف سولیزیشن (تاریخ تہذیب) سے ہمیں مدد ملتی۔ اس فاضل مورخ نے ان مراکش کے مسلمانوں کا یعنی موروں کا جو عیسائی ہوئے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیشمار موروں کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔ اور بپتسمہ دینے کے بعد یہ قرار دیا گیا کہ وہ اب کلیسیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کا قانون ان پر حاوی ہے۔ یہ قانون ان نئے عیسائیوں کیلئے جنہیں ایک مراکش کے نام سے پکارا جاتا تھا سولھویں صدی کے آخری حصہ میں انکو لزیشن (یعنے وہ عدالت جہاں مذہب کے متعلق بداعتقادیوں یا بدعات کے بارے میں تحقیقات کی جاکر سزا دیجاتی تھی) کی صورت میں ظاہر ہوا اور ان کے ساتھ نہایت ہی ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ پھر مورخ مذکور لکھتا ہے کہ فلپ ثانی نے ۱۵۶۶ء میں موروں کو حکم دیا کہ وہ ہر ایسے امر کو چھوڑ دیں۔ جس کی وجہ سے انہیں اپنے سابقہ مذہب کا ذرہ بھر بھی خیال پیدا ہوسکے۔ انہیں تاکیدی حکم دیا گیا کہ وہ ہسپانیہ کی زبان سیکھیں۔ اور اپنی عربی زبان کی تمام کتابوں کی طرف سے آنکھیں بند کردیں بصورت خلاف ورزی انہیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ان کے لئے یہ بھی جرم تھا کہ وہ اپنی مادری زبان میں لکھیں یا پڑھیں یا اپنے گھروں میں اُسے بولیں۔ پھر وہ مصنف لکھتا ہے کہ چونکہ غسل کرنا کافروں کا طریق عمل تھا اسلئے جسقدر حمام لوگوں کے گھروں میں بھی تھے سب مسمار کرادیے گئے۔"

ممکن ہے کہ ہسپانیہ کی حکومت کی طرف سے کسی قدر کم سختی ہوتی لیکن کلیسیا کے معزز
عہدہ داران کو سختی وظلم کو صد درجہ تک پہنچانے ہی میں رحم وجلال کی تکمیل نظر آتی تھی چنانچہ
ویلنشیا کے پاپائے اعظم نے ہسپانیہ کی مشکلات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
بدعات کی طرف سے چشم پوشی کرنے اور رواداری کو جائز قرار دینے کی وجہ سے یہ سب
تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے اس بات پر آرڈر دیا گیا کہ موروں کو
ملک سے بدر کر دیا جائے یا انہیں غلام بنا لیا جائے۔ اور یہ بھی رائے دی گئی کہ سات برس
کے بچے کو چھوڑ دیا جائے لیکن ٹولیڈو کے پاپائے اعظم نے مذہب میں اس قسم کی
نرمی سے اتفاق نہ کیا اور معصوم بچوں کو بھی اس قانون سے مستثنےٰ کرنے کے خلاف
آواز بلند کی (سبحان اللہ عیسائیوں کی مذہبی رواداری کا دائرہ کس قدر وسیع ہے)
بکل صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ ہسپانیہ کے نہایت محنت کش لوگوں کا جو تعداد میں دس لاکھ
کے قریب تھے جگہ جگہ تعاقب کیا گیا۔ جیسا کہ کسی وحشی درندے کا کیا جاتا ہے
محض اس خیال سے کہ شاید ان کے مذہبی خیالات درست نہ ہوں۔ ان میں سے اکثر اس قدر
تہ تیغ کئے گئے جبکہ وہ سمندر کے ساحل پر پہنچے بعض کو سخت زدوکوب کیا گیا اور لوٹا گیا
اور بہت سے نہایت ذلیل حالت میں اور خواری کے ساتھ افریقہ کی طرف روانہ ہو گئے"
کیا یہی شاندار نمونہ عیسائی محبت کا ہے اور کیا انجیل کی اس حکم کی کہ اپنے دشمن کے ساتھ
محبت سے پیش آؤ۔ اسی قسم کے عمل کو بطور تشریح مانا جائے +
کیا کوئی شخص تاریخ اسلام میں اس قسم کے واقعات پیش کرنے کا دعویٰ
کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہماری اسلامی تاریخ میں اس کا ہزارواں حصہ بھی دکھلائی نہیں دیتا
ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ تاریخ ہند کے ان مصنفوں نے جو ہند میں حالت گزین ہوئے
کسی خاص وجہ سے ہندوستان کے بعض مسلمان بادشاہوں پر مذہبی معاملات میں تعصب
اور تنگدلی کا الزام لگانے کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے۔ اور ہم اسے
بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ اور مسلمان رعایا کا یکساں فرض ہے کہ وہ اشاعت اسلام
کریں مگر جبر و اکراہ اور تشدد سے نہیں لیکن ہم اس الزام کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ

شاہان مغلیہ میں سے کسی نے بھی لوگوں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنے کیلئے تلوار کو کھینچا۔ معمولی طور پر جبر و تشدد تک نہیں کیا۔ ملک سے بدر کرنے کے احکام پر ہمیں کبھی بھی ناز نہیں ہوا بلکہ ہمیں اس قسم کی کارروائیوں سے سخت نفرت ہے۔ فتح غرناطہ کے دس سال بعد حکومت کی طرف سے فرمان جاری ہوا۔ کہ دشمنان خدا کو ملک سے بدر کیا جائے۔ الفنسٹن۔ ہنٹر اور لیتھبرج (آخر الذکر مورخ کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتا) تعصب اور جنگدلی کا الزام لگانے میں حق بجانب نہیں کسی خاص تاریخی واقعہ سے وہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اورنگزیب نے بھی غیر مسلموں کو مذہبی طور پر جبراً اپنا ہم خیال بنانے میں جدوجہد کی تھی۔ لیکن برعکس اس کے معتبر تحریرات دستیاب ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس نے ہندو دیوتاؤں کے مندروں کے لئے جاگیریں عطا کر کے اپنی فیاضی کا ثبوت دیا جن سے ان سب الزامات کی تردید ہوتی ہے جو کسی خاص غرض کو مدنظر رکھ کر اسکے برخلاف کھڑے کئے گئے ہیں۔ بعض اوقات جہالت اور لاعلمی کے باعث لوگوں نے اس کے بھلے کاموں کو بھی بری طرح پیش کیا ہے گو ان سے لوگوں کو جن کے لئے وہ کام اختیار کئے گئے فائدہ ہی پہنچا ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ ان سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے اپنا مذہب قبول کروانا چاہتا تھا۔ چنانچہ جزیہ بھی ان امور میں سے ایک خیال کیا جاتا ہے لیکن اس معاملہ پر علیگڈھ کالج کے پروفیسر مولانا شبلی صاحب اور دیگر اصحاب نے بڑی خوبی اور وضاحت سے لکھا ہے۔ اب اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ تاریخ اسلام میں ہمیں کسی جگہ بھی ایسا بادشاہ یا حاکم نظر نہیں آتا جس نے اپنے مذہب کی خدمت کرنے کی خاطر شاہ فرڈیننڈ کی طرح بستر مرگ پر بھی اپنے جانشین کو وصیت کی ہو کہ وہ اپنے مقدس مذہبی فرائض کو ایذا رسانی اور قتل کے ذریعہ بھی پورا کرے۔ چنانچہ وہ اپنے وصیت نامہ میں یوں لکھتا ہے کہ:-

"چونکہ تمام خوبیاں مذہب کے بغیر ہیچ ہیں اور مذہب کے ذریعہ اور اسی میں نجات ہے اسلئے ہم اپنے معزز شہزادے یعنے اپنے پوتے کو حکم دیتے ہیں کہ وہ رومن کیتھولک مذہب کو فروغ دینے اور اس کی حمایت کے لئے ہمیشہ سرگرم رہے۔ اور خدا کے مذہب کی امداد اور اسکی طرفداری کرتا رہے۔ اور ہماری مملکت میں بدعت کا ارتداد قلع قمع کرنے کے لئے از حد کوشش کرے اور

اِس قسم کے نرا مقرر کرے جو خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوں۔ اور عدالت تحقیقات مذہب میں خدا کی خدمت کے لئے اور رومن کیتھولک مذہب کے جلال کے لئے بڑی دیانت و انصاف سے کام لیں اور وہ محمد کی اُمت کی تباہی کے لئے بھی بہت سرگرم ہوں ۔

ہم قارئین کرام کے دل و دماغ کو ان خطرناک مصائب و تکالیف کا نقشہ کھینچ کر صدمہ نہیں پہنچانا چاہتے جو امن کے شہزادہ کے متبعین نے مذہب کے نام سے لوگوں کو پہنچائیں عیسائیت نے ایک ایسا نظارہ پیش کیا ہے جس سے زیادہ ہیبتناک انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ ایک مشہور مؤرخ ماٹلے صاحب اس قسم کی کارروائیوں سے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ ایک آلہ تھا جس کے ذریعہ لوگوں کے خیالات پرکھے جاتے تھے۔ اور اگر نتیجہ خاطر خواہ نظر نہ آئے تو اُسے جلا دیا جاتا تھا۔" اس آلہ یا ان کارروائیوں کی اگر تھوڑی سی تشریح بھی کیجائے تو ناظرین کے لئے ازحد تکلیف کا موجب ہو گی۔ اس آلہ سے مراد عدالت تحقیقات مذہب ہے۔ یہاں اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ تاریخ میں ان بے رحمیوں اور بے انصافیوں اور ظالمانہ ظلم و تعدی اور وحشیانہ سزاؤں کی جو اس عدالت کے ذریعہ ملیں نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ ایذا دہی کے لئے جو جو آلات اور سامان ایجاد کئے گئے۔ ان کی تشریح الفاظ سے نہیں ہو سکتی۔ اس عدالت کی ہیبتناک سزاؤں کے مقابل میں دوزخ کی سزائیں ہیچ ہیں۔ ان آلات کے نام پڑھنے ہی سے دل ڈوبنے لگتا ہے مثلاً لوہے کا بستره۔ زبان کو باہر کھینچنے کے لئے موچنا۔ لوہے کا کوڑا۔ عذاب کی کرسی چوڑگیر۔ ٹانگ شکن بستر کے لئے گرہ دار تاج۔ بوٹ آہنی پیچ انگوٹھہ وغیرہ وغیرہ۔ ملزم کو ایک نہایت گرم لوہے کا نقاب سا پہنایا جاتا تھا جس کے دو طرف کانوں کے ساتھ دو نالیاں لگی ہوئی ہوتی تھیں جن کے ذریعہ پگھلا ہوا سکہ کانوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اِس قسم کا عذاب جبر اقبال کرانے کیلئے دیا جاتا تھا۔ زندہ لوگوں کی کھال اُکھڑوائی جاتی تھی۔ اور انہیں زندہ نہایت گرم دھاتی تھوے میں ڈالکر جلا دیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ انہیں ایک چکر کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔ جو آگ کے اوپر گردش کرتا تھا۔ یا چوراہے میں سب کے سامنے زندہ

جلا دیا جاتا تھا +

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کی وحشیانہ اور ظالمانہ کارروائیاں مذہب کے رنگ میں روما کے پادریوں کی بدولت قرن وسطے میں ہوئیں۔ اور جناب مسیح کی تعلیم سے کوسوں دور ہیں مگر کیا ان باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسائیت بحیثیت مذہب بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ اس نے اس قسم کی روح اپنے پیروں میں پیدا کر دی ہے۔ اگر رحم فیاضی وفراخ حوصلگی اور عفو کی روح جو انجیل کے صفحات میں پائی جاتی ہو عیسائیت کے مقدس محافظوں کو انسان نہیں بنا سکتی تو ان سے کیا امید کیجا سکتی ہے جو ان لوگوں سے تعلیم پاتے ہیں انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں البیجنسز پر مضمون لکھنے والا لکھتا ہے کہ بیئیزیر کے فتح ہونے پر ایبٹ آرنالڈ سے دریافت کیا گیا کہ ملحدوں اور پکے ایمان یا بدعتی کے درمیان کس طرح فرق کیا جائے۔ جواب ملا کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ خدا خود اپنے بندوں کو چن لیگا۔ اس قسم کے حکم سے اگر کلیسا کی تمام فوج درندگی اور خونریزی اختیار کرے تو تعجب کی بات نہیں +

لیکن فقط زمانہ وسطیٰ ہی میں اس قسم کی مذہبی عداوت کا عیسائیوں نے ثبوت نہیں دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک ادنے درجہ کے رومن لوگ ہی عیسائیت کا جامہ پہنتے رہے۔ اس وقت تک اس مذہب میں رحم اور فراخ دلی پائی گئی مگر جب ایک بادشاہ نے اُسے قبول کیا تو لوگوں کو دکھ اور تکلیف دینے کا سلسلہ جاری ہوا۔ ادنے پایہ کے پادریوں کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے غلط خیالات کو معلوم کر کے ان کی درستی کریں لیکن اسے حکم کے اندر عدالت تحقیقات مذہبی کا بیج موجود تھا۔ کونسٹنٹائن نے احکام صادر فرمائے کہ ملحدوں کے خلاف کلیسیاء کے فتووں کی تعمیل حکومت کے ذریعہ کیجائے۔ کونسٹنٹائن نے ۳۰۶ء یا اس کے قریب ہی حکم دیا کہ فرقہ ڈوناسٹ کی تمام جائداد ضبط کر لی جائے۔ اور ۳۸۲ء میں تھیوڈوسی سیئاس نے فرقہ منیکی آئنس کے خلاف موت اور ضبطی جائداد کا فتویٰ دیا۔ اسی طرح

سر اٹسٹنٹائن اور اس کے جانشینوں نے ان لوگوں کے قتل عام کا حکم دیا جو ان سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ اور یہ سب کچھ مذہب کی خاطر کیا گیا۔ تاکہ عیسائیت ہر ایک قسم کی بدعت سے پاک ہو جائے۔ اگر عیسائیت نے غلاموں اور زنڈیوں وغیرہ کے خدمتگاروں سے نکلتے ہی اپنا اس قسم کا روپ بدلا تو پوپ الوسنٹ سوم حق بجانب ہے۔ اگر اپنے عہدہ کی عزت قائم رکھنے کے لئے اس نے یہ حکم جاری کر دیا کہ جنوبی فرانس اور ہسپانیہ کے ان مقامات میں بھی جو زیر حکومت پادری صاحبان ہیں چھوٹے نو منبروں (ملحدین) کو فنا کر کے انہیں تہ تیغ کیا جائے +

لیکن یہ خوفناک واقعات کلیسیا رومانی کیلئے باعث فخر و ناز نہ تھے فرقہ پروٹسٹنٹ نے بھی اقتدار حاصل کرنے میں ان کے برابر قدم مارا۔ جو کچھ کہ رومن کیتھولک والوں نے فرقہ البیجنسس اور بدعات کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے لئے کارروائی کی اسی طرز پر لوتھر اور کیلون کے پیروان نے اپنے میں سے مرتد لوگوں سے سلوک کیا۔ چنانچہ اصلاح یافتہ کلیسیا (ریفارمڈ چرچ) کے پادریوں نے بدعات کا تدارک آتشزدگی اور تلوار سے کرنا چاہا لوتھر نے تھیوڈور بیزا آف ہسی کو لکھا کہ جو شخص ہمارے اعتقاد سے انحراف کرے بلکہ جو شخص کلیسیائی تسلیم کردہ تعلیم کے ایک رکن سے بھی خلاف ایمان رکھے اسے نہ صرف مرتد و بدعتی خیال کیا جائے بلکہ خدا کو گالیاں دینے والا اور کافر۔ ایسے اشخاص کے ساتھ بحث و مباحثہ میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ان پر کفر و الحاد کا فتوے لگا دینا چاہئے

عیسائیت کی تاریخ پڑھ کر یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ عیسائیوں کی باہمی فرقوں کی عداوت نے اس قسم کی وحشیانہ اور ظالمانہ صورت اختیار کی تھی کہ اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں پائی جاتی پندرہ سو سال تک یعنی اس وقت سے جب کہ عیسائیت کا عروج شروع ہوا اٹھارھویں صدی کے اخیر تک جب سے کہ سمجھدار لوگوں پر اس کا اثر کم ہوتا گیا بیش گشت و خون رہا۔ یورپ میں عیسائی فرقوں کے درمیان بھی مذہب کی خاطر نہایت بیرحمی سے کشت و خون ہوا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر عیسائیوں کا داؤ چلے تو ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے ہم مذہب نہیں کس قدر ظلم و ستم روا رکھ سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے

کسی خاص قسم کے دماغ و سمجھ کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ دس پندرہ سال کے واقعات ہی اس پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ اہل مشرق میں یہ سنکر گھبراہٹ سی پیدا ہوتی ہے کہ کس طرح یوروپ کے عیسائیوں کے اخلاق نے طرابلس اور بلقان میں گذشتہ مظالم کو روا رکھا لیکن اُن کی اس قسم کی پریشانی محض اس وجہ سے ہے کہ اُنھوں نے اہل مغرب کے متعلق اندازہ لگانی میں غلطی کھائی ہے۔ مشرق کی آنکھیں مغرب کی روشن مگر دھوکہ دینے والی تہذیب سے چُندھیا گئی تھیں لیکن زمانہ حال کے پولیٹیکل معاملات کی رگڑ سے جب اُنکی ملمع سازی دُور ہوئی تو بڑے تعجب سے لوگوں کو معاملات کی سمجھ آ گئی۔ لہٰذا عیسائیوں کو پھر ترازو میں جانچا گیا۔ اور ان میں کمی پائی گئی۔ وہ اپنی اصلی صورت میں نظر آنے لگے۔ اور وہ طلسم جو ہمیں نظر آرہا تھا ٹوٹا۔ گو بہت کچھ نقصان اُٹھانے کے بعد اور عیسائیت نے پھر اپنی طرز کے ستم وظلم کو رواج دیا جس کی روک تھام اُنیسویں صدی میں کی گئی تھی ؞

بلگیریا کا فرڈی نینڈ کسی صورت میں اپنے ہمنام سے جو زمانہ وسطیٰ میں پیدا ہوا اپنے آپ کو کمتر عیسائی ثابت کرنا نہ چاہتا تھا۔ اگر نواور دس ہزار کے قریب انسان ہسپانیہ میں زندہ جلائے گئے۔ اور اس قبیح فعل کے لئے ان کے ضمیر ہی نے حکم دیا تھا تو قریباً ایک لاکھ انسانوں کو مختلف قسم کی سزائیں، روڈوسٹا میں، چند سال ہوئے دیگئیں (ملاحظہ ہو ڈیلی ٹیلیگراف بابت ۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء اور بابت ۱۰ اور ۱۵ جنوری ۱۹۱۳ء) پانچ ہزار مستورات کو جنہوں نے لاریس کے گرد و نواح میں مسجد میں پناہ لی تھی زندہ جلا دیا گیا اور مقام شٹنتامین میں برابر قتل عام رہا۔ البانیہ کے قیدیوں کو خطرناک تکالیف دیگئیں۔ اور پھر انہیں زندہ جلایا گیا۔ چھوٹے بچوں کو بازاروں میں گھسیٹا گیا۔ اور طرح طرح کے ظلم ان کے ساتھ کئے گئے۔ وہ وہ مظالم روا رکھے جن کے لکھنے سے ہاتھ کانپتا ہے۔ اگر ایجین (واقعہ جنوبی فرانس) کے معاملہ میں شہر اور گاؤں فتح کئے گئے۔ اور عیسائی باشندوں کو محض اس لئے شمشیر کے حوالہ کیا گیا۔ کہ زمانہ وسطےٰ میں انہیں تسلیم شدہ عیسائیت سے ذرہ سا اختلاف تھا۔ تو طرابلس میں اگر غیر عیسائی عربوں کے ساتھ بدتر سلوک کیا جائے۔ تو عیسائی حق بجانب ہیں۔ اور چنانچہ ان سے اس قسم کا سلوک کیا گیا۔

اس قسم کے واقعات کے لکھنے سے دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔۔ ناظرین کرام مزید حالات کے لئے اخبار "دہلی ٹیلیگراف" مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۱۳ء اور "دہلی نیوز اینڈ لیڈر" مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۱۳ء اور "پال مال گزٹ" مورخہ ۱۔ اور ۲۱ نومبر ۱۹۱۲ء کا ملاحظہ کریں +

جب سے کہ عیسائیت نے یورپ میں فروغ حاصل کیا ہے اس وقت سے اسی قسم کے واقعات دیکھنے میں آرہے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے آقا جناب مسیح کی ایک طرح کی خواہش کو اس رنگ میں پورا کیا ہے۔ جناب مسیح کا یہ قول کہ "اپنے دشمن سے محبت کرو" اور جو تمہیں نفرت سے دیکھے اس کے ساتھ بھلائی کرو بعض کے حسب حال نہ تھا چنانچہ اسکی طرف اسلئے توجہ نہیں کی گئی کہ وہ ناقابل عمل ہے لیکن ان کی اس تعلیم کا اثر ان کے دل پر ضرور ہوا کہ یہ مت خیال کرو کہ میں دنیا میں امن لے کر آیا ہوں میں امن کے لئے نہیں آیا البتہ تلوار لے کر آیا ہوں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میں دنیا پر آگ پھیلانے کے لئے آیا ہوں بالکل صحیح پیشگوئی کے رنگ میں تھا۔ ان کے متبعین نے وہ کر دکھایا جو وہ خود نہ کرسکتے تھے۔ اور وہی آگ عیسائیت کے ذریعہ مختلف رنگ میں خلق اللہ کے لئے ایک عذاب کی طرح نازل ہوئی۔ اگر قارئین کرام قرآن مجید کی اس تعلیم کا جس کا نمونہ اس مضمون کے ابتدا میں دیا گیا ہے انجیل کی اس تعلیم سے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے مقابلہ کریں۔ اور ان واقعات کی روشنی میں جو اسلام اور عیسائیت کے پھیلانے اور ... اور اسے فروغ دینے کے لئے ظہور پذیر ہوئے ان کو دیکھیں تو وہ فوراً حق اور اصلیت پر پہنچ جائیں گے اور بول اٹھیں گے۔ کہ مذہب اسلام رواداری اور فراخ حوصلگی سکھاتا ہے اور عیسائیت ہی مذہب شمشیر و آتش ہے +

انسانی زندگی

اور
ازروئے تعلیم قرآن اُس کی غرض غایت اور طریقِ حصول

کارلائل صاحب ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ زندگی تماشہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق ٹھنڈے دل سے تدبر کیا جانا چاہئے۔ لوگ ہی اب سمجھنے لگ گئے ہیں کہ زندگی واقعی حقیقت رکھتی ہے۔ اور اسکی کچھ غرض ہے جو بہت بھاری ہے۔ اور جسے ہر ایک نہیں سمجھ سکتا +

ہم اکثر ایسے آدمیوں سے ملاقی ہوتے ہیں جن کا خیال زندگی اور اس کے مُدعا کے متعلق خواہ کچھ ہی ہو لیکن وہ سستی اور آرام طلبی سے کام لیکر اسے ضائع کرتے ہیں اُن کے نزدیک اصُول زندگی۔ اگر واقعی اسے اصُول سمجھا جائے۔ فقط کھانا پہننا اور عیش کرنا ہے۔ ایسے لوگوں کی زندگی اور حیوان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آتی جو ان میں فرق ظاہر کرسکے۔ چونکہ وہ زندگی کا مقصد نہیں سمجھتے۔ لہذا ہمارا ان سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن ایسے اشخاص بھی موجود ہیں جو زندگی کے متعلق بڑی متانت اور سنجیدگی سے غور کرتے ہیں اور جن کی رائے ہے کہ کام ہی انسانی ہستی کی غرض اور علت غائی ہے۔ انکی رائے میں مسئلہ زندگی کو درست اور صحیح طور پر حل کرنے کے لئے لگاتار کام کرنا چاہئے +

اسمیں کوئی شُبہ نہیں اور کوئی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ جسمانی محنت اپنے اندر ایک خوبی و وقار رکھتی ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد صلعم کی زندگی کے حالات پر غور کرنے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آپ جسمانی یا دستی کام اور محنت مزدوری کو بہت ضروری خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ آپکے صحابہؓ آپ کو اکثر اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہوئے دیکھتے۔ باوجود اس کے کہ آپ کی خدمت میں اس قسم کے لوگ ہمیشہ موجود تھے

جو آپ کا نہ صرف ہر ایک کام کرنے کے لئے کمربستہ تھے بلکہ آپ کے لئے اپنی جانیں بھی فدا کرنے پر تیار تھے مگر ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ آیا انسان صرف اسی قسم کے کام یا اسی طرح کی محنت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کارخانوں میں کام کرنے والے یا کسان لوگ علی الصباح اُٹھ کر اپنے کام کی طرف بھاگتے ہیں۔ اور تمام دن کی محنت شاقہ کے بعد شام کو واپس گھر آ کر اپنے بال بچوں میں مل کر کھانا کھاتے ہیں اور پھر رات بھر آرام کر کے دوسرے دن ازسرِنو اسی طرح ان کے کام کا دور شروع ہوتا ہے یہی حال ہمیں ان کا بھی عملی طور پر نظر آتا ہے جو محنت و مشقت تو کرتے ہیں لیکن وہ اعلےٰ طبقہ کے لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ جب کہ یہ حال ہے تو پھر کیا اس قسم کے لوگ ایک طرح سے مشین ہی کا کام نہیں دیتے جس سے ان کی دماغی اور رُوحانی قویٰ کا نشو و نما بالکل رُک جاتا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد صرف مشین ہی کی طرز پر کام کرنا تو ہو نہیں سکتا۔ اُسے بڑی اعلیٰ درجہ کی قابلیتیں عطا کی گئی ہیں لہٰذا اُسے اسلئے نہیں بنایا گیا۔ کہ وہ فقط اپنے جسمانی اعضا ہی سے کام لے ؎

دنیا میں ہمیں ایسے لوگوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جن کا خیال ہے کہ عقل ہی کی بادشاہت کے سامنے دنیا کو سرِ تسلیم خم کرنا چاہئے۔ ان کے نکتہ خیال سے صرف وہی شخص اپنی ہستی کا مقصد ادا کرتا ہے۔ جو دماغی ترقی کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ ان کی توجہ انہیں امور کی طرف لگی رہتی ہے جن کا تعلق دماغی قویٰ سے ہو اسلئے وہ فطرتِ انسانی کے دوسرے لیکن اعلیٰ و افضل مظاہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ یہ گروہ فلاسفروں کا ہے۔ اور اُن کے نزدیک عقل اور دلائل ہی وقعت رکھتے ہیں۔ اور جو بات انسانی عقل کے دائرہ میں نہ آ سکے اُسے وہ نظرانداز کر دیتے ہیں لیکن یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ جن امور پر ان کے استدلال کی بنیاد رکھی جاتی ہے وہ بالکل نامکمل اور غیر مکتفی ہیں۔ کیونکہ ایسے مظاہر قدرت اور ایسے واقعات بھی ہیں جو کبھی مشاہدہ سے نہیں گذرے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے خود انسان کی زندگی بھی بہت تھوڑی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے ذی فہم اور

زیرک اشخاص کو بھی انسان کے اور دیگر اشیا کے حالات مکمل طور پر مشاہدہ کرنے کا موقعہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ کسی نے یہ بالکل صحیح کہا ہے کہ زمین اور آسمان میں اس قدر چیزیں ہیں کہ مغرور فلسفی کے کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں آتیں۔ اسلئے صرف دماغ ہی سے کام لینے والے فلسفی کی حالت قابل رحم ہے وہ اپنی عقل کی خود ستائی میں جو اس کے قابو میں نہیں رہتی۔ اور جسے کسی اور جگہ سے مدد بھی نہیں ملتی تباہ ہو جاتا ہے۔ آخرش وہ یا تو بالکل دہریہ پن اختیار کرتا ہے یا خیالی پکاؤ پکاتا رہتا اور یا کم از کم شکی طبیعت کا بن جاتا ہے +

سائنس دان کی حالت بھی قریبًا ایسی ہی ہے۔ اسکی آنکھیں مادی اشیاء کی طرف لگی رہتی ہیں اسلئے آسمانی چیزوں کی چمکار سے بھی اسکی آنکھیں آشنا نہیں۔ اس کے دل پر کسی چیز کا بھی اثر نہیں جسے وہ اس خمسہ کے ذریعہ محسوس نہیں کر سکتا۔ وہ کسی چیز کے متعلق یقینی طور پر رائے نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ اس کا وزن یا اندازہ نہ کر لے۔ اُسے توڑ تاڑ کر اس کے اجزا کو علیحدہ علیحدہ کر کے دیکھ نہ لے۔ اور پھر ترتیب دیکر کسی [illegible] فہرست میں اسے داخل نہ کر لے۔ اسلئے سائنسدان اور فلسفی جن کا نکتہ نظر [illegible] اور تخیل سے باہر نہیں جاتا کبھی خدا پر سچا ایمان نہیں رکھ سکتے۔ ان کی [illegible] خدا یا تو محض ایک قصہ کے رنگ میں ہے اور یا ایک اعلیٰ درجہ کی ہستی ہے جسے بنی نوع انسان کی ترقی کے لئے فرض کر لیا گیا ہے۔ گویا خدا نے انسان کی [illegible] کوئی [illegible] حاصل ہے جس سے انسان کا اپنا ہی [illegible] زندگی [illegible] نہیں دیتا جس کا ماحصل صرف قوی عقلیہ کی خدمت کرنا ہے۔ اس [illegible] اخلاقی اور روحانی طاقتیں نشوونما نہیں پاتیں۔ ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کا پتہ ملتا ہے جو نہایت ہی ذہین اور دانشمند تھے لیکن اخلاقی رنگ میں وہ بالکل رنگے ہوئے نہ تھے جیسا کہ روحانی رنگ ان پر چڑھا ہوا ہوتا مثلاً بائیرن، بیکن یا نپولین جیسے اشخاص کی پرشورش زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور لیاقت کے ساتھ ساتھ

بداخلاقی اور بدچلنی ہی قائم رہ سکتی ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ صرف قومی ذہنی بیمیں ہیں زندگی کا مقصد حاصل کرنے میں چنداں مدد نہیں دے سکتے +

اکثر اصحاب کے خیال میں انسان کے لئے صرف اتنا ہی ضروری ہے کہ وہ بااخلاق اور نیک چلن ہو۔ اور اگر ہم اپنی محنت اور دیانت سے روزی کمائیں اور اپنی سوسائٹی کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اور کثیر التعداد خلق اللہ کو نفع عظیم پہنچا کر سلطنت کے لئے ایک نیک شہری ہونے کا ثبوت دیں تو گویا ہمنے زندگی کا مقصد پورا کر دیا۔ یہ بھی اسمیں شک نہیں اخلاق کا ایک پہلو ہے لیکن اس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور ان فرائض کا جو انسان کے ذمہ خدا کی طرف سے لگائے گئے ہیں۔ اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلئے اسلام اس قسم کے اخلاق کو مردہ اور خام کہنے میں حق بجانب ہے۔ اس طرح کا اخلاق تو ایک دہریہ میں بھی صد درجہ کا پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات بلاکسی ارادہ کے وہ انجیل کے اس احکام پر عمل بھی کر لیتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایک دہریہ کا اخلاق اور چلن اس شخص کے اخلاق اور چلن کا شاہد ہے جسے منظرِ یہ لحظہ خدا کی طرف سے الفت ہوتا رہتا ہے۔ کیا کبھی کوئی شخص دہریہ کی اخلاقی حالت کے اچھا ہونے کی نسبت ایسے ہی وثوق سے دعوے کر سکتا ہے جس وثوق اور اعتبار سے کسی نبی یا ولی کے عمدہ اخلاق سے متعلق کہنا ممکن ہے۔ راستبازی اور تقوی کی راہ پر برابر قدم مارنے کے لئے ایک زبردست قوت تب ہی پیدا ہو سکتی ہے اور اعلےٰ درجہ کی اخلاقی زندگی بسر کرنے کی روح اسی وقت ظہور میں آسکتی ہے جبکہ اس قادر مطلق کی ہستی پر ایمان ہو جو تمام دنیا پر تصرف رکھتا اور انسانوں کے افعال کو ہر وقت دیکھتا اور انہیں راہ پر لاتا ہو۔ اور جب کوئی نیکدل اور پاک روح بشر ہمتو مایۂ خویش را گرد اسکے آگے سر بسجود ہو۔ تو وہ اس سے پھر مخاطب بھی ہوتا اور پھر وہ قیامت کے دن انسانوں کے خیالات افعال اور اقوال کے متعلق فیصلہ بھی کریگا۔ اس طرح کے اعتقاد کے باعث ایک پختہ روحانی بنیاد پر انسان کی مخفیہ طاقتوں کا ظہار اور ان کی تربیت ہوتی ہے لیکن یہ بھی ایسی

حالت میں ہو سکتا ہے جبکہ خالق ارض و سما کے احکام کی متابعت کیجائے۔ کیونکہ اسی کو علم ہے کہ اس نے انسان کے اندر کیا کیا رکھا ہے۔ اور اسے کونسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں تاکہ اسکی اندرونی قوی کا اظہار ہو۔ اگر زندگی کی غرض و غایت اپنے اندرونی طاقتوں کو ترقی دینا ہے تو یہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جبکہ ہم خدا کی عبادت کریں اور اس کے احکام پر چلیں۔ چنانچہ قرآن شریف کی آیت وما خلقنا الجن والانس الا لیعبدون (یعنے جن و انسان کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ عبادت کریں) بھی اسی کیطرف اشارہ کرتی ہے ٭

جب انسان کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ دنیا کے کاموں میں خدا کا ہاتھ ہے اور اس کی زندگی کے جزویات میں بھی اسی کا اشارہ ہے تو وہ بچوں کا سا کامل بھروسہ اور اعتماد خدا پر رکھتا ہے اور ہمیشہ اسکی عبادت میں مصروف رہ کر ایک بے داغ اور صاف زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے اندر ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ اللہ تعالےٰ سے ملنے کی خواہش کرتا ہے۔ جبکہ اس طرح خدا کی محبت سے پرورش ہوتی ہو اور زندہ بولنے والے خدا پر ایمان ہو اور اسکی ہر وقت موجودگی کا احساس ہو تو ہمارے دنیاوی کاروبار ہماری خوشی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے روزمرہ کے کام نہایت دلکش نظر آتے ہیں ہماری روزانہ زندگی میں تقدس کا رنگ آجاتا ہے۔ اور ہمارے مردہ اور نے شوو اخلاق میں جان پڑجاتی ہے اور ہماری تمام پوشیدہ قوتیں اور طاقتیں ظہور پذیر ہونے لگتی ہیں جس شخص کا اس قسم کا اعتقاد ہو اور اسے خدا کی طرف سے القا بھی ہوتا ہو تو وہ سوسائٹی اور قوم کے لئے ایک ایسا ممبر ہو جاتا ہے جو بطور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس دنیا میں مذہب ہی کی بدولت اعلےٰ درجہ کا نظام قائم رہ سکتا ہے اور اعلےٰ اخلاق کا منبع اور سرچشمہ بھی یہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر سوسائٹی کی عمارت اس قسم کے اخلاق کی بنیاد پر نہ ہو تو وہ قائم نہیں رہ سکتی پس خدا کے بغیر ہماری مدعا کوئی فلاسفر یا کوئی شخص مشین کی طرح لگاتار کام کرنیوالا پورا نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ انسان کی اندرونی تڑپ کو تسکین دے سکتا ہے۔ البتہ یہ کام اسی شخص سے بن آتا ہے جو خدا کے انصاف رحم اور فضل پر پختہ ایمان رکھتا ہو جس کی اپنی مرضی خدا کی رضا کے ماتحت ہو۔ گویا وہ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے یا بالفاظ دیگر وہ اس حالت میں آجائے جسے اسلام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایسے شخص کی روح کو تسکین و

راحت حاصل ہو جاتی ہے اور اس کے اپنے اندر کی شورش بھی ساتھ ہی بیٹھ جاتی ہے وہ اس طرح دلی کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اسکی طبیعت میں ایک نہایت ہی خوش کن اور فرحت بخش اطمینان پیدا ہو کر تمام لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور حتے الامکان تمام انسانی کمزوریوں کا قلع قمع ہونے پر وہ مجسم محبت بن جاتا ہے +

خدائے اسلام

خدا کی ہستی پر ایمان رکھنا سب مذاہب کا پہلا اور بنیادی اصول ہے لیکن ہر ایک ملک اور ہر ایک زمانہ میں مختلف اقوام کا خیال خدا کے متعلق مختلف رہا ہے۔ اسلام نے اس خدا کی تعلیم دی ہے۔ اور وہ خدا لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ جو سب انسانوں اور سب قوموں کے خداؤں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ تمام اسلامی کتب اور اسلامی علم ادب میں ایسے خدا کا کہیں پتہ نہیں چلتا جس نے اپنا فضل و کرم کسی خاص قوم کیلئے ہی وقف کر دیا ہو جیسا کہ ہم توریت یعنی پرانے عہد نامہ میں پڑھتے ہیں کہ خدا کو اسرائیلی قوم کا خدا کہہ کر پکارا گیا ہے اور اس قسم کے قومی خداؤں کا نشان عہد نامہ جدید میں بھی پایا جاتا ہے لیکن تمام قرآن شریف میں کہیں ایک دفعہ بھی خدائے اسلام کو مسلمانوں یا عربوں کا اللہ نہیں کہا گیا اسلام کا خدا کسی خاص قوم کا خدا نہیں۔ اور وہ ان کی ضروریات کا خواہ وہ روحانی ہوں یا جسمانی متکفل نہیں بلکہ جیسا کہ قرآن شریف کی پہلی ہی سورت میں لکھا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ گویا اس طرح خدا تعالیٰ کے متعلق جہاں وسیع نظری پیدا ہوتی ہے وہاں اخوت انسانی کا دائرہ بھی بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ جس میں تمام دنیا کی قومیں شامل ہیں۔ اور جس کی وجہ سے انسانی ہمدردی کا خیال عام طور پر پیدا ہو سکتا ہے +

اسلام میں خدا کی وحدانیت ہی مد نظر ہے۔ اور قرآن مجید میں لا الہ الا اللہ ہی پر بہت زور دیا گیا ہے خود فطرت میں ہی وحدت نظر آتی ہے۔ اور اس میں کسی کی شرکت معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سے زائد خدا نہیں۔ اور دنیا کے کاروبار میں بھی ایک ہی کا ہاتھ ہے۔ قرآن شریف بار بار قانون قدرت۔ اور انسان کی اپنی فطرت اور پہلے پیغمبروں کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتا ہے اور بتلاتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خدا کی طرف صاف طور پر اشارہ کرتا ہے۔ کیا یہ بیشمار اجرام فلکی بھی باوجودیکہ وہ بظاہر ایک دوسرے

سے مختلف نظر آتے ہیں ایک ہی قانون کے ماتحت کام نہیں کر رہے ہے۔ اس کرۂ ارض کو دیکھو اور اسمیں نباتات۔ جمادات اور حیوانات پر نظر دوڑاؤ اور پھر پہاڑوں سمندروں اور دریاؤں کا ملاحظہ کرو تو کیا تمہیں اس اختلاف میں وحدت نظر نہیں آتی۔ پھر اپنی ہی ہستی پر توجہ کرو۔ اور دیکھو کہ تمہاری زبانیں اور تمہارے رنگ کس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن باوجود اس کے کیا تم سب ایک ہی نسل نہیں ہو۔ پھر ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ ہر ایک شے بس دنیا میں انقلاب پذیر ہے ادھر پیدا ہوتی ہے اور پھر معدوم نظر آتی ہے لیکن ان سب تغیرات میں بھی ایک ہی قانون دکھائی دیتا ہے ہے۔ اور اسی کے ماتحت سب کچھ ہوتا ہے۔ پس جب فطرت کے اس قدر اختلاف کے اندر وحدت کی شکل نظر آتی ہے تو کیا اس سے ایک ہی صانع کا ثبوت نہیں ملتا۔ انسانی فطرت خود ایک لاجواب شہادت ہے۔ باوجودیکہ ایک کثیر التعداد خداؤں پر لوگوں کا ایمان بھی رہا ہے لیکن اس کثرت میں وحدت بھی تسلیم کی گئی ہے۔ جس سے ایک ہی خدا کا ثبوت ملتا ہے پھر کسی مذہب کی مقدس کتاب کا مطالعہ کرو۔ اور تمام قوموں کے روحانی رہبروں کی تعلیم کو ڈھونڈو۔ ان سب میں خدا کی وحدانیت ہی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح کثرت سے اسلام کے سایہ کے نیچے صاف صاف وحدت کی روشنی نظر آتی ہے +

خدا کی بیشمار اعلیٰ اور اکمل صفات میں سے خدا کی صفت ربوبیت سب پر اپنا اثر ڈالتی ہے اسی صفت سے قرآن شریف کا آغاز ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف کی ایکسو چودہ ۱۱۴ سورتیں بھی سوائے ایک کے اسی صفت سے شروع ہوتی ہیں۔ اس صفت کا ظہور لفظ الرحمٰن سے ہوتا ہے جس کے مقابل کا لفظ کسی دوسرے میں پایا نہیں جاتا۔ یہ لفظ اس فیاضانہ محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات کے ساتھ بلا کسی قسم کی امتیاز کی ہے اور اسی صفت عامہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ مخلوقات کی زندگی وخورد ونوش وغیرہ کا انتظام ان کے عدم سے وجود میں آنے سے پیشتر ہی کر رکھتا ہے۔ اور اسی صفت کی وجہ سے انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل سب مخلوق پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہان کا پیدا کرنیوالا اور تمام چیزوں کا انتظام کرنیوالا ہے تمام جگہ اس کا حکم جاری ہے اور تمام دنیا کی وہ پرورش کرتا ہے۔ اور تمام جاندار چیزوں کو وہ

روزی دیتا ہے اور وہ تمام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم اور غفور ہے وہ پاک ہے اسی کے ذریعہ امن و آرام ملتا ہے۔ وہی سب کا محافظ ہے۔ اور ہر ایک تکلیف سے وہی نجات دیتا ہے۔ وہ بڑا صاحب جلال اور بزرگی والا ہے اور ہر ایک خوبی و بڑائی اسی میں ہے اور وہ نقائص سے پاک ہے۔ وہی قادر مطلق اور سمیع و بصیر ہے۔ اسے نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت ہے۔ اور اس کے پاس انسان کے تمام افعال کا جو وہ کرتا ہے حساب ہے۔ یہ ان صفات میں سے تھوڑی سی ہیں جنکا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جس کی طرف ہر ایک کی توجہ مبذول کیجاتی ہے۔ اسلام نے جو نقشہ اللہ تعالیٰ کا کھینچا ہے وہ ایسا مکمل اور وسیع اور اعلےٰ و ارفع ہے کہ دیگر تمام خیالات جو خدا کی ہستی کے متعلق لوگوں نے ظاہر کئے ہیں۔ اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ ایسا اعلےٰ پایہ کا شستہ خیال ہے کہ تمام دنیا اسے قبول کرنے پر تیار ہو جاتی ہے +

رسید زر

از ۱۶ مئی سنہ ۱۹۲۰ء لغایت ۳۰ جون سنہ ۱۹۲۰ء

اعانت مشن — جناب مولوی مرتضیٰ خانصاحب۔ تلہ گنگ ضلع اٹک ... سے ر

〃 〃 جناب شیخ اللہ بخش صاحب۔ مردان ... ... للعہ ر

〃 〃 جناب نصیر اللہ خانصاحب معرفت شیخ اللہ بخش صاحب مردان ... عکر

〃 〃 جناب شہاب الدین خان صاحب داؤدزئی پشاور ... عنہ ر

〃 〃 〃 〃 ... ... عہ

〃 〃 جناب حسین اے پیر بھائی بمبئی ... ... لعہ

〃 〃 جناب ڈاکٹر الیس اے سکے ... ... ماعہ ر

〃 〃 جناب منیر ضن صاحب ... بلگام ... ... عہ ر

〃 〃 انجمن اسلامیہ بلگام ... ... مالر

〃 〃 عالیجناب میر طبی حمید اللہ خانصاحب بھوپال ... ... صہ ر

زکوٰۃ جناب محمد اسمعیل صاحب بھائی بلگام ... ... ہعہ
اعانت مشن جناب قاضی میر چراغ الدین صاحب ۔ شولاپور ... ... عہ ر
" " جناب فضل کریم صاحب ۔ اباز ئی ضلع پشاور ... ... عہ ر
زکوٰۃ جناب محمد رمضان صاحب کنیال ۔ مردان ... ... صمہ ر
مفت تقسیم جناب خلیل احمد صاحب ڈھاکہ ... ... عہ ر
اعانت مشن جناب نظام الدین صاحب ۔ اکتھوک ۔ برہما ... ... ر
" " جناب احمد باوشاد صاحب تھو ... ... ضمار
" " جناب حکیم سید قادر حسین صاحب ملا نام ... ... صمہ ر
مفت تقسیم جناب ایس احمد صاحب ۔ جہاں آباد ... ... صمہ ر
اعانت مشن ۔ جناب شیخ خدا بخش صاحب ای ۔ اے سی ۔ مردان ... ... عہ ر
مفت تقسیم جناب شبیر علی صاحب بغداد ... ... صمہ ر
" " جناب سید قاسم علی شاہ صاحب بغداد ... ... صمہ ر
" " سکرٹری محمدن مشن بغداد ... ... صمہ ر
" " جناب بابو چراغ دین صاحب ... ... صمہ ر
" " جناب محمد عبد المجید صاحب حیدرآباد دکن ... ... صمہ ر
اشاعت بلاد غیر ۔ جناب محمد نواز صاحب کورٹ مہائی ... ... لعہ
" " جناب بشیر علی صاحب فیروز پور ... ... صمہ ر
زکوٰۃ جناب شمس الدین صاحب چھچھرہ ... ... عہ ر
اشاعت بلاد غیر ۔ جناب شہاب الدین داود زئی ... ... عہ
امداد مشن ۔ جناب منہاج الدین صاحب مردان ... ... عہ
" " جناب خادم حسین صاحب ۔ بارہ بنکی ... ... سے ر
" " جناب علی محمد صاحب ... ... صمہ ر

مندرجہ بالا احباب کا منتظمہ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر ووکنگ مشن تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ امید ہے کہ دیگر برادران ملت میں اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹا کر عند اللہ ماجور ہونگے منتظمہ کمیٹی مذکورہ اپنی تبلیغی کوششوں کو وسیع کر رہی ہے جس کیلئے مالی امداد کی اشد ضرورت ہے۔ امید واثق ہے کہ اشاعت اسلام سے محبت و انس رکھنے والے اس کار خیر میں حصہ رکھیں گے ۔ والسلام

خادم ۔ آنریری سیکرٹری منتظمہ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر ووکنگ مشن

فہرست کتب اُردو مُسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
زنانہ کتب		تعلیم نسواں کی تیسری کتاب	۵ر	تفسیر فتح العزیز پارہ عم فارسی	[illegible]
جنت الرسول	۶ر	زنانہ خط و کتابت	۵ر	معانی الآثار معروف بہ طحاوی ...	[illegible]
امام حسین	۵ر	ادیب نسواں	۵ر	کشکول کلیمی اردو	۶ر
جام کوثر	۵ر	انشاء نسواں	۵ر	معین الواعظین ترجمہ اردو	[illegible]
جمیلہ خاتون	۴ر	خورشید جہاں	۵ر	انیس الواعظین	
آداب نسواں	۷ر	انمول موتی	۵ر	کشف المحجوب فارسی	[illegible]
عقیلہ بیگم	۴ر	انتظام خانہ داری	۵ر	آیات الکاملہ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ	
نیا باورچیخانہ	۷ر	اخلاقی کہانیاں	۵ر	مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	[illegible]
مناجات بیوہ	۳ر	بہشتی حوریں	۵ر	تبویب القرآن	[illegible]
صبر کی دیوی	۴ر	کھانا پکانا	۵ر	دیوان حافظ مترجم اردو کلاں	[illegible]
اصلاح الرسوم	۴ر	ہنر آموزی	۵ر	اخلاق جلالی فارسی	[illegible]
لیکچر اسلام	۴ر	پیروں کے حالات	۵ر	غنیۃ الطالبین مع ترجمہ اردو	
ماہ جبیں	۴ر	**کتب احادیث**		زبدۃ السالکین بحضرت شیخ عبدالقادر	[illegible]
چپ کی داد	۳ر	صحیح بخاری محشی کامل		جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	
رفیق مرزا	۵ر	مطبوعہ کرزن پریس دہلی	[illegible]	مثنوی مولانا روم فارسی	۱۲ر
ناصح مشفق	۴ر	صحیح مسلم اول دوسری جلد	[illegible]	شمائل ترمذی ..	۸ر
مباحث عالی	۴ر	ابوداؤد دوسری تیسری جلد	[illegible]	المشاہد ذکر شہداء	[illegible]
[illegible] عالی	۱۰ر	ابن ماجہ	[illegible]	منتہی الارب حاوی جمیع لغات عربی	[illegible]
زنانہ حساب کتاب مجلد	۱۲ر	[illegible] حدیث الرسول		کلیات سعدی فارسی	[illegible]
تعلیم نسواں کی پہلی کتاب	۳ر	مترجم و محشی اردو	۱۲ر	" جامی "	[illegible]
تعلیم نسواں کی دوسری کتاب	۲ر	حزب البحر مترجم و محشی [illegible]	۱۰ر	" عراقی "	۱۲ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

نام کتاب	قیمت
پیارے نبی کے پیارے حالات	۸؍
لغت لوگی تاریخ	عہ
گلستان محشی معروف جنگ فارسی	۱۰؍

قرآن مجید

قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ۔ قد انچ ½ ۱۲ × ۱۱ انچ ہدیہ حسائی کاغذ اعلیٰ دو شتی لعہ مصری عہ

قرآن شریف مترجم شاہ عبدالقادر صاحب قد انچ ۱۳ × ۱۰ انچ ہدیہ ۱۰؍ شئے

قرآن شریف مطبوعہ بمبئی مترجم شاہ رفیع الدین صاحب قد ½۶ × انچ للعہ

بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کے لئے

قرآن شریف بلاترجمہ سفید کاغذ قد انچ ۱۰ × ۱۳ انچ عہ

قرآن شریف خوشخط عمدہ اعلیٰ قسم بچوں اور بوڑھوں کے لئے قد ½ ۶ × ۱۰ انچ قیمت ۸؍

حمائل شریف مترجم اعلیٰ قسم کاغذ سفید حاشیہ مطبوعہ دہلی ممتاز علی صاحب ہدیہ مجلد عہ قد کارڈ سائز

نام کتاب وقیمت

حمائل شریف جس کے عموماً چاروں طرف مشتاق پائے جاتے ہیں۔ قد میں پاکٹ سائز خوشخط قد ½۲ × ۴ انچ ۸؍

مشہور و معروف عکسی حمائل شریف مطبوعہ لندن قد ½۵ × ۷ انچ عہ

بیس خوبیوں والی حمائل شریف مترجم ہدیہ مجلد ۸؍ عہ

قرآن کریم وحیدی کلاں مترجم وحید الزمان صاحب حیدرآبادی مجلد ہدیہ ۹

کل دنیا بھر کی مطبوعہ حمائلوں سے بہتر حمائل شریف مترجم اردو۔ حاشیہ بے حروف برفوائد القرآن المسمیٰ موضح القرآن تصنیف حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ مجلد للعہ

جواہر القرآن مجلد ۱۴؍

پنجسورہ مترجم فارسی مع دعا گنج العرش ہدیہ مجلد - - - عہ

پنج سورہ مترجم و محشی اردو مع دعائے گنج العرش قیمت مجلد ۱۲؍

حمائل شریف مجلد عکسی مطبوعہ لندن ۸؍

تعویذی عکسی حمائل شریف ۷؍

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

مسلم اسٹیم پریس [illegible] لاہور میں حافظ [illegible] کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبد الغنی منیجر [illegible] نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و اولئک هم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے۔

جلد (۶)	بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء	نمبر (۹)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۶) بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء نمبر (۹)

شذرات

ناظرین کرام پر یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ رسالہ اشاعت اسلام ایک ماہواری اسلامی رسالہ ہے۔ جو مسلمانوں کو قرآن کریم کے ارشادات کے ماتحت اللہ اور اس کے رسول اکرم صلعم کی کامل اطاعت اختیار کرنے اور اسکے دین مبین کی حمایت و اشاعت کرنیکی تلقین و ہدایت کرتا اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید کرکے اسلام کی حقانیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ رسالہ مذکور کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے مہتم بالشان کام اشاعت اسلام کو مالی تقویت پہنچاتا ہے لہذا ناظرین کرام کیخدمت میں التماس ہے کہ از راہ کرم رسالہ ہذا کی اپنے حلقہ اثر میں توسیع اشاعت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں جسقدر بھی اس رسالہ کا حلقہ اشاعت وسیع ہوگا ویسے ہی اشاعت اسلام کے کام کی مالی تقویت کا موجب ہوگا۔ لہذا ہم ناظرین سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں۔ کہ از راہ کرم ہر ایک بہی خواہ رسالہ ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور مسلم مشن ووکنگ کے چندہ کی بھی اپنے حلقہ اثر میں تحریک فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اگر برادران ملت کی متفقہ کوشش سے رسالہ ہذا کی اشاعت دس ہزار ہو جائے۔ تو بہت سی مالی مشکلات سے ہمیں مخلصی حاصل ہو سکتی ہے؛ خادم مینیجر

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

مراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۱۰

انگلستان کی عید اور اتحادِ اسلامی کا ایک دلنشین منظر

ایک اَور انگریز مرد اور تین خواتین کا

قبولِ اسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ مجھے انگلستان میں نمازِ عید پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یوں تو دنیا کا کونسا اسلامی ملک ہے یا کونسی وہ جگہ ہے جہاں مسلمان آباد ہیں۔ اور عید کی نماز پڑھنے کا انہیں اتفاق نہیں ہوتا لیکن انگلستان کی عید اُن سب عیدوں پر ایک فوقیّت رکھتی ہے اور قومی اتفاق و اتحاد کی وہ شان جو دوسری جگہوں پر شاید ہی بمشکل نظر آسکے اِس سرزمینِ تثلیث میں ہر آئے سال اپنا پُورا جلوہ دکھاتی ہے +

۷ اجون سنہ ۱۹۲۰ء کو عید الفطر کا دن تھا۔ کاروبار کا دن ہونے کی وجہ سے خیال یہ تھا کہ بہت لوگ شاید نہ آسکیں۔ بلکہ بہت سے اعتذار کے خطوط بھی پہلے سے آچکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نماز کے وقت ہندوستانی۔ افریقی مصری ترک اور دیگر مختلف ممالک اور مختلف اقوام کے مسلمان ایک بہت بڑی تعداد میں جو دو اڑھائی سو کے درمیان تھی جمع ہو گئے۔ حاضرین میں ہندوستانی خلافت ڈیلیگیشن کے ممتاز اراکین مسٹر محمد علی صاحب بی اے آکسن۔ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اور آنریبل مسٹر لوی ابراہیم صاحب بھی موجود تھے۔ ایسا ہی مصری ڈیلیگیشن کے صدر ہز ایکسلنسی سعد زغلول پاشا کے نائب مسٹر مکوباٹی بے بھی شامل نماز تھے۔ خود ہز ایکسلنسی علالتِ طبع کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ ان کے علاوہ نائجیریا مغربی افریقہ کے تمام آلوا آکے ایک وائس ریاست

(Chief of Alcorna) بھی معہ اپنے بیٹے سیکرٹری اور ترجمان کے تشریف لائے۔ ان کے صاحبزادہ صاحب شان حکومت کا چھتر ان کے سر پر لگائے ہوئے تھے۔ ایسا ہی آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب ممبر انڈیا کونسل اور دیگر بہت سے ممتاز اصحاب بھی نمازیوں کی صف میں موجود تھے ؛

انگریز حاضرین میں نومسلمین کے علاوہ بہت سے قابل غیر مسلم اصحاب بھی تھے جنمیں سے مسٹر ای کیپلٹن ایڈیٹر دی لبرل کرسچین اور ڈاکٹر چارلس کارفٹ ایم اے ڈی ڈی آنریری ایل ایل ڈی اور مس آلو سیٹو فسن باول سکرٹری برٹن اینڈ انڈیا کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اخبارات کے نامہ نگار اور فوٹو گرافر اور سنما والے بھی کثرت سے ساتھ آئے ہوئے تھے

نماز عید اور خطبہ

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے "الصلوٰۃ" کی آواز کانوں میں پڑی۔ اور یہ تمام مختلف ممالک مختلف زبانوں کے بولنے والے۔ اور مختلف حیثیتوں کے مسلمان جن میں شیعہ سُنّی۔ احمدی اہلحدیث۔ انگریز اور ہندوستانی سب ہی موجود تھے۔ باین ہمہ اختلافات ایکدوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ صفوں کے اندر آ کھڑے ہوئے ؛

نماز امام مسجد ووکنگ مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے نے پڑھائی۔ اور اسکے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک اس اسلامی اتحاد اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر خطبہ دیا۔ حاضرین کے گوناگوں اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا۔ کہ اسلام نے کس طرح سے ان سب کو ایک سلک اتحاد میں منسلک کر دیا ہے۔ اور کس طرح سے ایک خدا کا سب کو پرستار بنا کر ایک عالمگیر امن و اتحاد کا پیغام دنیا کو دیا ہے۔ آپ نے اسی سلسلہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم کو مختصراً پیش کیا۔ اور بتایا کہ اسلام ایک فطری مذہب ہے جن پاکیزہ باتوں کو فطرت ہمارے لئے تجویز کرتی ہے وہی اسلام کی تعلیم ہے۔ فطرت اگر خدا کا فعل ہے تو قرآن خدا کا قول۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تذکرہ کہا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ فطرت کو جگاتا۔ اس کو اسکی صحیح باتیں یاد دلاتا۔ اور فطری قوی اور تقاضاؤں کو تقویت بخشتا اور ابھارتا ہے۔ ایسا ہی آپ نے یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الخ

سے استدلال کرتے ہوئے بتایا۔ کہ تمام مذاہب کی اگر ایک لیگ بنائی جائے۔ اور یہ دیکھا جائے۔ کہ کونسی وہ باتیں ہیں جو سب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں۔ تو وہ وہی باتیں ہونگی جنکی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ گویا اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جس پر دُنیا کی تمام اقوام اور سب مذاہب کا اتحاد ہوسکتا ہے +

اراکین خلافت ڈیلیگیشن کی تقاریر

خطبہ کے بعد مسٹر محمد علی صاحب بی اے آکسن اور مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اراکین خلافت ڈیلیگیشن نے بھی مختصر تقاریر کیں جن کا موضوع مسئلہ خلافت اور ترکی عہد نامہ تھا۔ مسٹر محمد علی نے مسلمانوں کی خواہشات اور جوش کا ذکر کرتے ہوئے ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھا اور بتایا۔ کہ ترکی عہد نامہ پر اب نظر ثانی ہونے لگی ہے۔ سلئے ہم سب کی طرف سے ایک ریزولیوشن اس مضمون کا حضور ملک معظم کو جانا چاہئیے۔ کہ عہد نامہ میں ترکی کو بحال رکھنے کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو۔ یہ ریزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔ اور ایسا ہی ایک دوسرا رزولیوشن بھی جسمیں سلطان کو لکھا گیا کہ ہم سب آپکے لئے دُعا کرتے ہیں۔ مولوی سید سلیمانصاحب نے مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی اے کے خطبہ کا حوالے دیتے ہوئے اسلامی رواداری کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور ترکی کے قیام کو سلطنت انگریزی کے لئے ضروری بتایا +

مصیبت زدگان لنکن شائر کے لئے چندہ

لنکن شائر شمالی انگلستان کے طوفان بادو باراں کے ہولناک واقعات اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مصیبت زدگان کی امداد و اعانت کیلئے ہاتھ بڑھانا انسانیت کا فرض اولین ہے۔ ہمارے پُر جوش نو مسلم بھائی مسٹر عبدالکریم لائنٹس نے مسز یل (زاہدہ) کی تحریک سے اس فرض کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی اور چندہ کیلئے اپیل کی۔ بعض خواتین چندہ کیلئے کٹورے ہاتھوں میں لے کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور اسی وقت چندہ کی ایک خاصی رقم مصیبت زدگان کے فنڈ میں داخل کرنے کیلئے جمع ہوگئی +

عید کا دستر خوان ۔ اس کے بعد کھانے کا وقت تھا۔ میزیں لگ گئیں۔ اور

ہمارے ہندوستانی نوجوانوں نے ایک لمبی قطار بنا کر ہاتھوں ہاتھ کھانا میزوں پر پہنچانا شروع کیا۔ بہت سی نومسلم خواتین بھی اسی قسم کے دوسرے کام ادھر اُدھر کرتی پھرتی تھیں۔ ان سب کی امداد قابل شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور خدام دین بنائے۔ آمین

حاضرین کی تواضع اس وقت پلاؤ اور سینیوں وغیرہ سے کی گئی +

قبول اسلام

یہ سب کچھ ہوا لیکن سب سے بڑھ کر ایک خوشی کی بات یہ ہوئی۔ کہ اس موقعہ پر ایک اور انگریز اور تین خواتین کا اضافہ اسلام میں ہو گیا۔ یہ چاروں خوب سمجھدار اور پڑھے لکھے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اور اس کے اس دلنشین نظارہ نے ان کے دلوں پر ایک گہرا اثر کیا۔ اور وہ بغیر اس کے نہ رہ سکے۔ کہ وہ اسی وقت اسلام کا اعلان کریں۔ ان سب کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) ولیم ٹومینڈ — اسلامی نام ولید

(۲) روتھ میری — ״ ״ رفیعہ

(۳) مسز پیر — ״ ״ نسیمہ

(۴) مس بیل — ״ ״ مریم

اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ اور انہیں اسم با مسمّٰی بنائے +

اس موقعہ پر میں اُن پُرجوش نومسلمین و نومسلمات کا ذکر دلی تشکر و امتنان کے ساتھ کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اسلام کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں تک پہنچاتے اور انہیں مسلمان بنانے کا ایک گہرا جوش اپنے دل میں رکھتے ہیں یہ چاروں نومسلمین بھی انہی میں سے بعض کے جوش اسلام کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دین کے لئے بیش از بیش ہمت و جرأت عطا فرمائے آمین

انہی جوش اسلامی کی ایک اور مثال یاد آ گئی۔ ہمارے ووکنگ کی ایک نوجوان لڑکی آج کل ایک ضروری اپریشن کے لئے ہسپتال میں ہے۔ وہ وہاں جاتے ہی اس فکر میں لگ گئی ہے

کہ کسی طرح ہسپتال کی دائیو نکے ساتھ کی بیمار عورتوں کو مسلمان کرے۔ اسلئے اس نے جاتے ہی ہم سے اسلام پر چھوٹے چھوٹے رسائل مانگے۔ جو اسے بھیجے گئے اللہ تعالیٰ ان کی ان پاک کوششوں کو بار آور کرے۔ اور ہمارے نوجوان طلباء کو بھی ایسے نیک نمونوں کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اگر ہمارے نوجوان طلباء کم از کم اپنا نیک نمونہ ہی اس ملک میں قائم کریں۔ تو اسلام کو بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔

مسلم یتامٰے جنگ کی امداد

اوپر ہم ڈاکٹر چارلس کارنٹ کا ذکر کر چکے ہیں۔ آپ ایک بہت پاکیزہ اور سلجھے ہوئے خیالات کے آدمی ہیں۔ بلکہ یُوں کہنا چاہئے۔ کہ عقائد کے لحاظ سے آپ بالکل مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کے اعلان کی بھی توفیق بخشے۔ ان ڈاکٹر صاحب نے سہ پہر کی چائے پر ایک مختصر تقریر کے ساتھ ایک رزولیوشن پیش کیا۔ جس کا یہ منشا ہے۔ کہ جنگ میں جو مسلمان سپاہی کام آئے ہیں ان کے یتیم بچوں کی امداد و اعانت کیلئے برطانیہ کی طرف سے کوئی خاص اہتمام ہونا چاہئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ جنگ میں کام آنیوالے سپاہیوں کی اولاد کی امداد کرنا گویا سلطنت کو مدد دینا ہے۔ اس وقت تک اس ملک کے یتامٰے کے لئے عام طور پر چندے ہوتے رہے ہیں۔ لیکن مسلمان یتامیٰ کا شاید اتنا خیال نہیں رکھا گیا۔ اسلئے ان کا خاص طور پر بندوبست ہونا چاہئے۔

ریزلیوشن کی تائید میں لیڈی کیتھرائن نے جو وہ بھی اسی مجلس عید میں شریک تھیں۔ ایک مختصر تقریر کی۔ اور رزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوا۔

ایک اور رزولیوشن

مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ نے ایک اور رزولیوشن پیش کیا۔ کہ "یہ جلسہ خلیفہ حامد حسین خان صاحب ریاست پٹیالہ کی بیوقت وفات پر اظہار افسوس اور ان کے پسماندگان کے لئے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔" رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے انہوں نے

بتایا کہ خلیفہ صاحب مرحوم حال ہی میں جیل کمیشن کے ساتھ انگلستان امریکہ جاپان وغیرہ مقامات کا دورہ کرنے کے بعد شملہ پہنچے تھے۔ اور رپورٹ لکھنے میں مصروف تھے کہ ناگہاں موت نے آدبایا مسلمانوں کی ہمدردی اور خیرخواہی وہ بہت کرتے تھے۔ اور قیدیوں کی عبادات وغیرہ کے متعلق رپورٹ میں خاص سفارشیں کی تھیں یہ رزولیوشن بھی باتفاق رائے پاس ہوا +

شام کے وقت یہ دلچسپ صحبت ختم ہوئی۔ اور مہمان شام کی گاڑیوں میں واپس گھروں کو تشریف لے گئے +

اخبارات میں تذکرہ اور تصاویر

اُوپر بتایا جاچکا ہے کہ اس موقعہ پر اخبارات کے نمایندے اور فوٹو گرافر اور سنیما والے بھی آئے ہوئے تھے۔ عید کے دوسرے ہی دن اُنکی کارگذاریاں بہت سے ممتاز پرچوں میں شائع ہوگئیں ڈیلی گرافیک۔ ڈیلی مرر، بلیٹین مسرے ایڈورڈ ٹائمز وغیرہ وغیرہ تمام اخبارات نے تصاویر شائع کیں اور نوٹ لکھے۔ ووکنگ ہیرلڈ نے تو جلسہ کی پوری کارروائی اور خطبہ کا خلاصہ بھی دیا۔ عید کے فلم بھی لنڈن کے بڑے بڑے سنیما کے تھیٹروں میں برسوں سے دکھائے جارہے ہیں۔ گویا یہ ایک مفت کا اشتہار ہوگیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور بھی بہت لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے + والسلام

خاکسار۔ دوست محمد ۔ ارد ووکنگ انگلستان مورخہ ۲۱ جون سنہ ۱۹۲۰ع

اگر مسیح دوبارہ دُنیا میں آئیں تو کیا دیکھینگے

اگر جناب مسیح کیلئے کسی طرح دوبارہ اِس دنیا میں آنا ممکنات سے ہو اور وہ کروڑہا مخلوق کیجانب کا ملاحظہ کریں جو مسیح کی بھیڑیں کہلاتے ہیں تو ان کی حیرت کا یقیناً اندازہ نہ ہے خصوصاً جبکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کے نام لیوا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے اخلاق نہایت ہی گرے ہوئے ہیں۔ اور دنیاوی لذات اور خواہشات کے غلام بن رہے ہیں۔ اور اس

دُنیا کی فکر نے ان کا گھیر آکر لیا ہے۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ مسیح کی بھیڑوں نے وہ راہ اختیار کر رکھی ہے جس پر کہ وہ اس وقت نہ چلتی تھیں جبکہ ان کا رکھوالا یعنے گڈریا موجود تھا اور اپنا نیک اثر ان پر ڈالتا تھا۔ لوگوں نے راستبازی اور تقویٰ کی راہ چھوڑ دی ہے اور بدچلنی بے اعتدالی عیاشی اور حیوانیت اختیار کر رکھی ہے۔ جن کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ کل کا خیال نہ رکھیں۔ اور زمین پر خزانہ جمع نہ کریں وہ اب دنیاوی مفاد کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور دولت جمع کرنے کی فکر اُنہیں لگ رہی ہے۔ ہزار ہا آوارہ لڑکیاں اور لکھو کھہا بدچلن عورتیں اس قوم میں سے پیدا ہوگئی ہیں۔ جن کی مقدس کتاب میں یہ حکم ہے کہ جو شخص کسی عورت کو بُرے ارادے سے دیکھیگا اسکی نسبت سمجھا جائیگا کہ اس نے اپنے دل میں اس عورت سے زنا کیا۔ وہ طہارت اور نیک چلنی جس پر جناب مسیح نے بہت کچھ زور دیا تھا ہمیں کہیں چراغ لیکر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ کیا اسے اب ان لوگوں میں ڈھونڈا جائے جن کے نزدیک کسی کنواری لڑکی سے کوئی قبیح فعل کرنا تو کوئی جرم نہیں لیکن اگر اس لڑکی سے شادی کرلی جائے تو البتہ وہ فعل جرم قرار دیا جاتا ہے؟ کیا اسی کا نام اخلاق ہے جس پر عیسائیت کو اس قدر ناز ہے۔ اور کیا کوئی صاف دل انسان اس بات کی شہادت دے سکتا ہے۔ کہ جناب مسیح کی تعلیم کا یہی مطلب تھا اور اسکی غرض و غایت یہی تھی۔ کیا خدا کے برگزیدہ لوگ اور پیغمبر جو قوموں کو سچائی اور پاکیزگی سکھلانے کے لئے مامور کئے گئے۔ مثلاً حضرت ابراہیم یعقوب موسیٰ اور داؤد علیہم السلام اور جو مرتے دم تک کثرت ازدواج ہی کے حامی رہے۔ خدا کی نگاہ میں گنہگار تھے؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یورپین عیسائیوں میں بیحد شراب خوری اور عیاشی مسیح کی تعلیم کے مطابق ہے؟ اور کیا مسیحی لوگ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں جسنے انہیں فرمایا کہ اگر تمہاری داہنی گال پر کوئی طمانچہ مارے تو بائیں گال آگے کر دو +

خدمت قوم یا سوسائٹی

اسلامک ریویو ماہ مئی ۱۹۳۰ء

(از قلم جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب بی۔ اے)

غالباً ارسطو کا ہی یہ مقولہ کہ انسان مدنی بالطبع ہے زبان زد خلائق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی طبیعت کا بڑا بھاری خاصہ اسکی ملنساری ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ملکر اور جدوجہد میں ان کا شریک ہوکر اپنی قابلیتوں اور قوتوں کی پرورش کرتا اور انہیں ترقی دیتا ہے گو اسے دنیا میں خدا کا خلیفہ کہا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسے بڑے اعلیٰ نمونہ کے مطابق بنایا گیا ہے تاہم جسمانی لحاظ سے اور پیدائشاً وہ دیگر مخلوق خدا میں سے کمزور ترین ہے۔ اور اپنے بیشمار حاجات کے پورا کرنے کے لئے اسے گروہ یا جماعت کی ضرورت ہے ابتدا میں تو یں اسکی ضروریات نہایت تھوڑی اور سادہ ہوتی ہیں لیکن جوں جوں وہ طاقتور اور دانا ہوتا جاتا ہے اسکی ضروریات بھی مختلف اور پیچیدہ ہوتی جاتی ہیں اور اسکے اغراض بہت زیادہ ہوجانے سے اسکے اور جماعت یا قوم کے درمیان ایک تعلق اور رابطہ پیدا ہوجاتا ہے سب سے اول زندہ رہنے کی ضرورت ہے جس پر کہ انسانی ہستی کی بنیاد قائم ہو۔ اور چونکہ ایک فرد انسان دوسروں کی امداد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اسلئے جماعت یا سوسائٹی کے پیدا ہونے کا بیج بویا جاتا ہے +

میں اب ناظرین کرام پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک واحد انسان اور تمام جماعت کے مفاد دراصل ایک ہی ہیں اور ایکدوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ افراد جماعت سے یا جماعت افراد سے علیحدہ وجدا نہیں کئے جا سکتے۔ دراصل ایک واحد انسان بڑے مجمع کا جزو ہے اور کوئی مجمع اپنی صورت اختیار نہیں کرسکتا یا قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسکی جز پختہ و قائم نہ ہو۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ اگر فرد یا جزو کمزور ہو تو کل جماعت کمزور ہوجاتی ہے۔ اور جماعت کی کمزوری افراد

کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات سیاسی مدنی اور اقتصادی مشکلات کا سامنا کسی جماعت کو کرنا پڑتا ہے۔ جسے ہم قومی مصیبت کے نام سے پکارتے ہیں لیکن جب اس قسم کی مشکلات کسی واحد انسان کے پیش آجائیں۔ تو ہم اُسے شخصی مصیبت کہتے ہیں۔ لیکن اگر ذرہ غور کیا جائے تو صاف نظر آجائیگا کہ یہ تمیز اور فرق صرف ظاہری ہے۔ کیونکہ کوئی جماعت یا قوم قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کے افراد ضعیف ہوتے جائیں۔ مجھے آپ معاف فرمائیگے۔ اگر میں آپ کو بتلاؤں کہ ایک فرد کی کمزوری یا اس کا زوال ہرگز ہرگز شخصی خیال نہ کیا جانا چاہیئے بلکہ اس کا زوال اس قوم یا جماعت کا زوال ہے جس کا وہ جزو ہے۔ یہ زوال گو اس کی حیثیت کے لحاظ سے کم یا زیادہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ دُنیا میں دانا لوگ بھی ہیں اور گاہ بگاہ اس قسم کے لوگ پیدا ہوتے ہی ہیں جو ان صدمات سے موثر ہو کر سوسائٹی کو بیدار کرتے ہیں۔ اور ایسے افراد کی ترقی کی ضرورت محسوس کراتے ہیں۔ علاوہ بریں اسمیں جو قابل اور سمجھدار ہوتے ہیں ان میں اپنے ابنائے جنس کی خدمت کے لئے جوش پیدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ نسل انسانی کے محسن اور مربی کہلاتے ہیں۔ انہیں میں سب سے زیادہ ممیز۔ اولوالعزم اور نجیب نبیوں کا گروہ ہے۔ یعنے حضرت آدم سے لیکر حضور سرور کائنات حضرت محمد صلعم تک تمام انبیا کی مثال ان ستاروں اور دیگر روشن اجرام فلکی کی طرح ہے جو اندھیری رات کو روشن کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاک نبی صلعم سورج کیطرح ہیں جنکے ظہور سے خود رات ہی دن کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ان کی موجودگی میں ہمیں کسی ستارے یا چاند کی بھی ضرورت نہیں۔ اور ہمیں خود بخود سورج کے سامنے ماند ہو جانا چاہیئے +

قوم کو بیدار کرنے کی ایک مثال یعنے حضرت محمد صلعم ہمارے سامنے ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے کیا کچھ کیا اور کیا کچھ بتلایا۔ چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ:-

أرءيت الذي يكذب بالدين ۝ فذلك الذي يدع اليتيم ۝ ولا

یحض علیٰ طعام المسکین ۔ فویل للمصلین ۔ الذین ھم عن صلاتھم
ساھون ۔ الذین ھم یراؤن ۔ ویمنعون الماعون ۔ ترجمہ کیا دیکھا تو نے
اُس شخص کو کہ جھٹلاتا ہے جزا کو ۔ پس یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم
کو اور نہیں رغبت دلاتا اوپر کھانا دینے فقیر کے ۔ پس وائے ہے واسطے ان نماز
پڑھنے والوں کے گروہ جو نماز اپنی سے بیخبر ہیں ۔ وہ جو دکھلاتے ہیں لوگوں کو
اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز سے ۔

یہ مختصر لیکن فصاحت اور رُوحانی تعلیم سے بھری ہوئی قرآن کی سورت
لیکن شخصی ترقی اور قومی عروج کی ایک مستحکم بنیاد ہے میں اس کے متعلق کچھ لکھنا
چاہتا ہوں ۔ مثل مشہور ہے ۔ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ۔ یہ مثل
قرآن شریف کے اس سُورۃ کے مضمون کے عین مطابق ہے کہ ایمان اور اعتقاد
کا دوسرا نام عمل ہے ۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں جس طرح
کہ دن کیلئے سُورج کا ہونا ضروری اور طپش کے لئے آگ کا ہونا لابدی ہے ۔ لہٰذا
جو شخص قیامت پر جزا و سزا پر اور خود خدا پر ایمان رکھتا ہے ۔ اس کا امتحان
اسبارے میں اس کے اپنے اعمال اور افعال سے کیا جاتا ہے جہاں تک
ان کا تعلق خود اسکی ذات سے اور قوم یا سوسائٹی ہوتا ہے ۔ مثلاً اگر کوئی شخص
خدا کو مانتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُسے مُنصف اور قیامت کے دن کا
مالک بھی مانے ۔ اور اگر اس کا ایمان قیامت کے دن پر ہے تو وہ ایسے کام نہیں
کر سکتا ۔ جس کا نتیجہ اس کے اور قوم کے حق میں سوا بھلائی کے کچھ نہ ہو
بلکہ نیک و بد افعال میں تمیز کرنا ہی خود روز جزا و سزا کے احساس کا نتیجہ ہے
اور جسے اس دن کے فیصلہ سے انکار ہے اس کے اندر کسی قسم کی تمیز نہیں
خواہ اس کا اثر خود اس پر یا سوسائٹی پر پڑے ۔

اس فقدان تمیز کا اثر سوسائٹی پر کئی طرح سے پڑتا ہے ۔ اول یتیموں پر
سختی کرنا ۔ دوم غربا و مفلسین کی پرورش کے لئے دوسروں کو تاکید نہ کرنا ۔ اور سوم

روزمرہ برتنے کے ثابت البیت کو استعمال نہ کرنا ابر اس کا اثر اپنی ذات پر بھی دو طرح سے پڑتا ہے۔ اول یہ کہ انسان خدا کی عبادت کی پرواہ نہ کرے اور دوسرا اعمال لوگوں کے دکھلانے کیلئے کرے۔ سوسائٹی کو مضبوط کرنے اور ترقی کے اعلیٰ مدارج پر لیجانے کیلئے سب سے اول یتیمی کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ قرین انصاف وعقل بھی ہے۔ جس طرح کہ ہر ایک نظام کسی اپنے جزو کی کمزوری سے یا کوئی جسم اپنے کسی عضو کے کمزور ہونے سے نقصان اٹھاتا ہے اسی طرح قومی جسم یا نظام بھی یتیموں کی وجہ سے جو کہ قومی جسم کے اعضا ہوتے ہیں نقصان اٹھاتا ہے۔ چونکہ ان کے سر سے والدین کا سایہ اٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنیوالا اور خبرگیراں کوئی نہیں ہوتا۔ اسلئے سوسائٹی یا قوم ہی کو ان کے والدین کی قائمقامی کرنی پڑتی ہے۔ اور جو کچھ بھی فائدہ انہیں پہنچایا جاتا ہے وہ صرف انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا اثر قوم تک پہنچتا ہے لیکن تف ہے اس قوم پر جسمیں بیشمار ایسے یتیم ہوں جن کا کوئی بھی سرپرست نہ ہوں اور جہاں مصیبت زدہ مفلس بکثرت نظر آئیں۔ اور جو قوم اپنے فرائض کو جنمیں اس کا اپنا مفاد ہے ادا کرنے کی پرواہ نہ کرے مفلسی اور مصائب گھن کی طرح سے سوسائٹی کی بنیاد کو کھا جاتے ہیں۔ اور اسکی عمارت یقینی طور پر کسی نہ کسی دن یکایک گر جاتی ہے یتیموں سے سختی کرنا نہ صرف سوسائٹی کے ان بدبخت ممبروں کو ہی تباہ کرتا ہے۔ بلکہ آخرالامر خود سوسائٹی کے حق میں سم قاتل ثابت ہوتا ہے۔ یتیموں سے بدسلوکی کرنیوالے کے دل پر ایک خسم کی مہر لگ جاتی ہے اور اسکے اندر تمام اعلے قسم کی خوبیوں پر گویا اوس پڑ جاتی ہے۔ یہ ایک قانون قدرت ہے جو اٹل اور سچا ہے اور نامعلوم طور پر اپنا اثر دکھلاتا ہے برا کام اپنے برے نتائج کو ساتھ لیجاتا ہے۔ ایک بدکام سے نہ صرف دوسرے برے کام کرنے کی جرات ہوتی ہے بلکہ طبیعت ہی خطرناک قسم کی واقع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یتیموں پر سختی کرنیوالے کی قوتوں اور قویٰ میں فوراً ضعف شروع ہوجاتا ہے جو کہ بڑھتے بڑھتے اس حد تک

پہنچتا ہے کہ وہ نہ صرف غربا کی خود ہی پرورش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس قسم کا کام کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ یہ انحطاط اور زوال یہیں ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ قانون الٰہی کے ماتحت انسان کو اس ذلیل و قابل نفرت حالت تک پہنچاتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے ہمجنسوں کے لئے یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ روزمرہ کے لئے ضروریات بھی انہیں نصیب ہوں۔ گو یہ ضروریات بہت بھاری اور قیمتی نہیں ہوتیں۔ تاہم ان کے بغیر گذارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پانی۔ نمک۔ سالن وغیرہ یہ سب روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمسائیوں کی ان معمولی چیزوں سے بھی مدد نہ کرے تو گویا وہ اپنے صد درجہ کی ذلیل و پست حالت میں ہونے کا ثبوت دیتا ہے جبکہ انسان اس درجہ گری ہوئی حالت پر پہنچ جائے۔ اور اس کے اعلےٰ اخلاق اس طرح مر جائیں تو ایسے شخص سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ قوم بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بھاری قربانی کی ضرورت ہے۔ مال و دولت اور جسمانی و دماغی طاقتوں کو ایثار کرنا پڑتا ہے۔ اور مزید براں اس پر سخت ترین اعتراضات کی بوچھاڑ بھی ہوتی ہے۔ اور چاروں طرف سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے لیکن نیکوکار پر اس طوفان کا جو اس کے چاروں طرف محیط ہے کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کامیابی پر فخر و غرور میں آتا ہے۔ اس کا رہنما صداقت ہی ہوتی ہے جو اس کے لئے ستارہ صبح کا کام دیتی ہے۔ جس کے ذریعہ سمندر میں جہاز رانی کی جاتی ہے۔ قرآن شریف ہی ایک سچے خدا کے بندے کی جو نسل انسانی کے فائدہ کے لئے مرشتا ہے دوسروں سے اسی سورہ میں افسوس کے ساتھ اس طرح تمیز کرتا ہے کہ آخر الذکر دوسروں کو محض دکھلاوے کے لئے فائدہ پہنچاتے ہیں +

اگر سب نیک اعمال محض دکھلاوے کے لئے ہوتے تو جو کچھ بھلائی زمانہ دراز مخلوقات کے لئے پیغمبروں۔ مصلحین اور دیگر نیک اشخاص نے کی ہے وہ ایک خواب و خیال ہی ہو جاتی۔ اور سوسائٹی جو ہمیں نظر آتی ہے۔ اور تہذیب جیسے اہم

محسوس کرتے ہیں کبھی بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچیگا۔ لہذا کسی سوسائٹی کی ترقی کیلئے ظاہر داری اور دکھلاوا سودمند نہیں۔ اس کے قیام اور اس کی خوشحالی کیلئے پختہ اور سچی باتوں کی ضرورت ہے۔ بس جس طرح غلط امور کی پابندی سے سوسائٹی کا عروج ناممکن ہے۔ اسی طرح خود غرضی بھی انسان کی ذاتی ترقی کی مانع ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ افسوس ہے اس شخص کے لئے جو کہ نماز تو پڑھتا ہے لیکن خود اس سے بیخبر ہے (فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون) نماز کی غرض صرف یہ ہے کہ انسان اندرونی صفائی اور پاکیزگی اور ترقی حاصل کرے۔ اور اگر یہ خیال اس کے دل میں نہ ہو تو کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بالفاظ دیگر انسان خوشی اور راحت کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس کی طرف قرآن لیجانا چاہتا ہے۔ اور جس کے باعث وہ دیگر نسل انسانی کے لئے فیض اور بھلائی کا سرچشمہ ہو سکتا ہے۔ الغرض اس سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو اعتقاد اور عمل کے درمیان اور دوسری طرف ایک فرد واحد اور قوم یا سوسائٹی کے درمیان بہت بھاری تعلق ہے۔ اس سورہ میں اس قسم کی صداقتوں کو لوگوں پر ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کی تردید نہیں ہو سکتی۔ اور اسکے ذریعہ انسان ہر قسم کی راحت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر ان کا وجود نہ ہو تو پھر دنیا میں گمراہی اور تباہی کے کچھ نظر آئے +

ابتلاؤں میں صبر و توکل

اسلامک ریویو بابتہ ماہ مئی ۱۹۲۰ء

(از قلم جناب حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے)

تقریباً ہر ایک وعظ اور ہر ایک خطبے و لیکچر میں مختلف قسم کے اخلاق اور نیکیوں کی اصلیت اور انکے فلسفہ پر بحث کیجاتی ہے۔ اور خطیب اپنے سامعین کو پاکیزہ اور پارسایانہ زندگی بسر کرنے کے لئے بڑی دُھواں دھار اور پُرفصاحت تقریروں کے ذریعہ نصیحت کرتے ہیں۔ اور کوئی دن خالی نہیں جبکہ اخلاقی رسالوں اور کتابوں میں اضافہ نہ ہوتا ہو۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجود اخلاقی علم ادب کی ترقی کے اور باوجود اس قدر اخلاق کے متعلق شور و غُل کے دُنیا کی اخلاقی حالت دن بدن روبہ تنزل ہے۔ اس قسم کی تقاریر اور تحریرات اخلاقی جرائم کے لئے گویا اسناد کا کام دے رہی ہیں اور گناہ کا ارتکاب بلا کھٹکا کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بد نتائج پر غور نہیں کیجاتی کہا تو یہ جاتا ہے کہ دُنیا کا قدم ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر پر اور ہر ایک قوم پر تہذیب اپنا اثر ڈال رہی ہے لیکن مہذب دُنیا کا اخلاقی فضا خطرناک قسم کے گناہوں سے پُر ہے۔ شائستہ قوموں کے بڑے بڑے مُدبر جو اپنی اپنی قوم کی نمایندگی کرتے ہیں اور جنکی گردن پر بڑی بڑی ذمہ واریوں کا بوجھ ہے اپنے اقوال میں نہایت بے تُکے اور اپنے افعال میں از حد لا پرواہ اور بے لحاظ ہیں۔ ان کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ ہے۔ اور جو کچھ اُنہیں کرنا چاہیئے اس کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وعدہ اور جھوٹھ یعنے دھوکہ ہم معنے و مترادف ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں ذاتی غرض پائی جاتی ہے ہمیں کم از کم تہذیب یافتہ دنیا کی اعلیٰ فلسفی سے یہی سبق ملتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ تہذیب کی آڑ میں اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے کہ جسے ایک وحشی و کُندہ ناتراش بھی سُوجھ کر کانپ اُٹھے +

میں اپنے مضمون میں اس امر پر بحث کرنا نہیں چاہتا کہ کیوں مسجدوں اور وعظوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور کیوں لوگوں کے دل پتھر ہو گئے ہیں بلکہ میں اُس بہترین نمونہ اخلاق کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر اس سادہ اور مختصر ضابطہ قانون میں ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر اُترا۔ اور نہ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ کس طرح ایک وحشی خونخوار اور جابر قوم اس زمانہ کی مہذب ترین اور اعلےٰ درجہ کی ترقی یافتہ اور نہایت ہی متین قوم بن گئی۔ کیونکہ ان سب باتوں کے متعلق اس رسالہ میں کئی دفعہ لکھا جاچکا ہے۔ لہٰذا میں یہاں صرف صبر کے بارے میں جو ایک خلق ہے لکھ کر بتلانا چاہتا ہوں کہ اگر ایک طرف اس کے متعلق قرآن کریم کے اوراق نہایت صاف اور خوبصورت الفاظ سے مزین ہیں تو دوسری طرف اسلامی تاریخ کے صفحات نہایت خوبی سے ظاہر کرتے ہیں کہ ان الفاظ کی صداقت کی تشریح عملی طور پر کی گئی ہے اس سے دنیا پر ظاہر ہوگا کہ نہایت سلیس اور سادہ الفاظ جب عملی رنگ اختیار کریں تو وہ معجزہ کا کام دیتے ہیں اور تمام نسل انسانی کو پستی سے بلندی کی طرف لیجاتے ہیں +

اس خلق یعنے صبر کے متعلق حکم دیتے ہوئے قرآن مجید یوں کہتا ہے کہ:-

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصٰبرین ہ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (ترجمہ) اور البتہ آزماویں گے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں سے اور جانوں کے سے اور پھلوں کے سے اور خوشخبری دے صبر کرنیوالوں کو وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت۔ کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں۔ اور تحقیق ہم طرف اس کی پھر جانے والے ہیں +

ان سادہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا ہے

اور سفر و حضر۔ دُکھ و سکھ ہر حالت میں اسکی خدمت کرنے کا اقرار بھی کیا ہے۔ اس مدعا کو۔ جو اسکی زندگی کا نصب العین ہے پیش نظر رکھ کر وہ اپنا کام شروع کرتا ہے۔ اسلئے کوئی مصیبت۔ کوئی ناکامی کوئی تکلیف اُسے اپنے مطلب کی طرف جانے سے نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ اُسے ان باتوں سے متنبہ کرتا ہے جو اُسے منزل مقصود تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ اور اسے کہتا ہے کہ جو دُکھ اس کے سامنے آئے اور جو مصیبت اس کے سر پر آ پڑے۔ اور جو بلا اس پر نازل ہو اس کا مقابلہ نہایت مضبوطی اور استقلال کے ساتھ کیا جائے۔ اور تمام اپنی طاقتوں اور قوتوں کو نسل انسانی کی خدمت کے لئے خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اسی کا نام خدمت الٰہی ہے۔ اور اس خدمت یا محبت الٰہی میں اس قدر غرق ہو جانا چاہئے کہ اپنی ہستی بھی بھول جائے۔ غم و حزن کے وقت قوت و طاقت اور حوصلہ حاصل کرنے کیلئے ہر ایک مسلمان کے لئے حکم ہے کہ وہ قرآن مجید کے احکام ذیل کو دل پر نقش کرے۔ یعنے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ کے ہیں اور ہم نے یقیناً اسی کی طرف واپس جانا ہے) اس طرح ہر ایک مسلمان کو ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا جو قادر مطلق ہے بندہ ہے۔ اور آخرش اس نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اسی کے ہاں جا ان تمام باتوں کی جوابدہی کرنا ہے جو خلاف ضابطہ اور خلاف احکام اس نے کی ہیں۔ چونکہ یہ مسلم کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ رونے دھونے سے اپنی قوت اور طاقت کو زائل کرے۔ اور چونکہ دُنیا کا نظام بھی اس نہج پر واقع ہوا ہے۔ کہ اسمیں ہمیشہ جوڑ توڑ ہوتا رہتا ہے اور کبھی وہ رک نہیں سکتا تو پھر مسلمان کو اس معمولی روش عالم سے ڈرنا نہ چاہئے۔ ممکن ہے کہ بعض اس فلسفہ سے مطمئن نہ ہوں لیکن ان الفاظ کا اثر اور ان کی طاقت ان فصیح بلیغ اور بظاہر دل کو ہلا دینے والے خطبوں اور وعظوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے جو ہر اتوار لیکچراروں اور خطیبوں کی زبان سے نکل کر دل میں کھبنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اپنی تیزی کی وجہ سے کند ہو جاتے ہیں۔

میں اب بتلانا چاہتا ہوں کہ ان الفاظ نے قرن اولے کے مسلمانوں پر جن کے اندر قرآنی آیات نے جوش کی آگ بھر رکھی تھی کیا اثر کیا +

ذرہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کے سامنے اُس ملک کا نقشہ لاؤ جہاں کے باشندوں نے بالاتفاق بدمعاشی اور عیاشی کی حکومت کی ماتحتی اختیار کر رکھی ہو۔ اور کہ جو نہایت ہی شرمناک افعال کے ارتکاب ہی سے ذلت کی طرف بڑھے جاتے ہوں بلکہ اس قسم کے افعال پر انہیں ناز ہو۔ اور پھر انہیں خود ہی شہرت بھی دیں۔ اور ان میں بُت پرستی نے مذہب کی صورت ہی اختیار کی ہو۔ اور اس قسم کی قوم کی چال و چلن کی اصلاح کیلئے یہودیوں اور عیسائیوں نے متواتر پانچ سو سال تک ناخنوں تک کا زور لگایا ہو۔ ملک کی اس حالت کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوتا ہے جس کا کام بالکل نرالا نظر آتا ہے۔ اور جو اس قسم کے خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی اپنی قوم کے خیالات سے نہ صرف مختلف ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ اُن کے ساتھ قومی روایات کو مٹا دینے اور اُن کے بُتوں کو صفحۂ ہستی سے اُٹھا دینے والے ہیں جس کی وجہ سے تمام قوم کی قوم جوش اور غصہ میں آکر اس قدر مخالفت کرتی ہے۔ کہ اسکی نظیر تاریخ عالم میں پائی نہیں جاتی۔ اگر اس شخص کا ذاتی اخلاق اور چلن اسکی مدد پر نہ ہوتا تو یقیناً اُسے قتل کر دیا جاتا۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس میں ہر ایک قسم کی خوبی ہے۔ اور اس میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اُسے ملامت کیجاتی ہے اُسے گالیاں دیجاتی ہیں۔ اور مار پیٹ اور ہر قسم کی ایذا رسانی بھی روا رکھی ہے۔ مگر وہ اپنے حالات کو نہیں چھوڑتا اپنی دُھن کا پکا ہے۔ اور جب کبھی اُسے موقعہ ملتا ہے وہ خدا کی وحدانیت اور مستورات کی عزت و توقیر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور غلامی سے نفرت۔ زنا سے پرہیز اور دیگر اخلاقی بدکاریوں سے الگ رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیم سے متاثر ہو کر تھوڑے سے لوگ اُس کے پیرو ہو گئے اور بعض

مستورات نے بھی اس کے مذہب کو قبول کر لیا۔ یہ دیکھ کر قوم زیادہ بگڑ گئی۔ اور اُس نے دیوانہ وار ہر طرح کی وحشیانہ تکالیف دینا شروع کر دیں۔ چنانچہ عرب جیسے ریتلے ملک میں عین دھوپ کی شدت کے وقت جھلستی ہوئی ریت پر ان چند مسلمانوں کو ننگے بدن لٹا کر اُن کے سینوں پر بھاری پتھر رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے جسم پر لوہا تپا کر لگایا جاتا ہے۔ اور انہیں اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا جاتا ہے لیکن اس موقعہ پر جو جواب وہ مظلوم دیتے ہیں وہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا ان کے منہ سے سوائے لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کے کچھ اور نہیں نکلتا اسی قسم کی بہت سی تکالیف رسول عربی صلعم کے متبعین کو دی گئیں۔ اور صرف اس جرم میں کہ انہوں نے خدا کو ایک مانا اور محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لائے ظالم اسمیں کوئی شک نہیں تکلیف دینے کے لئے مختلف اور عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں لیکن جس صبر و استقلال سے ان تکالیف اور سزاؤں کو پیغمبر صلعم کے پیرؤں نے برداشت کیا وہ بہت ہی حیران کر دینے والا ہے۔ مرد و زن سب نے ایسے موقعوں پر یکساں استقلال اور خدا کی رضا پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا انسان حیران ہوتا ہے کہ آیا اس قسم کے واقعات رُوئے زمین پر ہوتے ہیں لیکن تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ یہ واقعات حقیقت میں ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق کچھ یہاں لکھتا ہوں :-

۱۔ عمر کے خاندان کی ایک غلام لڑکی زرینہ نے اسلام قبول کیا۔ عمر اس وقت مشرف باسلام نہ تھا۔ لہذا وہ اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ اس لڑکی کو ابوجہل نے اس قدر زد و کوب کیا کہ اس مصیبت زدہ کی آنکھوں کو سخت نقصان پہنچا اور وہ آخرش اندھی ہو گئی ۔

۲۔ لبینت بھی ایک غلام لڑکی تھی وہ بھی اسی طرح عمر کے غصہ کا شکار ہوئی۔ اور جب وہ اُس بیچاری کو مارتے مارتے تھک جاتا تو کہتا کہ میں تمہیں رحم کی وجہ سے نہیں چھوڑتا بلکہ اسلئے کہ میں اب تھک گیا ہوں لیکن ہر دفعہ وہ یہی جواب دیتی

کہ خدا میری تکالیف کا تم سے بدلہ لیگا بشرطیکہ تم مسلمان نہ ہوئے +

۳۔ حضرت بلال مؤذن کو بھی جو کہ اُمیہ بن خلف کا غلام تھا اُسکے آقا نے سخت ترین سزائیں دیں اُسے بھی جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر اُس کے سینہ پر بھاری پتھر رکھا گیا۔ اور اُسے اسلام چھوڑنے کے لئے کہا گیا۔ اور اُسے بتلایا گیا کہ اگر وہ حکم عدولی کریگا تو اُسے مار دیا جائیگا۔ لیکن اس نازک اور تکلیف کی حالت میں بھی اُسکے مُنہ سے احد یعنے خدا ایک ہے کی صدا اُٹھائی دی۔ اس پر اس کے آقا نے طیش میں آکر اسکی گردن میں رسّی ڈال دی۔ اور بچوں کے حوالے کر دیا جو اُسے شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھینچتے ہوئے لیگئے لیکن یہ بیگناہ باواز بلند اسلام کے بنیادی اصول یعنے اَللہ احد۔ اللہ احد کا نعرہ برابر مارتا رہا۔

۴۔ حضرت محمد صلعم کے ایک مشہور صحابی عمار کی والدہ سمانا کو بھی ابوجہل نے قتل کر ڈالا اِسی طرح اس کے والد یاسر کا بھی ہزارہا قسم کی تکالیف دیکر خاتمہ کر ڈالا +

تاریخ اسلام اس قسم کے خطرناک نظارے بکثرت پیش کر سکتی ہے اور اس کے پڑھنے والا اگر ایک طرف ان وحشیانہ تجاویز اور ظالمانہ کارروائیوں کو دیکھ کر کانپ اُٹھتا ہے جو مسلمانوں کو عذاب دینے کیلئے اختیار کی گئیں تو دوسری طرف اس اولوالعزمانہ صبر و توکل جو معصوم و بیگناہ مظلوموں نے دکھلایا عش عش بھی کر اُٹھتا ہے۔ میں اس جگہ ایک عورت کا حال بطور مثال لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح نہایت غیر معمولی استقلال اور صبر ایسے حالات کے ماتحت جو واقعات متذکرہ بالا سے مختلف ہیں دکھلایا۔ مروی ہے کہ ابوطلحہ حضور صلعم کے صحابہ ایک فوج میں بطور سپاہی کام کرتے تھے۔ ایکدفعہ اُنکا اکلوتا بیٹا جبکہ وہ ملازمت پر باہر تھے بیمار ہوگیا۔ بیمار کی والدہ نے اسکی بہت خدمت کی لیکن اسکی تمام کوشش اس بچے کی جان بچانے کے لئے رائیگان گئی۔ اور بچہ اس وقت راہیئے مُلکِ عدم ہُوا جبکہ اس کے خاوند کے شہر میں پہنچنے کی خبر اُسے ملی۔ اس عورت نے اُسی وقت لاش پر کپڑا ڈالکر اُسے گھر میں ایک طرف رکھ دیا۔ اس کا خاوند تھکا ماندہ اور بھوک پیاس کا مارا ہوا

گھر میں داخل ہؤا۔ عورت نے نہایت خوشی و تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا۔ جب خاوند کھانا کھا چکا اور اُسے ذرہ ہوش آیا تو اس نے اپنے لڑکے کی خیر و عافیت کے متعلق دریافت کیا۔ عورت نے اُسے تسلی و تشفی دی یہ کہکر کہ بچہ بالکل آرام میں ہے۔ اور اُسے ہر ایک تکلیف سے نجات ہے۔ اس کے الفاظ نہایت ہی پُر معنے تھے۔ چنانچہ خاوند تمام رات سویا رہا مگر بیوی جاگتی رہی۔ دوسرے دن علے الصباح جب ابوطالب نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے کو تھا تو اس کی بیوی اس کے پاس آئی۔ اور بڑے اطمینان اور حوصلہ سے اُسے کہا کہ اگر تمہارا کوئی دوست اپنا مال تمہاری حفاظت میں کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ جائے۔ اور اس مدت کے گذرنے کے بعد وہ اپنا مال واپس مانگے تو کیا تمہیں واپس دینے میں کچھ تامل ہوگا۔ اس کے پرہیزگار خاوند نے جواب دیا کہ ہرگز کسی قسم کا تامل نہیں ہوسکتا۔ اسکی بیوی نے آہ بھری اور چشم پُر آب ہوکر کہا۔ کہ خدا نے ہمارے پیارے بچہ کو جو اس کا مال تھا واپس لیلیا ہے۔ اس پر خاوند نے دھیمی آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا +

یہ الفاظ گو نہایت ہی سادہ ہیں لیکن ان میں ایک عجیب طاقت ہے اس کی وجہ سے اخلاقی دُنیا میں ایک بھاری انقلاب پیدا ہؤا تھا۔ اور اب بھی اسی قسم کا تغیر پیدا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ دیگر تعصب اور جانبداری کی میل سے اپنے دل کو صاف کرکے قرآن شریف کا مطالعہ کریں +

قرآن میں اخلاقی تعلیم

اِنّ اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتای ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ ترجمہ تحقیق اللہ حکم کرتا ہے ساتھ عدل کے اور احسان کے اور اپنے قرابت والوں کے اور منع کرتا ہے بیحیائی سے اور نامعقول سے اور سرکشی سے (سورہ ۱۶ - آیت ۹۰) +

علم الاخلاق کے لحاظ سے قرآن مجید اپنی تعلیم کے اندر ایک عجیب خوبی رکھتا ہے یعنے ذہنی اور خیالی اصول بتلانے کی بجائے عملی طور پر ہمیں اخلاقی زندگی کے بارے میں تعلیم دیتا ہے۔ اور چند ایک الفاظ ہی میں روزمرہ کے متعلق ہدایات ذہن نشین ہی کرا دیتا ہے۔ یہ احکام ایسے نفیس اور مختصر ہوتی ہیں کہ ایک معمولی موٹی سمجھ کا انسان اور ایک فلسفی مذاق شخص ہر دو ان سے تسکین اور تشفی حاصل کرسکتے ہیں قرآن شریف میں بہت سے احکام کو مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ مگر نسل انسانی کے اخلاقی پہلو کی تمام باتوں پر وہ حاوی ہیں مثال کے طور پر ہم مذکورہ بالا آیت ہی کو پیش کرتے ہیں۔ رسولکریم صلعم ہمیشہ جمعہ کے خطبہ میں اسے پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے تتبع میں آج تک ہر جمعہ کی نماز میں مسلمانوں کو یہ سنائی جاتی ہے +

اس آیت میں مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ تین چیزوں کو عمل میں لائیں اور تین ہی چیزوں سے پرہیز کریں۔ ان کے لئے ارشاد ہے۔ اول دوسروں کے ساتھ میل جول اور برتاؤ میں انصاف اور عدل کو مدنظر رکھا جائے۔ دوسرا لوگوں کے ساتھ عملی رنگ میں مروت اور مہربانی کی جائے۔ اور تیسرا ان کے

ساتھ اِس طرح سلوک کیا جس طرح اِنسان اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ کرتا ہے۔ اِن تین خوبیوں یا اعمال صالحہ کے بالمقابل تین بدیوں سے بچنے کے لئے بھی ہر ایک مسلمان کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ وہ تمام بداخلاقیوں اور گندے عملوں سے دُور رہے۔ دوم یہ کہ دوسروں کے حقوق کو غصب نہ کرے۔ یا انہیں کسی طرح دُکھ و تکلیف نہ دے۔ اور سوم یہ کہ جسطرح وہ اپنے تعلقداروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان پر عنایات کرتا ہے۔ اسیطرح اِس نیکی کے مقابل میں سب سے بڑی بدی یا شرارت سے بھی پرہیز کرے۔ وہ بدی جس کا اس آیت کے اخیر میں ذکر ہے کسی سوسائٹی کے قائم شدہ نظام کو درہم برہم کرنا ہے۔ جسے بالفاظ دیگر سرکشی یا بغاوت کہتے ہیں +

اگر تمام دنیا اِس ایک ہی آیت پر عمل کرے تو پھر تمام تکالیف وفسادات اور تمام قسم کے اخلاقی اور رُوحانی جرائم فوراً صفحہ ہستی سے مٹ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہر جمعہ کی نماز کے وقت اس کے پڑھنے کا عمل نہایت ہی قابل تعریف وتحسین ہے

جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے اس آیت کا پہلا حصہ ایسی خوبیاں اور ایسے نیک اخلاق سکھاتا ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہمیشہ کی راحت حاصل ہوسکتی ہے یعنے ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ۔ اِس آیت کے رُو سے ہمیں حکم ہے کہ ہم سب سے اول عدل و انصاف اپنا شعار بنالیں۔ یعنے ہر ایک شخص کا حق اُسے پہنچایا جائے۔ اور اگر کوئی ہم پر مُروّت کرے تو اُس کے بدلے میں اس کے ساتھ مُروّت اور لُطف کیا جائے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہربانی ہم پر کرے تو اُسے اس کا معاوضہ دیا جائے۔ یہ قاعدہ بہت ہی مناسب اور واجب ہے لیکن یہ اعلیٰ درجہ کے اخلاقی اصولوں کی فہرست میں نہیں آسکتا۔ یہ آپس میں ایک قسم کا لین دین کا سا معاملہ ہے لیکن کلام پاک نہیں چاہتا کہ ہم اسی حد تک ٹھیرے رہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ایک قدم آگے بڑھیں اور انصاف سے کچھ زیادہ کریں یعنے احسان اور مروت بھی دکھائیں عدل کا

منشاء تو یہ ہے کہ نیکی کے بدلے میں نیکی کی جائے۔ لیکن احسان میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں۔ جو بغیر کسی معاوضہ کے کئے جاتے ہیں۔ محسن دوسروں کے ساتھ بھلائی خود بخود کرتا ہے اور اس کا عمل کسی ایسے نیک سلوک کے معاوضہ میں نہیں ہوتا جو اس کے ساتھ کیا گیا ہو۔ لیکن یہ دوسری خوبی (احسان) بھی ایک طرح سے خام ہے۔ گو احسان کرنیوالے نے احسان بلا کسی معاوضہ کے ہی کیا ہو۔ تاہم وہ اس شخص سے جس کے ساتھ مروت کی گئی ہے۔ کم از کم اخلاقی طور سے شکریہ کے معاوضہ کی امید کر لیتا ہے۔ اور اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ وہ اس کا شکریہ ادا کرے۔ اور اگر وہ احسان فراموشی کرے تو محسن کے دل میں رنج پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اسے اپنے احسان کی یاد دہانی بھی کرا دیتا ہے۔ پس اگر عدل والنصاف کی صورت میں ہم نیکی کے عوض نیکی کرتے ہیں تو احسان کی حالت میں بھی ہم معاوضہ بصورت شکریہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن قرآن پاک کا منشاء ہے کہ ہم اس حد سے بھی بالاتر ہوں۔ ہم اپنے دلوں سے کسی معاوضہ یا شکریہ کی خواہش کو بھی نکال دیں۔ اور دوسروں سے بھلائی من وجہ بھلائی کریں۔ اور یہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو ممکن التعمیل بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ والدین اپنے بچوں سے اسی طرح کرتے ہیں۔ اور نیک نہاد لوگ بھی اپنے والدین اور دیگر خویش واقارب کے ساتھ بلا کسی معاوضہ یا طلب شکریہ کے مروت کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے قرآن شریف میں اس بڑی بھاری نیکی کو ایتائ ذی القربٰی کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ پس قرآن مجید نے نیکیوں کے تین درجے کر دیئے ہیں ہمیں نہ صرف عدل اور احسان ہی کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کا بھی فرمان ہے کہ دوسروں کے ساتھ اسی طرح محبت کریں جس طرح ہم اپنے خویش واقارب سے کرتے ہیں +

یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان اعلیٰ نیک صفات کو اظہار میں لاتے وقت ہمیں رنگ اور مذہب کی تمیز کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مثلاً اس آیت میں سب سے اونے درجہ خوبی کا انصاف بتلایا گیا ہے۔ انصاف کیلئے کسی مذہب و

فرقہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ پس اگر ادنےٰ درجہ کی خوبی کے لئے کوئی حکم ہے
تو قرآن شریف کی اصطلاح کے مطابق اس سے بڑھیا خوبی کے بارے میں وہی
حکم بوجہ احسن قرار دیا جاتا ہے۔ انصاف کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
لا یجرمنکم شناٰن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب
للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ترجمہ۔ نہ باعث ہو
تم کو دشمنی کسی قوم کی اُوپر اسباب کے کہ نہ عدل کرو۔ عدل کرو وہ بہت نزدیک
ہے واسطے پرہیزگاری کے۔ اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ خبردار ہے ساتھ
اس چیز کے کہ کرتے ہو (سورہ ۵ آیت ۸)

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ وہ ان لوگوں ساتھ بھی
انصاف کا برتاؤ کریں۔ جن سے اُن کی دشمنی ہے۔ اس لئے ان
کی راہ میں دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے میں کسی قسم کی عداوت
یا باہمی جھگڑے کی وجہ سے رُکاوٹ پیدا نہ ہونی چاہئے +

الغرض آیت زیر بحث میں ان تین نیک صفات کے متعلق
تو کسی قسم کی شرط یا حد بندی قائم نہیں کی گئی۔ اور مسلمانوں سے اُمید
کی جاتی ہے۔ کہ بلا لحاظ مذہب و ملت دوسروں سے برتاؤ کے وقت
وہ ان کا اظہار کرینگے۔ خواہ فریق ثانی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اسی آیت
کے دوسرے حصہ میں ان بُرائیوں کا ذکر ہے۔ جن سے ہر ایک مسلمان کو
دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول کرتے وقت بچنا چاہئے۔ قوانین ہمیشہ تین
حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک مُلک کا ضابطہ فوجداری کی بنا انہیں حصوں پر
رکھی جاتی ہے۔ حصہ اول میں ان اخلاقی اصولوں اور قوانین پر بحث کیجاتی ہے
جن کا تعلق ہر ایک شخص کی ذات سے ہی ہوتا ہے۔ اور یہ اسلئے وضع کیئے جاتے
ہیں کہ تا لوگ ان گناہوں اور بدیوں سے پرہیز کریں جن کا اثر اُن کی اپنی ذات پر ہی
ہوتا ہے۔ حصہ دوم میں وہ قوانین رکھے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سوسائٹی میں ایکدوسرے

کے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور ان کا تعلق انسان کی ذات - زندگی
اور جائداد سے ہوتا ہے لیکن ان ہر دو قسم کے قوانین کا نفاذ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے
جبکہ اُن کے نافذ کرنے والوں کی عزت اور اُن کے حقوق کی حفاظت کیلئے بھی
قوانین ہوں۔ یعنے جن سے حکومت وقت کا رعب و حکم قائم رہ سکے۔ اور یہ آخرالذکر
قوانین ضابطہ کا حصہ سوم کہلاتے ہیں۔ پس یہی تین مدّین ہیں جن کے ماتحت تمام
قوانین فوجداری اور تعزیری کی بحث ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید بھی انہیں تین قسم
کے قوانین کا ذکر اس آیت میں کرتا ہے:-

پہلی بدی چنانچہ فحشا ہے جو ان بُرے افعال کی طرف اشارہ کرتی ہے جو
انسان کے ذاتی اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری بدی جس سے روکا گیا ہے۔
منکر یعنے ایسے افعال جن کی وجہ سے ہمارے ہمجنسوں کو نقصان پہنچتا ہے تیسری
اور آخری بدی بغی ہے اسکی نسبت حکم نظام سوسائٹی یا سلطنت کا مقابلہ نہ کیا جائے
اور اس کے خلاف علم بغاوت کھڑا نہ کیا جائے +

پس قرآن شریف نے ان تین بدیوں کو جن کا بہت بھاری اثر ہمارے اخلاق
پر پڑتا ہے منطقیانہ ترتیب سے پیش کیا ہے۔ پہلی بدی کا اثر خود بدکُن کی ذات ہی پر ہوتا
ہے۔ دوسری کا اثر سوسائٹی کے دیگر افراد تک پہنچتا ہے۔ اور تیسری کی وجہ سے
تمام قوم یا سلطنت کا امن اور نظام خلل پذیر ہوجاتا ہے +

اگر کوئی شخص مذہبی کتب کا یا بڑے بڑے مشہور مصنفین کی کتابوں کا جنمیں
اخلاقی مضامین پر بحث ہو مطالعہ کرے تو وہ یقیناً قرآن مجید کو بحیثیت ایک
اخلاقی ضابطہ کے بینظیر قرار دیگا۔ اور اُسے سوائے اس کلام آلہی کے کسی جگہ
بھی اخلاقی اصول اور تعلیم پر اس قسم کی نفاست اور خوبی
سے بحث نظر نہ آئیگی - کہ جو انسان کی
زبان سے بیساختہ کلمہ تعریف
نہ نکلوائے +

اسلام اور بُت پرستی

(از قلم جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ)

مسلمان کیوں مسئلۂ تثلیث کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ اسکی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد انجیل پر نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یہ مسئلہ سراسر عقل اور سمجھ کے خلاف ہے۔ ایک عیسائی معافی چاہنے والے کو اگر یہ کہا جائے کہ تمہاری زندگی اسبات پر منحصر ہے کہ تم پرانے یا نئے عہد نامہ میں سے الوہیت مسیح اور مسئلہ تثلیث کو ثابت کر دکھاؤ۔ تو اس سے بڑھ کر بدبخت اور نامراد شخص شاید دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا +

عیسائیت کے شروع شروع کے زمانے میں الوہیت مسیح کا کوئی وجود نہ تھا یا کم از کم اس کی تعلیم نہیں دیجاتی تھی۔ جسٹن مارٹیر (Justin Martyr) جس نے دوسری صدی عیسوی کے آغاز میں ہی کتابیں لکھی ہیں وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا مرتبہ دیا۔ مگر یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ وہ مذہب عیسوی قبول کرنے سے پہلے ایک فلاسفر تھا۔ چنانچہ عیسائی ہونے کے بعد بھی اس کے اکثر خیالات اور عادات وہی رہیں جو کہ پہلے تھیں۔ مگر پھر بھی وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے کی ان الفاظ میں عذرخواہی کرتا ہے "۔ یہ بات (یعنی مسیح کا خدا کا بیٹا ہونا) ان (پہلے زمانے کے) لوگوں کے لئے کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ بات مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ جیوپیٹر (Jupiter) یونانی دیوتا کے کئی بیٹے ہیں "

ایک اور جگہ لکھتا ہے:-

مسیح اپنی عقل اور دانائی کی وجہ سے خدا کا بیٹا کہلانے کے لائق ہے چاہے وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ کافر لوگ بڑے خدا جیوپیٹر کو

دوسرے دیوتاؤں اور بعض انسانوں کا باپ مانتے ہیں۔ اگر مسیح ایک غیر معمولی طریقے سے عقل اور دانائی کا خُدا مان لیا جائے۔ جیسا کہ لوگ مرکری دیوتا کو عقل کا خدا مانتے ہیں۔ تو یہ بڑے خدا کی مرضی کے عین مطابق ہے"+

مگر اس مسئلہ تثلیث کی شہرت اس وقت ہُوئی جبکہ کونسل آف نائس ۳۲۵ء عیسوی میں منعقد ہوئی جس کے بعد اس امر کا باضابطہ اعلان کیا گیا کہ کونسل کے فیصلے کے بعد بھی ہیلیری (Hilary) نے بارہ جلدیں مسئلہ تثلیث کے متعلق لکھیں اور اُن میں یہ جتلایا کہ یسوع مسیح کا باپ ہی اصل میں ایک حیّ وقیوم خُدا ہے۔ اور سچّا خُدا کہلانے کا صرف وہی مستحق ہے۔ یہاں تک کہ کونسل آف نائس میں بھی اس بات کا اعلان نہیں کیا گیا تھا کہ تثلیث میں کا ہر ایک خدا حیّ وقیّوم اور خود پیدا شدہ ہے۔ لفظ تثلیث کی اصطلاح بھی بہت مُدت بعد اسکندریہ کے ایک شخص کلیمنٹ (Clement) نے ایجاد کی۔ مگر پھر بھی اُس نے اپنی تمام کتابوں میں صرف اس لفظ کو ایک دفعہ لکھا ہے۔ اور وہ بھی صرف ان تینوں ہستیوں کے آپس کے رشتہ امید خیرات ایمان اور نیکیوں کے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تین ایک اور ایک تین کے لاینحل عقدہ کو بیان کرنے کے لئے۔ اور یہ کونسل آف چلسیڈون کے موقع پر تھا۔ جو کہ ۴۵۱ء میں منعقد ہُوئی۔ کہ موجودہ زمانے کا مسئلہ تثلیث اپنی تکمیل کو پہنچا مگر تب بھی عیسائیت کے ایک سے زیادہ فرقوں نے اسکی سخت مخالفت کی +

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں ملک عرب میں اور عیسائی گرجوں میں بُت پرستی اپنے زوروں پر تھی۔ عرب لوگ اگرچہ خدا کی بڑائی اور طاقت کے قائل تھے مگر پھر بھی وہ لکڑی اور پتھر کے بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور انسانی قُربانی کی وحشیانہ رسم بھی ان میں رائج تھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ بھی اسی قربانی کی بھینٹ چڑھنے لگے تھے۔ مگر سو اُونٹوں کی قربانی کرنے پر اُن کی جان بچی (یعنے ان کے بدلے سو اُونٹ

قربان کر دیئے گئے اس کا قصہ یوں ہے۔ کہ عبدالمطلب جو کہ نبی کریم صلعم کے دادا تھے۔ انہوں نے خانہ کعبہ میں۔ جو کہ اس وقت بجائے خانۂ خدا ہونے کے دیوتاؤں اور بتوں کا مندر بنا ہوا تھا۔ بتوں کے آگے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ دس بیٹوں کا باپ ہو جائے تو وہ ان میں سے ایک کو بتوں کی قربانی چڑھا دیگا۔ خدا کی قدرت کہ اسکے دس بیٹے ہوئے۔ دسواں یعنی سب سے چھوٹا بیٹا عبداللہ تھا۔ اور وہی باپ کو سب سے زیادہ عزیز تھا۔ عبدالمطلب نے قسم کے پورا کرنے کو ملتوی کر دیا۔ مگر آخر اس کو پورا کرنا تھا۔ کیونکہ دیوتاؤں کے سامنے کی قسم کھائی ہوئی ایسی آسانی سے نہیں توڑی جاسکتی تھی۔ آخر ایک دن عبدالمطلب اپنے دسوں بیٹوں کو خانۂ کعبہ میں لے گئے۔ اور ان کے نام الگ الگ تیروں پر لکھے گئے۔ تاکہ قرعہ ڈال کر معلوم کریں کہ کس کو قربان کیا جائے۔ خدا کی قدرت قرعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کے نام پڑا۔ ایسا لکھا ہے کہ آپ کی بہنیں آپ سے لپٹ کر رونے لگیں۔ اور عبدالمطلب کی منتیں کیں کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے۔ غمزدہ باپ نے پھر ایک نئی قسم کھائی۔ کہ وہ اپنے لخت جگر کی جگہ دس اونٹ قربان کر دیگا اگر قرعہ بھی اس کے موافق پڑے۔ چنانچہ پھر قرعہ اندازی کی گئی مگر ابکی دفعہ بھی قرعہ عبداللہ کے نام ہی پڑا۔ اب اونٹوں کی تعداد بیس کر دی گئی مگر پھر حضرت عبداللہ ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ آٹھ دس دفعہ قرعہ تیس چالیس پچاس ساٹھ۔ ستر۔ اسی۔ نوے اونٹوں اور حضرت عبداللہ کے درمیان ڈالا گیا۔ مگر ہر دفعہ یہی قرعہ نکلا کہ عبداللہ کی قربانی کر دی جائے۔ سب ناامید ہو گئے۔ مگر جب قرعہ سو اونٹوں پر ڈالا گیا۔ تب اونٹوں کی قربانی کا تیر نکلا۔ چنانچہ سو اونٹوں کی قربانی کر دیگئی۔ اور ان کا گوشت غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور حضرت عبداللہ واپس اپنے والدین کے پاس چلے گئے۔ اس وقت کس کو خبر تھی۔ کہ اسی بچے نے کسی دن اس عظیم الشان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ بننا ہے +

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی غرض یہی تھی کہ اس بت پرستی کو جسمیں یہودی

عیسائی مشرکین تمام کے تمام مُبتلا تھے جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکدیں۔ اور ایک خُدائے واحد کی عبادت کو دُنیا میں قائم کریں۔ اور اسکی وحدانیّت کو ثابت کریں۔ اور مشرکین کو سچائی کے رستے پر لائیں مگر یہ آپ جانتے تھے کہ یہ کام بہت دُشوار ثابت ہوگا۔ اگر پہلے بُت پرستی کو کامل طور سے برباد نہ کردیا جائیگا۔ مذہب اسلام کے قائم ہونے کے کچھ مُدت بعد تک بھی مسلمان اپنی مفروضہ نمازیں بیت المقدّس کی طرف مُنہ کرکے ادا کرتے تھے۔ یہ اس غرض سے بالکُل نہ تھا۔ کہ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملالیں جیسا کہ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے مگر یہ دستور ترک کردیا گیا۔ اور کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حُکم دیدیا گیا۔ جُونہی کہ خانہ کعبہ سے وہ بُت جنہوں نے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیلؑ کے تعمیر کردہ خانۂ خدا کو مدّتوں ناپاک رکھا تھا۔ باہر پھینکدئے گئے۔ اور عمارت پھر نئے سر سے پاک کردیگئی +

اِس طرح اِسلام نے اِنسان کو اپنی عزّت اور غیرت کی طرف اور صرف ایک ہی واحد خدا کی عبادت کی طرف مُتوجہ کیا۔ اور نہ صرف اس کو مذہب ہی ایسا دیا بلکہ اس کا کیریکٹر بھی ویسا ہی بنادیا۔ اور یہی نجات کا بُنیادی پتھر ہے۔ اسلام اِنسانی قربانی اور کفّارہ نہیں سکھاتا۔ بلکہ اِنسان کو اپنے نفس کی قُربانی کرنا سکھاتا ہے۔ جو کہ ایک نہایت معقُول خدمت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھی بہت مقبُول ہے۔ والدین بوڑھے آدمیوں اور غریبوں کی تعظیم اور عزّت کرنا مسکینوں غریبوں کی حاجات کو پُورا کرنا اور یتیموں کی رکھوالی کرنا۔ ہر ایک مسلمان کا ایک پاک فرض ہے۔ اور ان باتوں کے متعلق قرآن مجید میں جابجا احکام آئے ہیں +

پادری ٹی۔ پی ہیوجز آف دی چرچ مشنری سوسائٹی لکھتا ہے۔

اُسلام کی کمزوریاں چاہے جو کچھ بھی ہوں۔ مگر سلیم الطبع قارئین کو جو کہ اسلامی قوموں کے حالات سے واقف ہیں۔ یہ بات ضرور ماننی پڑتی ہے کہ

غریبوں اور مسکینوں کی روزی کا انتظام اسلام نے نہایت احسن طریق پر سرانجام دیا ہے۔ اسلامی ممالک میں عیسائی پروٹسٹنٹ ممالک کے بیہودہ طریق کے مطابق کوئی غریبوں کے لئے ورک ہوس نہیں ہیں"۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت اور اسلام کے عروج اور ترقی پر ایک سرسری نظر کرنے والا طالب علم بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی اصلیت اور صداقت اور آپ کے جوش وخروش اور اسلام کی اشاعت میں جرأت اور دلیری کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

گذشتہ زمانے کے پیغمبروں اور مذہبی مصلحوں کی طرح آپؐ پر بھی جھوٹے بہتان اور الزام لگائے گئے۔ جن میں سے بعض آج تک بھی باقی ہیں۔ آپؐ کو مجذوب اور مجنون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ تمام وہ لوگ جنہوں نے دُنیا میں کوئی بھی قابل تعریف نیکی اور خوبی کے کام کیئے ہیں ہمیشہ دلوانے اور مجنوںؔ کے لقب سے ہی ملقب کئے گئے ہیں۔ مگر ان سچائی اور راستی کے بہادر جنگجوؤں کی موت تک ہی یہ لقب ان کے نام کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی موت کے بعد لوگ اکثر ان کو ہیروز یا پیغمبر مان لیتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وہی پیش آیا جو کہ آپؐ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ ہؤا۔ اگرچہ آپ کے ساتھی۔ اور ہموطن لوگ آپ کی عین حیات میں ہی آپ کو "الصادق" اور "الامین" کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ مگر جو آپ سے ناواقف تھے انہوں نے یا تو جان کر یا جہالت سے آپ کی تعلیم کو غلط طور پر سمجھا۔ چنانچہ مشہور مؤرخ کارلائل (Carlyle) لکھتا ہے "تمام وہ جھوٹے بہتان جو کہ لوگوں نے نہایت جوش وخروش سے آپؐ پر لگائے ہیں اُلٹ کر اُنہی پر پڑتے ہیں"۔ اسلام کے مخالف شاید اسلام کے متعلق جھوٹے قصے اور افسانے مشہور کرنے کو ہی اپنی سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ اور پروٹسٹنٹ گرجے کے پرجوش عیسائیوں نے خاص طور پر اس طریق کو اپنا

وطیرہ بنالیا - اور شاید یہ ذلیل طریق ہی سیل (Sale) کی اس اُمید کو پاش پاش کردینے کے لئے کافی ہے - کہ اسلام کی تباہی پروٹسٹنٹ گرجے کے ہاتھوں ہونی لکھی ہے +

جسمانیات اخلاق رُوحانیات

رُوحانیت ایک ایسا لفظ ہے - جس پر مختلف مذاہب و انواع خیال میں بڑا زور دیا جاتا ہے - اور فی الحقیقت یہ اس قابل بھی ہے کہ اس کو انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ ترین قرار دیا جائے - بکرات و مرات ہم اس دلخوش کُن لفظ کو مختلف پیرایوں میں سُنتے ہیں - اور کُتب اخلاق بھی اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں - مگر سوال تو یہ ہے - کہ اس دلکش لفظ کا مفہوم حقیقی کیا ہے - اور کہاں تک اس کے مدعیان نے اس کو سمجھا ہے - بدقسمتی سے جس قدر کثرت سے اس کا استعمال کیا جاتا ہے اُسی قدر کم اس کی کیفیت کو سمجھنے میں کامیابی نصیب ہوئی ہے - تمام کُتب مُقدسہ سوائے قرآن شریف کے اس کے متعلق یا تو بالکل خاموش ہیں اور یا نہایت ہی دُھندلا نقشہ پیش کرتے ہیں - اور نہ ہی اُن میں وہ قوانین پائے جاتے ہیں جن پر قدم مار کر نصیب العین حاصل ہوسکتا ہے - برعکس اس کے فرقان حمید نہ صرف کیفیت رُوحانی کا حقیقی نقشہ کھینچتا ہے - بلکہ وہ آسان سے آسان راستے بھی بتلاتا ہے جن پر چلکر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں +

قبل ازیں کہ ہم لفظ رُوحانیت کا اسلامی مفہوم اُن کی خوبصورتی اور سادگی بیان کریں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ناظرین کی توجہ ایک عام خیال کی طرف مبذول کریں جو جسم اور رُوح کے باہمی تعلق کی نسبت مُروّج ہے - اور جو بہت حد تک لفظ رُوحانیت کے مفہوم کو غلط سمجھنے کا ذمہ وار ہے جسم اور رُوح

کو دو اس قسم کی علیحدہ ہستیاں خیال کیا جاتا ہے۔ جو ایکدوسرے سے انقطاع کُلی رکھتے ہیں۔ اور جسم کے تیار ہو جانے پر رُوح اس طرح پر داخل کیجاتی ہے جس طرح ایک پنجرے میں پرندہ۔ اس خیال باطل کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انسان کے وہ عملیات جو جسم سے وابستہ ہیں انہیں حیوانیت سے وابستہ سمجھ کر مُضر روحانیت قرار دیا گیا۔ گویا کہ ایک ہی قلب اِنسان میں دو ایسے خانے ہیں جو ایکدوسرے سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ حصُولِ رُوحانیت اس وقت ممکن ہے۔ جب اس کا ہمسر یعنے جسمانیات کو بکُلّی کچل دیا جاوے یعنے ایک کی نیستی سے دوسرے کی ہستی کا لازم وابستہ ہے۔ اور اسلئے یہ سمجھا گیا ہے کہ معراج رُوحانیت تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ خواہشات و جذبات کو جس کا مبدا جسمانیات ہیں مار کر رہبانہ زندگی اختیار کی جائے۔ کیا ہی غیر معقول اور خلاف فطرت خیال ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ قلب اِنسانی ایک واحد چیز ہے۔ اور ہرگز ایسے دو حصوں میں منقسم نہیں ہے جو ہر آن باہم مُشت و گریبان رہتے ہیں۔ رُوح کوئی بیرونی چیز نہیں ہے۔ جو قالب انسانی کے تیار ہو جانے پر اسمیں حلول کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ تو سالمات برقی سے لے کر انسان تک ارتقاع مادہ کی ہر ایک منزل پر اس کے دوش بدوش رہتا ہے۔ اسلامی خیال کے مطابق رُوح نتیجہ جسم ہے۔ یا بالفاظ دیگر مادہ کی پیدائش۔ مادہ کی ابتدائی حالت میں بھی جو سالمات برقی کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو بالآخر بیشمار اعمال انتخاب کے ذریعہ بتدریج طبقۂ انسانی تک ترقی کرتے ہیں وہ چیز جس کو رُوح کہتے ہیں ایک بیج کی حالت میں موجود ہے جو مادہ کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی ہوئی انسان میں درجۂ تکمیل تک پہنچتی ہے +

فی الحقیقت دو علیحدہ اور مُتضاد کیفیتیں نہیں ہیں کہ ان میں اِتحاد بالکُل ناممکن ہو۔ اگر ان دو کی درمیانی حالت یعنے کیفیت اخلاقی پر جو ہر دو کو بمنزلۂ حلقۂ منسلکہ ہے غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہو گا۔ کہ یہ تینوں ایک ہی چیز کی تین مختلف کیفیات ہیں۔ اور یہ بھی روشن ہو جائیگا۔ کہ رُوحانیت کے لئے جسمانیات

ایک ضروری میدانِ عمل رہے ہیں جس کے بجز اول الذکر کی نشوونما ہرگز ممکن نہیں جس حالت کا نام حالتِ اخلاقی ہے ۔ اسکی بعض کیفیات جسمانیات کی شائستہ صورتیں ہیں ۔ اور بعض اور جو شائستگی میں بڑھ کر ہیں عین روحانیت ہیں یعنے روحانیت درحقیقت جسمانیات کی ایک نہایت ہی شستہ حالت کا نام ہے ۔ اسکی تشریح کے لئے ہم اس امر پر غور کریں گے کہ ہمارے تمام افعال کی ذمہ وار ہماری بعض خواہشات ہیں جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور وہ تیری ۔ یہ خواہشات جسمانی انسان اور حیوان ہر دو میں مشترک ہیں ۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ جب حیوان میں مشتعل ہوتی ہیں ۔ تو ہر ایک پہلی چیز کو جو میسر ہو اپنی بھڑک بجھانے کے لئے استعمال کرتی ہیں بلا لحاظ اسبات کے کہ یہ چیز کس کی ہے ۔ بنی نوع انسان میں بھی تا حال ایسی اقوام موجود ہیں جو اس لحاظ سے حیوانات سے مشابہت رکھتے ہیں وہ اپنی خواہشات کو اول ترین چیز سے جو ان کے راستہ میں آوے پورا کرتے ہیں خواہ وہ کسی کی کیوں نہ ہو ۔ ہماری خواہشات کی یہ حالت حیوانی ہے مگر جوں جوں شعور واتیہ بڑھتا جاتا ہے میرے اور تیرے میں تمیز پیدا ہوتی ہے اور تب انسان سطح اخلاقی پر قدم رکھتا ہے ۔ کیونکہ حالت اخلاقی کا تقاضا صرف اس قدر ہے کہ اپنی اور غیر کی چیز میں تمیز کر کے دوسروں کے حقوق کی عزت کی جاوے حالت حیوانی و اخلاقی میں فرق یہ ہے کہ ایک میں خواہشات اندھی ہوتی ہیں ۔ اور اس واسطے میرے اور تیرے کے درمیان تمیز نہیں کر سکتیں ۔ مگر دوسری میں خواہشات شعور واتیہ کی روشنی سے منور ہو کر اس تمیز کے قابل ہو جاتی ہیں ۔ اور اس حالت میں دوسروں کی حق تلفی کا محض خیال بھی باعث تکلیف ہوتا ہے

لیکن اس سطح اخلاقی کو سطح روحانی سے مشتبہ نہیں کرنا چاہیئے بسا اوقات اسی حالت کو غلطی سے روحانیت سمجھ لیا جاتا ہے بلاشبہ روحانیت ایک اونچے پیمانے پر اخلاق کا ہی نام ہے مگر بہت بالاتر اور بالکل مختلف ۔ اخلاق کی حد تو صرف یہاں تک ختم ہو جاتی ہے جب خواہشات نفسانی کے لگام کو اس قدر کھینچ کر رکھا جاوے کہ انکی تسکین

کیلئے حقوق غیر پر دست درازی نہ ہو سکے۔ مگر رُوحانیت کا نصب العین اس سے بلند ہے۔ یہ انسان کو ابھارتی ہے کہ اپنے اغراض غیر کے مفاد کیلئے قربان کرے۔ یہ عالم رُوحانیت کا ابتدائی مرحلہ ہے جو ترقی کرتے کرتے یہ نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان اپنی تمام زندگی اور کاروبار بنی نوع انسان اور تمام کائنات کی خدمت کیلئے وقف کر دیتا ہے یہ وہ سطح مرتفع ہے۔ جہاں سے انسان کی نظر صرف اپنی ذات۔ قوم یا نوع تک ہی محدود نہیں رہتی۔ بلکہ ذرہ ذرہ کائنات کو اپنے دائرہ دلچسپی کے اندر لے لیتی ہے بالفاظ دیگر وہ اپنے مفاد کو مفادِ عالم کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے۔ اور یہ وہ معراج رُوحانیت ہے جس پر پہنچ کر انسان اس شاعر کا ہم نوا ہوتا ہے جس نے کہا ہے ؎

ازاں قفس پریدم بروے کر دُنیا نام کنوں بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

اس مقام پر کھڑا ہو کر انسان پروردگارِ عالم کے بارانِ رحمت کا مہبط بن جاتا ہے کیونکہ وہ اسکی مخلوق کی خدمتگزاری کیلئے ایک آلہ بنا دیتا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ کا وصال حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف پاتا ہے۔ کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک رنگ کا شرکتِ مقصد پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنے مخلوق کی بہبودی کا خیال رکھنا۔ یہی وہ مقام ہے جس کی طرف قرآن کریم "الرحمٰن علم القرآن" میں اشارہ کیا ہے۔ یعنے جب انسان اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت سے رنگین ہو جاتا ہے (رحمانیت وہ صفت ہے جو بلا معاوضہ و استحقاق تمام وہ ضروریات مہیا کرتی ہے جن سے مخلوق کی زندگی وابستہ ہے) تو وہ نزولِ الہامِ الٰہی کے لئے موزونیت پیدا کر لیتا ہے

خلاصۂ کلام انسان حالاتِ جسمانی کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔ جبکہ اسکی ہمہ تن کوشش صرف اسلئے ہو کہ اندھا دھند اپنی خواہشات کو پورا کرے خواہ اُس سے کسی اور کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ شیرخوارگی کے بعد یہ حالت بچہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسمیں اخلاق جھلک پیدا ہو جاتی ہے۔ جب وہ میرے اور تیرے میں تمیز اور دوسروں کے حقوق کی عزت کرنے لگتا ہے لیکن عرش رُوحانیت پر پرواز کرتا ہے۔ جبکہ وہ اپنی خواہشات تسکین کے تمام اسباب مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے بطیب خاطر قربان کرنے کا عادی

ہو جاتا ہے۔ لہذا رُوحانیت اِس کا نام نہیں ہے کہ خواہشات حیوانی کو مٹا دیا جاوے یہ تو بمنزلۂ خود کشی کے ہے۔ اور نہ ہی رُوحانیت چند ملائم اخلاق کا مجموعہ ہے جیسے علے العموم خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا راز اس امر میں مُضمر ہے کہ جذباتِ فطری کو قواعد کے ماتحت مُنضبط کیا جاوے۔ افراط و تفریط سے بچا کر میانہ روی کی زریں شاہراہ پر چلایا جاوے۔ اور اخلاق کو وسعت و رفعت دیکر اپنے تئیں مخلوقِ الٰہی کیخدمت میں لگا دیا جاوے۔ الغرض اِنسان اس وقت تک قعرِ جسمانیات میں پڑا رہتا ہے۔ جب اسکی نظر میں ہر ایک چیز میری ہے۔ اور وہ اخلاقی سطح پر آتا ہے۔ جب اس کے نزدیک مُیری میری اور تیری تیری ہو جاوے۔ مگر جب سب کچھ تیری ہی تیری ہو جاوے اور مُیری مٹ جاوے۔ تو وہ آسمانِ رُوحانیت میں پرواز کے لُطف اُٹھاتا ہے۔ قرآن کریم نے اِنسانی فطرت کی ان تین کیفیات کا نقشہ کیا ہی دلکش پیرایہ میں کھینچا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

۱۔ نفس امّارہ (بڑا حکم کرنیوالا نفس) جو انسان کو ہر ایک رطب و یابس کے استعمال پر اُبھارتا ہے جس سے وہ اپنی خواہشات کی آگ بجھا سکے۔ یہ انسان کی حیوانی حالت ہے۔

۲۔ نفس لوّامہ (ملامت کرنیوالا نفس) جو انسان کی خواہشات سفلی پر ایک قسم کا لگام ڈالتا ہے کہ اپنی تسکین کے لئے حدُودِ حق سے تجاوز نہ کر جاویں۔ یہ اِنسان کی اخلاقی حالت ہے۔

۳۔ نفس مطمئنہ (سکینت والا نفس) جو انسان کو فنا فے العالم کر دیتا ہے ہمہ تن خدمت مخلوق میں مستغرق ہو کر انسان اپنے تئیں فراموش کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کو آسمان رُوحانیت پر رفعت دیتا ہے۔ جہاں وہ تفکّراتِ سفلی کے بادلوں سے بالاتر ہوتا ہے وہ خُدا کے جنّت میں داخل کیا جاتا ہے جہاں ہمیشہ تجلّیاتِ انوارِ الٰہی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ معراج رُوحانیت جس کا ذکر قرآن کریم نے اِن الفاظ میں فرمایا ہے:۔

یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (اے نفس مطمئنہ لوٹ آ اپنے رب کیطرف اس حالت میں کہ تُو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو۔ داخل ہو جا میرے بندوں میں اور میری جنّت میں)

اسماءالحسنیٰ

(ازقلم جناب پروفیسر ایچ ایم لیون صاحب ایم اے ایف ایس پی)

قرآن شریف کی ساتویں سورۃ اعراف کی ۱۸۰ آیت میں لکھا ہے کہ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔ ترجمہ۔ اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو اس کے نام لے کر اسکو (جس نام سے چاہو) پکارو۔ اسماءالحسنیٰ اُس قادرِ مطلق کی ننانویں صفات کو ظاہر کرتے ہیں جس کا نام اللہ ہے ایک فاضل مولوی عبدالحق صاحب شارح مشکوٰۃ المصابیح نے لکھا ہے کہ اسلام کی ابتداء زمانہ میں پکے مسلمان اللہ تعالیٰ کی تعریف میں اس کے ننانویں صفات کو کنکریوں یا انگلیوں پر شمار کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح ان اسماء کے یاد کرنے میں انہیں بہت مدد ملتی تھی۔ یہ بھی اِس جگہ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ مشکوٰۃ المصابیح (طاق برائے چراغہا) اسلامی احادیث کی ایک مشہور کتاب ہے۔ پانچویں سنہ ہجری کے آخر میں امام حسین البغاوی نے جو کہ ایک متقی شخص تھا۔ اُسے تصنیف کیا اور اس وقت اس کا نام مصابیح السنہ رکھا گیا تھا +

مُسلمان اس وقت تک بھی کنکریوں یا اُنگلیوں سے صفات آلٰہی کے گننے میں کام لیتے ہیں۔ اور علاوہ اس کے اکثر لوگ دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا استعمال کرتے ہیں جسے عربی میں سبح فارسی میں سباح اور ہندوستانی میں تسبیح اور ترکی میں تسبح کہتے ہیں۔ اور تسبیح کے معنے ہیں اے پاک خدا +

لاطینی کیتھولک عیسائی بھی اپنی عبادت کے وقت دھاگے میں اسی قسم کے دانے پروکر استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ رسم اغلباً مذہبی جنگوں کے وقت عیسائیوں نے اختیار کی اور مخالف مسلمانوں کی تقلید میں مذہبی مجاہدین کے

ذریعہ اس کا رواج ان میں ہُوا ۔ مگر تسبیح کا رواج عیسائیوں میں باضابطہ طور پر بقول پوپ پالس پنجم سینٹ ڈومی نک دی گزمان کے ذریعہ ہوُا جو دینی عدالت کے حاکم اور ڈومینکن فرایرز کا بانی تھا ۔ پوپ مذکور ایک سچا لیکن متعصّب شخص تھا جو ۱۵۰۴ء میں پیدا ہُوا اور ۱۵۶۶ء سے لیکر ۱۵۷۲ء تک جبکہ وہ فوت ہوُا پوپ رہا ۔ اور اس نے ۱۵۶۶ء میں اس امر کا ذکر بل (فتوی پوپ) میں کیا +

لکھا ہے کہ پال ساکن فرما چوتھی صدی عیسوی کے ایک مصری مجاہد کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تین سو دعاؤں کا ورد کرے ۔ چنانچہ اس غرض کے لئے تین سو کنکریاں جمع کر کے اپنے سینہ کے ساتھ رکھیں ۔ اور ہر ایک دُعا بعد ایک کنکری نکالکر وہ پھینک دیتا تھا ۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی عیسائیوں کو تسبیح کا استعمال معلوم نہ تھا ۔ اور البتہ اس امر کی تصدیق اس سے ضرور ہوتی ہے ۔ کہ لاطینی عیسائی مجاہدین ہمارے میں مسلمانوں کے مُقلّد تھے ۔ قرآن شریف کا مسلمانوں کے لئے یہ حکم کہ وہ خدا کو اس کے مقدس نام لیکر پکاریں کوئی نیا رواج یا نئی رسم نہیں جو حضرت محمد صلعم نے ایجاد کی ہو ۔ خداوند تعالیٰ کے نام کی عزّت کے متعلق تمام یہودی اور عیسائی مذہبی مصنّفوں ۔ نے حضرت موسیٰ (ملاحظہ ہو خروج باب ۲۰ آیت ۷) سے لیکر جناب مسیح کے سب سے آخری حواری تک (ملاحظہ ہو مکاشفات باب ۱۵ ۔ آیت ۴) یک زبان ہوکر ایک ہی قسم کی تعلیم دی ہے +

کتاب نحمیاہ (باب ۹ آیت ۵) میں لکھا ہے کہ نبی نے اسرائیلیوں کی ایک بھاری دعوت کے موقعہ پر جبکہ وہ ماتمی لباس پہن کر اور سر پر خاک ڈالکر سہ پہر کے بعد اپنے گناہوں کا اعتراف کیا کرتے تھے انہیں حکم دیا کہ وہ سجدہ میں سے اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں ۔ اور اپنے خدا کی بار بار تسبیح اور حمد کریں اور اس کے نام کی تقدیس کریں وہی تمام تعریفوں سے بالاتر ہے ۔ چنانچہ آیات

لغایت ۱۰ میں لکھا ہے کہ نبی نے قادر مطلق کی تعریف کے گیت گائے۔ اور بآواز بلند کہا کہ تو ہاں تو ہی اکیلا خداوند ہے۔ تو نے آسمان کو اور آسمانوں کے آسمان کو اور اُن کی ساری آبادی کو اور زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ ان میں ہے بنایا۔ اور تو سبھوں کا پروردگار ہے۔ اور آسمانوں کا لشکر تیرا سجدہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی وحدانیت۔ اس کے قادر مطلق اور حاضر و ناظر ہونے کا اعلان اور اسکے ربوبیت عامہ۔ خالقیت۔ حےّ و قیوم ہونے کا اعتراف۔ اور تمام جھوٹے اور تجویز کردہ دیوتاؤں یا خداؤں کی طرف سے بے اعتنائی اور کُفار کی بت پرستی۔ ایرانی مجوسیوں کے دو خداؤں کی مخالفت یہ سب کچھ ایک قسم کی صدائے احتجاج تھی۔ جو کہ اسلام کے سچے پیغمبر کی شان کے بالکل شایاں تھی +

خدا کی تعریف میں نحمیاہ کا گیت تمام مسلمانوں کو بڑے زور شور سے قرآن مجید کی سورہ ۵۹ (الحشر) کی پہلی اور آخر کی آیات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں :-

۱- سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ ترجمہ جتنی مخلوقات آسمانوں میں ہیں اور جتنی مخلوقات زمین میں ہیں (سب ہی تو) خدا کی تسبیح (و تقدیس) میں لگی ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (آیت اوّل) +

۲- ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ترجمہ۔ وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا۔ وہی بڑا مہربان (اور) رحم والا ہے (آیت ۲۲) +

۳- ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلم المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحن اللہ عما یشرکون

ترجمہ۔ وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (تمام جہان کا) بادشاہ ہے پاک ذات ہے (تمام) عیبوں سے بری ہے امن دینے والا

ہے نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے۔ یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ (کی ذات) اس سے پاک ہے (آیت ۲۳)

۴۔ ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض ج وھو العزیز الحکیم۔ ترجمہ۔ وہی (اللہ) (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد (مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں بنانیوالا ہے (اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں جو (مخلوقات) آسمانوں (میں) اور زمین میں ہے (سب ہی تو) اسکی تسبیح (وتقدیس) کرتے ہیں۔ اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (آیت ۲۴)

دُنیا کی ابتدائی حالت میں بھی قوموں نے کسی نام کی تقدیس وتحریم وغیرہ کو ضروری سمجھا ہے اور آجکل کی تہذیب یافتہ اقوام بھی اس قسم کے مضمون کو نظرانداز نہیں کرتے۔ بُت پرستی کی مختلف شکلوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ چھوٹے یا بڑے دیوتاؤں کے نام (گو ان دیوتاؤں کا اس وقت پتہ نہیں چلتا) اکثر ان صفات کے مظہر تھے جن کی نسبت اعتقاد تھا۔ کہ وہ ان میں موجود ہیں۔ انہیں سے بڑے بڑے اکثر فطرت کی پرستش کے متعلق تھے +

مسٹر جے موفی اپنی عجیب وغریب کتاب دی سیکرڈ (فارمیولاز آف دی چیرو کنیز وچیروکنیز کی مقدس منتر) میں لکھتا ہے کہ شمالی امریکہ انڈین کے نزدیک چیروکنیز کا نام کاغذ کے پُرزہ پر ایک طبع شدہ حرُوف کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ وہ اُسے اسکی ذات کا یعنے جسم کا ایک جزو اسی طرح کا خیال کرتے ہیں جس طرح کہ اسکی آنکھ یا دانت اور ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جس طرح اسکے جسم پر زخم یا ضرب پہنچانے سے اُسے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ اسی طرح اس کے نام سے ساتھ بدسلوکی کرنے یا اسکی بےعزتی کرنے سے بھی پہنچتی ہے۔ یہی اعتقاد اُن مختلف اقوام میں بھی تھا۔ جو بحرِ اوقیانوس سے لیکر بحر الکاہل تک آباد تھیں اسی لئے نام کو چھُپانے اور اسکے تغیر کرنے کے لئے بہت سے قواعد انہیں بنانے پڑے

اور یہی باعث ہے کہ ہوپاٹقن اور پوکاہان ٹس کی تاریخوں میں فرضی نام پائے جاتے ہیں ۔ کیونکہ سفید رنگ قوموں سے اِس کے اصلی نام اس وقت تک پوشیدہ رکھے گئے جب تک کہ ان کے اصلی نام اس قدر شہرت نہ پا گئے کہ اُنکا مٹانا ناممکن ہوگیا ۔ اگر اُن کے کسی پیر یا پادری کی دُعا کسی بیمار کے حق میں اپنا ظاہری اثر پیدا نہ کرے تو وہ بیماری کی بجائے اُس کے نام کو بعض وقت بیمار خیال کرتا ہے ۔ اِسلیئے وہ پانی کے پاس جاکر بعض مناسب رسُومات اداکرکے بیمار کے لئے نیا نام تجویز کرتا ہے ۔ اور اسی نام سے وہ آیندہ ہمیشہ پکارا جاتا ہے ۔ اس کے بعد وہ پھر از سرِنو اپنا منتر پڑھتا ہے ۔ اور اسمیں بیمار کا نیا نام لاتا ہے ۔ اور اسے اُمید واثق ہوتی ہے ۔ کہ وہ اپنی کوششوں میں ضرور کامیاب ہوگا ۔ اب اِس امر کا ثبوت کہ کسی شخص کا نام اسکے جسم کا ایک حصہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے ۔ اور کس طرح اِس کے ذریعہ اس کا وجود ایک جگہ سے لیجاکر دوسری جگہ قائم کیا جاتا ہے ۔ اس طریق عمل سے ملتا ہے ۔ جو کہ ایک ساحرہ یا جادوگر اپنے معمول کی جان ایک بُت میں ڈالکر اس پر جادو کرتا ہے +

جیمس شاہ انگلینڈ نے اپنی کتاب ڈیمونولوجی (علم بھوت) میں لکھا ہے ۔ کہ بھوت مٹی یا موم کے بُت بنانے کا ڈھنگ سکھلا دیتے ہیں جنکو جلانے سے وہ لوگ جن کے نام پر وہ بُت بنائے جاتے ہیں ۔ آہستہ آہستہ ایک لمبی بیماری سے گھلتے جاتے ہیں ۔ اسی طرح زمانۂ وسطیٰ کے ایک وعظ (لیکچر) میں لکھا ہے کہ ایک قوم نے بُت کو بپتسما دیا گیا ۔ تاکہ اس پر جادو کا عمل کیا جائے

اسی طرح بعض توہم پرست لوگوں کا خیال ہے کہ خدا اسم القادر مختتم کا ورد کرنے سے انسان میں دیوتا کے ساتھ براہ راست تعلق رکھنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے ۔ بلکہ اس شخص میں اس دیوتا کی فوق العادت قوتیں بھی آجاتی ہیں جسے وہ شخص ضرورت کے وقت استعمال میں لاسکتا ہے ایک پرانی مشرقی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بادشاہ کو یہ نام

معلوم تھا اور اسی کے استعمال سے وہ علم اُسے حاصل تھا جو اسمیں دیکھا جاتا تھا۔ اور اسی کے ذریعہ وہ خُدا اور اُسکے فرشتوں کے علم اور دانائی سے جب کبھی وہ چاہتا کام لیتا تھا۔ مصر۔ عرب شام اور دیگر ممالک میں اب بھی لوگوں کا اعتقاد ہے خدا کے اسی اسم اعظم کا علم بڑے انبیا کو دیا گیا تھا۔ اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اسم اللہ اصلی نام نہیں۔ اسی اسم اعظم کے ذریعہ پیغمبر اپنے آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جب وہ چاہیں اور اسے پڑھیں لیجاتے ہیں۔ اور اسے ہی سے وہ زندہ لوگوں کو مار سکتے ہیں۔ اور مُردوں کو زندہ بھی کر سکتے ہیں بیماروں کو صحت بخشنا چلتے دریاؤں کو خشک کر دینا اور اسی قسم کے دیگر معجزات کا اظہار اسی کی بدولت ہے۔

پلانیتی دی الڈر جس نے ۱۸۰۰ء کے قریب ایک مشہور کتاب تسطور یا نیچر اس تصنیف کرکے طبع کرائے۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ سوکھی ہوئی بچھو بوٹی کی جڑ بطور جنتر تپ نوبت کے مریضوں کو پہنائی جاتی تھی۔ اور اسی طرح دیگر پودے بھی مختلف امراض کے لئے استعمال کئے جاتے تھے لیکن ان جڑی بوٹیوں کو اُکھاڑتے وقت یہ ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس غرض کو ظاہر کیا جائے۔ جس کے لئے انہیں اُکھاڑا جاتا ہے۔ اور اس شخص کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لیا جائے جس کے لئے ان کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان کا اثر مکمل طور پر ہو +

ایک عربی کتاب میں جو اس زمانہ میں تصنیف ہوئی جبکہ مسلمانوں کی سلطنت ہسپانیہ میں تھی لکھا ہے کہ ساحر لوگ جب کبھی وہ زہریلی ادویہ کسی شخص کیلئے تیار کرتے تو اس کا نام بھی ساتھ ہی تین دفعہ ضرور لیتے۔ اور جب مختلف ادویہ کو ہاون میں ڈالکر دستہ کے ساتھ باریک کرنا ہوتا تھا تو جس شخص کو ان ادویہ سے ہلاک کرنا ہوتا اس شخص کا نام روشنائی سے ہاون کے نیچے لکھتے تھے۔ اور پھر ادویہ ہمیں ڈالکر اس وقت تک کوٹی جاتی تھیں جب تک کہ اس شخص کے نام کا نشان تک بھی باقی نہ رہے ہندو ساحر بھی اپنے شکار کا نام اس بُت کے سینے پر لکھتے تھے جو اسکی قائمقامی کرتا تھا +

انگلستان میں بھی ملکۂ الزبتھ کے زمانہ تک سحر پر اور اس بات پر بھی لوگوں کا اعتقاد تھا۔ کہ کسی شخص کو اس کا بُت بنا کر اور اُس پر اس کا نام لکھ کر تکلیف دیجا سکتی ہے۔ اور ۱۵۷۸ء میں ڈاکٹر جان ڈی کو جو کہ ایک مشہور ریاضی دان اور نجومی تھا بصیغہ ضروری طلب کیا گیا۔ تاکہ وہ جناب ملکہ معظمہ کو اس تکلیف اور دُکھ سے بچاوے جو اس کے ایک مجسمہ کے ذریعہ اُسے پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس مجسمہ پر اُس کا نام لکھ کر اس کے سینہ میں ایک سُوئی چبھوئی گئی تھی۔ یہ مجسمہ لنکنز ان فیلڈ واقعہ لنڈن میں پایا گیا تھا۔

پلاٹینی یہ بھی لکھتا ہے کہ ایک رومن مؤرخ اور گرامردان ویری اس الم فلیکس نامی (جو رومن بادشاہ ٹائبریس کے عہد میں فوت ہوا۔ لیکن جس کی تاریخ پیدائش اور جائے ولادت کا ٹھیک پتہ نہیں) بعض معتبر مصنفین کا حوالہ دیکر لکھتا ہے۔ جب رومن والے کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو سب سے پہلے پادریوں کا یہ کام ہوتا کہ وہ اس دیوتا کو پوجا کر کے بلاتے جس کی زیر نگرانی وہ شہر ہوتا اور اُسے التجا کرتا کہ وہ یا تو اُسے شہر کی حفاظت قبول کرے اور یا اس سے کسی بڑے شہر کی جو رومن کے قبضہ میں ہوا۔ پلاٹینی یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ دستور العمل سردار پادریوں کے اہتمام میں اب تک ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا راز اُسی دیوتا کی زیر حفاظت محفوظ رہا ہے جو کہ روما کا دیوتا تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ویلیریس اس سورینس کو اس لئے قتل کیا گیا تھا۔ کہ اس نے روما کے دیوتا کا نام ظاہر کر دیا تھا۔ پروفیسر جے۔ رائس نے ولش فیریز (ویلز کی پریاں) پر ایک مضمون لکھا ہے جو نائنٹینتھ سنچری بابت جولائی لغایت دسمبر ۱۸۹۱ء میں چھپا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے کہ Celts اور آریا نسل کی دیگر دُور دُور پھیلی شاخوں کا کسی وقت اعتقاد تھا۔ کسی شخص کا نام اس کا جزو جسم ہی نہیں بلکہ اس کا وہ حصہ جسم ہے جسے جان یا جان وغیرہ کے نام سے لوگ پکارتے ہیں۔ باقی دارد

زندہ مذہب کی خصوصیت

اسلامک ریویو مئی ۱۹۳۲ء

از قلم جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی-اے مسجد ووکنگ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

(ترجمہ - دین (حق) تو اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے (سورہ ۳ آیت ۱۸)

اسوقت ہم ایک ایسے زمانہ میں سے ہو کر گذر رہے ہیں جسمیں دماغی ترقی اور علوم طبعیات کی تحقیقات کا بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے۔ اور فطرت کے راز ہائے سربستہ کے متعلق عجیب عجیب تحقیقات کا ہونا ممکنات سے خیال کیا جاتا ہے اور ہر ایک چیز کی جانچ پڑتال کرنا ہماری فطرت ثانیہ ہو گئی ہے ہماری جزورسی کی قوت نے اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ سائنس کے میدان میں ہماری کامیابی محض اسی قوت کے نشو و نما پر منحصر ہے۔ اور آب و آتش۔ باد و خاک کے خواص دریافت کی بھی ہمیں دھت لگ رہی ہے جبکہ ہماری یہ حالت ہے تو کیا یہ ضروری معلوم نہیں دیتا کہ ہم مذہب کی خصوصیات کی بھی تلاش کریں۔ کیا مذہب محض ہمارا زبانی اقرار یا بیان ہی ہے جس کے متعلق زبانی جمع خرچ کرنا ہی کافی خیال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں کیونکہ جس طرح ہمارا طبعیات کا علم انسانی تہذیب پر عملی رنگ میں اثر ڈالتا ہے۔ اور بہت حد تک انسان کی قسمت کو سانچے میں ڈھالتا ہے اسیطرح مذہبی دائرے کے اندر ہمارا علم ہمارے چلن کے اخلاقی اور روحانی پہلو کی درستی میں بہت بڑا کام کرتا ہے۔

جس مذہب کا اثر عملی رنگ میں کسی چال و چلن پر نہ پڑے۔ وہ قبولیت کے قابل نہیں اگر مذہب کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ نہیں اور وہ ہمیں یہ نہیں بتلاتا کہ کس طرح ہم زندگی کے میدان کارزار میں فتح حاصل کریں تو وہ ایک مجموعہ خیالات ہی ہے جو خود بخود جلد معدوم ہو جائیگا پھر اس قسم کے مذہب کی دنیا کو ضرورت ہی کیا ہے جو صرف توہمات ہی کی پرورش کرے۔ لہٰذا ایک سچے اور صحیح مذہب کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ انسانی اخلاق کو اسی طرح مضبوط کرے جسطرح طبعیات کی تحقیقات سے انسان کی دولت اور خوشحالی بڑھتی ہے۔ سائنس اور مذہب میں بالکل چولی دامن کا ساتھ ہے فرق ان میں صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر کا تعلق جسمانی اور مادی اشیاء کے ساتھ ہے اور آخر الذکر انسانی چلن کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں پر اثر ڈالتا ہے پس اگر مادی ترقی کیلئے ہمیں تجربہ اور علم کی ضرورت ہے۔ تو روحانی ترقی اور عروج کے لئے بھی ہمیں اسیطرح علم حاصل کرنے کی حاجت ہے۔

تہذیب کے میدان میں ہم علم سائنس کے ذریعہ بڑھتے ہیں یعنے ہماری ترقی خدا کی رضا کا علم اُسی طرز سے حاصل کرنے پر منحصر ہے جس طرح کروہ کتاب فطرت میں نظر آتی ہے۔ اور رُوحانی دنیا میں بھی ہمیں ترقی تو ہی نصیب ہو سکتی ہے جبکہ علم حاصل کریں جو کلام الٰہی سے ہمیں ملسکتا ہے۔ گویا سائنس تو خدائی کاموں کی تحقیقات اور اُس کا مطالعہ کرنا بتلاتا ہے اور مذہب خدا کے کلام کا مطالعہ کرنا سکھاتا ہے۔ ہر دو کی غرض تحصیل علم یعنے دُنیا میں تلاش رضاء مولی ہے لیکن ذرائع البتہ مختلف ہیں۔ ایک خداوند تعالیٰ کے کاموں کی تلاش میں ہے اور دوسرا اس کے کلام کی۔ اور چونکہ دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ لہذا سائنس اور مذہب کو توام کہہ سکتے ہیں جو کہ ایک ہی ماں کا دُودھ پیتے ہیں پس جبکہ سائنس کا ایک لطیف نام مذہب ہے تو کیا ممکن نہیں کہ ہم اس کے خواص بھی دریافت کر سکیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زندہ مذہب کی کیا خصُوصیات ہیں؟

الہام

میں نے ابھی اُوپر ذکر کیا ہے کہ مذہب کو خدا کے کلام سے علم و عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے دنیا میں ہر ایک مذہب الہامی کتاب کا مدعی ہے۔ اور مختلف مذاہب کے پیروؤں کی الہامی کتابیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا کلام ہی مذہب کی عمارت کیلئے بنیاد کا کام دیتا ہے

ان کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ایکدفعہ کلام کیا یا کم از کم ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں بولنے کا عادی تھا لیکن اس سے زمانہ حال کے لوگوں کی کسی صورت میں بھی تشفی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے ایک محقق اور تفحص کرنے والے شخص کے دِل میں خدا کی ہستی کے بارے میں خطرناک شبہات پیدا ہوتے ہیں مثلاً اگر سچّے مذہب کیلئے خدا کی طرف سے الہام لازمی ہو تو ہر زمانہ میں تازہ الہام ہونا چاہئے کیونکہ زمانہ ماضی کا الہام ایک راز سربستہ ہوتا ہے جس سے زمانہ حال کے (زمانہ مابعد) کے لوگوں کو کوئی تازہ اور پختہ ثبوت نہیں ملسکتا۔ اور پھر قدرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا نے موسیٰ عیسیٰ اور محمد صلعم کے زمانہ میں کلام کیا تو اُسے زمانہ حال میں بھی گفتگو کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ اب کلام نہیں کرتا تو اب اسکی ہستی کا ثبوت دُنیا میں کس طرح ملسکتا ہے خدا کی نسبت تو ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ اور ابدی ہے۔ تو پھر کیا اس کا اسقدر لمبی خاموشی اختیار کرنا اس کے صفات کا منافی نہیں ہو سکتا۔ لہذا کسی زندہ مذہب کا زبردست نشان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں الہام الٰہی کا مدعی ہو۔ اور جو اُسے اب بند سمجھتا ہے وہ زندہ مذہب کہلانے کا استحقاق

نہیں رکھتا۔ اور صفات الٰہی بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتے +

انتظام ضروریات انسان میں مختلف قابلیتیں اور طاقتیں موجود ہیں۔ اور مذہب کا بڑا بھاری کام یہ ہے کہ ان تمام قوموں کی نشوونما اس کے ذریعہ یکساں طور پر ہو۔ ہیں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مذہب صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں بلکہ اس میں ایسی طاقت ہونی چاہئے جس سے انسانی اخلاق کوئی خاص صورت اختیار کرنے اور انسان کی مختلف قوتیں کام میں لائی جاویں بالفاظ دیگر مذہب کی غرض و نہایت انسان کی تمام طاقتوں کو پورے طور پر اظہار میں لانا ہے لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ہم خاص مقررہ شرائط کے پابند ہوں ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں ہر ایک امر کسی نہ کسی ضابطہ کے ماتحت ہے اور اسی قانون الٰہی پر عمل کرنے سے ہی ہمیں ترقی حاصل ہو سکتی ہے پس قانون کی پابندی ہی ترقی کا راز ہے گویا ہماری آزادی قیود ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی خیال کو ہندوستان کے مشہور شاعر اقبال نے نہایت خوبصورتی سے ذیل کے شعر میں ادا کیا ہے +

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابگل بھی ہے — انہیں پابندیوں میں رہ کے آزادی کی خو کرلے

جو مذہب تمام انسانی قویٰ کی نشوونما کو اپنا نصب العین بناتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری تمام ضروریات کا مکمل طور پر انتظام کرے۔ اور زندگی کے لئے تمام ضوابط و قواعد کو ترتیب دے اور ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح کسی دوست یا دشمن کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے + نیز ہمیں بادشاہ و رعیت باپ بیٹے اور مرد و زن وغیرہ کے باہمی حقوق و فرائض کے متعلق قواعد ہونے چاہئیں۔ الغرض ہمیں مذہب میں اس قسم کی تعلیم ملنی چاہئے جس سے ہم ہر طرح پر امن زندگی کامیابی سے ساتھ بسر کرسکیں۔ لہٰذا اچھے مذہب کا دوسرا خاصہ یہ ہونا چاہئے کہ اس میں انسان کی ہدایت کے لئے مکمل ضابطۂ زندگی موجود ہو +

نمونہ اصول کے مقابلہ میں عمل کا اثر قوی تر ہوتا ہے۔ انسان میں ایک دوسرے کی نقل کرنے کا مادہ موجود ہے۔ اور جس طرح انسان فی بالطبع ہے اسی طرح اس میں عقل اور قوت استدلال بھی ہے۔ اس لئے صرف یہ ضابطہ اور قوانین ہی ہمارے اخلاق کو درست کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ ہمارے سامنے ایک مکمل نمونہ بھی موجود ہونا چاہئے اسی لئے مختلف مذاہب کو پیش کرنیوالے . . . . اپنا اپنا نمونہ پیش کرتے ہیں اسباب کو تسلیم کرنے میں کسی کو تامل نہ ہوگا۔ کہ ہمارا نمونہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو تاریخی ہو اور جس کے حالات زندگی ہم تک بڑی صحت و وثوق کے ساتھ پہنچیں۔ تاکہ ان سے ہم ہدایت پکڑیں۔ اور اپنی

منزل مقصود تک پہنچیں ۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ وہ ایسا نمونہ ہو جو سوسائٹی کے مختلف مدارج میں سے ہو کر نکلا ہو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ تاکہ ہم زندگی کی ہر حالت میں اور ہر قدم پر اسکے نقش قدم پر چل سکیں

اسلام کی پرکھ

آؤ ذرہ اس معیار کے مطابق جس کا اوپر ذکر کیا ہے اسلام کو پرکھیں ۔ سب سے اول الہام ہے ۔ اس کے متعلق میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام ہی غالباً ایک ایسا مذہب ہے جو کہتا ہے کہ الہام الٰہی کا سلسلہ اب تک جاری ہے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ:-

متقیوں کو اس دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبریاں ملینگی!

اور حضرت رسول اکرم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنے نبوت میں سے اب مبشرات ہی باقی رہگئے ہیں ۔ اگرچہ قرآن مجید تمام زمانوں کیلئے ایک مکمل ضابطہ ہے لیکن رسالت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے ۔ گو متقی اور پرہیزگار لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بشارت و خوشخبریاں ملتی رہینگی ۔ یہ محض لفاظی ہی نہیں ۔ اور جی خوش کرنے کیلئے ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی تصدیق تاریخی واقعات سے بھی ہوتی ہے ۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں مسلمانوں کے اندر ذی امتیاز اولیا گذرے ہیں جنھیں خدا کی طرف سے الہام ہوتا رہا ہے اور ان میں اکثر نے ملہم ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے ۔

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کی رو سے قانون الٰہی کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے اب نئے پیغمبر کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ قرآن شریف میں حضرت محمد صلعم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اسلئے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہوا ۔ اور اب دنیا میں سب سے آخری نبی تھے مگر اولیاء اللہ کو بھی جنہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا کرتا ہے کبھی کبھی نبی کہا گیا ہے لیکن اس لفظ نبی کا استعمال محض استعارۃً ہی ہے ۔ اسلام کی اصطلاح کے مطابق نبی وہ شخص ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف سے لوگوں کے لئے قانون الٰہی لائے ۔ چونکہ قرآن شریف کے بعد کوئی نیا قانون الٰہی نہیں ہو سکتا ۔ اسلئے صحیح معنوں میں کسی رسول کی ضرورت محمد رسول اللہ کے بعد نہیں ہو سکتی ۔ خدا کی طرف سے جو الہامات اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں وہ قانون کی ذیل میں نہیں آسکتے ۔ وہ صرف ان کیلئے مبشرات لاتے ہیں ۔ یا بعض وقت ان کے ذریعہ قرآن شریف کی کسی آیت کی نہایت خوبی کے ساتھ تشریح کیجاتی ہے ۔ لیکن نئے قانون یا شرع کا وہ حکم نہیں رکھتے +

معیار دوم۔ انتظام ضروریات اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف جس کے اپنے اصلی حالت میں ہونے کا سب کو اقرار ہے ہمارے لئے بڑے بڑے اعلیٰ اصولوں کے لحاظ سے ایک مکمل ضابطۂ زندگی پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی جن اصولوں کا قرآن شریف میں ذکر ہے انکی تشریح اور توضیح احادیث نبوی میں ملتی ہے +

معیار سوم پر ہمیں رسُول پاک کی ذات ہی میں ایک مکمل نمونہ نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی کے حالات قلمبند کرنے کیلئے یہاں بہت کم گنجائش ہے لیکن اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ آپ ایک تاریخی انسان تھے۔ اور آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات بھی ہم تک نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ پہنچے ہیں۔ آپ کی سوانح عمری لکھنے والوں نے بڑی محنت سے آپکی زندگی کے چھوٹے چھوٹے حالات کو جمع کرکے قلمبند کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے آپ کے ازواج مطہرات کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی تفصیل سے کام لیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ آپ کی زندگی میں ہر ایک انسانی پہلو کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ ایک غریب اور بیکس یتیم کی حالت سے عرب کے زبردست بادشاہ بنے۔ اور اپنی عمر کے ترسیٹھ سال کے اندر آپ نے زندگی کے مدوجزر کا عملی طور پر تجربہ کیا۔ کبھی آپ مکہ سے بھاگ کر ایک غار میں پناہگزین ہوتے ہیں۔ اور کبھی آپ اُسی شہر میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ایک فاتح بادشاہ کی حیثیت میں داخل ہوتے ہیں۔ کبھی آپ لڑائی میں زخمی پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی ہم آپ کو ایک بڑے تجربہ کار سپاہی کی طرح فوجوں کی کمان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں +

روزمرہ کی زندگی میں بھی آپ ایک مہربان باپ اور محبت کرنیوالے خاوند اور وفادار دوست کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ الغرض آپ سوسائٹی کے مختلف مدارج میں سے ہوکر گذرے ہیں لہذا انسانی خصلت کے ہر ایک پہلو پر آپ کی زندگی روشنی ڈالتی ہے اور آپ ہی انسان کیلئے مکمل نمونہ ہوسکتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

جو کچھ اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام ہی آجکل زندہ مذہب ہے کیونکہ

۱۔ یہ الہام الٰہی کیلئے ہمیشہ جاری رہنے کا قائل ہے جسکی تصدیق اسلامی اولیا کی سوانح سے ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے +

۲۔ اس کی کتاب یعنی قرآن شریف زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ ہے +

۳۔ اس کا پیغمبر جو کہ تاریخی انسان تھا اپنی زندگی بطور نمونہ مکمل کے پیش کرتا ہے + کیا انسان کے علم میں کوئی ایسا مذہب ہے جوان تینوں باتوں میں پورا اترے؟

فہرست کتب اردو مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
زنانہ کتب		تعلیم النسواں کی تیسری کتاب	۵ر	تفسیر فتح العزیز پارہ عم زبان فارسی	عہ ۸ر
بنت الرسول - - ..	۶ر	زنانہ خط وکتابت	۵ر	معانی الآثار معروف بہ طحاوی عربی	۱۱ عہ
امام حسین	۵ر	ادیب النسواں - ..	۵ر	کشکول کلیمی اردو	۶ر
جام کوثر	۵ر	انشاء النسواں .. - ..	۵ر	معین الواعظین ترجمہ اردو	عہ
جمیلہ خاتون - - ..	۴ر	خورشید جہاں	۵ر	انیس الواعظین	
آداب النسواں	۷ر	انمول موتی - - - ..	۵ر	کشف المحجوب فارسی	۸ر
عقیلہ بیگم - ..	۴ر	انتظام خانہ داری .	۵ر	آیات الکاملہ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ	
نیا باورچی خانہ	۷ر	اخلاقی کہانیاں - -	۵ر	مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱ے ر
مناجات بیوہ	۳ر	بہشتی حوریں	۵ر	تعلیم القرآن -	۸ر
صبر کی دیوی - - ..	۴ر	کھانا پکانا - - ..	۵ر	دیوان حافظ مترجم اردو کلاں	۸ر
اصلاح الرسوم	۴ر	زر آموزی - - ..	۵ر	اخلاق جلالی فارسی	عہ
لیکچر اسلام - -	۴ر	پیغمبروں کے حالات - - ..	۵ر	غنیۃ الطالبین مع ترجمہ اردو	
راہ حیات	۴ر	**کتب احادیث وغیرہ**		زبدۃ السالکین حضرت شیخ عبد القادر	صہ ر
جیب کی داد - ..	۳ر	صحیح بخاری محشی کامل	۱۵	جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	
رفیق مرزا - - ..	۵ر	مطبوعہ کرزن پریس دہلی		مثنوی مولانا روم فارسی	۱۲ر
ناصح مشفق - ..	۴ر	صحیح مسلم اول سے تین جلد	ہعہ ر	شمائل ترمذی - -	۸ر
رباعیات حالی - -	۴ر	ابوداؤد اول تیسری جلد	للعہ ر	المشاہد ذکر شہداء	عہ ۴ر
مسدس حالی - ..	۱۰ر	ابن ماجہ	ہعہ ر	منتہی الارب ... لغات عربی	للعہ
زنانہ حساب کتاب تعلیم	۱۲ر	حزب المقبول من احادیث الرسول	۱۳ر	کلیات سعدی فارسی	۳ے ر
تعلیم النسواں کی تعلیم کتاب	۳ر	مترجم ومحشی اردو		" جامی "	عہ
تعلیم النسواں کی دوسری کتاب	۳ر	حزب البحر مترجم ومحشی اردو سطور حنا	۱۰ر	" عراقی "	۱۲ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

نام کتاب	قیمت	نام کتاب وقیمت
پیارے نبی کے پیارے حالات	عہ	حمائل شریف جس کے عموماً چاروں طرف مشتاق پائے جاتے ہیں۔ قدمیں پاکٹ سائز خوشخط قد ۲½×۴ انچ عہ
بغداد کی تاریخ	عہ	مشہور معروف عکسی حمائل شریف مطبوعہ لندن قد ۵×۷ انچ عہ
گلستان محشی مع فرہنگ فارسی	۱۰	بیس خوبیوں والی حمائل شریف مترجم ہدیہ مجلد عہ

قرآن مجید

قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ ۔ قد انچ ½۱۱×۱۴ انچ ہدیہ ریگزائی کاغذ معہ رڈمٹی لعہ مصری عہ

قرآن شریف مترجم شاہ عبدالقادر صاحب قد انچ ۱۳×۱۰ انچ ہدیہ عہ

قرآن شریف مطبوعہ بمبئی مترجم شاہ رفیع الدین صاحب ہدیہ للعہ

بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کے لئے

قرآن شریف بلاترجمہ سفید کاغذ قد انچ ۱۰×۱۳ انچ عہ

قرآن شریف خوشخط عمدہ اعلیٰ قسم بچوں اور بوڑھوں کے لئے قد ½۶×۱۰ انچ قیمت عہ

حمائل شریف مترجم اعلیٰ قسم کاغذ سفید عنا شدہ مطبوعہ بلی ممتاز علی صاحب ہدیہ مجلد عہ قد کارڈ سائز

قرآن کریم وحیدی کلاں مترجم وحید الزمان صاحب حیدرآبادی مجلد ہدیہ عہ ۱۳

کُل دنیا بھر کی مطبوعہ حمائلوں سے بے نظیر حمائل شریف مترجم اردو ۔ حاشیہ بہ حروف بروایۃ القرآن المسمیٰ موضح القرآن تصنیف حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ مجلد ۔ ۔ للعہ

جواہر القرآن مجلد ۱۲

پنج سورہ مترجم فارسی مع دعا گنج العرش ہدیہ مجلد ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

پنجسورہ مترجم ومحشی اردو مع دعا گنج العرش قیمت مجلد ۱۲

حمائل شریف مجلد سی مطبوعہ لندن عہ

تعویذی عکسی حمائل شریف عہ

المشتہر

خواجہ عبدالغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

اسلامیہ پریس [illegible] باہتمام [illegible] خواجہ عبدالغنی [illegible] شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا محرّرۂ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے۔ ایل ایل بی مبلّغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک نہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۶) | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء | نمبر (۱۰)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و امداد مسلم مشن ووکنگ بلاد غیر بنام فنانشل سیکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت ہے کہ اس کی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

مسلم بک سوسائٹی کی اردو کتب زیر طبع

(۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ مصنفہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

(۲) مذہب اور جنگ مصنفہ جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب

(۳) فطرت عالم کا مذہب " حضرت خواجہ صاحب

(۴) مطالعۂ اسلام " "

(۵) باطنیات اسلام " "

(۶) مکمل مجموعۂ لیکچر اسلام " "

(۷) رد تناسخ "

(۸) اسلام اور علوم جدیدہ (۹) اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

نوٹ۔ متذکرہ بالا کتب کے شائع ہونے میں بہت تھوڑا عرصہ باقی ہے۔ خریدار ابھی سے اپنے نام لکھوا دیں۔ ان کو خاص رعایت دی جاوے گی +

مقامِ حدیث

بہترین تصنیف حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

مترجم ترجمۃ القرآن

کی ڈیڑھ سو صفحے پر ختم ہوئی ہے۔ جو حال میں شائع ہوئی ہے نہایت قابل قدر تصنیف ہے۔ جس میں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب ہے۔ علاوہ ضرورت حدیث کے صداقت حدیث، جمع حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل مضامین ہیں۔ ہر ایک شخص جس کو آنحضرت صلعم اور ان کے اقوال کے ساتھ محبت اور عشق منظور ہے کم از کم ایک کاپی ضرور خرید فرماوے + قیمت ۱۲

درخواستیں بنام خواجہ عبدالغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی لاہور آنی چاہئیں

عزیز منزل



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۶) ــ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء ــ نمبر (۱۰)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ نماز عید الفطر کے دو فوٹو شائع کئے جاتے ہیں جو ۷ اجون ۱۹۲۰ء بروز جمعرات مسجد ووکنگ میں پڑھی گئی۔ اور جس میں مقتدیوں اور زائرین کی تعداد تین صد کے لگ بھگ تھی۔ سابقہ رسالہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں اس سعید تقریب کی مفصل روئداد نذر ناظرین کرام کیجا چکی ہے۔ چونکہ فوٹو رسالہ کی اشاعت کے بعد ووکنگ آفس سے ہمیں موصول ہوئے اس لئے سابقہ رسالہ میں فقط روئداد کے شائع کر دینے پر ہی اکتفا کیا گیا۔ اس رسالہ میں پہلی فوٹو میں جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ کی اقتدا میں مقتدی بحالت رکوع نظر آتے ہیں۔ اور دوسری فوٹو میں سجدہ کا دلکش منظر کمال تذلل عجز اور انکساری کا اظہار کر رہا ہے اس کے علاوہ دو اور فوٹو بھی ہمیں ووکنگ آفس سے موصول ہوئی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ کی اشاعت میں شائع کر دیئے جائینگے +

حضرت خواجہ صاحب آجکل برہما میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی صحت میں لفضل ایزدی نمایاں

ترقی ہے۔ حال ہی میں آپ نے ایک بسیط و شاندار لیکچر بعنوان مذہب والوں کی استدعا پر فلسفہ اسلام پر رنگون میں دیا۔ جو رنگون کے مشہور و معروف انگریزی اخبار رنگون میل میں شائع ہوا ہے اس کے علاوہ رنگون میل کے قابل قدر مدیر سے ایک لنچ کی تقریب پر جو مکالمہ حضرت حاجی صاحب سے ہوا ہے وہ بھی نہایت دلچسپ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہر دو دلچسپ مضامین کا ترجمہ کسی آیندہ کی اشاعت میں ناظرین کرام کی تفنن طبع کیلئے شائع کر دیا جاویگا +

بہت سے بے بنیاد الزامات میں سے جو اسلام پر لگائے جاتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ مستورات کو اسلامی دنیا میں ایک ذلیل حیثیت میں رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ۹ مئی سنہ [illegible] کی ٹریبیون میں ایک نامہ نگار اسی الزام کو الفاظ ذیل میں دہراتا ہے۔

"مصری طرز زندگی کا وہ پہلو جو مستورات کے مدنی حالات اور ان کے متعلق مذہبی جذبات سے تعلق رکھتا ہے بہت سے معاملات پر روشنی ڈالتا ہے مصری عورت ایک لدو جانور کی طرح سمجھی جاتی تھی اسکی مثال اب بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ بیوی کو اس جگہ طلاق دینے کا حق شوہر کو ہر وقت حاصل ہے۔ اسکی کوئی حیثیت نہیں خواہ وہ اپنے خاوند کی حسب منشا ایک اچھی بیوی ہی ہو اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ ایک رنگ میں اپنے خاوند کی جائداد و منقولہ غیرہ ہی ہوتی ہے۔ جب وہ گھر سے باہر جاتی ہے تو منہ پر نقاب ڈال لیتی ہے۔ ان کے گھر بھی بالعموم کچی اینٹوں کے بنے اسی قسم کی کٹیا کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کا لباس اکثر سیاہ ہوتا ہے۔ اور ان کی صورت سے اداسی اور رنج ٹپکتا ہے اور حقیقت میں مصری زندگی کا یہ ایک تاریک پہلو ہے لیکن یہ سچی ہیں تاریخی واقعات ہیں۔ اور افسوس اس امر کا بھی ہے کہ قرآن نے بھی مستورات کو اسی حیثیت میں رکھنے کا حکم دے رکھا ہے" +

مضمون بالا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نامہ نگار کو نہ تو قرآن شریف سے اور اسلامی قواعد سے چنداں واقفیت ہے۔ ورنہ وہ ایسی کتاب کے خلاف اس قسم کا فتویٰ دینے کی جرأت نہ کرتا جس نے مستورات کا پایہ بلند کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے قرآن مجید ہی نے عورت کی میراث کا حق قائم کر دیا ہے۔ اور اسے مرد کے لئے بمنزلہ لباس قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد جس طرح اپنے لباس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ مستورات کے ساتھ بھی

احتیاط سے اور خصوصیت کے ساتھ سلوک کریں۔ اور شائستگی کا برتاؤ ان سے کریں۔ اس سے بڑھ کر اسلام نے ہمیں بتلایا ہے کہ روحانیات میں عورت اور مرد برابر حصہ لے سکتے ہیں اور ہم پر یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ خدا کی طرف سے مستورات کو بھی الہام ہوتا رہا ہے حضرت رسول کریم صلعم ہمیشہ مستورات کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ اپنی دایہ ہی کی سفارش پر اسیران جنگ کو بلا کسی شرط کے رہا کر دیا تھا۔ آپ کا ایسی بیویوں کے ساتھ ایسا نیک سلوک تھا کہ جب کبھی ان میں سے کوئی آپ کے پاس مسجد میں تشریف لائیں تو آپ انکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے [illegible] باوجود اس قسم کی باتوں کے لوگ پھر بھی مسلمانوں پر الزام لگانے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ مستورات کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتے +

یہاں ہم ذرہ مقابلہ کے طور پر بتلانا چاہتے ہیں کہ عیسائیت نے مستورات کو کس قسم کی حیثیت دے رکھی ہے۔ اس مذہب کی رو سے عورت ہی کی وجہ سے گناہ پیدا ہوا اور نسل انسانی کے گناہوں کا سرچشمہ اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس قصہ کے خیالات سے عورت کی عزت افزائی ہوتی ہے یا اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع مسیح اپنی والدہ سے نہایت درشتی کے ساتھ پیش آئے۔ اور ان سے کہا کہ "اے عورت میرا تجھ سے کوئی سروکار نہیں"۔ کیا اس اندازِ گفتگو کا نام شائستگی ہے؟

[illegible] قرآنی تعلیم پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے اپنی مقدس انجیل ہی کا مطالعہ کرتے +

---

۱۶ مئی کے اخبار سنڈے پکٹوریل میں ایک نامہ نگار نے "عیسائیت کے احسان تہذیب پر" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے اور اپنے خیالات کی تائید میں یوں گویا ہوا ہے:۔

"کیا انجیل نے کامیابی حاصل نہیں کی؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ناکام رہی ہے"۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گذشتہ پانچ سال کے واقعات نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کے تمام دعاوی باطل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں وہ بڑے فخر و وثوق سے یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ گرجوں میں بہت لوگوں نے جانا چھوڑ دیا ہے" + اور

"وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ آیندہ نسل میں لوگ اور بھی گرجا سے متنفر ہو جائینگے گویا عیسائیت آہستہ آہستہ اپنا اثر کھو رہی ہے" +

"لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جن لوگوں کا یہ مایوس کن خیال ہے انہیں سے اکثر خود عیسائی ہی ہیں" میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ عیسائیت قبول کرنے سے ممکن نہیں کہ کسی قسم کا مایوسی کا خیال دل میں پیدا ہو لیکن جن کے دل میں اس قسم کے خیالات موجود ہیں وہ خود گویا اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کا عیسائیت کی صداقت اور اصلیت پر اعتقاد نہیں" +

"یہ کہنا تو آسان ہے کہ عیسائیت نے اپنا پورا کام نہیں کیا لیکن بجائے مستقبل کی طرف نظر دوڑانے کے ہمیں ماضی کی طرف دیکھنا چاہئے اور جب ہم اسکی کامیابیوں کا شمار کریں گے تو ہمیں بجائے مایوسی کے آئندہ کے لئے کامیابی کی امید بندھ جائیگی" لیکن ہمیں اس قسم کا خیال رکھنا چاہئے +

"جیسا کہ لندن کے بشپ کا یہی جو کہتا ہے کہ اس بات پر ہمیں حیرت نہیں کہ عیسائیت نے بہت تھوڑا کام کیا ہے بلکہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس نے بہت بڑا کام کیا ہے" +

"میں وثوق سے کہتا ہوں کہ عیسائیت کا اثر دنیا پر جسقدر ہوا ہے اس کا اندازہ ان لوگوں کی تعداد سے جو اس میں داخل ہیں ایسی اچھی طرح نہیں ہو سکتا جس طرح اس رائے سے ہو سکتا ہے جو عام لوگوں کی اس کے متعلق ہے" +

"اور میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ عیسائی قوم کی رائے تمام بڑے بڑے امور میں بالعموم نہایت نفیس ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے پچاس یا سو سال پیشتر وہ ایسے ترقی یافتہ نہ تھی اور یہ سب کچھ انجیل ہی کی وجہ سے ہوا ہے" +

"پھر تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ عیسائی قوموں نے برابر ترقی کی راہ پر قدم مارا ہے اور آجکل جو بڑی بڑی قومیں نظر آرہی ہیں ان کی عظمت کی بنیاد اس زمانہ میں رکھی گئی تھی جبکہ عیسائیت کے نصب العین کے متعلق بڑی عمدہ اور اعلیٰ رائے قائم تھی" +

تمام مشرقی قومیں ترقی کی راہ میں پیچھے رہ گئی ہیں سواء جاپان کے جس نے جب سے وہ جاگا ہے عیسائی اخلاق اور طرز عمل سے بہت کچھ سیکھا ہے" +

"موجودہ جمہوریت کا خیال پہاڑی والے وعظ کے نصب العین ہی اسقدر رنگا ہوا ہے کہ ہم خود اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انجیل نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور خلق اللہ کو اٹھا رہی ہے۔"

"اور دیکھ رہے ہیں کہ عوام میں بحیثیت مجموعی دلچسپی پیدا کرنے سے انفرادی مفاد حاصل ہو سکتے ہیں" +

نامہ نگار عیسائیت کی حمایت میں اس قدر منہمک ہو گیا ہے کہ اسے اپنی غلط بیانی کا خیال تک نہیں رہا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ موجودہ تہذیب عیسائیت کی ممنون ہے اور اسکے ثبوت میں وہ پہاڑی کا وعظ پیش کرتا ہے لیکن جس شخص کی نظر انجیل پر ہے۔ اور جس نے موجودہ زمانہ کی رفتار کو بغور دیکھا ہے وہ اس استدلال کو نہایت ہی بودہ اور کمزور خیال کریگا +

موجودہ جمہوری سلطنتیں ابھی ابھی پانچ سال تک جنگ میں مصروف رہکر مظفر و منصور ہوئی ہیں۔ انہیں سلطنتوں نے کئی بار معاہدے تحریر کئے۔ اور ان میں سے ایک کی شرائط ابھی طے نہیں ہوئیں۔ کیا نامہ نگار صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان سلطنتوں نے پہاڑی والے وعظ کی تعلیم پر عمل کیا ہے۔ کیا انہوں نے اس خطبہ کے احکام کے خلاف جنگ نہیں کی۔ اور کیا مغلوب دشمنوں کے سامنے شرائط پیش کرنے میں اس خطبہ کی خلاف ورزی نہیں کی گئی پہاڑی والے وعظ میں لکھا ہے کہ

(۱) میں تمہیں کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ جو تمہاری دائیں گال پر دھپڑ مارے تم بائیں گال بھی اس کے سامنے کر دو۔

(۲) اگر کوئی تمہیں کچہری میں کھینچے اور تمہارا کوٹ لیجائے تو تم اپنا جبہ بھی اُسے دیدو +

ہم پوچھتے ہیں۔ کہ آیا عیسائی سلطنتوں نے عیسائی مذہب کی تعلیم پر عمل کیا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو لڑائی ہرگز نہ ہوتی۔ اور نہ وہ ایجادیں دیکھنے میں آتیں جو جنگ کی وجہ سے ہوئیں۔ ممکن تھا کہ آیندہ پچاس سال کے عرصہ میں بھی ہوائی جہازوں کا علم اس کمال تک نہ پہنچتا جو گذشتہ پانچ سال میں اُسے حاصل ہوا ہے۔ مسیحی تعلیم تو یہ چاہتی ہے کہ جرمن فوجوں کو نہ صرف بلجیم ہی پر قبضہ کرنے کی اجازت دیجاتی بلکہ فرانس میں اور آخر میں ساحل انگلستان پر بھی انکا خیر مقدم

کیا جاتا۔ مارک کے پاپائے اعظم نے کہا ہے کہ اس جنگ سے عیسائیت کا زوال معلوم ہوتا ہے اور مسٹر اون بڑی کے نزدیک بھی مذہب کی کمزوری کا نشان یہی جنگ ہے۔

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ سلطنت انگلشیہ اسبات پر تلی ہوئی ہے کہ مغلوب دشمنوں کو سزا بھی دیجائے۔ چنانچہ وزیراعظم نے خلافت کو اسی قسم کا جواب صاف الفاظ میں دیا ہے۔ ہم نامہ نگار سے پوچھتے ہیں کہ کیا مسیحی تعلیم اسی قسم کی پالیسی اور طرز عمل سکھلاتی ہے؟ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ کلیسا کی تعلیم اس قابل نہیں کہ موجودہ زمانہ کی جدید طاقتوں پر قابو پاسکے۔ اقوام یورپ اب ترقی اس وجہ سے کر رہی ہیں کہ انہوں نے جہاں تک کہ عملی [illegible] عیسائیت کو چھوڑ رکھا ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ تہذیب [illegible] عیسائیت کی ممنون و مشکور نہیں بلکہ برعکس اس کے عیسائیت خود حکومت کی ممنون ہے کہ [illegible] خوش قسمتی سے حکومت نے اس مذہب کو اختیار کر رکھا ہے۔

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

عیسائی مشنری غور کریں

دین عیسوی کے حامی جنہوں نے اشتہار [illegible] لکھا ہے اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے عیوب اور نقائص صحیح یا غلط دریافت کر کے ان پر نکتہ چینی کیجائے لیکن افسوس ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حمایت کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو مشنری لوگ دوسرے مذاہب کے مقدس رہبروں کو گالیاں دے کر اور طرح طرح کے طعن و تشنیع سے کام لے کر لوگوں کو عیسائی بنانے کی بیفائدہ کوشش کر رہے ہیں لیکن دوسری طرف ان کے اپنے گھر ہی میں تعلیم یافتہ اور آزاد خیال اشخاص کی ایک بڑی جماعت قائم ہو چکی ہے جنہوں نے یہ دیکھ کر کہ عیسائیت اور اس کے بانی کے خلاف جس قدر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے وہ صحیح ہیں اور انکی تردید ممکن نہیں [illegible] اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے اس کے

ذمہ دار وہ عیسائی ہیں جن کا پیشہ وعظ کرنا ہے۔ وہ جناب مسیح کی بردباری کے متعلق اس تعلیم کو کہ اگر کوئی شخص تمہاری دائیں گال پر دھپڑ مارے تو بائیں گال بھی آگے کر دو ہر وقت پیش کرتے ہیں۔ اور اسکی طرف گلا پھاڑ پھاڑ کر توجہ دلاتے ہیں لیکن ان کا طرز عمل بالکل اس کے خلاف ہے۔ اور جب تک وہ اپنے مخالف کے دونوں گالوں پر دھپڑ نہ مار لیں انہیں آرام نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قدم مارتے ہیں گال پر دھپڑ مارنا تو کجا وہ اپنے مخالف کی دل آزاری کو بھی لازمی اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس کے مقدس بانی مذہب کو نہایت ہی بدزبانی سے یاد کرتے ہیں اور اس کے خلاف جھوٹی شہادت بھی پیش کرکے نہایت ہی شرمناک فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر اس بدچلنی کا دوران کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ اور حقیقی کامیابی کا منہ کبھی دیکھنے نہ دیگی۔ اور جو بیج یہ مشنری صاحبان بو رہے ہیں۔ اس کا یقیناً کڑوا پھل پیدا ہوگا۔ جو شخص دوسروں پر پتھر پھینکے اسے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ مبادا اس کا سر بھی شیشہ ہی تو نہیں پھوڑا جائیگا۔ جو اس کے دشمن کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے اپنے پتھر تو بہت بھاری ہیں۔ جو شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں شہتیر کا خیال تک نہیں کرتا۔ وہ منافق ہے۔ اور کوئی بھی اس شخص سے زیادہ تر بیوقوف نہیں ہو سکتا۔ جو خود تو گھٹنوں تک گند میں پھنسا ہو۔ اور دوسروں کو جو صاف فرش پر کھڑے ہیں گندگی میں ہونے کا الزام دے۔ مذہب میں اس قسم کی باتیں اسی طرح باہمی فساد اور عناد پیدا کرتی ہیں جس طرح کہ لوگوں میں دنیاوی امور کے متعلق ہوتے ہیں لیکن کیا مذہب کی غرض و غایت یہی ہونا چاہیئے۔ مذہب اسی حد تک مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے جس حد تک کہ اس کے متعلق تمام امور دیانت۔ راستبازی اور تحمل سے سرانجام پائیں۔ مگر عیسائی مشنری بجائے اس کے رات دن جائز و ناجائز وسائل ڈھونڈ کر۔ دھوکہ فریب جھوٹھ جعل کو کام میں لا کر۔ الہامی کتب کو بگاڑ کر اور مصنوعی الہامی کتابیں تیار کرکے۔ اور صاف اور صحیح الفاظ کے معنے الٹ پلٹ کرکے مسیح کے سوا تمام مقدس پیغمبروں کو خطاکار اور گنہگار بتلاتے ہیں۔ گویا اس طرح یسوع کو بیگناہ ثابت کرکے اسے شفیع اور خدائی کا دعویدار

ٹھیراتے ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ مسیح کو دوسروں پر الزام لگا کر بری نہیں کرا سکتے۔ اگر قرآن شریف جناب مسیح اور انکی والدہ کی عزت وعظمت کا ذکر نہ کرتا تو یورپ کے تری تھنکر (آزاد خیالوں) کیطرح کروڑہا مسلمانوں کے پاس صرف انجیلوں کی بنیاد اور سند پر یہودیوں کی ان کتابوں پر شک وشبہ کرنیکی کوئی وجہ نہ ہوتی جنہیں نا صرف نبی اور انکی پاک والدہ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ ان سخت اعتراضات کی وجہ سے ان دونوں کے خلاف اٹھائے گئے ہیں معقولیت کا سوال نہایت پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اور یہ سب باتیں ہیں کہ حضرت آدم سے لیکر آجتک کوئی بھی ایسا مصلح یا پیغمبر پیدا نہیں ہوا جس کی تمام زندگی کے متعلق پیدا ہونے سے موت تک اعتراضات کا تانتا نہ بندھا ہو۔ مگر عیسائی صاحبان فرض کر لیتے ہیں کہ یہ سب اعتراضات جھوٹے ہیں اور ان کو رد کرنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کرتے۔ اپنے اعتقاد کی وجہ سے عقل کو خیر باد کہ کر ان کمزوریوں اور نقائص پر پردہ ڈال دیتے ہیں جو ان کے تسلیم کردہ بزرگوں اور مقدسوں میں بتلائی جاتی ہیں۔ مسلمان بھی جناب مسیح اور انکی والدہ کو بیگناہ اور معصوم تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کا یہی اعتقاد دوسرے پیغمبروں کے متعلق بھی ہے جنہیں وہ اعتقاداً معصوم جانتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کی تعلیم یہی ہے۔ اور اس تعلیم پر ان کا ایمان ہے +

شکریۂ معاونین

گذشتہ دو ماہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا اللہ تعالیٰ انکو اس دینی خدمت کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ خادم مینیجر

(۱) جناب محمد مظہر صاحب ڈیرہ گڈھ	(۷) جناب مولوی غلام حسین صاحب گوجرانوالہ
(۲) جناب سید نور حسین صاحب پرشین گلف	(۸) حاجی محی الدین صاحب رائے پور
(۳) جناب احمد دین صاحب پیر پائی	(۹) جناب ایچ آئی حسن صاحب مالدیو آئیلینڈ
(۴) جناب منشی محمد دین صاحب راولپنڈی	(۱۰) ڈاکٹر نظام الدین صاحب ڈونا کنڈا
(۵) جناب عبدالکریم صاحب نظام پور (چرال)	(۱۱) ملک بروز خان صاحب سرگودھا
(۶) جناب ڈاکٹر محمد عبدالغفار صاحب مدراس	(۱۲) جناب نصاح حسن صاحب بنگلور (باقی آئندہ)



ثابت قدمی اور قربانی

(از قلم جناب مولانا محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ۝ وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ۝ (سورۃ البقرہ۔ رکوع ۱۹)

ترجمہ۔ مسلمانو! (تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اس کے مقابلے کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو۔ بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں۔ مگر (اُن کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے۔ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور (اے پیغمبر) صبر کرنے والوں کو (خوشنودی خدا اور آسائش) کی خوشخبری سُنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آ پڑتی ہے۔ تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (تو وہ ہم کو صبر کا اجر دیگا) یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے۔ اور یہی راہِ راست پر ہیں"

عربی لفظ صبر جس کے معنی اُردو میں بھی وہی ہیں۔ اصل میں "صبر اور ثابت قدمی" اور "استقلال" کے ملے جُلے معنے اپنے اندر رکھتا ہے۔ عام طور پر

لفظ صبر معمولی حالتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر عربی لفظ صبر مصیبتوں اور تکالیف میں ثابت قدمی دکھانے اور جمے رہنے کو ظاہر کرتا ہے مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اسکی خاطر ثابت قدمی دکھانے سے بھی ویسی ہی قوت اور زیادتی ایمان حاصل کرتے ہیں جیسی کہ وہ اسکی عبادت اور پروردگاری کا خیال کرکے حاصل کرتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں اصل میں علت معلول کی طرح آپس میں بڑا نزدیک کا تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں استقلال اسبات کو پہلے چاہتا ہے کہ ہم اپنے آپ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مقصد کے آگے کامل طور پر جھکا دیں جس کی تصدیق ہم ہر نماز میں کرتے ہیں +

ایک مسلمان کا صبر نہایت دیرپا اور مضبوط ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ نہایت جوش وخروش سے استقلال پر قائم رہتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس دنیا میں بدیوں کے مقابلے میں وہ نہایت ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ اور صرف اتنا نہیں کہ کیونکہ یہ بدیاں خلاف ایمان ہیں اسلئے انکی مخالفت کرنی ہے یا مقاومت مجہولانہ دکھانی ہے بلکہ جہاں بدی اور نیکی کے درمیان کوئی فیصلہ کن مقابلہ ہو وہاں یہ فرض ہے کہ لڑنے میں وہ اپنی جان تک سے دریغ نہ کرے +

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۶)

ترجمہ: مسلمانوں تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اور وہ تم کو ناگوار بھی گذریگا۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" +

ایک مسلمان کا صبر اور ثابت قدمی صرف جنگ اور لڑائی کو ہی اپنے اندر شامل نہیں کرتی بلکہ اس سے بھی سخت حالات پر حاوی ہے یعنی موت اور شکست

مگر حقیقت میں اسلام کو کبھی شکست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آخر کار حق اور سچائی کو ہی فتح نصیب ہوتی ہے +

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (سورۃ الروم رکوع ۱)

ترجمہ۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (یہ لوگ بس) زندگی دنیا کے ظاہر (حال) کو سمجھتے ہیں۔ اور آخرت سے تو یہ لوگ بالکل ہی بیخبر ہیں۔ اور کیونکہ لوگ اس دنیاوی زندگی کی صرف ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں۔ اسلئے وہ ان لوگوں کے متعلق جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں کہتے ہیں:۔ بیچارے مر گئے۔ ان کی بلند پرواز کرنیوالی اُمیدیں۔ اور اعلےٰ خیالات اب اُن کے کس کام آئیں گے؟ اور چاہے زمانہ مستقبل میں کبھی وہ امر جس کی خاطر وہ لڑے اور شہید ہوئے کامیاب اور فتحمند بھی ہو جائے۔ مگر اُن کو اس سے کیا فائدہ پہنچیگا؟ انہوں نے اس زندگی میں رنج و مصائب ہی برداشت کئے۔ اور آخر کار لڑکر مر گئے۔ انہوں نے اس دُنیا کی کوئی بھی خوشی نہ اُٹھائی۔ اب وہ مر بھی گئے +

یہانتک کہ شروع شروع کے بہت سے مسلمان بھی اسی طرح اپنی رائے زنی کرتے جب کبھی وہ اپنے عزیزوں کی لاشوں کو میدان جنگ میں پڑا پاتے تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ان سے فتح کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان میں سے ہر ایک فتح کا مزہ چکھیگا۔ اور یہ کہ لڑائی کے لائد اور قدرتی نتائج سے وہ ایک اعجازی طریقہ سے بچ جائیں گے اور کسی قسم کے رنج اور مصیبت کو نہ چکھیں گے۔ کیونکہ کچھ مدت پہلے ہی وہ بت پرست تھے۔ اسلئے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ہستی اور مدد کے ثبوت میں معجزے دیکھنے کی خواہش ابھی تک اُن کے دل سے کامل طور پر نہیں گئی تھی۔

گویا کہ سورج کا روزانہ طلوع اور غروب ہونا - بادلوں کا آنا اور بارش کا برسنا - درختوں اور پودوں کا پھلنا پھولنا اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قدرت کی کافی دلیل نہیں ہے - گویا کہ اللہ تعالیٰ ایک بڑی مثال اور معجزہ دکھا کر اپنے بندوں کو ایک ایسی بات کیلئے ہمت دلانا اور ابھارنا چاہتا ہے جس کو کہ وہ اس کے قوانین کی کامل فرمانبرداری کر کے حاصل کر سکتے ہیں - اور مزا یہ ہے - کہ وہ عظیم الشان معجزہ بوجہ آسمانی یا غیر ارضی ہونے کے ان بندوں کی آئندہ رہنمائی اور ہدایت کے لئے بالکل نکما ثابت ہو گا - انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو نہ پہچانا - انہوں نے اس فانی زندگی کی صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ کو ہی مدنظر رکھا - چنانچہ جب اس دنیائے فانی میں ایک آدمی مارا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں "وہ ختم ہو گیا"

برادران! اللہ تعالیٰ نے نئے زمین اور آسمانوں کو کسی دل لگی کی خاطر پیدا نہیں کیا - ہر ایک مخلوق میں کچھ نہ کچھ غرض و غایت پنہاں ہے اور ہم انسان جو کہ اسکی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ طاقت اور عقل اور فہم رکھتے ہیں - اسکی اس دنیاوی حکومت میں اسی غرض و غایت کی خدمت کرنے پر مقرر کئے گئے ہیں - اگر ہم اس غرض کو وفاداری اور دیانتداری سے پورا کریں تو ہم اس دنیا میں بھی اعلیٰ زندگی کو پا سکتے ہیں - اور اس کی مقدس منشا کی کامل اطاعت کر کے ہم اس خالق ارض و سما کی مدد اور سہارا حاصل کر سکتے ہیں - اور اگر ہم اپنی خدمت اور عبادت نہایت صبر و استقلال سے بجا لائیں - تو ہم محسوس کرتے ہیں - کہ ایک عالمگیر اور زبردست طاقت ہے جو کہ ایک محافظ دوست کی طرح ہمیں سہارا دیئے ہوئے ہے - اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کہ تمام آسمانوں اور زمین کا حاکم ہے - یہ اسی کی منشا کے ماتحت ہے - کہ ہر چیز پیدا ہوتی نشو و نما پاتی - اور اپنی غایت تک پہنچتی ہے - ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اس دنیا میں اپنے آپ کو کامل طور پر اس کے آگے جھکا دیا - قرآن شریف فرماتا ہے - "یخرجھم من الظلمت الی النور" (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ظلمت اور گمراہی

سے نکال کر نور اور ہدایت کی طرف لیجاتا ہے) اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (اللہ ہی کے نور سے) آسمان اور زمین کی روشنی ہے) جبکہ بندہ کامل طور پر اپنے آپ کو اپنے پروردگار حقیقی کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس وقت وہ حقیقت میں اس دنیاوی اور فانی حالت سے نکلکر روحانی اور ابدی حالت میں داخل ہو جاتا ہے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (نہ تو اُن کو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے)+

انسان کو جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ موت ہے۔ اور یہ موت کے ذریعے ہی ہے کہ انسان بڑے سے بڑا رنج اور غم اُٹھاتا ہے "وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ" تم کس طرح اس آیت کو اس مفصلہ ذیل آیت سے تطبیق دے سکتے ہو۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ (اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سنادو) اور تم اس آیت کو اس حقیقت سے کسطرح ملا سکتے ہو کہ مسلمان بھی مرتے ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح اکثر اوقات ان پر بھی نزع کی حالت طاری ہوتی۔ اور ویسی ہی جانکنی کی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا جواب اور تشریح اس مفصلہ ذیل آیت میں ہے۔ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں) اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۙ (یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے۔ اور یہی راہ راست پر ہیں)+

یہی حقیقتاً وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ہدایت اور رہنمائی کی وجہ سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی ہے دنیاوی معاملات کے گورکھ دھندے سے نکلکر

حیات جاودانی کو پالیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیاوی اور فانی زندگی کے مصائب مثلاً خوف و بھوک نقصان مال و جان سے بالکل نہیں گھبراتے۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں ایک ایسی روشنی کو محسوس کرتے ہیں۔ جس کا مخزن خود اللہ تعالیٰ ہے اور جو کہ زمینوں اور آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ استقلال اور ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔ چاہے یہ زندہ رہیں یا مر جائیں ہر حالت میں ان کے لئے راحت اور خوشخبری ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف جا رہے ہیں۔ گو یا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عالمگیر اور ابدی غرض اور منشا کا ایک حصہ ہوگئے ہیں " یہ ہیں جنت کے رہنے والے۔ اور اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے " ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر (ان کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے) +

برادران۔ یہ انتخاب ہم میں سے ہر ایک کے در پیش ہے کس کو چنیں۔ اللہ کے راستے کو یا دوسرے کو؟ اللہ کا راستہ کونسا ہے؟ کیا وہ مقابلہ نہ کرنے کا نام ہے؟ یا اس دنیا میں عیش و آرام حاصل کرنے کا نہیں۔ بلکہ وہ جان بوجھ کر ابدی اور روحانی زندگی کو اس دنیاوی اور فانی زندگی پر ترجیح دینے کا نام ہے۔ اور وہ نیکی اور پرہیزگاری کی خاطر ان تھک کوششوں اور استقلال اور ثابت قدمی دکھانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کیلئے اللہ تعالےٰ کے وحی شدہ احکام پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔ اور ان احکام میں سے ایک حکم اللہ کی راہ میں جنگ کرنا بھی ہے۔ یعنی جس وقت ضرورت پڑے تو کمزوروں اور مظلوموں کو بچانے اور بے انصافی سے محفوظ رکھنے کے لئے جنگ کرنا چاہئے۔ مگر بعض طبائع اس پر اعتراض کرینگی۔ کہ اگر ہم لڑے۔ تو یہ ممکن ہو کہ ہم مارے جائیں سو اس حالت میں ہماری تمام کوششیں اور نفع رسانی

خاک میں مل جائینگی"۔ بعض لوگ اپنی دُنیاوی زندگی کو جہاں تک ممکن ہے طول دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر چاہے کچھ بھی ہو وہ لا متناہی تو ہو نہیں سکتی۔ آخر اس کا کبھی نہ کبھی خاتمہ ہوگا۔ یہ لوگ خوف اور بھوک اور نقصان مال و جان و ثمرات وغیرہ سے بہت جلد سہم جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عیش پرستی اور آرام کی زندگی کو چاہتے ہیں۔ اور اس دنیا کو چاہتے ہیں جو کہ اگر الٰہی مصلحت کو اس سے الگ کر لیا جائے تو کچھ قیمت بھی نہیں رکھتی۔ مگر وہ لوگ جو کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ ہم نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کو اختیار کرتے ہیں۔ تم پر مصائب آئینگے نا اُمیدی اور یاس کی گھٹائیں تمہیں چاروں طرف سے گھیر لینگی تمہیں ناکامیوں کا مُنہ دیکھنا پڑیگا۔ یہ ممکن ہے کہ تم اللہ کے راستے میں مارے بھی جاؤ۔ مگر اگر تم ثابت قدم رہے اور دُعاؤں سے مدد لیتے رہے تو یاد رکھو کہ چاہے کچھ بھی ہو تم پر انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کا غم اور خوف نہیں آئیگا۔ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ مگر وہ لوگ جو کہ عیش پرست ہیں۔ وہ ہمیشہ رنج و غم کھاتے رہتے ہیں۔ ہر تکلیف سے وہ گھبراتے ہیں۔ اور موت کا خیال ان کی زندگی کو ہمیشہ تلخ بنائے رکھتا ہے +

ایک جرمن فلاسفر اس ظاہرا دُنیاوی زندگی کا مشاہدہ کر کے لکھتا ہے "خطرے کی اور پُر از تکالیف زندگی بسر کرو"۔ اللہ کی راہ میں خطروں کی پرواہ نہ کرو اور پُر از مصائب زندگی سے بالکل مت گھبراؤ"۔ یہ ہی ایک مدمغ انسان کا مقولہ ہونا چاہئے جو کہ کسی آئندہ زندگی پر بھی یقین رکھتا ہو۔ نفسانی خواہشات کے حصول کی نسبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصیبتیں اور دُکھ اٹھانا کہیں بہتر ہے۔ اور واقعی یہ بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ ایسی زندگی برداشت کرتے ہیں۔ ان کی زندگی نہایت مکمل اور پُر از سرور ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آخر میں ابدی زندگی سے جا ملتی ہے۔ اسلئے یہ فنا نہیں ہوتی۔ ہر وہ چیز جو کہ پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایکدن فنا ہو جائیگی

اور قبر میں جا پڑیگی۔ مگر جو نیک اعمال اُن کے ہاتھوں نے کما کر آگے بھیج دیئے وہ اور ان کی رُوحیں ہی صرف دو چیزیں ہیں جو کہ ضائع ہونے سے بچ رہیں گی۔ ان چیزوں کو زمین سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اُن کا تعلق خدا سے ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالی ہیں +

مذہب اسلام میں جنگ بذات خود کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے مگر مسلمانوں کو کسی خودغرضانہ پالیسی یا بے انصافی اور ظلم کی خاطر جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات خلاف قیاس ہے۔ کہ کوئی مسلمان چاہے کیسی ہی حیثیت اور خیالات کا کیوں نہ ہو۔ کسی مخالف کے ساتھ ملکر اسلام کی تباہی کا باعث بنے۔ اس موجودہ جنگ یورپ میں جو کہ ابھی مشکل سے ہی ختم ہوئی ہے۔ نیکی اور بدی کے درمیان کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔ دونوں فریق ایک حد تک حق پر بھی تھے اور غلطی پر بھی۔ اگرچہ اتحادیوں کے معاون بہت سے مسلمان تھے۔ مگر جرمنی کی ہم پہلو ایک مشہور اسلامی سلطنت تھی۔ اتحادیوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا۔ کہ وہ مذہب اسلام کو نظر استحسان سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ کہ مذہب کو اس جنگ میں کوئی دخل نہیں۔ اور کسی مسلمانی سلطنت کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچیگا چنانچہ مسلمانوں کو یقین آ گیا۔ کہ وہ کمزوروں اور مظلوموں کی حمایت میں ظلم کے برخلاف جنگ کر رہے ہیں ایسا بات کا انہیں کبھی خواب و خیال بھی نہیں آیا کہ حقیقت میں وہ عیسائی سلطنتوں کی طمع اور لالچ پورا کرنے کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو اسلام کی بیخکنی کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے بُدھ کے دن انگلستان کے وزیر اعظم نے جنرل الینبی کو فلسطین کی فتح کی مبارکباد دیتے ہوئے مفصلہ ذیل تقریر کی +

"جنرل ایلنبی کا نام ایک ایسے عظیم الشان اور ماہر فن سپہ سالار کی حیثیت سے دنیا میں مشہورہ آفاق رہیگا جو کہ سب سے آخری اور عظیم الشان صلیبی لڑائی لڑا۔ اور فتح کا سہرا باندھے ہوئے واپس لوٹا۔ یہ اسکی نہایت خوش قسمتی تھی کہ اپنی

قابلیت کی وجہ سے اس نے ایک ایسی مہم کو بخیر و خوبی سر کیا جس کی خاطر صدیوں یورپ کے بہادروں نے اپنا خون بہایا۔ مگر اب ہم اسبات کو بھول گئے ہیں۔ کہ صدیوں تک یورپ نے اسکی خاطر بیفائدہ جدوجہد کی اور ناکام رہا۔ جبکہ ایک انگریزی فوج نے جنرل ایلنبی کے ماتحت اس گوہر مقصود کو ہمیشہ کیلئے حاصل کر لیا"۔

مگر صلیبی جنگیں جن کی طرف وزیر اعظم نے اشارہ کیا ہے سراسر جہالت اور حماقت کا نتیجہ تھیں۔ اگر اس نے ان جنگوں کی تاریخ پڑھی ہوتی تو شاید وہ اس کی طرف اشارہ نہ کرتا۔ کیونکہ یہ عیسائیت کے لئے باعث ذلت و شرم ہیں۔ اگر کوئی عذر ان کے حق میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ تو وہ یہی ہے کہ جہالت اور مذہبی توہمات اس حماقت کا باعث ہوئے اور میرا خیال تھا کہ اس قسم کی جہالت وغیرہ اب انگلستان میں موجود نہیں ہے۔ مگر وزیر اعظم کی تقریر نے میرے اس خیال کو رد کر دیا۔ مگر یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے کہ جنرل ایلنبی کی فتح مسلمانوں کی مدد سے ہوئی ہے۔ اگر مسلمان فوج نہ لڑتی تو فتح محال تھی۔ اچھا تو کیا وہ مسلمان ایک صلیبی جنگ اسلام کے برخلاف لڑ رہے تھے؟ تاکہ متعصب عیسائیت کا دور دورہ ہو جائے۔ ان مسلمان سپاہیوں کی دلی کیفیات کیا ہونگی جب وہ وزیر اعظم کے ان الفاظ کو پڑھیں گے؟ اور ان کے غم و غصہ کی کیا انتہا ہو گی جبکہ وہ یہ معلوم کریں گے۔ کہ ان کے مقامات مقدسہ (یعنی بیت المقدس وغیرہ) ان کی کوششوں کی وجہ سے اور ان کے خون بہا کر عیسائیوں نے اپنے قبضۂ اقتدار میں کر لیں؟ اور ان کے کیا خیالات ہونگے جبکہ وہ یہ معلوم کریں گے کہ ان کے لاکھوں مسلمان بھائی امن و امان کی حالت میں مارے گئے۔ تاکہ اسلامی سلطنت کا ایک حصہ یونانی عیسائیوں کے سپرد کر دیا جائے۔

تم یہ کہو گے کہ تمہیں سیاسی معاملات پر بحث کرنے لگ پڑا نہیں میں ابھی تک مذہب کی حدود سے باہر نہیں نکلا۔ میں زمین پر خدائی حکومت کیخاطر

بحث کر رہا ہوں ۔ میں ان اسلامی ممالک سے خوب واقف ہوں ۔ اور میں جانتا ہوں کہ امن و صلح کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتا ۔ جب تک کہ عیسائی طاقتیں اُن معدودے چند عیسائیوں کیخاطر اُن بیشمار مسلمانوں پر ظلم اور بے انصافی برتینگی ۔ ان مسلمانوں کیحالت نہایت قابل رحم ہے کیونکہ یہ بیچارے سالہا سال تک نہایت بہادری اور جوانمردی سے اپنے ملک اور مذہب کیخاطر جنگ کرتے رہے ۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے رہے میں ایک مسلمان ہوں ۔ اور میں نے انگریزی فوج میں بھی خدمت سرانجام دی ہے کیونکہ میرا خیال تھا کہ انگریزی فوج عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے حق میں ایک ہی جیسی ہے ۔ اگر ہم مسٹر لائڈ جارج وزیراعظم کے لفظوں کو سرکاری اور قطعی سمجھ لیں ۔ تو پھر مجھے نہایت افسوس سے تسلیم کرنا پڑیگا ۔ کہ میں غلطی پر تھا ۔ اور صرف یہی نہیں ۔ بلکہ آج سے مجھے انگلستان سے کسی قسم کا تعلق نہ رہیگا ۔ کیونکہ ہم کو سراسر دھوکا دیکر کام نکالا گیا ۔ اور پھر ہماری ہتک اور بےعزتی کی گئی تمام ان مسلمان بھائیوں کیخاطر جنہوں نے مختلف میدان جنگوں میں انگلستان کی خاطر یہ خیال دل میں رکھ کر جان دی کہ انگلستان انصاف اور انسانیت کی حمایت میں لڑ رہا ہے ۔ ہم اس ہتک کو آسانی سے نظرانداز نہیں کر سکتے ۔ اور اُن مسلمان بھائیوں کی خاطر بھی جو کہ آج کل ایشیائے کوچک کے پہاڑوں میں اپنے وطن اور بیوی بچوں کی حفاظت کی خاطر عیسائی حملہ آوروں سے لڑ رہے ہیں ہم نہایت سختی سے اس صلیبی جنگ کے خیال کے برخلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں ۔ کیونکہ اگر یہ خیال خام جڑ پکڑ تا گیا تو خبر نہیں اُن مشرقی عیسائیوں پر اس کا کیا اثر ہوگا ۔ انگلستان کیخاطر ہمیں اس قسم کی خطرناک اور پُراز جہالت بات کا قلع قمع کر دینا چاہئے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس ربّ ذوالجلال کی محبت کیخاطر بھی جو کہ فرماتا ہے ۔ ان الذین امنوا والذین هادوا والنصری والصابئین من امن بالله والیوم الاخر و

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٭ ترجمہ بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے۔ تو اُن کو اُن کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور اُن پر نہ خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے" +

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کا فیصلہ اعمال پر مبنی ہے ہم اپنی ان کوششوں کے ایک خاص عقیدے کی فتح کا ذریعہ بنائے جانے پر جو انصاف سے بعید ہے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم اس تعصب اور مخالفت کو کسی طرح روا نہیں رکھ سکتے +

یہ ہمارا فرض ہے۔ اگر ہمیں ایسا کرنے میں تکلیفیں پہنچیں تو ہم ان لوگوں سے بدرجہا خوش قسمت ہونگے جو کہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دنیا میں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور ذرا سی مصیبت از قسم بھوک۔ غربت نقصان مال و جان سے گھبرا جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم اپنے فرائض کو ادا کرینگے تو ہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور عنایت کے زیادہ اہل ثابت ہونگے۔ اور آخر سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ +

ایثار و بے نفسی ہی کامیابی کا راز ہے

قُل اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین ۝ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرتُ وَاَنَا اَوَّلُ المُسلِمِین ۝ قُل اَغَیرَ اللّٰہِ اَبغِی رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیءٍ ط وَلَا تَکسِبُ کُلُّ نَفسٍ اِلَّا عَلَیھَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزرَ اُخرٰی ۝ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُم مَّرجِعُکُم فَیُنَبِّئُکُم بِمَا کُنتُم فِیہِ تَختَلِفُونَ ۝ وَھُوَ الَّذِی جَعَلَکُم خَلٰٓئِفَ الاَرضِ وَرَفَعَ بَعضَکُم فَوقَ بَعضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبلُوَکُم فِی مَآ اٰتٰکُم اِنَّ رَبَّکَ سَرِیعُ العِقَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُورٌ رَّحِیمٌ

ترجمہ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا (مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اس کے فرمانبرداروں میں پہلا (فرمانبردار) ہوں (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ کیا (تمہاری یہ مرضی ہے کہ) میں خدا کے سوا (کوئی دوسرا) پروردگار تلاش کروں۔ حالانکہ وہی تمام چیزوں کا پروردگار ہے۔ اور جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے۔ تو (اس کا وبال) اسی پر (پڑیگا) اور کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ (اپنے اوپر) نہیں لیگا۔ پھر تم (سب) کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے (جب اس کے حضور میں حاضر ہوں گے) تو (دنیا میں) جن (جن باتوں) میں اختلاف کرتے رہے ہو وہ (سب) تم کو بتا دیگا۔ (کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر) اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے زمین میں تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے (کہ تم دنیا کی چیزوں میں تصرف کرتے ہو) اور تم ہم میں سے (مقدرت حکومت وغیرہ کے اعتبار سے) بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی۔ تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں۔ ان میں تمہاری (شکرگزاری اور فرمانبرداری کی) آزمائش کرے (اے پیغمبر) بیشک تمہارا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ [illegible] شک

نہیں کرو وہ بخشنے والا مہربان (بھی) ہے +

کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بڑھ چڑھ کر نہیں۔ اِس عمل اعلیٰ سے اصلاح اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ یہ کڑی ضرور ہے کیونکہ اسمیں اپنی تمام ہستی کو پیش کرنا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو حقیقت میں صرف یہی ایک چیز ہے جس سے آزادی اور نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ اور آدم کی اولاد کامیابی کا منہ دیکھ سکتی ہے۔ اور اسی کی بدولت تمام نفسانی اغراض۔ خواہشات اور مفاد کو چھوڑ کر اخوت بھی ہاتھ آسکتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ خلق اللہ کی خدمت کرنا نیک کام ہے اپنے والدین اپنے بچوں بھائیوں۔ دوستوں اور ہمسائیوں سے اُلفت اور پیار کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اور میاں بیوی کا ایکدوسرے سے محبت کرنا بھی ایک بھاری خوبی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تابعداری کے سوا جو کہ ہمارا مقصد اعلیٰ ہے۔ اس قسم کے نیک کام اور خدمتیں اپنے اندر اصل انسانی جوہر مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں رکھتیں اور اکثر ان کے باعث رنج والم اور مایوسی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ پر اور یوم الآخرۃ پر ایمان رکھنے کے متعلق بار بار ذکر آتا ہے۔ اور اسی ایمان کو انسانی عبادت اور خدمت میں کامیابی کی پہلی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کا مقصد تمام بنی نوع کو ترقی وعروج کے درجہ پر پہنچانے کا ہے۔ اگر اپنے رشتہ داروں سے۔ اپنے دوستوں اور اپنی قوم سے محبت اور اسکی خدمت کرنے میں اس خیال کو دل سے نہ نکالا جاوے۔ کہ خدا تعالیٰ کا فضل سب انسانوں پر یکساں نہیں تو صرف ایک حصہ مخلوق کی ترقی اس سے ہوسکتی ہے۔ اور باقی اس سے محروم رہ سکتے ہیں پھر اس کا نتیجہ یقینی طور پر مایوسی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں سے شکریہ کی امید رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے اشخاص کی طرف سے رضامندی کا خیال ہوتا ہے۔ جن کے ساتھ کسی قسم کا نیک سلوک نہیں کیا جاتا۔ اور جن کی کسی قسم کی خدمت نہیں کی ہوتی۔ پس اس قسم کی کارروائی بُت پرستی

سے کم نہیں۔ بڑی بھاری قباحت جو ہمیں نظر آتی ہے یہ ہے کہ اس کا تعلق پرائیویٹ
امور سے ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے وہ تمام خزانے خاص مرکز میں جمع ہو جاتے ہیں
جنہیں کہ عوام الناس کی بھلائی کے لئے گردش میں رہنا چاہیئے۔ خوب یاد رکھو
کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا نائب یا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسکی رضا ہمارے لئے
قانون کا حکم رکھتی ہے۔ اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا رحم اور اُس کا
فضل سب انسانوں پر یکساں ہے خواہ وہ مشرق کے رہنے والے ہوں اور خواہ مغرب کے
اور خواہ ان کی رنگت سفید ہو یا سیاہ بھوری ہو یا سُرخ و زرد تو ہمیں خدا کی
مرضی کا صاف صاف پتہ ملتا ہے لیکن جب تک خدا اور یوم القیامت پر ایمان
نہ ہو۔ اخوت کا وہ احساس انسانوں میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس کا ذکر قرآن
مجید و دیگر کتب سماوی میں ہے۔ اور جس کا جلوہ فطرت کے مقدس قانون میں بھی
صریحاً دکھائی دیتا ہے۔ ہم ایکدوسرے سے بظاہر بالکل علیحدہ ہیں۔ لیکن ہمارا
آپس کا رابطہ نہایت ہی نازک ہے۔ ہم اپنے کاموں میں اپنے جذبات اور
تعلقات میں اس قدر محو ہیں کہ جب تک کہ ہم خدا کی راہ میں جو سب
مخلوق کا رب ہے اپنے آپ کو اور اپنے تعلقات کو خوشی سے فنا نہ کر دیں
تب تک ہمیں دُنیا میں اپنی اصلی حیثیت کا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اور خدا کی
نظر میں بھی ہمارے کام پورے اُتر نہیں سکتے۔ اپنی مرضی اور اپنے مقصد کو اعلیٰ مرضی اور اعلیٰ
مقصد کے تابع کر دینا ہی اصل اصول ہے۔ اسلام کے معنے تابعداری ہے۔ اور یہی
بات صحیح مذہب کا منشا اور اسلام کا نصب العین ہوتی ہے۔ اور اسی پر انسانی ترقی کا
مدار ہے خواہ وہ رُوحانی ہو یا دُنیاوی۔ اگر ہم اپنے گہرے دوستانہ تعلقات پر
نظر ڈالیں۔ یا اُن اشخاص کا خیال کریں جن سے ہمارا رابطہ محبت رہا ہے یا
اپنی زندگی کے نہایت خوشی اور آرام کے موقعوں کو یاد کریں۔ تو ہمیں فوراً
اقبال کرنا پڑیگا۔ کہ یہ سب کچھ نا مکمل اور ادھورا تھا۔ اور اگر ہمیں ان تعلقات
کی وجہ سے سخت ناکامی کبھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ

ہم نے اُن کی کمزوریوں کو سمجھ کر اور اُس کے زوال پذیر ہونے کا دھیان کر کے اُن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور کسی قسم کی اُن سے توقع نہیں رکھی۔ اگر انسان گذشتہ صدی کی ان یورو پین تصانیف کا جو مقبول عام ہیں مطالعہ کرے تو اُسے صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانی زندگی کا مُدعا اور مقصد صرف مرد اور عورت کی باہمی اُلفت اور محبت ہی سمجھا گیا ہے۔ اور یہ بھی نظر آئیگا کہ اہل یورپ عورت ہی کی پرستش کرتے ہیں۔ اور انسانی زندگی کا معراج تعلقات زن وشوی ہی خیال کرتے ہیں۔ ایام جوانی میں تو غالباً ایک قدرتی نشہ ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ کے ترنگ اور جوش میں اس قسم کی پرستش کا کیا جانا ایک حد تک صحیح ہے۔ اور قابل گرفت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک فطرت کے مطابق ایک فعل ہے۔ اور قانون قدرت خدا کا قانون ہے لیکن یہ سب کچھ مثل سراب ہے۔ انسان کو دھوکہ لگا ہوا ہے۔ اور اس نے فرض کر رکھا ہے۔ کہ دو انسانی رُوحوں کا ملاپ مکمل طور پر ہو سکتا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہر انسان پیدائش سے لے کر آخری دم تک تنہا ہی ہے۔ ہمارے تن خاکی کے اندر ایک مالک بیٹھا ہے جس پر کسی انسانی یا دُنیاوی دوستی کا اثر نہیں ہو سکتا۔ جو انقلابات زمانہ کی وجہ سے تغیر پذیر نہیں جو اسوقت بڈھا تھا جبکہ ہم سن تمیز کو پہنچے۔ مگر ہمارے قویٰ کے انحطاط کے وقت وہ بالکل ترو تازہ اور جوان ہوگا۔ اس اندر والے کو تعلق پیدا کرنے کا شوق حد سے زیادہ ہے لیکن وہ اس دُنیا میں کوئی ایسا نہیں پاتا جس سے وہ ناطہ جوڑے۔ اور اگر وہ تھوڑے عرصہ کے لئے انسانی محبت کے سامنے جُھک بھی جائے تو اُسے اندوہناک مایوسی نصیب ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس کے احساسات انسانی احساسات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اسلئے انسانی تعلقات یقیناً اسکی مایوسی کا باعث ہوتے ہیں بعض اوقات مرد و زن جو نکاح کے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں طرح طرح کی مصائب کا مُنہ دیکھتے ہیں۔ کیونکہ اندر والا اس حد کے پار جانا چاہتا ہے جو ایک انسان کو

دوسرے سے جدا کرتی ہو اس کے نزدیک تو خوشی اور راحت کا صرف ایک ہی مقام ہے اس کا صرف ایک ہی دوست ہے جو اسے اچھی طرح سمجھتا اور جانتا ہے اور وہ مقام اور وہ دوست سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں تمام مخلوق جو کہ فانی ہو اسی کے ساتھ پختہ اور مکمل پیوند جوڑ سکتی ہے۔ اسی کی طرف ہم سب نے واپس جانا ہے۔ اور وہی ہم سب پر ہمارے اختلافات کے موجبات ظاہر کریگا۔ پس ہر ایک روح انفرادی طور پر ایکدوسرے سے بالکل الگ اور آزاد ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ جو روح خود زیر بار ہو وہ دوسرے کا بوجھ کیسے اُٹھا سکتی ہے۔ خواہ جوش محبت کی وجہ سے اندر بوجھ اٹھانے کا خیال پیدا ہی کیوں نہ ہو۔ اور پھر کوئی روح اپنا بوجھ دوسرے پر بھی نہیں ڈال سکتی ہم سب اللہ تعالیٰ کے آزاد بندے ہیں۔ اور یہ ہماری بیوقوفی اور غلطی ہو۔ اگر ہم دوسرے کی شخصیت پر حملہ کریں یا اُسے غلام بنانا چاہیں یا اُسے ہمیشہ کیلئے اپنے ساتھ جکڑ رکھیں۔ اس دنیا کی دوستی کے متعلق تو صرف اسی قدر خیال ہونا چاہئیے کہ یہ خدا کے آزاد بندوں کے ساتھ ایک قسم کا ملاپ ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنی ذات کا مختار ہے۔ اور اپنے خاص خیالات رکھتا ہے۔ جن سے کسی دوسرے کو کوئی تعلق نہیں لیکن جن کی عزت و تکریم کیجانی چاہئیے۔ اسی طرح شادی کے متعلق یہی خیال ہونا چاہئیے کہ خاوند اور اس کی بیوی دونوں اللہ تعالےٰ کے آزاد بندے ہیں۔ اور ان کے تعلقات صریحاً ایسے قانون کے ماتحت ہوتے ہیں جنکی تکریم کیجاتی ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور خدمت اپنے طرز پر کرتا ہے۔ اس قسم کے خیالات میرے نزدیک اعلیٰ تر ہیں۔ اور ان کا نصب العین زیادہ تر معقول ہے۔ بمقابلہ ان خیالات کے جو خصوصیت ذاتی کو قائم رکھنے کے خلاف ہیں۔ اور جو اس قسم کا جوڑ اور تعلق پیدا کرنے کی تلاش میں ہیں جو بالکل غیر ممکن ہو۔ اور جن کے ذریعہ میل و ملاپ بجائے تسلی بخش ثابت ہونے کے تباہ کن نتائج پیدا کرتا ہے مسلمان مرد و زن کے تعلقات اسی نکتۂ خیال

بسے ہوتے ہیں۔ میرے لئے قرآن اور قانون قدرت پر مبنی ہے۔ اور میں ان
رسومات کی جو اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں وقعت کی نگاہ سے نہیں
دیکھتا۔ اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت
کا نصب العین خدا کی بندگی کرنا ہو۔ اور جہاں اس بندگی اور خدمت میں
محبت کا رنگ ہو وہاں اگر کوئی شخص ایک بیوی کرے یا زیادہ اسکی چنداں
پرواہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں کسی کو کوئی تکلیف یا ضرر
نہیں پہنچ سکتا۔ اور خرابی پیدا نہیں ہو سکتی +

میری رائے میں عورت کے متعلق مسلمانوں کے خیال پر جو اعتراضات
یورپین کرتے ہیں۔ ان کا دارومدار چند مستورات کے اسی گندے خیال
پر ہے جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے ہمارے نزدیک عورت خدا یا دیوتا
نہیں۔ وہ ہم میں سے ہی ہے۔ انسانیت کے لحاظ سے وہ ویسی ہی ہے
جیسا کہ کوئی مرد۔ اور اپنی ذات اور مقسوم کے لحاظ سے وہ بھی ایک نسل
انسان میں سے ایک آزاد فرد ہے جس کے ذمہ بھی قدرت نے مختلف قسم
کے فرائض لگا رکھے ہیں۔ اور قانون نے اسکی حیثیت اور حقوق کی حدبندی
کردی ہے + ہمارے نزدیک نکاح ایسا عہد نہیں جس کی وجہ سے مرد و زن اس
دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں۔ یہ ایک
قسم کا معاہدہ دیوانی ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کے معاہدے پاکیزہ اور
طہارت سے منزہ اور پاک ہونے چاہئیں یہ بھی اسی طرز کا ہے۔ اور اسکا
تقدس طرفین کی باہمی محبت اور ان کے چلن اور طریق عمل سے پیدا ہوتا ہے
اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک میں دوسرے کے لئے الفت اور تعظیم و تکریم
نہیں تو اس عہد کو فوراً توڑ دینا ہی بہترین امر ہے +

اب میں پھر اصلی مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام انسانی
خوبیوں کا منبع ہے۔ اور تمام باتوں میں اسی کی تابعداری کرنے سے انسان ترقی کے

میدان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا کسی قوم کا دوست نہیں اور نہ
کسی خاص قوم سے اُسکی مخالفت ہے۔ اگر بادشاہوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے منشاء
پر چلنے کی خواہش ہو۔ اور اگر اُن کا ایمان خدا پر ہو اور یوم قیامت کا ڈر اُن کے
دل میں ہو تو کبھی بھی اپنی قوموں کی خود غرضانہ مقاصد کی حمایت نہ کریں۔ اور
دوسری قوموں کو معمولی حقوق جو ہر ایک انسان کیلئے ضروری ہیں دینے سے کبھی بھی
انکار نہ کریں۔ یہ ایک طریق ہے جس کی وجہ سے مظلوم اور ذلیل شدہ قوموں کے دل سے
ظالموں کی نفرت دور ہو کر اسکی بجائے انسانی اخوت اور برادری کا خیال پیدا
ہو سکتا ہے۔ اس دنیا کا تماشا اور اسکی ظاہری شان کی جھلک نہایت زبردست ہے
یہ کبھی کبھی اور بالخصوص جوانی کے وقت ہم پر غلبہ پا لیتی ہے عالم شباب میں جبکہ
انسان کو اپنی درازی عمر کا یقین ہوتا ہے۔ اور موت کا خیال کم تر اسے ستاتا
ہے۔ اور جبکہ اچھے موقعوں کی قدر کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی بھی چنداں
پرواہ نہیں کرتا۔ اس وقت اس دنیا کی شان اور اسکی لذات بہترین معلوم
دیتے ہیں لیکن جوانی کی لاپرواہیوں ہی کے دوران انسان کی عادات
اور اس کے دماغ کی افتاد قائم ہو جاتی ہے۔ اور ایسی راہ اختیار کر لینا اسکے
لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ممکن ہے جو بعد میں اسکی تکلیف کا موجب ہو۔
اسلئے قرآن شریف کی یہ آیت ہر دو جوان اور بڈھے پر حاوی ہے۔ ان
دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رکھیں
اور قانون الٰہی کے ہمیشہ مطیع رہیں۔ اور ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنا
ورد اس آیت شریف کو بنا لیں یعنے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العٰلمین لا شریک لہ ترجمہ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ کہ
میری نماز اور میری عبادت و میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں
عالم جوانی میں کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ روح بالکل تنہا ہے کیونکہ اس وقت
سینکڑوں امیدیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی خوبصورت لیکن دھوکہ

چند دن پیش نظر ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ سب امیدیں خاک میں ملجاتی ہیں۔ اور دھوکے کی اصلیت بھی کھلجاتی ہے۔ اور اس وقت وہ روح جس کا رابطہ اللہ کے ساتھ نہیں ہوتا اپنے آپ کو موت کی طرف جاتی ہوئی پاتی ہے۔ اور اس مایوسی کی حالت میں بالکل یکہ و تنہا ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی مرد یا عورت اپنی مرضی کو خدا کی رضا کے ماتحت کرلے تو اُسے اس وقت سے تنہائی بالکل محسوس نہیں ہوتی بشرطیکہ اس کا عمل صداقت اور صفائی پر مبنی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس وقت ایسے لوگوں کے ساتھ بطور رفیق و مددگار کے ہوجاتا ہے۔ وہ انہیں تاریکی ظلمت سے نکالکر روشنی اور نور کی طرف لیجاتا ہے۔ دُنیا میں وہ اسی کے شاندار کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور اُنکی تمام ناکامیاں بچوں کی کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ ہمارا یار و مددگار ہمیں کبھی بھی دھوکہ نہیں دیتا۔ وہی ہمارا اصل حقیقی ہے۔ اور وہی ہمارا مقصد ہے۔ اور پھر اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور موت کے وقت وہی ہماری دستگیری کر سکتا ہے۔ اور قبر کے بعد بھی اسی کی دوستی کام آسکتی ہے۔ موت سب کے لئے لکھی ہے لیکن راضی برضاء مولیٰ پر عمل کرنے سے خدا کی رفاقت میسر آسکتی ہے +

برادران! جبکہ ہم آج نماز میں سربسجود ہونگے۔ تو ہم گویا اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو قبول کرینگے۔ اور جب ہم اپنی پیشانی کو زمین پر گرادینگے تو ہم اس وقت اپنی نماز۔ اپنی قربانی اپنی زندگی اور موت کو اللہ کے سامنے جو مالک ہر دو جہاں ہے پیش کرینگے۔ لہذا آؤ اس کے حضور اپنی مرضی اپنی زندگی اور اپنی خواہشات سب پیش کردیں۔ نہ صرف جسمانی حرکات ہی سے بلکہ دل و جان سے اور جس طرح میری اس جگہ موجودگی یقینی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کو ہم یقینی طور پر محسوس کریں گے جو کہ ہمیں ظلمت سے نکالکر نور کی طرف لیجائیگی۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوجائیگا کہ ہم تنہا نہیں ہمیں اطمینان ہوجائیگا کہ خدا نے ہمیں چھوڑا نہیں اور نہ آئے ہم سے نفرت ہے +

ہمارا انجام آغاز سے بہتر ہوگا۔ اور ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ وہ ہم پر کسی طرح کے فضل بھیج رہا ہے جس کا وعدہ اس نے مسلمانوں سے قرآن اور لائے ہوئے ان کی مصیبت تکلیف کے وقت کیا تھا۔ ہم سب کی جان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تو اس حالت میں ہمیں اُس کے تابع فرمان ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اسی میں ہماری سچی کامیابی اور سچی ترقی اور لا انتہا خوشی کا راز ہے ✦

تدبیر و تقدیر

(از قلم علامہ جناب محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب)

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ ط و ان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ ج وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک ط قل کل من عند اللہ ط فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ہ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک ط وارسلنک للناس رسولا ط وکفی باللہ شھیدا ہ ترجمہ۔ جہاں کہیں تم ہو پائیگی تم کو موت اور اگرچہ ہو تم بیچ برجوں بلند کے۔ اور اگر پہنچتی ہے اُن کو بھلائی کہتے ہیں یہ نزدیک خدا کے ہے۔ اور اگر پہنچتی ہے اُن کو برائی کہتے ہیں یہ نزدیک تیرے سے ہے کہہ ہر ایک نزدیک اللہ کے سے ہے پس کیا ہے واسطے اس قوم کے نہیں نزدیک کہ سمجھیں بات جو پہنچتی ہے تجھ کو بھلائی سے پس خدا کی طرف سے ہے اور جو پہنچی تجھ کو برائی سے جان تیری سے ہے اور بھیجا ہم نے تجھ کو واسطے لوگوں کے پیغام پہنچانے والا اور کفایت ہے اللہ گواہی دینے والا (سورہ نساء۔ آیت ۷۸ پ ۵)

قرآن شریف کی ان آیات بالا میں پہلی میں بتلایا گیا ہے۔ کہ نیکی اور بدی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور دوسری میں لکھا ہے کہ بھلائی تو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے

اور جو بھی انسان سے اپنے قصور و گناہ کی وجہ سے اُسے ملتی ہے۔ ایک شخص جو سرسری طور پر ان آیات کا مطالعہ کرے یا محض اعتراض کرنے کی خاطر انہیں پڑھے تو وہ وہ فوراً کہہ اٹھیگا۔ کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ مگر یہ اختلاف و تناقض محض ظاہری اور سطحی ہو۔ ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر ہے تو محض ہماری اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ ہم فطرتاً دُنیا کے معاملات کا اندازہ اپنے نقطۂ نگاہ سے کرتے ہیں لیکن وہ اس بصیر و خبیر خالق حقیقی کے نقطۂ نظر سے بالکل الگ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض باتوں کو دیکھ کر ہم بالکل حیران رہ جاتے ہیں اور ان کی نسبت خیال کرتے ہیں کہ حقیقت ہی ایں وہ متضاد ہیں حالانکہ نظام عالم میں وہ ایسی نہیں ہوتیں مثلاً یہی مسئلہ نیکی و بدی اس قسم کے امور میں سے ایک ہے۔ ہم ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی مختصر لیکن مبسوط اور جامع تشریح جو ہماری سمجھ کے مطابق ہو۔ ایسی تمام باتوں کی ملجائے جنہیں ہم فقط فروًا ہی سمجھنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اور ہمارے کسی ایسے جواب اور ایسی تشریح سے اطمینان نہیں ہوتی جس سے ہماری راہ میں خفیف سی رُکاوٹ یا تکلیف پیدا ہو۔ اور جس کی وجہ سے ہمیں اپنے دماغ کو تھوڑا ہی سا استعمال میں لانا پڑے اگر دیکھا جائے تو ان ہر دو آیات میں بالکل کسی قسم کا اختلاف پایا نہیں جاتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب کبھی مسلمانوں کی فوج کو تکلیف پہنچی تو بعض منافقین رسُول پاک صلعم پر الزام لگاتے لیکن جب انہیں فتح نصیب ہوتی تو وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اس کی تعریف اور اس کا شکریہ ادا کرتے۔ اسلئے اس پہلی آیت میں رسولکریم صلعم کو بتلایا گیا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نہ تو وہ خود اور نہ دیگر لوگ ان معمولی انقلابات سے بچ سکتے ہیں۔ جو انسانی زندگی اور تمام انسانی امور کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ کہ دُنیا میں ہدایت اور روشنی انہیں حالات اور انقلابات کے ذریعہ پھیلاوے جو دُنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح تو انسانوں کی

کرنی ہے۔ اور اُن کی طبیعتوں میں انقلاب پیدا کرنا ہے لیکن یہ کام مجبوری سے نہیں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ تمام قوانین بے حقیقت ہیں اور اس کے ذریعہ ترقی نہیں ہوسکتی +

این ما تکونوا یدرککم الموت (جہاں کہیں تم ہو پالیگی تم کو موت اگرچہ تم ہو بلند بُرجوں کے اندر) سے معلوم ہوتا کہ خواہ تم کوئی ہو تم (بمعہ رسول کریم صلعم) اس مقدر سے جو سب انسانوں کے لئے مقرر کی گئی ہے بچ نہیں سکتے۔ کبھی کوئی ناشادکن واقعہ کبھی کسی قسم کی تکلیف اور کبھی کوئی ناکامی ضرور اس دُنیا میں تمہیں پیش آتی ہے اور آخرش تم دیگر لوگوں کی طرح موت کا شکار ہوجاؤ گے۔ لیکن یہ سب تکالیف اور خرابیاں ظاہری ہیں۔ اصل بدی جس کا خمیازہ مرد یا عورت کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ وہ اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ تاہم ہمارے مصائب بیماری ناکامیاں وغیرہ ہمارے اپنے بُرے اعمال کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اور اگر ہمارا ایمان ہو تو ہمیں ان مصائب وغیرہ سے نجات بھی مل سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ آلام و مصائب ہماری اپنی ہی کمزوریوں غلطیوں اور لغزشوں کا نتیجہ ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر اگر اس دنیا میں ہر ایک مرد اور عورت ایسا ہی قوانین پر جو اس کتاب میں مشرح طور پر بتلائے گئے ہیں عمل پیرا ہو تو بھی دنیا سب کے لئے ایک بہترین جگہ ہوجائے۔ اور یہ زندگی راحت اور آرام سے بھری ہوئی نظر آئے بشرطیکہ ان تمام خرابیوں کو جو انسان کے اپنے افعال سے پیدا ہوتی ہیں خارج کردیا جائے۔ اور صرف وہی واقعات رہیں۔ جو زندگی پر فطرتی طور پر اثر ڈالتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ خرابی یا بدی بھی جو انسان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ایک طرح سے خدا ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ اسی کا حکم اور اسی کا قانون ہے۔ کہ ہمارے بعض خاص اعمال ہی کی وجہ سے خاص قسم کی خرابی اور بدی پیدا ہو +

دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ کہ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک وارسلناک للناس رسولا وکفی باللہ

تصیل۔ کوئی انسان نیکی کا خالق نہیں ہو سکتا ہے۔ نیکی ہر وقت موجود ہے لیکن اگر وہ کوشش کر کے اس تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہ پہنچ سکتا ہے۔ گو اسکی اپنی کوشش اور اس کے اپنے اعمال کی نسبت سے نیکی اسے حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ سورج کی روشنی کی طرح اس کا منبع اتھاہ اور نہایت ہی عمیق ہے لیکن برخلاف اس کے ہر ایک انسان کا ایک حد تک بدی پر قابو ہے۔ اور وہ بدی کو عدم سے وجود میں لا سکتا ہے اسکی مثال اندھیرے سے ہے جو روشنی اور ہمارے درمیان محض کسی چیز کے حائل ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ اندھیرا اس چیز کی مقدار یا حجم کے عین مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کے اپنے بُرے افعال کا سایہ ہی بدی ہے۔ اور یہ ٹھیک ان افعال کے مطابق اور نسبت سے ہوتی ہے۔ پس یہ کہنا بالکل صحیح اور صاف ہے کہ جو کچھ نیکی ہمیں ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے جو بدی ہم تک پہنچتی ہے وہ ہماری ہی وجہ سے پہنچتی ہے۔ اور رسُول اکرم صلعم جن کی بدولت ابھی قانون قدرت کی یہ باریکیاں ہم پر منکشف ہوئیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیوں کی رہنمائی کے لئے بنایا ہے۔ اور رسُول اکرم صلعم انسانوں کی طرف بطور پیغامبر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس بات کی صداقت پر گواہ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں رکھ سکتا کہ اسے علم کم ہے یا وہ نعوذ باللہ متلون مزاج اور راستباز نہیں۔ اور آج تک کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آیا جس نے قرآن شریف کے اس مسئلہ پر جرح کیا ہو اور ثابت میں کوئی نقص بتلایا ہو جو اس میں انسانی ہستی کے متعلق لکھا ہے۔ اور اب تک کسی مروجہ علوم کے کتاب میں یا کسی نکتہ چین نے اس مسئلہ کے متعلق شک بھی ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اسکی تصدیق ہر انسان کی زندگی کا تجربہ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک خاندان کرتا ہے۔ واقعات ہمیشہ اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور اس امر کی شہادت میں کہ حضرت محمد صلعم اس کے رسُول تھے اللہ ہی کافی ہے۔ اور اللہ سے بڑھکر اور کون شاہد ہو سکتا ہے +

اس زمانہ میں ایسے مسلمان بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ مصائب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا

کوئی واسطہ نہیں۔ اور جب کبھی ہم پر مصائب معینہ کی طرح آتی ہیں جیسا کہ آجکل تو وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ لوگ زمانہ قدیم کے ان کمزور اعتقاد لوگوں کی طرح ہیں جنہیں منافق کہا جاتا تھا۔ اور جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے وقت جن کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلعم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے لیکن یاد رکھو کہ کامیابی اور ناکامی جہاں تک کہ ان کا تعلق اسلام اور اس کے مستقبل سے ہے دونوں خدا کی طرف سے ہیں۔ رسول خدا صلعم کو اسلام کا نمونہ خیال کرنا چاہیئے نہ کہ مسلمانوں کا۔ اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ احد کی تیاری پر اگر مسلمانوں کو شکست ہوئی تو محض بعض مسلمانوں کے رویہ اور ان کی اختلاف رائے کی وجہ سے۔ خداوند تعالیٰ کا ایک قانون ہے جس کی ماتحت ہم سب ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نیکی و بدی۔ روشنی و تاریکی۔ سورج کی روشنی اور بارش تمام قوموں کی تاریخ میں یکے بعد دیگرے چلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اس کی تجویز کے مطابق اور آخر ش انہیں کی وجہ سے تمام نسل انسانی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور قانون بھی ہے جس کے ماتحت انسان کے افعال سے بعض نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کے متعلق ہمیں کافی اور مناسب طور پر آگاہ کر دیا گیا ہے۔ بدی کا نتیجہ بدی اور نیکی کا نتیجہ نیکی ہی ملتا ہے خواہ کوئی قوم کرے یا کوئی فرد انسان۔ لیکن یہ نتیجہ ہمیشہ اور فوراً ہی ظاہر نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ شخص جو کہ بدی کرتا ہے خوشحال نظر آتا ہے اور بداندیش قومیں اپنی بدی ہی کی وجہ سے فتحیاب ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں لیکن ہمیں بدی بالارادہ اور بدی بلا ارادہ کے درمیان صاف طور پر ایک حد فاصل قائم کرنی چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا نہیں دیتا جب تک کہ وہ پہلے اسے آگاہ نہ کرے۔ یعنے جب تک اس قوم کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انسانی کاروبار و معاملات میں کونسی بات اچھی ہے اور کونسی بری۔ اس علم کے بعد بھی اسے خدا کی طرف سے کئی ایک موقعے دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً مکے کے بت پرست

فتحیاب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ حالانکہ ہمارے رسُول مقبول صلعم نے کئی سال پیشتر انہیں ان کی شرارتوں سے متنبہ بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ آپ کے صحابہ کو تکلیفیں دیتے رہے۔ انہوں نے آپ کے صحابہؓ کو شہر بدر کیا۔ اور اُن کی جائدادوں پر قابض بھی ہو گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا یہ بُت پرست اسلام کی بیخکنی کر ڈالینگے ان مسلمانوں کی حالت تو اس وقت اُن لوگوں کی سی نظر آتی تھی جنہیں نیک کام کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے کیلئے سزا دیجاتی ہے۔ اور اکثر مسلمانوں کے دل میں بعض اوقات یہی خیال گذرتا ہوگا۔ انہیں کوئی اُمید کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ البتہ رسُول کریمؐ کے الفاظ ہی سے اُن کی اُمید بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے انہیں بتلایا کہ جو الفاظ آپؐ کے مُنہ سے نکلے ہیں وہ خدا کی طرف سے بطور وحی آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان سے فتح و نُصرت کا وعدہ کیا تھا۔ اور ان کا اسپر پکّا اعتقاد تھا۔ لیکن جنگ اُحد میں شکست کھانے کے وقت ان کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ چنانچہ بعض نے ان میں سے جو منافق تھے یہ شکایت کی کہ آپؐ نے انہیں دھوکہ دیا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اگرچہ آپؐ کو بعض دفعہ وحی ہوتی ہے لیکن اس موقعہ پر آپؐ نے اپنی مرضی کے موافق کام کیا ہے جس کی وجہ سے اُن پر یہ مصیبت نازل ہوئی۔ اسلئے وہ مصیبت خدا کی طرف سے نہ تھی بلکہ آپؐ کی طرف سے لیکن انہیں یہ خیال نہ گذرا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اُنہیں کی حفاظت کا خیال نہ تھا۔ بلکہ دیگر تمام خلق اللہ کا بھی + اور اس امر کی طرف

ذرا بھر بھی ان کی توجہ نہیں گئی۔ کہ ان میں اس قسم کا استقلال اور پختہ ایمان ان مصائب کے ذریعہ سے پیدا کیا جا رہا ہے۔ جن کے بغیر وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو پُورا نہ کرسکتے۔ ہر ایک کام کی ابتدا اور انتہا خدا کے ہر وقت سامنے ہے لیکن ان لوگوں نے صرف اسی واقعہ کو دیکھا جو ان کے پیش نظر تھا انہیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ وہ اسی قانون کے ماتحت ہیں جس کا اثر انسان کے ہر ایک فعل پر پڑتا ہے۔ اور وہ اس سے بھی بیخبر تھے کہ جو لوگ کسی زبردست طاقت اور گروہ کثیر سے

مقابلہ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان میں بہت بڑی جرأت اور بہادری ہونی چاہئے
اُن کا استقلال غیر معمولی ہونا چاہئے۔ انہیں بہت زیادہ تکلیف پہنچنی چاہئے
اور اُن کا ایثار بھی بڑھ چڑھ کر ہونا چاہئے۔ اگر ان پر اس قانون کا اثر نہ ہوتا
تو مسلمانانِ قرونِ اولیٰ کا بلکہ خود حضرت محمد صلعم کا عمل اور اُسوہ ہمارے نزدیک نمونہ
کی صورت میں چنداں مفید نہ ہوتا۔ کیونکہ اس حالت میں جو کچھ بھی ہوتا وہ
غیر معمولی اور فوق العادت خیال کیا جاتا ہمیں تو قانون چاہیئے۔ کیونکہ ہم فطرت کے
قوانین سے جکڑے ہوئے ہیں اہل اسلام کی نصرت کا وعدہ دیا گیا تھا اور اس نصرت کا
مسلمانوں کیلئے صبر و تحمل کے نتیجہ کے رنگ میں اس کا ظہور ہونا تھا۔ وہ اِس فتح کا
البتہ دن مقرر نہ کر سکتے تھے جس طرح کہ قیصر نے پیرس میں بطور فاتح داخل
ہونے کیلئے کوئی وقت مقرر کیا تھا یہ بھی خدا ہی کی طرف سے ہے اور وہ اسی کے ہاتھ
میں ہے لیکن تمام دیگر انسانوں کی طرح اس وقت کے مسلمان بھی۔ وہ اپنے لئے مصائب
اور تکالیف خرید سکتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی نے رسول خدا صلعم کی نافرمانی
کر کے کوئی غلط عمل کیا تو اس کا خمیازہ تمام مسلمانوں کی قوم نے اُٹھایا جیسا کہ
واقعہ اُحد سے ظاہر ہوتا ہے +

رسول کریم صلعم کی مایوسی کی حالت میں جبکہ وحی کا آنا بھی تھوڑی دیر کیلئے
بند ہو گیا تھا۔ آپ کے پاس اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام پہنچتا ہے۔ کہ

والضحیٰ ۔ والیل اذا سجیٰ ۔ ما ودعک ربک وما قلیٰ ط وللاٰخرۃ
خیر لک من الاولیٰ ط ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ۔ ترجمہ (اے
پیغمبر ہم کو) چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے
کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا۔ اور البتہ
آخرت تمہارے لئے (اس) دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر
تم کو اتنا کچھ دیگا کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے +

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات گویا آج اسلام کے لئے اُتری ہیں۔ اگر مسلمانوں نے

کوئی غلطی کی ہو تو اس کیلئے انہیں سزا مل چکی ہے۔ اس سزا کو بطیب خاطر ہمیں منظور کرنا چاہیئے۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے لیکن کوئی شخص دعوی سے یہ نہیں کرسکتا۔ کہ اسلام اس سلوک کا مستحق ہے۔ جو اس کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ اُسکی اب وہی حالت ہے جو حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت تھی جبکہ آیات بالا آپؐ پر نازل ہوئیں۔ اسلام کے لئے اب رات گذر چکی ہے۔ اب پو پھٹنے کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جہان کا مالک اور حاکم ہے جسے وہ چاہتا ہے حکمرانی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے وہ سلطنت چھین لیتا ہے۔ تم لوگ کس حیثیت میں اس کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہو آیا اس قوم کی طرح جس پر ظلم کیا جاتا ہے یا اس کی طرح جو ظلم وتعدی کا ارتکاب کرتی ہے۔ کبھی خواب میں بھی ناانصافی اور ظلم کا خیال نہ کرو۔ اور جو بے انصاف ہوں ان کی خوشامد اور چاپلوسی کبھی مت کرو۔ ربانی فوج کی صورت اختیار کرو۔ اور اس بات کا عہد کرلو۔ کہ تمام جہان میں اسی کے قانون کو روشن کیا جائیگا۔ اور اُسے قائم رکھا جائیگا۔ اور اس بات کا پورا یقین کرلو کہ کوئی مصیبت خواہ اس قانون کے ماتحت آئے جس کا اثر ہمارے اعمال پر ہوتا ہے۔ اور خواہ کسی الٰہی قانون قدرت کے ذریعہ۔ ہمکو ڈرانے یا ہمیں رنج پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتی اور نہ ہمیں انجام کار کامیاب ہونے سے روک سکتی ہے۔ کیونکہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ

والضحیٰ۰ والیل اذا سجیٰ۰ ماودعك ربك وماقلیٰ ترجمہ (اے پیغمبر ہمکو) چاشت (کے وقت) کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا +

ناظرین کرام ازراہ کرم اپنے حلقہ اثر میں توسیع اشاعت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں

خادم مینیجر

سادگیٔ مذہب

(از قلم جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ)

مختلف مذہبی فرقے اس مُلک کی گورنمنٹ کو اپنی ضروریات اور حاجات پیش کر کے آئے دن تنگ کرتے ہیں۔ مثلاً کلیسیاء انگلستان۔ کلیسیاء رومن کیتھولک۔ فرقہ نن کانفارمسٹ (منحرف فرقہ) اور اسی قسم کے دیگر فرقے سب کے سب کچھ نہ کچھ طاقت رکھتے ہیں۔ اور سب ہی زیادہ اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان سب کی درخواستوں پر غور بھی کرنا پڑتا ہے +

مسلمانوں میں جہاں تک دیکھا جاتا ہے کوئی بھی ایسی جماعت نہیں جو دنیاوی طاقت کے لئے بولی دیتی ہو یا اس کا سودا کرتی ہے۔ اسلام کی شوکت اس قسم کی ادنےٰ اور کمینہ خیالات سے متاثر نہیں ہوئی۔ رسول پاک صلعم کا ہر ایک پیرو اس قسم کے معاوضہ کا امیدوار ہے جو دُنیاوی مفاد سے یا دولت و حشمت سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے جس طرح کہ سُورج کی روشنی آگ کی روشنی سے افضل تر ہے۔ اس مذہب میں کوئی پوپ۔ کوئی بشپ یا کوئی پادری نہیں جنہیں بڑی بڑی تنخواہیں یا جاگیریں دینی پڑتی ہوں۔ کیونکہ خود خدا ہی اس رُوحانی کلیسیا (اسلام) کا سردار ہے تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی کلیسیاؤں نے دنیاوی طاقت کے لئے بڑھ بڑھ کر سودے کئے ہیں۔ اور ہم دکھلا سکتے ہیں کہ وہ معاملات جن کا تعلق رُوح کی اعلیٰ خواہشات سے ہونا چاہئے تھا بہت بُری طرح ادنےٰ دنیاوی مفاد کے ساتھ ملا دیئے گئے ہیں۔ اور اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں کہ گرجا کو تو ایک کثیر التعداد نام نہاد عیسائی محض چند ایک شریف اور معزز اشخاص سے ملنے کی جگہ سمجھتے ہیں جہاں وہ اپنا عمدہ اور فاخرہ لباس دوسروں کو دکھا سکتے ہیں۔ اور چونکہ انہیں اپنے ہمسائیوں کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ یہ عجیب و غریب مذہب انہیں بہشت میں کسی نہ کسی جگہ پہنچانے کی اُمید دلاتا ہے۔ مگر بہشت میں جگہ

اکثر اس فیس کے لحاظ سے ملتی ہے جو اس غرض کیلئے ادا کیجاتی ہے ٹھیک اسی طرح جیسا کہ کسی تماشہ گاہ میں ٹکٹ خرید کر کوئی شخص درجۂ خاص۔ کوئی درجۂ اوّل وغیرہ میں جگہ حاصل کر سکتا ہے +

مغربی دنیا کے مذہب کا زیادہ حصّہ زمانہ وسطیٰ کے توہمات سے مرکب ہے۔ وہ درحقیقت زمانۂ جہالت کا بقیہ ہے۔ اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی تعلیم سے اُسے بہت کم مشابہت اور نسبت ہے۔ قریباً تیسری اور پانچویں صدی میں جبکہ دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور لوگ مصیبت میں گرفتار تھے۔ اور جبکہ یورپ وحشی اور جنگجو قوموں کے لئے ایک اکھاڑے کا کام دے رہا تھا جہاں ہر ایک قوم ایکدوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنا کرتب دکھلا کر ظلم اور تباہی سے اپنا رُعب اور سکہ بٹھلانا چاہتی تھی۔ اس وقت مختلف سلطنتوں اور ریاستوں کے والی انگلستان کے جنگجو نوابوں اور لارڈوں کی طرح اس قسم کے لوگ تھے جو اپنے گھر بار۔ خاندان اور ریاست کی حفاظت کے لئے تلوار اور دیگر آلات حرب کے استعمال میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے۔ مگر کسی قسم کا علمی مذاق یا تعلیم و تربیت کا شوق اُنہیں نہ تھا۔ اپنے گھر کے انتظام کیلئے انہیں ایسے کلرکوں کی ضرورت پڑی جو اپنی اعلیٰ علمیت و قابلیت کی وجہ سے تمام گھر میں انتظام قائم رکھ سکیں۔ اہم واقعات اور حالات کو جو اس وقت پیش آئیں قلمبند کر سکیں۔ اور گھر کے متعلق تمام امور کو سر انجام دے سکیں۔ کچھ مدت کے بعد بڑے بڑے خاندانوں میں ان کلرکوں یا دنیاوی پادریوں کا ہونا لازمی اور جزو لاینفک قرار دیا گیا۔ اور ان کا اقتدار اور اثر بہت بڑھتا گیا۔ انہوں نے اپنے اثر اور اقتدار کو بڑھانے کیلئے ہر ایک موقعہ سے فائدہ اُٹھایا۔ اور آیندہ کے راز سربستہ کے سہارے دوزخ کے خوف اور عاقبت میں سزا کے خطرہ کو کھڑا کیا۔ اس طرح کے خوف و خطرہ کو بڑی دانائی سے کام میں لاکر اور دھتقاد لوگوں کے دلوں میں ہیبت سی پیدا کر دی۔ جس کا علاج انہوں نے یہ پیش کیا۔ کہ مذہب کی کسی خاص طرز اور اس کے خاص مسائل پر ایمان رکھنے سے نجات مل سکتی ہے

یہ مسائل خود انہیں لوگوں نے بڑی چالاکی سے اختراع کئے۔ اس کے بعد انہوں نے اسباب کے باور کرانے کا انتظام کیا کہ جنت میں اعلیٰ اور محفوظ جگہ تب ہی مل سکتی ہے جبکہ کلیسیا کی خدمت میں بڑی قیمتی تحائف پیش کئے جائیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان تحائف نے زمینوں۔ محلات۔ گرجوں اور قیمتی عطیات یا اوقاف کی صورت اختیار کر لی۔ ان حالات کے ماتحت پیر پرستی یا بالفاظ دیگر پادری پرستی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اُس وقت سے آج تک بھی دُنیاوی سلطنت کو نیلام پر چڑھایا جاتا ہے۔ مگر جناب مسیح سے چھ سو سال بعد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وجہ سے ان تمام خیالات کا بودا پن ظاہر ہو گیا۔ اور لوگوں پر کھلگیا کہ کفارہ یا درمیانی کی شفاعت اور ان سے درخواستیں لاکر خدا تک پہنچنے کے دیگر تمام مصنوعی اور تکلیف دہ طریقے لغو اور بیہودہ ہیں۔ خواہ موسوی قانون کیسے ہی شاندار ہوں۔ اور ناصرہ کے پاک پیغمبر کی نرم اور سخت گیری سے دور رہنے والے اصُول خواہ کیسے ہی خوبصورت ہوں لیکن یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسلامی تعلیم میں نہایت ہی بلند پایہ کا پیغام ہے۔ اور وہ اس قدر سادہ ہے کہ اس پر ایمان رکھنے والے کی راہ کو تمام رُکاوٹوں سے پاک کر کے اُسے باآسانی خدا تک پہنچا دیتا ہے +

قرآن شریف کی سُورۃ توبہ میں ذیل کی آیات ہیں جن کے معنے بالکل صاف ہیں اور ان کا اطلاق ان سب پر ہے جو پیروں یا پادریوں کے زیر اثر ہیں یا جو اسباب پر مصر ہیں کہ انسان ہی رہنما ہو سکتا ہے۔ آیات متذکرہ حسب ذیل ہیں :-

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ عما یشرکون ۔ ترجمہ۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور اپنے مشائخوں اور مریم کے بیٹے مسیح کو خدا بنا کھڑا کیا۔ حالانکہ (ہمارے ہاں سے) ان کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا اس کے سوا کوئی (اور) معبود نہیں وہ اُن کے شرک سے پاک ہے

یاایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون

اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ۔ ترجمہ مسلمانو (اہلکتاب) اکثر عالم اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق (ناروا) کھاتے اور راہ خدا سے (لوگوں کو) روکتے ہیں
یسوع مسیح کا مذہب وہ نہ تھا جو پولوس نے پیش کیا۔ آخر الذکر نے اصلی مذہب میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ اور دیدہ و دانستہ اس میں تغیر و تبدل بھی کردیا ان کی تعلیم کی تشریح مختلف لوگوں نے کی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اسے بدلا بھی ہے اس نام نہاد عیسائیت کے اندر فی الحقیقت یکرنگی نہیں۔ لیکن اسلام میں یہ نظر آتی ہے۔ بلکہ اسمیں وہ چیز موجود ہے۔ جو مخلوق کی اس پیاس کو بجھاتی ہے جو اسے اپنے حاضر و ناظر و قادر مطلق خالق سے ملنے اور اسکی طرف پھر واپس جانے کیلئے لگی ہوئی ہے۔ اسلام ہمیں ایک ہی خدا کا نشان و پتہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی کی عبادت کیجائے۔ اور اسی کے حکم پر چلا جائے۔ وہی سب سے بالاتر اور سب پر مقدم ہے۔ اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی مقدس اور پاک ہو اس کے ساتھ شریک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بالکل درست ہے۔ اور جیسا کہ اے۔ ڈبلیو نامی شخص نے اپنی کتاب تھاٹس فار دی فیوچر (آیندہ کے متعلق رائے) میں لکھا ہے کہ:-

ان عقلمند اور سمجھدار اشخاص کو دیکھ کر تعجب معلوم ہوتا ہے جو احمقانہ طور پر پیروں (پادریوں) کے اختراع کردہ مسائل کو اس طرح قبول کرتے ہیں اور ان کے دھوکوں میں اس طرح پھنس جاتے ہیں کہ وہ جنت اور اس قادر مطلق کی نسبت کچھ بھی سمجھ نہیں سکتے۔ جس تک اسکی مخلوق میں سے ہر فرد پہنچ سکتا ہے۔ خواہ وہ معمولی انسان ہو یا ولی و پیغمبر جس کے پاس خدا کا الہام پہنچتا ہے۔ بہشت کی کنجی تو ہر وقت موجود ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ایک عاجز سے عاجز اور نہایت ہی مصیبت زدہ انسان بھی جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور کسی بادشاہ یا پادری یا نبی کی مدد کی اسمیں ضرورت نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے ہوا سے تشبیہ دیجا سکتی ہے۔ کیونکہ ہوا بھی سب مخلوق کو ہر دم مل سکتی ہے لیکن جو خلق اللہ کو اس کے برخلاف تعلیم دیتے ہیں۔ انکی اپنی خود غرضیاں اسمیں شامل ہیں مثلاً اگر وہ اس طرح کی تعلیم

پیش نہ کریں تو انکی تنخواہیں اور وظائف بند ہونے کا احتمال ہے جن کی وجہ سے اُن کا کام چلتا ہے۔ نیز کمی ایک دُنیاوی مفاد کے کھوئے جانے کا بھی اندیشہ لگا ہوا ہے +

اِس مختصر سے مضمون کی اصل غرض عیسائیت کے کسی خاص فرقہ پر حملہ کرنے کی نہیں۔ بلکہ اس سادگی اور خوبی کو ظاہر کرنے کی ہے جو اسلامی عقاید میں پائی جاتی ہے اور جو راقم مضمون کی ناقص رائے میں ان نقائص اور اعتراضات سے پاک ہے جو دیگر مذاہب میں اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ اسلام میں پیر پرستی نہیں۔ اور اسمیں اس قسم کے مسائل نہیں جو پیر پرستی کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور اسمیں دنیاوی طاقت کیلئے حرص و طمع بھی نہیں تو کیا اگر تمام دُنیا اس قسم کے پُرامن مذہب کو قبول کرے تو قوم کی سلطنت اور حکومت کا انتظام نہایت صفائی سے نہ چلیگا؟

یہ ایک افسوسناک امر واقعہ ہے۔ کہ جس قدر عذاب بیرحمی اور خونریزی مذہب کی وجہ سے دُنیا نے دیکھی ہے وہ کسی اور باعث جہانتک ہمارا علم ہے نظر نہیں آئی۔ تو کیا اس صورت میں ممکن ہے کہ کوئی ایسا مذہب ملسکے جو تمام مخلوقات کو ایک ہی خدا کی پرستش پر جو سب سے بالاتر اور افضلتر ہے قائم کردے؟ مگر ایک لحظہ بھر کیلئے ذرہ اپنے دل میں سوچو کہ اگر سلطنت برطانیہ میں ہر ایک شخص دل سے سچا مسلمان بن جائے خداوند تعالے وہ دن جلد دکھائے تو پھر نتیجہ اس کا کیا ہوگا۔ حکمرانی میری رائے میں ایک آسان اور سہل کام ہو جائیگا۔ کیونکہ ہر ایک کے دل میں سچے مذہب کا جوش ہوگا۔ کسی خاص فرقۂ کلیسیا کے متعلق غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کسی بدراہ یا منکر کو راہ راست پر لانے کی فکر نہ ہوگی۔ اور بہشت میں داخل ہونے کے لئے بھاری ٹیکس ادا نہ کرنے پڑینگے۔ جو مذہب حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت محمد صلعم نے سکھایا ہے اسمیں سادگی تھی ہے بیشک خدا کی بعض کتب کیطرح مثلاً قرآن کریم کے ابھی صحف ہیں پیش کرنے کی کوشش میں بعض لوگوں نے اسمیں اس قدر خلط ملط کردیا ہے۔ کہ اب اصلیت تک پہنچنا مشکل ہے۔ اور ایک صاف دل اصل راستی کے متلاشی کو مایوس اور حیران کردیتا ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب اس رنگ کا بھی ہے جس نے مذہبی جنگ کی آگ بھڑکا دی

جسکی وجہ سے ہمارے اسلاف نے لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانیں دیں۔ لیکن یہ سب کچھ کس لئے محض ایک مقبرہ کیلئے جس کے اندر عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح نے تھوڑی دیر کیلئے آرام کیا۔ کیا یہ نامناسب لڑائی اس قابل تھی کہ اس قدر کشت و خون جائز کیا جاتا۔ پھر مذہب کی ایک دوسری صورت نظر آتی ہے جس کے رو سے ہمیں اجازت دیجاتی ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو ہم سے بالکل فروعات میں اختلاف رکھتے ہیں زندہ جلادیں۔ یا کسی اور طرح انہیں دکھ اور اذیت پہنچائیں۔ کیا یہ کارروائی بھی نے بے سود اور نکمی نہ تھی۔ ایک تیسری طرز کا مذہب بھی ہے جو عوام میں نظر آتا ہے۔ اسکی جانبداری اور تعصب بھی اس حد تک پہنچگیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمام ہمجنسوں کو ہمیشہ کیلئے لعنتی قرار دیتا۔ اور ان کیلئے ابدی موت اور ہلاکت لازمی سمجھتا ہے۔ اور یہ محض اسلئے کہ وہ بعض خودتراشیدہ مسائل پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیا یہ امر بھی قابل توجہ ہے کیا اسقدر تنگ دلی کا اظہار قابل تعریف ہو سکتا ہے۔ اس سے تو اس رحیم و کریم خدا کو بھی نفرت ہے۔ اور جناب مسیح اور حضرت محمد صلعم بھی اس سے بہت بری طرح سے اظہار نفرت کرینگے جرنیل گارڈن لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمانوں میں فریسیوں کا فرقہ دکھائی نہیں دیتا۔ ان کا اعتقاد کچھ ہی ہو لیکن وہ ہمارے فریسیوں کی طرح الف اور ب کو جلا دینے کا فتویٰ نہیں دیتے۔ اور اس قسم کی ناپسندیدہ باتیں ہمیں نظر نہیں آتیں جو فریسی پیش کرتے ہیں"۔

گارڈن صاحب مدت تک مشرق میں مسلمانوں کے درمیان رہا ہے۔ اسلامی تعلیم کی خوبیوں کا اس نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مذکورہ بالا سطور لکھتے وقت اس نے ضرور محسوس کیا ہو کہ اسلام میں وہ سچی مسیحی فیاضی و فراخ دلی موجود ہے جو اسے اپنے گھر میں نظر نہیں آتی۔ اسی مضمون کو وہ پھر ذیل کے الفاظ میں ادا کرتا ہے۔

"اس اطمینان قلب کے برابر کوئی بھی چیز نہیں جو اس شخص کو ملتا ہے جس کا رہبر خدا ہوتا ہے۔ اور جس کا اعتقاد بجائے قول کے فعل پر ہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً جانتا ہے

کہ ہر ایک بات کیلئے کچھ نہ کچھ مقدر ہے۔ اور اسی کے مطابق ہر شے کا ظہور ہوتا ہے
جس شخص کا ایمان ایسا ہو وہ زندہ ہی مر جاتا ہے اور اس دنیا کی تکالیف سے
اُسے نجات ملجاتی ہے +

تحریر بالا کے جواب میں غالباً یہ کہا جائیگا کہ مشرقی خیالات مغربی خیالات سے
نہیں ملسکتے۔ ان کا باہمی ربط مشکل ہے۔ اسلئے مغربی اقوام کا مشرقی مذہب کو قبول کرکے
اس کے اثرات کے ماتحت چلنا بیرون از بحث ہے لیکن اسکی تردید بہت آسان ہے
کیونکہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قریباً دو ہزار سال تک یورپ کی ہر ایک قوم مشرقی مذاہب
یعنے یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر اور انکی حکومت میں ہے +

اسلامی رُوح تمام نسلی حدوں اور مشرق و مغرب کے قومی تفرقوں سے بالاتر ہے مگر
مشرقی عیسائیت نے جو ناصرہ کا نبی دُنیا میں لایا انسانوں میں اس قدر تہذیب
پھیلائی تو کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اس سے زیادہ تر وسیع اور سادہ اسلامی تعلیم
جسے رسُول عربی صلعم نے دُنیا پر ظاہر کیا کیوں اس عمدہ کام یعنے تہذیب کو زیادہ ترقی
نہ دیگی۔ ان ہر دو نبیوں کے اخلاق ایکدوسرے سے بہت ملتے ہیں۔ اس کا ثبوت
حضرت محمد صلعم کی زندگی کے حالات پڑھنے سے ملتا ہے پھر قرآن شریف کے مطالعہ سے بھی
معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو پہلی الہامی کتب کے خلاف ہو۔ قرآن کی
تعلیم انجیل کی تعلیم کی تائید کرتی ہے۔ البتہ ضروریات زمانہ کے مطابق آخر الذکر
میں ایزادی کی گئی ہے جس طرح کسی شخص کو بغیر اس کے عذرات سُننے کے ملزم گرداننے کا
اصُول غلط اور لغو ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلعم کے مذہب پر نکتہ چینی اور تکفیری
کرنا اور لفظ اسلام کے معنے تک کا بھی علم حاصل نہ کرنا سراسر ظلم ہے اور یہی طریق عمل
ننانویں فیصدی عیسائیوں کا ہے۔ وہ کسی قسم کی روشنی حاصل کرنا نہیں چاہتے کیونکہ
ان کے نزدیک روشنی حاصل کرنا گویا تکلیف اٹھانا ہے۔ اور وہ اُٹھ کر دروازہ
کھولنے کے بجائے اندھیرے ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں گویا ان کا قول یہ ہے
کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور ہم کسی اور چیز کی ضرورت نہیں سمجھتے

یہاں طرح وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ... سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے +

مضمون میں راقم نے نہایت ضروری امور سے متعلق مختصر لکھا ہے لیکن امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اس کے متعلق رسالہ میں لکھتا رہیگا +

مذہب کی غرض و غایت

(از قلم جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی)

قرآن کریم مذہب کی ضروریات کو نہایت سادے اور واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذہب ہمارے اپنے خالق سے تعلقات اور اپنے ہمجنسوں سے تعلقات کو بیان کرتا اور سکھلاتا ہے +

اب ہم اپنے خالق سے تعلقات کو لیتے ہیں سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل فرمانبرداری اور عبادت کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ ایسے احکام جو کہ انسانی ضروریات اور انسانی فطرت کے عین مطابق اور موافق ہیں ہمارا قرآن شریف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے۔ اسلئے اسکو ہر شے کا علم ہے۔ اور وہ ان سب سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ امر کہ علیم و خبیر اور رحمٰن و رحیم ہو تو بھی ہے جو ہمکو اس کے احکام کی فرمانبرداری پر مجبور کرتا ہے تا کہ کسی رغبت یا دھمکی کا خوف قرآن کریم اس بات کو نہایت واضح طور پر بیان کرتا ہے

وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (سورۃ الملک رکوع ۱)

ترجمہ۔ اور (لوگو) تم اپنی بات چھپکے سے کہو یا پکار کر کہو۔ خدا تو (تمہارے) دلی خیالات (تک) سے واقف ہے بھلا ہو سکتا ہے کہ خدا جو پیدا کرے (وہی مخلوقات کے حال سے) ناواقف ہو حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے +

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
(سورۃ فاطر رکوع ۵)

ترجمہ۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ بیشک وہ لوگوں کے دلی خیالات (تک) سے بھی واقف ہے"۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۃ التغابن رکوع ۱)

ترجمہ۔ اسی نے کسی مصلحت سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی بنائیں تو اچھی بنائیں۔ اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم لوگ چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اسکو بھی جانتا ہے۔ اور اللہ دلی خیالات سے واقف ہے۔

وہ ہمیں جانتا ہے کیونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ وہ ارض وسما کے رازوں سے خوب واقف ہے۔ کیونکہ وہ ان کا خالق ہے اسکو تمام اشیا کے متعلق ہر قسم کا علم ہونا چاہئے کیونکہ یہ اسی کی قدرت تھی جس نے ان سب کو نیست سے ہست کیا۔ وخلق کل شیءٍ وھو بکل شیءٍ علیم۔ (سورۃ انعام رکوع ۱۳) ترجمہ۔ اور اس نے سب اشیاء کو پیدا کیا۔ اور وہ تمام چیزوں کا خوب علم رکھتا ہے"۔

یہ آیتیں جیسا کہ ہمیں یقین دلاتی ہیں ویسا ہی ہم ان سے سبق بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس بات کو یقین کر کے دلکو نہایت تسکین اور اطمینان ہوتا ہے کہ ہمارا خالق اور رب ہماری فطرت اور ہماری ضروریات زندگی سے خوب واقف ہے۔ وہ ضرور ہمارے لئے ایسے قانون بنائیگا۔ جن سے ہماری فطرت میں روحانی اور رات چوگنی ترقی کریگی۔

اللہ تعالیٰ نے اسلامی کتاب (قرآن کریم) میں دو طرح کے احکام جاری کئے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو کہ ہمیں اپنے رب کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو کہ ہمیں اپنے ہمجنسوں کے حقوق اور فرائض سے خبردار کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے فرائض ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جو کہ کسی قسم کی اللہ تعالیٰ کی خود غرضی (نعوذ باللہ) کو ظاہر کرتے ہوں اسلام کا خدا

سمجھا کہ ان ناچیز باتوں سے بالکل مُبرا ہے۔ اسکو ہماری عبادتگذاری اور شب بیداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسکو ہماری نمازوں کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ اس قدر اعلیٰ اور عظیم الشان اور ذوالجلال ہستی ہے کہ ہماری عبادتیں اور تعریفیں اسکی شان کو کچھ بڑھا نہیں سکتیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کی تعریف بھی کیجاتی ہے اور اسکی بزرگی بیان کیجاتی ہے مگر وہ ان باتوں کا محتاج نہیں ہے"۔ نماز اور عبادت کا حکم جو ہم پر فرض کیا گیا ہے وہ صرف اسلئے ہے کہ اس کا اثر ہماری جانوں اور رُوحوں پر نہایت خوشگوار اور نیک پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد صرف رُوح کیلئے غذا کا کام ہی نہیں دیتی بلکہ وہ اس کے عقل و علم کو بھی بڑھاتی ہے اور اسکو بُرے اور ذلیل کاموں سے بچائے رکھتی ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی (بیشک نماز (عبادت) روکتی ہے (انسانوں کو) فحش اور فضول باتوں اور بغاوت سے) یہ عبادت کا ہی فیض ہے کہ ہم میں فیاضی اور نرمی کی سپرٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور ہم اپنی کمائیوں میں سے یتیموں۔ حاجتمندوں۔ مسافروں اور ایذا رسیدوں کے لئے ایک حصہ الگ کر دیتے ہیں۔ اور یہ احکام ہمیں اللہ تعالیٰ کے فرائض کے متعلق ہیں اس قسم کی تلقین کرتے ہیں جو کہ یا تو ہمارے نفس کے لئے یا ہمجنسوں کے لئے بہتری اور خوبی کا باعث ہوتی ہے ورنہ ہمیں تو یہ سکھلایا گیا ہے کہ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہماری قربانیاں اور ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ جلال اور بزرگی میں ایک ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو ایسا ذوالجلال اور زبردست شہنشاہ ہے جس کی قدرت اور حکومت میں تمام آسمان اور زمین ہے۔ اور ساتھ ہی ہمارے ناپاک خیالات یا دہریانہ عقیدے اللہ تعالیٰ کی قدسیت اور بزرگی کو کسی طرح نہیں گھٹا سکتے ہیں ہمیں بعض احکام کے پورے کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور وہ بھی صرف اسلئے کہ ایسا کرنا ہماری اپنی بھلائی یا بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کا باعث ہے۔

حقوق العباد کے متعلق ہمیں اپنے خدائی فرائض سے بھی زیادہ تاکید کی گئی ہے اور حقیقتاً ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اسکی عبادت کا حق نہیں ادا کر سکتے۔ جبتک کہ ہم عملاً اس کے بندوں سے نیک سلوک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہی ایک پھل ہے

جو ہمیں ملنا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو۔ تو ہمارا ایمان بودا ہے۔ ہماری نمازیں ریاکاری سمجھی جائیں گی۔ روزے محض فاقہ۔ اور ہماری خیراتیں محض منافقت اور ریاکاری سمجھی جائینگی "اگر تم اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو پہلے اسکی مخلوق سے محبت کرو" یہ ایک سبق تھا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے کئی دفعہ نکلا۔ اور آپ نے اس پر کئی دفعہ زور دیا۔ آپ کی اپنی فیاضی سخاوت اور مہربانی اسبات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کا دعویٰ اور ظاہری نتیجہ یہی ہوسکتا ہے۔ کہ اسکی مخلوق سے محبت کیجائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور فیاضی تقسیم امتیاز رنگ وقوم کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتی تو ایک ایماندار مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ بھی قومی پاسداری اور تعصب جیسی ذلیل چیز کی قطعاً پرواہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عالمگیر بے نیازی اور تقسیم کی وجہ سے ہر مسلمان کو اپنے دل ودماغ اور خیالات کو وسعت دینی چاہئے۔ اور اپنی ہمدردی کے احاطے کو وسیع کرنا چاہئے۔ اس کا ایسا کرنا ہی اسکی اللہ تعالیٰ سے محبت کی ضمانت ہوسکتی ہے ورنہ اس کے دعوے سب حرف باطل ہیں۔ کیونکہ اسکی عملی زندگی اس کے عقائد سے موافقت نہیں کھائیگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایسی منافقانہ زندگی کو سخت نفرت سے رد کیا ہے۔ اور وہ کسی دعویٰ اور ایمان کو قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس پر عمل کرکے نہ دکھایا جائے۔ اور اسکی بنیادیں پختہ نہ ہوں۔ "تم کس طرح خیال کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جان لیگا۔ جب تم اس کے حضور حاضر ہوگے۔ (اور کس چیز سے) مگر تمہاری اولاد سے نیک سلوک۔ اور رشتہ داروں پڑوسیوں اور دیگر بنی نوع انسان سے نیک برتاؤ کرنے سے" یہ الفاظ ہیں جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے۔ اور یہ آپ ہی کی خوبی ہے کہ مشکل سے مشکل اور گہرے سے گہرے مذہبی یا اخلاقی نقطہ کو اس صفائی اور خوبی سے حل کر دیتے ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے "کیا تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو؟ تو پہلے اسکی مخلوق سے محبت کرو۔ اور غریبوں اور مفلسوں پر مہربانی کرکے تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرو" "انسانوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے کہ بنی نوع انسان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے" ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

... حقداروں کی مدد کرو۔ مسافروں کو کھانا کھلاؤ اور آرام پہنچاؤ۔ اور یتیموں کی حوصلہ افزائی کرتے رہو اور سینکڑوں اور مقولے اس مذہب کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے جس کی اصول نے معرفتِ عظیم ... عمل پر خاص طور دکھا دیا +

یہ مندرجہ بالا تمام باتیں قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت سے بالکل مطابقت کھاتی ہیں جس میں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ محض خاص خاص رسوم دینی کو ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ پر لفظی ایمان لے آنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان کا تقاضا ہے کہ ہم خدا کی مخلوق سے نیک برتاؤ کریں۔ علاوہ اپنے عہدوں اور ایمانیات پر نہایت استواری اور وفاداری سے ثابت قدم رہیں۔ اور مصائب اور تکالیف کو نہایت صبر اور شکر سے برداشت کریں۔ اور ہر طرح ثابت قدم اور مضبوط دل رہیں۔ اس سارے مضمون کا خلاصہ چند لفظوں میں یہ ہے کہ مذہب کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھر۔ اپنے ملک۔ اور تمام دنیا کے لئے موجب برکت و خیر و خوبی بنا دے +

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ
وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (پارہ سیقول ع ۶)

ترجمہ (مسلمانو) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق (ہی) کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال (عزیز) اللہ کی محبت پر رشتہ داروں

اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا ۔ اور (غلامی وغیرہ کی بندش سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں دیا ۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب (کسی بات کا) اقرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے ۔ یہی لوگ ہیں جو (دعویٰ اسلام میں) سچے نکلے ۔ اور یہی ہیں جن کو پرہیزگار کہنا چاہئے) +

رسیدزر

(یکم جولائی لغایت ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۳۰ء)

اعانت مشن	جناب محمد ابراہیم صاحب بکنگ کلرک ریواڑی	عـکـر	دو ماہ کا چندہ
؍؍	؍؍ علی احمد خان صاحب ریاست بہاولپور	سے ر	
؍؍	؍؍ منشی افتخار احمد خانصاحب کاشغر	صللعـہ (۱۱ر۵ ۳)	
مفت تقسیم	؍؍ میر احمد خان نواب منشی افتخار احمد خانصاحب کاشغر	ملعسـہ (۳ر۶ ۴)	
امداد مشن	افتخار الملک جناب کرنل نوابزادہ حاجی حمید اللہ خانصاحب ولیعہد ریاست بھوپال	یکصد	دو ماہ کا چندہ
؍؍	جناب بابو محمد شعیب صاحب ۔ بصرہ	لعـہ/ ۹	دو ماہ کا چندہ
؍؍	؍؍ محمد علاء الحسن صاحب ۔ بھوا	ھــہ/ ۵۰	
؍؍	؍؍ شہاب الدین صاحب داود زئی	صعـہ/	
؍؍	؍؍ شیخ خدا بخش صاحب مردان	عـہ/	
؍؍	؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	صر	
؍؍	؍؍ الیس ۔ آر ۔ حامد ۔ بغداد	ســہ	
مفت تقسیم	؍؍ خواجہ عبد الغنی صاحب عزیز منزل لاہور	عـلـہ	
زکوٰۃ	؍؍ محمد اسحاق صاحب بھوساوال	دعـہ	
امداد مشن	؍؍ خان محمد صاحب سیالکوٹ	ســہ	
؍؍	؍؍ رحمت اللہ صاحب بغداد	عـکـر	

آنریری سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

فہرست کتب اردو مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
زنانہ کتب		تعلیم النسوان کی تیسری کتاب	۵ر	تفسیر فتح العزیز پارہ عم زبان فارسی	[illegible]
بنت الرسول ..	۶ر	زنانہ خط وکتابت	۵ر	معانی الآثار شرح طحاوی عربی	[illegible]
امام حسین ...	۵ر	ادیب النسوان ..	۵ر	کشکول کلیمی اردو	۶ر
جاں گداز ..	۵ر	انشاء النسوان ..	۵ر	معین الواعظین ترجمہ اردو	
جمیلہ خاتون ..	۴ر	خورشید جہان ..	۵ر	انیس الواعظین	
آداب النسوان ..	۷ر	انمول موتی ..	۵ر	کشف المحجوب فارسی	[illegible]
عقیلہ بیگم ..	۴ر	انتظام خانہ داری	۵ر	[illegible] اردو ترجمہ [illegible]	
نیا باورچی خانہ ..	۷ر	اخلاقی کہانیاں ..	[illegible]	تصنیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	[illegible]
مناجات بیوہ ..	۳ر	بہشتی حوریں ..	۵ر	تبویب القرآن	[illegible]
صبر کی دیوی ..	۴ر	کھانا پکانا ..	۵ر	دیوان حافظ مترجم اردو [illegible]	[illegible]
اصلاح الرسوم ..	۴ر	ہنر آموزی ..	۵ر	اخلاق جلالی فارسی	[illegible]
تبلیغ اسلام ..	۴ر	پیغمبروں کے حالات	۵ر	غنیۃ الطالبین مترجم اردو	
راہ جنت ..	۴ر	**کتب احادیث**		زندگی [illegible] حضرت شیخ عبدالقادر	[illegible]
چپ کی داد ..	۳ر	صحیح بخاری محشی کامل مطبوعہ کرزن پریس دہلی	[illegible]	جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	
[illegible] مرزا ..	۵ر			مثنوی مولانا روم فارسی	[illegible]
ناصح مشفق ..	۴ر	صحیح مسلم اول سے تین جلد		شمائل ترمذی	۸ر
رباعیات حالی	۲ر	ابوداؤد دوسری [illegible]		المشاہد ذکر شہید [illegible]	[illegible]
مسدس حالی	۱۰ر	ابن [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
زنانہ حساب کتاب مجلد	۱۲ر	[illegible] احادیث الرسول		[illegible]	[illegible]
تعلیم النسوان کی پہلی کتاب		[illegible] اردو	[illegible]	جامی	[illegible]
تعلیم النسوان کی دوسری کتاب		[illegible] مترجم [illegible]	۱۰ر	عراقی	۱۲ر

[illegible] روپے سے اوپر کے آرڈر کے ہمراہ چوتھائی قیمت [illegible] آرڈر [illegible]

مرواریدِ ثلاثہ

یہ ہر سہ کتب مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب [illegible] مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں:

(۱) براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ [illegible] الہام) قیمت (۱۲/

اِس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

(۲) اُم الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت بارہ آنے (۱۲/

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

(۳) اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت صرف چار آنے (۴/

اِس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی [illegible] ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے +

احباب ان ہر سہ کتب کے آرڈر ارسال فرمانے میں عجلت فرمائیں ورنہ بعد ازاں مایوسی ہو گی

نوٹ: محصولڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا +

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی [illegible]

اسلامیہ پریس [illegible] میں باہتمام [illegible] حافظ مظفر الدین صاحب کے چھپا [illegible]

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلّغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حصہ ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی متحمل ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) | بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء | نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

مروارید ثلاثہ

قیمت مجلد عہ ۸/

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضامین پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں۔ آپ کے مطالعہ کے قابل ہیں۔

براہینِ نیّرہ حصہ اول کی معروف بہ زندہ کامل الہام قیمت ۸/ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقاید اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

اُم الالسنہ کی معروف بہ زندہ کامل الہامی زبان قیمت ۱۲/ یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ ابتداء میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

اسوۂ حسنہ کی معروف بہ زندہ کامل نبی قیمت ۸/ اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت تامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم [illegible] النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے +

نوٹ۔ محصولڈاک ذمہ خریدار ہوگا

خطباتِ غربیہ

فی خطبہ ۱۲/

فی خطبہ (۱۳/) اُردو محصولڈاک ذمہ خریدار خطبات چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں۔ جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں احباب خواہش میں عجلت سے کام لیں۔ ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑیگا +

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی۔ مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجرد ووکنگ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور تقریروں کی شکل میں دیئے۔ اس کے پڑھنے سے ہر ایک شخص صرف اسلام کی خوبیوں اور اس کے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی فضیلت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبات میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اُردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے:—

(۱) سلسلۂ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) ″ ″ بہ ”توحید و عقاید تصوف“
(۳) ″ ″ بہ ”خطبات عیدین“
(۴) ″ ″ ”دہریوں اور ملحدین کو خطاب“
(۵) ″ ″ ”اسلام اور دیگر مذاہب“
(۶) ″ ″ ”حقوق لنسوان“

نوٹ چھ جلدوں کے مکمل سٹ کے خریدار سے عہ/ مجلد عہ/

المشتہر خواجہ عبدالغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس [illegible] بیرون دروازہ [illegible] حافظ [illegible] باہتمام [illegible] چھپا اور خواجہ عبدالغنی صاحب مینیجر اشاعت اسلام [illegible] لاہور نے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لینڈن

جلد (۶) بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء نمبر (۱۱)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ نمازِ عید الفطر کے دو فوٹو شائع کئے جاتے ہیں۔ جن کے شائع کرنے کا اعلان گذشتہ رسالہ میں کیا جا چکا ہے۔ پہلی فوٹو میں جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے موجودہ امام مسجد ووکنگ خطبۂ عید الفطر فرما رہے ہیں۔ اور دوسری فوٹو میں ہمارے نومسلم بھائی بعد از فراغتِ نماز لنچ تناول فرما رہے ہیں +

ہم نے مختلف مواقع پر اس رسالہ میں کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ کہ اشاعت کا سب سے بہترین طریق مغربی دنیا میں اسلامی لٹریچر پھیلانا اس کے ساتھ مرکز قائم کر کے نو مسلمین یا مستفسرین و محققین کو اسلامی زندگی کا موقعہ دینا اور اس کے ساتھ موقع بموقع تقریر و لیکچروں سے بھی استمداد کرنا ہے۔ سو اسلامی لٹریچر کو پھیلانے کے لئے تو ہم نے اسلامک ریویو ماہوار شائع کیا۔ جو غیر مسلمین کی توجہ اسلام کی طرف کھینچنے میں بہت مفید و کامیاب ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ غیر مسلمین مستفسرین ووکنگ

میں ہمارے ہاں مہمان ٹھیرے ہیں۔ اور اتواروں اور عیدین کے موقعہ پر ان کی کھانے اور چاء سے مہمان نوازی کیجاتی ہے جس سے کہ انہیں اسلامی مساوات واخوت کو عملی رنگ میں دیکھنے کا موقع ملجاتا ہے جو بہت ہی موثر ثابت ہوتا ہے۔ اور جس کا نتیجہ اکثر قبولیت اسلام ہوتا ہے۔ اسلئے ناظرین کرام ان ہر دو امور کی اہمیت کو مدنظر رکھکر ہمارا ہاتھ بٹاکر عنداللہ ماجور ہوں +

اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ نماز عیدالاضحیٰ کی روئداد شائع کیجاتی ہے۔ جو امید ہے کہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگی +

حضرت خواجہ صاحب ابھی برہما میں ہی تشریف رکھتے ہیں۔ اور رنگون میں آپ کا جو مکالمہ اخبار رنگون میل اخبار کے ایڈیٹر سے ہؤا۔ وہ آیندہ رسالہ میں انشاءاللہ شائع کیا جائیگا +

جناب مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی اے موجودہ امام مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ دیگر رفقائے تبلیغی جد وجہد میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی کوششوں کو بارآور کرے۔ آمین ثم آمین

حضرت خواجہ صاحب کے دورۂ رنگون کا مجملاً تذکرہ گذشتہ رسالہ میں ہوچکا ہے۔ آپ کے ۱۶ مختلف لیکچر مختلف ایسوسی ایشن کلب (مجلسوں نے) کرائے جنمیں سے بعض کے نام ذیل میں دیئے جاتے ہیں میمن ایسوسی ایشن مسلم لیگ برہمن مسلم ایسوسی ایشن چولیا مسلم ایسوسی ایشن بنگالی مسلم ایسوسی ایشن مسلم سٹوڈنٹ رنگون کالج ایسوسی ایشن تھیوسافیکل سوسائٹی ہندو مہاجن سبھا +

لیکچروں میں اس قدر خلقت ہوتی رہی کہ صدہا آدمیوں کو واپس جانا پڑا۔ اسلئے مجبوراً امپائر تھیٹر میں لیکچر ہوئے تو بھی صدہا آدمی دروازوں کے باہر کھڑے رہے۔ انگریزی لیکچر خصوصاً ہندو سوسائٹی پر موثر ثابت ہوئے +

ان لیکچروں میں کثرت سے انگریز بھی آتے رہے ہیں۔ اور آپکے بعض لیکچر سالم کے سالم انگریزی اخباروں میں چھپے ہیں۔ اور کئی اخباروں میں لیکچروں کے علاوہ آپ کا فوٹو بھی ساتھ دیا گیا ہے ان لیکچروں کی تفصیل درج ہے:۔

مقام لیکچر	زبان	نام پریزیڈنٹ	مضمون لیکچر
عارف ہال	اردو	جناب سیٹھ احمد مدنی صاحب	مغرب میں اشاعت اسلام
"	"	" " احمد ملا داد صاحب	ضرورت قرآن
"	"	" " حاجی محمد جمال صاحب	خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام
رنگون کالج ہال	انگریزی	" ڈاکٹر راس پرنسپل رنگون کالج	فلسفہ زندگی فے الاسلام
عارف ہال	اردو	" سیٹھ عبدالکریم حاجی غنی صاحب	حج اور قربانی کا فلسفہ
تھیوسافیکل ہال	انگریزی	" سیٹھ احمد مدنی صاحب	اخلاق پر توحید و ایمان کا اثر
امپائر تھیٹر	"	" آنریبل گرین صاحب	لیگ آف فیتھ
"	"	" سیٹھ طیب جی صاحب	تناسخ
ینگ مین السوسی ایشن ہال	اردو	" سیٹھ احمد عبدالکریم صاحب	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
امپائر تھیٹر	"	" آنریبل سر عبدالکریم جمال کے سی ایس آئی	توحید کا اثر تہذیب پر
"	انگریزی	" مسٹر مونی صاحب بیرسٹر ایٹ لاء	رودر کرشنا
"	"	" آنریبل جنگ چانگ صاحب	اسلام اینڈ سوشل ازم
کوٹھی محمد اعظم بیرسٹر	اردو	" آنریبل سر جمال صاحب	مسلم ووکنگ مشن
عارف ہال	"	" خان عثمان بتی خان صاحب	برکات اسلام
جوبلی ہال	"	" آنریبل جبرل صاحب	قدسیت عمل
عارف ہال	"	" مسٹر محمد اعظم بیرسٹر ایٹ لاء	برکات قرآن

مندرجہ بالا ۱۶ لیکچروں میں "فلسفۂ زندگی فے الاسلام" کا ترجمہ آیندہ کی اشاعت میں انشاءاللہ ہدیۂ ناظرین کیا جاویگا۔ اس کے علاوہ جو لیکچر اردو میں حضرت خواجہ صاحب نے ینگ مین السوسی ایشن ہال میں جناب سیٹھ عبدالکریم جمال کی زیر صدارت اسلام میں کوئی فرقہ نہیں فرمایا یہ ایک کتابی صورت میں زیر طبع ہے۔ کتاب ۳۰×۲۰ سائز کی ہوگی جو نومبر ۱۹۲۰ء میں انشاءاللہ شائع ہو جاویگی +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

عید الاضحیٰ انگلستان میں

دو خواتین کا قبولِ اسلام

عید کا تذکرہ انگریزی اخبارات میں

گذشتہ ہفتہ ۲۴۔ اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو عید تھی۔ اگرچہ کاروباری دن ہونے کی وجہ سے زیادہ لوگوں کے آنے کی امید نہ تھی۔ تاہم حاضرین کی تعداد دو سو سے زائد تھی جنہیں لیگوس (افریقہ) کے چیف Alumo اور ان کے صاحبزادے اور سکرٹری و مسٹر محمد علی ہندوستانی خلافت ڈیلیگیشن کے امیر مولوی سید سلیمان ندوی۔ مولوی ابوالقاسم ممبر لیجسلیٹو کونسل بنگال اور ان کے دیگر تمام شرکاء مصری وفد کے تمام ممبر اور دیگر مصری۔ افریقی اور ہندوستانی طلباء موجود تھے۔ ایسا ہی انگریز نومسلم اور غیر مسلم مرد و خواتین کی بھی ایک خاصی تعداد تھی جو کہ اسلام کی اس مسرت اندوز تقریب میں برابر کے حصہ دار تھے +

خطبہ عید میں مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے اس پیغام امن کو پیش کرتے ہوئے جو اسلام کی روادارانہ تعلیم میں مضمر ہے۔ اس سچی مساوات کا نقشہ کھینچا جو حج کے موقع پر بیت اللہ کے گرد نظر آتا ہے۔ ایک ہی جیسے بن سلے کپڑے کے اندر سب کا ایک خدا کی طرف دیوانہ وار دوڑنا اور شاہ و گدا کے تمام امتیازات کا حرف غلط کی طرح مٹ جانا ایک ایسی بات ہے جو اسلام ہی کی شان مخصوص ہے۔ خود اس نماز عید میں آپ نے بتایا کہ باوجودیکہ کتنے ہی رئیس اور امراء و وزراء موجود ہیں لیکن ان کی شان ریاست اس وقت کہاں ہے۔ اور ان کے وہ امتیازات کہاں نظر آتے ہیں قریباً ۱۲ بجے نماز اور خطبہ ختم ہوا۔ جس کے بعد حاضرین کی تواضع پلاؤ اور قورمہ

اور سینیوں وغیرہ سی کی گئی +

دو خواتین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس موقعہ پر مسلمان ہوئیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) آئیوی فورڈ ...... اسلامی نام حسینہ رکھا گیا۔

(۲) فلورینس .... عائشہ ؍؍

اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور اسلامی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے +

انگریزی پریس عید الضحیٰ پر اس موقعہ پر لندن کے مشہور اخبارات ڈیلی مرر اور ڈیلی نیوز کے نامہ نگار بھی موجود تھے جنہوں نے عید کی بعض تصاویر شائع کرنے کے علاوہ اس پر مناسب نوٹ بھی لکھے جن کا ضروری اقتباس احباب کی دلچسپی کے لئے ذیل میں دیتا ہوں:-

اخبار ڈیلی نیوز اپنی ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

اسلام سنٹرے کے باغ میں نماز کی دریاں باہر سبزہ زار پر بچھائی گئیں۔ انگریز عورت کی اس تقریب میں شمولیت ہمارے خاص نامہ نگار کے قلم سے:- ووکنگ سہ شنبہ

"جہاں کہیں سے بھی تم نکلو مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لو" یہ وہ حکم ہے جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔ یہ وہ ایام ہیں جب ہزاروں مسلمان مکہ معظمہ کا حج جا کر کرتے ہیں۔ آج اسلام کے بلند میناروں سے مؤذن کی ندا ووکنگ کے باغ میں سنائی دی نمازیوں نے ان رنگین دریوں پر جو انگریزی گھاس پر بچھائی گئیں۔ اپنے سروں کو نیچے رکھا۔ اور امام کی آواز نماز کے اندر سنائی دی۔ مضبوط اور دلنشین فقرے ریلوے ٹرینوں سے جو باغ کے سرے سے ہو کر گذرتی ہیں اور ہمسایہ فیکٹری کے شور اور دھماکوں کے اندر سنے گئے "تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جو رب العالمین ہے اور جو رحمٰن اور رحیم ہے" یہ اسلام کی خالص اور پُر جوش آواز تھی۔ یہ باغ ووکنگ کی مسجد کے متعلق ہے جہاں وفادار مسلمانوں کے بہت افراد جو انگلستان میں مقیم ہیں عید الضحیٰ کی تقریب منانے کیلئے آئے۔ یہ حمد آلہی اور تشکر و امتنان کی ایک تقریب تھی اور جناب ابراہیم (علیہ السلام) کے اس مقدس فعل کی یادگار جو عیسائیت اور اسلام دونوں میں

ٰ سنٹرے اس کوٹھی کا نام ہے جس میں ووکنگ واقع ہے +

انسانی قربانی کے ہولناک شکنجوں سے بنی نوع کو آزاد کرنے کا موجب ہُوا +
نماز باہر کھلے میدان میں پڑھی گئی۔ اور مسجد کی دریاں نمازیوں کے لئے بچھائی گئیں +

ہر ایک نمازی نے دری پر قدم رکھنے سے پہلے جوتیوں کو اُتار لیا۔ امام (مصطفیٰ خاں) نمازیوں کی صفوں کے آگے نماز پڑھاتا اور رکوع و سجود کرتا تھا۔ اور نماز کے بعد اس نے ایک مختصر سا خطبہ انگریزی میں پڑھا +

نماز کے بعد سب ایکدوسرے سے بغلگیر ہوئے +

مختلف قسم کے لوگوں کا مجمع تھا جس نے اس سرے کے سبزہ زار پر مسجد حرام کی طرف رُخ کرکے اکٹھے اپنے سروں کو جھکایا۔ پگڑی باندھے ہوئے ہندوستانی مسلمان اور ایک چھوٹا سا لڑکا جو عربی وضع کا لباس پہنے ہوئے تھا یہ بہت عمدہ شکلیں تصویر میں نظر آتی تھیں +

بہت سی انگریزی لیڈیاں جنہوں نے مسلمانوں سے شادیاں کرلی ہیں تقریب میں شامل تھیں۔ زائرین کی دلچسپی رکھنے والے مجمع میں ہندوؤں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ اور کلیسیائے انگلستان کا پادری بھی تھا +

اس مختصر رپورٹ کے آخر میں نامہ نگار نے کسی نوجوان ہندو طالب علم کی اس غلطی کا کہ اس کو اسلامی سال کے نوروز پر محمول کیا ذکر کرتے ہُوئے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف بطور دلیل پیش کیا۔ اور بتایا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے درمیان کسقدر خلیج حائل ہے کہ انہیں ایک دوسرے کی رسوم سے بھی واقفیت نہیں +

قطع نظر اسبات کے کہ نامہ نگار کی یہ دلیل کیسی ہی کچی اور بودی ہے اور ایک نوجوان طالب علم سے جس کو شاید اپنے مذہب کا بھی پوری طرح علم نہ ہو۔ ایکدوسری قوم کے رسوم سے کما حقہٗ واقفیت کی توقع کرنا کسقدر بھول ہے۔ ہم حامیان اتحاد کو اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ایکدوسرے کے خیالات اور معتقدات اور رسوم سے واقف ہونے اور لوگوں کو واقف کرنے کی کوشش کریں کہ یہ بھی اتحاد کی ایک مضبوط سیڑھی ہے جسکی

عدم موجودگی دشمن کو خلیج بنکر دکھائی دیتی ہے +

(۲)

ڈیلی نیوز کے اس لزٹ کا اختصار مقامی اخبار ووکنگ نیوز اینڈ میل نے بھی اپنی ۲۷- اگست کی اشاعت میں دیا ہے +

(۳)

لورپول آدر Liverpool hour کا لندنی نامہ نگار ۲۵- اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

یہ ایک نہایت شاندار اور بہت ہی دلچسپ نظارہ تھا جو آج صبح ووکنگ میں نظر آیا واٹرلو اسٹیشن سے چلنے والی ہر ایک ٹرین اسلام کے متبعین سے بھرپور تھی جنمیں سے بہت مشرقی ٹوپیوں - پگڑیوں اور لباس سے آراستہ تھے +

آج عید الضحیٰ کا تیوہار تھا یعنی انسانی قربانی کے استیصال کے شکریہ کا دن اور لندن کے ہر ایک قابل لزٹ مسلمان عازم ووکنگ تھا - جہاں مسجد کے باغات میں سبزہ زار پر دریاں بچھائی گئیں - اور مصطفےٰ خاں امام یا مسجد کے ہیڈ پریسٹ نے کھلے میدان میں نماز پڑھائی +

اسلام میں کوئی جماعتی امتیاز نہیں جس کا یہ ظاہر نتیجہ تھا کہ اولووا Acwuwa لیگوس کا شاندار چیف جو اپنے سفید اور سنہری لباس میں موجود تھا - اور نشان حکومت کا چھتر اس کا نوکر سر پر لگائے ہوئے تھا مسجد کے باورچی کے شانہ بشانہ نماز میں کھڑا تھا +

بہت سی توجہات کو کھینچنے والی ایک چھوٹی سی شخصیت عبداللہ نام ایک لڑکے کی تھی جو باغ میں چھوٹا سا سُرخ کوٹ اور سفید پاجامہ پہنے ہوئے دوڑتا پھرتا تھا - اسکی ماں ہلکے نیلے رنگ کی ساڑھی پہنے ہوئے تھی +

(۴)

ڈیلی مرر نے عید کے دوسرے دن بہت سی تصاویر نمازیوں کی شائع کیں اور عید کی

پوری کیفیت ان کے نیچے لکھی +

اخبارات کے اندر پہلے بھی جب کبھی بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمارے مشن کا کسی رنگ میں ذکر ہوا ہے فائدہ کا موجب ہوا ہے۔ اور اب بھی یہ تمام نوٹ بعض نئے لوگوں سے تعارف کا موجب ہو رہے ہیں جو انشاء اللہ نیک نتائج کا موجب ہونگا +

خاکسار۔ دوست محمد۔ ازووکنگ۔ انگلینڈ

اعلان ضروری

یکم ستمبر ۱۹۲۰ء سے محکمہ ڈاک نے یہ قاعدہ جاری کر دیا ہے کہ ہر ایک وی پی پارسل رجسٹری جاوے۔ اس قاعدہ کی تعمیل کی وجہ سے خریداران رسالہ اشاعت اسلام کو بجائے ۳ کے آیندہ ۴ دینا ہوگا۔ ۲ فیس رجسٹری اور ایک آنہ فیس منی آرڈر۔ چونکہ ایک معقول رقم خریداران رسالہ اشاعت اسلام کے وی پی میں صرف آجاتی ہے۔ جو رقم نہ خریداران کے کام آسکتی ہے۔ اور نہ ہی دفتر رسالہ اشاعت اسلام کے۔ اسلئے جن احباب کا چندہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء کے اخیر ختم ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں نومبر سنہ ۱۹۲۰ء کا رسالہ وی پی ارسال نہیں کیا جاتا۔ اور امید کیجاتی ہے۔ کہ وہ احباب مبلغ ۳ بذریعہ منی آڈر بھیجکر آیندہ سال کا چندہ ارسال فرماویں گے۔

منی آڈر کوپن پر نمبر خریداری یا نام و مفصل پتہ ضرور تحریر فرمائیں +

جن خریداران کی میعاد ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء میں ختم ہوتی ہے۔ وہ مہربانی فرماکر بواپسی ڈاک منی آرڈر کے ذریعہ رقم بھیجدیں۔ ورنہ دس نومبر سنہ ۱۹۲۰ء کو ان احباب کیخدمت میں جن کا چندہ عدم وصول ہوگا ۴ کے حساب سے وی۔ پی ارسال ہوگا +

خادم مینیجر



سیاسیات اسلام

(از قلم جناب علامہ محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب نو مسلم)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ٥ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ٥ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ٥ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ٥ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٥

ترجمہ۔ کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار صبح کے برائی اس چیز کی سے کہ پیدا کیا ہے۔ اور برائی اندھیرا کرنیوالی کی سے جب چھپ جاوے۔ اور برائی پھونکنے والیوں کی سے بیچ گرہوں کے۔ اور برائی حسد کرنیوالے کی سے جب حسد کرے +

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٥ مَلِكِ النَّاسِ ٥ اِلٰهِ النَّاسِ ٥ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٥ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٥ ترجمہ۔ کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار لوگوں کے بادشاہ لوگوں کے معبود لوگوں کے۔ برائی وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانیوالے کی سے۔ وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے بیچ سینوں لوگوں کے جنوں میں سے یا آدمیوں میں سے +

جب سے کہ میں یہاں تمہارے امام کی جگہ کام کر رہا ہوں ہر جمعہ میں نے دوسری رکعت میں ان آیات کی تلاوت کی ہے۔ یہ قرآن شریف کی آخری دو سورتیں ہیں۔ اور کتاب مقدس کی چھوٹی آیات میں سے ہیں۔ لیکن مطالب کے ان خزانوں کے لحاظ سے جو ان میں بھرے پڑے ہیں۔ ان کی تشریح کیلئے الگ الگ باب کی ضرورت ہے۔ اسلامی دنیا میں ہمیشہ ان آیات کو موثر و پرزور خیال کیا گیا ہے۔ اور انہیں اکثر بطور دعا کے اس قسم کی سخت ابتلاؤں اور نازک مصیبتوں کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ جس قسم کی آج کل دنیا کو تاریک بنا رہی ہے +

قل اعوذ برب الفلق ٥ من شر ما خلق ٥ ومن شر غاسق

یہ خطبہ ان ایام کا ہے جب امام مسٹر مارماڈیوک پکتھال موصوف حضرت خواجہ صاحب

اذا وقب ۔ ذرا ان آیات پر غور کرو ۔ اور دیکھو کہ اُن کا مطلب کیا ہے ۔ رب الفلق
اس رات کا بھی مالک ہے ۔ جو کہ نہایت اندھیری اور تاریک ہوتی ہے ۔ اور جس طرح
یقینی طور پر رات کے بعد دن کا ہونا لازمی ہے اسی طرح تکلیف کے بعد سکھ اور بدی
کے بعد بھلائی کا آنا بھی لابدی ہے ۔ قرآن شریف نے ہمیشہ نظام قدرت ہی
کو ہمارے رُوبرُو روحانی نظام کی تشریح کے لئے بطور مثال اور نمونہ پیش کیا ہے
اللہ تعالیٰ نے اپنے نشانات آسمانوں میں زمین کے پھلوں میں اور سمندروں کے
حرکات میں رکھے ہیں ۔ جس تاریکی سے ہم ڈرتے ہیں ۔ وہ انتظام الٰہی کے
تحت ایک قسم کی کرّہ کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے ۔ جبکہ وہ کرّہ ہمارے اور اُسکی
پیدا کردہ روشنی کے درمیان حائل ہوتا ہے ۔ وہ کرّہ گو حجم میں نہایت ہی
قلیل ہے لیکن اُسکی روشنی ایک سمندر بیکران کی طرح ہے ۔ پس بدی ایک سایہ ہے جو زمین
والوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور جس سے نیکی کی لاانتہا روشنی کا ثبوت ملتا ہے
یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے تاکہ انسان میں جسے کسی قدر اس دنیا کی حکومت
عطا کی گئی ہے ۔ نیکی کو سمجھنے اور اسکی قدر کرنے کی قابلیت پیدا ہو جائے ۔ اور وہ
زندگی کے اعلےٰ مدارج کے لئے تیار رہے اور اگر ہم اپنا فرض ادا کریں ۔ اور خدا
پر بھروسہ رکھیں ۔ تو اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ۔ ہمیں کبھی بھی خیال
نہ کرنا چاہئے کہ آج کل بدی ہی کا راج ہے ۔ اسلئے سب اسی کے کسی نہ کسی رنگ
میں ہو لیں گے کتاب اللہ میں ہمارے لئے صریح ہدایات ہیں ۔ اسلئے ہمیں اس
تاریکی میں بالکل کسی قسم کا حصہ نہ لینا چاہئے ۔ جب بدی زور پر ہو تو ہمیں اپنے
اسلامی فرائض کو جو ہمارے لئے مقرر کئے گئے ہیں ادا کرتے جانا چاہئے ۔ اس بات کی
کچھ پرواہ نہ کرنا چاہئے ۔ کہ ہمیں اس سے نقصان پہنچتا نظر آتا ہے ۔ یا ہم
دُنیا کے رواج کے خلاف چل رہے ہیں جو اندھیرے میں رہنے ہی میں مست
ہیں ۔ ان سے قطع تعلق کر لو ۔ اور انہیں اُنکی حالت پر چھوڑ دو ۔ تمہارا تعلق تو نور
اور روشنی سے ہے ۔ کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ قل اعوذ برب الفلق من شر

ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ۔ اس سورت میں خلق کے معنے پوچھٹنا کئے گئے ہیں لیکن اس کے لغوی معنے ایک چیز کو دوسری سے الگ کرنے کے ہیں پوپھٹنے کے وقت میدان میں بعض وقت ایک روشنی کی لکیر سی نظر آتی ہے جو تلوار کی دھار کی طرح باریک ہوتی ہے لیکن اس خفیف سی روشنی کے نمودار ہونے سے بہت پہلے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ایک چیز کو دوسرے سے جدا کر دیا گیا ہے اسی لکیر کا مفہوم جس کا راز خدا ہی کو معلوم ہے ۔ اور جو رات کو دن سے جدا کرتی ہے ۔ لفظ فلق ظاہر کرتا ہے ۔ وہ فی الحقیقت اسوقت نکل آتا ہے ۔ جبکہ آپکے اور میرے علم میں ابھی رات ہی ہوتی ہے لیکن ہمیں اس تغیر کا پتہ بھی نہیں ملتا ۔ ان باتوں کو ہم بالکل نہیں سمجھ سکے اور نہ انکے تبدیل کرنے یا ان پر قابو پانے کی ہم میں طاقت ہی ہے ۔ ہمارا تعلق تو محض اس حد تک ہے ۔ کہ ہم اس قانون کی جو قرآن شریف کے ذریعہ ہم پر ظاہر کیا گیا ہے پورے طور پر مطابقت کریں ۔ وہ ہمیں خود ضبطی اور اپنے ہمسائیوں کے ساتھ لطف اور عدل کے ساتھ برتاؤ کی تاکید کرتا ہے ہمیں چاہئیے کہ اس قانون کی خاطر اگر ضرورت محسوس ہو تو اپنی جان بھی فدا کر دیں ۔ اور ثابت کر دیں کہ تمام انسانی قوانین کا اس کے ماتحت رہنا نہایت ضروری ہے ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ایمان کو قائم رکھیں اور اسکی حفاظت کریں لیکن ساتھ ہی ہم دوسروں کے ایمان و مذہب پر حملہ نہ کریں ۔ اگر کسی کا مذہب خراب اور گندہ ہے تو وہ جس طرح دن کے آگے رات بھاگتی ہے اور منتشر ہو جاتی ہے وہ بھی اسیطرح نابود ہو جائیگا ہمارا واسطہ تو محض سادہ اور قدرتی امور سے ہے ۔ جو قانون ہمارے لئے مقررہ ہیں وہ بالکل صاف ہیں ۔ اور اگر ہم ان پر چلیں ۔ تو اللہ تعالی اپنے وعدے کے مطابق ہمیں اپنا دوست بنالیگا ۔ جیساکہ وہ فرماتا ہے ۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمت الی النور +

میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ قرآن میں لفظ ایمان کا ہمیشہ یہ مفہوم ہے کہ ایمان اور اعتقاد لوزی سمجھ کے ساتھ ہو اور اس کا ظہور عملاً ہو ۔ یعنے نیک اعمال سے کئے جائیں اور یہی صحیح اعتقاد کی کسوٹی ہے ۔ اور اسی کی آخر میں ہم سب کا موازنہ اور فیصلہ ہوتا ہے +

ہم میں سے ہر ایک عورت اور مرد کے لئے کچھ کام مقرر ہیں جو انھوں نے اپنے حلقہ قدرت میں کرنا ہو اس کے متعلق صاف ہدایات ہیں۔ اور وہ نہایت ہی آسان کام ہے یعنی نسل انسانی کی خدمت۔ اگر ہم اس مذہب کے اصولوں کو تو سچا مانیں۔ لیکن عمل کی طرف ہماری توجہ نہ ہو تو اسلامی نکتہ نگاہ سے ہم مومن نہیں۔ اور اگر ہم بدی کی کسی نامعلوم اور سخت طاقت کے ساتھ لڑائی کی ٹھان لیں تو ہم ایسے کام سے پیچھے تو یا جا رہے ہیں جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اور اس طرح ہم بالکل خادم بن گئے۔ بہتر ہے کہ ہم ایسے معاملات کو خدا پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ جس بدی اور شرارت کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے اس سے وہی ہمیں پناہ دے سکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ومن شر النفثٰت فی العقد۔ ومن شر حاسد اذا حسد۔ عربی میں نفثٰت سے مراد وہ لوگ ہیں جو گانٹھ پر پھونکیں مارتے ہیں۔ عرب میں ساحروں کا عام قاعدہ تھا۔ کہ وہ کسی دھاگہ میں گانٹھ دے کر اُسے انسان کی جان تصور کرتے تھے۔ اور اس پر بدنیتی سے کچھ پڑھ کر پھونکا کرتے تھے گویا اس سے اس انسان کی جان پر حملہ کیا جاتا تھا لیکن ان الفاظ کے وہ معنے بھی لئے جا سکتے ہیں جو ایک ہندوستانی مترجم نے کئے ہیں۔ یعنی ایسی شرارتیں جن کے ماتحت لوگوں کے ارادوں اور کام میں رخنہ اندازی ہوتی ہو۔ لیکن میں نے جادوگری اور سحر ہی کے معنے پسند کئے ہیں۔ کیونکہ عام مسلمان ان الفاظ کے یہی معنے لیتے ہیں نیز گو میں ایک انگریز ہوں۔ اور تہذیب کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں۔ مجھے دقیانوسی خیالات سے بالاتر ہونا چاہئے لیکن میں سحر اور جادو کا وجود ممکنات سے جانتا ہوں۔ یہ ایک بدی ہے اور اللہ ہی کے قانون کے ماتحت ہے۔ اس میں بھی یہی قوانین قدرت سے کام لیا جاتا ہے اگرچہ شرارت کے رنگ میں ہے جن کا علم اکثر لوگوں کو تا حال نہیں۔ یہی قوانین آنحضرت صلعم کو بھی عطا کئے گئے مگر آپ نے نیک کاموں میں ان قوانین سے کام لیا۔ ان قواعد کو بُری طرح استعمال کرنے سے جو بد اثر پیدا ہوتا ہے وہ عارضی ہی ہوتا ہے۔ لیکن جو خدا سے حفاظت چاہتے ہیں انہیں اس سے ہرگز کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا +

حسد ایک معمولی جوش ہی نہیں اکثر حالات میں دیوانگی کی حد تک انسان کو پہنچا دیتا ہے

اور اس سے ایسے کام سرزد کرواتا ہے جنہیں اسکی سنجیدگی اور معقولیت ہرگز پسند نہیں کرتی لہذا
یہ بھی جرائم ۔ مصائب اور تکالیف کا ایک سرچشمہ ہے اور اسی لئے ان بدیوں کی فہرست میں
اسے رکھا گیا ہے۔ جو خدا کے قانون کے ماتحت پیدا ہوتی ہیں اور ان پر انسان کا قابو نہیں +
اب میں سب سے آخری سورت کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں یعنی قل اعوذ برب الناس
ملک النّاس ۰ الٰہ النّاس ۰ من شر الوسواس الخنّاس ۰ الذی یوسوس
فی صدور النّاس من الجنّة و النّاس + پہلی سورۃ میں ہم نے اس
بدی سے پناہ مانگی جس پر انسان کا قابو نہیں لیکن اس میں ہم اس بدی سے پناہ مانگتے ہیں
جس کیلئے انسان خود جوابدہ ہے۔ کیونکہ وہ اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان اس عقل و
تمیز سے جائز کام نہیں لیتا جو دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی منشا پورا کرنے کے لئے
اُسے عطا کی گئی ہے۔ یہ وہ بدی نہیں ۔ جو ہم سے اس وقت ظاہر ہوتی جبکہ کوئی بُرا جذبہ
ہم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے جذبہ پر تو ہمارا قابو ہی نہیں ۔ اور اس قسم کا
جذبہ قیامت تک ہمارے دیگر نیک اعمال کی طرح ہمارے ساتھ رہیگا ۔ لیکن اس سے
وہ بھاری بدی مراد ہے جو انسانوں سے شیطان کی تحریک پر ظاہر ہوتی رہی ہے۔ اور اب
بھی ہو رہی ہے شیطان ہی وہ خنّاس ہے جو انسانوں کے دلوں میں پھونکتا ہے انسان
کے اندر ایک ایسا عنصر بھی ہے جو کہ اسے عیش پسندی ۔ کاہلی ۔ حرص ظلم ۔ اور
خود غرضی کی طرف لیجاتا ہے ۔ لیکن اس کی درستی کے لئے کتاب اللہ میں قوانین
موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے وہ عنصر اعتدال پر آکر انسان کو متقی بنا دیتا ہے
لیکن اگر اسکی درستی نہ کیجائے تو انسان شیطان سیرت ہوکر دوسرے انسانوں کو بھی
بہکاتا ہے۔ اور پھر دنیا میں اس قدر شرارت پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ انسانی بہبودی اور ترقی
کی راہ میں ایک روک ہوتی ہے ۔ اکثر لوگ تو اس قسم کی بدی کو دیکھ کر خیال کر لیتے ہیں کہ
بدی ہی سے دنیا میں کامیابی ہے ۔ اور یہی قانونِ قدرت ہے لیکن مسلمانوں کا علم وسیع تر ہے
ہم لاتعداد دفعہ نمازوں میں اللہ اکبر کہتے ہیں یعنے اللہ سب سے بڑا اور بزرگتر ہے ۔ اللہ گویا تم سے
اور مجھ سے اور تمام طاقتوں اور تاثرات سے بڑا طاقتور ہے ۔ اللہ ان لوگوں سے بھی بڑا ہے جن کا

خیال ہے کہ وہ دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدائی قوانین کا ایک گوشہ بھی بدل نہیں سکتے۔ اور نہ وہ اس کے حساب وکتاب سے بچ کر نکل سکتے ہیں۔ اللہ ہی مالک اور رب ہے۔ وہی انسانوں کا خالق اور پرورش کنندہ ہے۔ وہ بادشاہ یعنے مالک ہے۔ یعنے کُل انسانوں پر اسی کی حکومت بلا شرکت غیری ہے۔ وہی اللہ ہے یعنے انسانوں کے لئے اُسی کی عبادت جائز ہے۔ وہی مالک۔ بادشاہ اور خدا سب انسانوں کا ہے خواہ انسان کا رنگ جو مذہب وچلن کیسا ہی ہو۔ اور ہم اُسی کی رعایا ہیں خواہ ہم اسکی تابعداری میں ہیں یا نہ رہیں۔ ہم سب پر ایک ہی قانون حاوی ہے۔ اور ہم سب ایک ہی سڑک پر چل رہے ہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر کیا ہم ایکدوسرے کے بھائی نہیں ہو سکتے۔ اور پھر ہم کیونکر ایکدوسرے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں یا انہیں دُکھ دیکر قتل کر سکتے ہیں۔ اور پھر کیوں کوئی شخص کسی دوسرے کو اسلئے حقیر سمجھے کہ اتفاقاً اس کا رنگ مختلف ہو گیا ہے۔ یا وہ مفلس پیدا ہوا ہے۔ یا وہ کسی اعلےٰ زیور علم سے مزین نہیں۔ آخرش کب تک یہ ظلم روا رکھا جائیگا۔ اور کب تک خدائی مرضی کے خلاف جس کا پتہ قرآن سے چلتا ہے یہ جنگ جاری رکھی جائیگی۔ اس کا خاتمہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو سمجھ لیں کہ دنیا کے شہنشاہ نہیں۔ اور وہ جان لیں کہ نیک دبد کے لئے ایک عالمگیر قانون ہے جس کا اثر نہ صرف انسانوں پر ہی ہوتا ہے بلکہ قوموں کے معاملہ پر بھی۔ اور وہ اس زندہ بادشاہ کے حساب وکتاب اور گرفت سے ڈریں جو کبھی سوتا نہیں اور نہ اُسے موت آسکتی ہے۔ آج دُنیا کے تمام مذاہب میں سے صرف ہم مسلمان ہی جن کی تعداد تیس کروڑ ہے خدائی حکومت کے اس بڑے اصول کی بڑی استقامت سے منادی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہمیں کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے ہی مذہب کی عزت اس وقت تک کر سکتے ہیں جب تک کہ تم اُسے سیاسیات کے ساتھ شامل نہ کرو۔ لیکن ہر ایک یہ جانتا ہے کہ ہمارے مذہب کے اندر سیاسیات بھی ہیں جس طرح دُنیا کے دیگر امور کے متعلق ہمارے لئے ہدایات ہیں اسی طرح سیاسیات اور پولیٹیکل میدان میں ہمارے لئے قواعد وضوابط مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ہم کسی شخص پر حملہ نہیں

کرتے لیکن پھر بھی ان سیاسی معاملات میں ہم پر حملہ کیا گیا ہے جو ہمارے مذہب کا ایک حصہ ہیں۔ گذشتہ جمعہ کے دن اسی جگہ ایک یوروپین نے اسلام کا تمام سیاسیات مستقبلہ رکھا۔ اور واقعی یہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اگر آئندہ انسانی ترقی نے اپنے کمال کو پہنچنا ہے تو اس کے لئے اب صرف ایک ہی راہ نظر آتی ہے جس پر چلنے سے جنگجو قومیں رضامند ہو سکتی ہیں۔ اور خود غرضی کی جگہ دنیا کی بھلائی جگہ لے سکتی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو سب دُنیا کا شاہنشاہ مانا جائے۔ اور رسول کریم کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ آپ ہی قوانین الٰہی کی تشریح کرنیوالے ہیں۔ جب تک کہ لوگ ایسا معیار قبول نہ کریں۔ جو ان کے ملک کے رواجات اور اپنی اپنی خواہشات سے بالاتر نہ ہو۔ اور جب تک وہ یہ نہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے کا ایسا نہیں جیسا کہ وہ چاہتے ہیں بلکہ وہ اس قسم کا ہے جس قسم کا کہ وہ خود پسند کرتے۔ اگر دوسروں کی حیثیت میں وہ خود ہوتے۔ یہی وہ قانون ہے جسے جناب مسیحؑ لائے۔ اور جس نے حضرت محمدؐ کی بدولت ایک ضابطہ کی صورت اختیار کی۔ پس جب تک یہ امور پیدا نہ ہوں اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی +

اس موقع پر خیال رہے کہ تاریخی اسلامی سلطنت اور منشاء اسلام ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ اسلامی سلطنت تو اسلام کے منشاء کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور یہ اسی وقت تک مفید خیال کی جا سکتی ہے جب تک کہ وہ اس غرض و منشاء کو پورا کرے یہ نہایت ہی اچھی بات ہے۔ اگر روئے زمین پر کوئی ایسا ملک ہو جہانکہ قانون الٰہی کی عزت لوگ کرتے ہوں۔ اور جہانکہ خدا کی خدمت دنیاوی اغراض و مفاد سے ارفع و اعلیٰ خیال کیجائے۔ خداوند تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس قسم کا ملک وہ ہمارے لئے محفوظ رکھے۔ لیکن اگر خدانخواستہ وہ معدوم ہو جائے تو پھر بھی اسلام کی غرض و غایت تو موجود رہیگی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا

منشاء اور کام ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت نیکی کے کام کر کے اِس منشاء کو پورا کرنا چاہئے اور بدیوں سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کے لئے بطور نمونہ ثابت ہوں۔ اور دوسروں پر یہ ثابت کر دیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے بندے اور اس کے خادم ہیں۔ اور اس کے ملک کی رعایا ہیں۔ ہاں یہ خیال ایک لحظہ بھر کے لئے بھی دل میں نہ لایا جائے۔ کہ ہم پر خدا کی خاص عنایت نہیں۔ البتہ یہ اس کا خاص فضل ہے کہ ہمیں اپنی مرضی کا علم اس نے دیدیا ہے۔ ہم اس کے چیدہ بندے اسی وقت تک رہ سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہم اسکے قوانین کی پیروی کریں۔ مثلاً اگر کوئی بُت پرست اس قانون پر چلے۔ اور ہم اس کے خلاف عمل کریں تو باوجود ہمارے مسلمان ہونے کے وہ بُت پرست خدا کا زیادہ پیارا اور عزیز بمقابلہ ہمارے ہوگا۔ الغرض تمام ہماری سیاسیات۔ ہمارے اصولوں اور ہمارے جھگڑوں سے بزرگتر ہے۔ اور اسکی سلطنت مسلمانوں ہی کی سلطنت نہیں بلکہ تمام جہان کی سلطنتیں اُسی کی ہیں۔ اور جب تمام دُنیا کے ذہن میں یہ بات آجائیگی تو اس وقت گویا اسلام کی تکمیل ہوگی یعنے وہ پکے مسلمان ہونگے +

جو مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی کو اس قسم کا نقصان پہنچائے جس پر تمام اُسے ملامت کریں یا اس کے خلاف کسی کے دل میں نفرت پیدا ہو تو اس نے خدا کے کام میں کوئی مدد نہیں دی بلکہ اس نے بگاڑا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی منشاء کے ماتحت چلنا چاہئے۔ اور جہاں تک ہم سے ممکن ہو ہمیں نیکی کرنا اور بدی سے بچنا چاہئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا طاقت سے بڑھ کر تو اللہ تعالیٰ بھی بوجھ نہیں ڈالتا۔ مہربانی یا بیرحمی کرنا صبر و تحمل سے کام لینا یا جلد بازی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات پر شکر بجالانا یا دنیا پر نکتہ چینی کرنا۔ اپنے ہمسایہ کیلئے دُعا کرنا یا اُسے گالیاں دینا۔ نیز بے نفسی یا خود غرضی سے اس کے لئے کوئی کام کرنا۔ اور اپنی جائداد کا کوئی خاص حصّہ کسی کو عطا کر دینا یا اُسے اپنی عیش و ترقی کے لئے خرچ کرنا۔ یہ سب باتیں کیساں آسانی کے ساتھ کیجا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سے صرف

بالکل چھوٹے چھوٹے آسان کام کرانا چاہتا ہے۔ لیکن یہی چھوٹے چھوٹے کام جب عادت تامہ بنکر ظہور میں آتے ہیں۔ تو وہ ایک بہت بھاری امر کی شکل اختیار کرتے ہیں پھر تقوی ہی ہے جس کی وجہ ہی سے انسان خدائی سلطنت میں معزز ہو سکتا ہے۔ اگر ہم دیانتدار ملازم کی طرح اسکی رضا جوئی کریں تو وہ ہمارا ساتھ دیگا۔ اور ہمدرد دوست کی طرح حفاظت کے ساتھ تاریکی سے نکالکر روشنی کی طرف لیجائیگا۔ اور پھر ہمیں اس خناس کے وسوسوں اور شرارنفس کا ڈر بھی نہ رہیگا۔ جو لوگوں کے دل میں بدی پھونکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے روزمرہ کے نیک اعمال ہمیں بدی سے بچائیں گے۔ اور ہمارے ساتھ وہ ہمیشہ محافظ کی طرح رہیگا۔ ہم دنیا میں تنہا نہیں ہمارے ہمراہ رب الفلق ہے جس نے بدی اور تاریکی کو بھی اس بڑے نظام کا حصہ قرار دیا ہے جو ہمارے سمجھ اور فہم سے بالاتر ہے۔ ہمارا حامی وہی ہے جو انسانوں کا ملک۔ ان کا بادشاہ اور خدا ہے۔ جسے وہ چاہتا ہے شاہی عطا کرتا ہے اور جس سے وہ چاہے سلطنت چھین لیتا ہے اسی کے ہاتھ میں دولت ہے اور سب پر اسی کا تسلط ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ قل اللھم ملك الملك توتی الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدك الخیر انك علی کل شیٔ قدیر +

جب اللہ تعالی اِس طرح ہماری حفاظت کرے تو ہم کبھی ناکام نہیں ہو سکتے +

اسلام تہذیب و ترقی

از قلم خالد شیلڈرک صاحب (نومسلم)

اہل مغرب نے بالعموم غلطی کی وجہ سے فرض کر رکھا ہے کہ قوموں کے عیسائی ہونے سے علم ادب سائنس اور صنعت و حرفت کو ہر ممکن طریق سے مدد پہنچی ہے۔ اور برخلاف اس کے جہاں اسلام پہنچا ہے وہاں علوم و فنون کی یا تو ترقی رک گئی ہے۔ اور یا ان میں تنزل کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ اس شخص کیلئے جس کا نشوونما اس قسم کے خیالات کے درمیان ہوا ہو اور جس کے دماغ میں صدہا سال سے مذہبی رنگ میں اس کا اثر ہوتا رہا ہو یہ بہت مشکل ہے کہ وہ کسی کی ترغیب پر بھی راستی اور صداقت پر پہنچنے کے لئے بے تعصبی اور غیر جنبہ داری سے کام لے آجکل لوگ ذہنی اشغال میں اس قدر منہمک ہو رہے ہیں۔ کہ وہ کسی نہ کسی امر پر بغیر تحقیقات کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے دل میں کراہت سی پیدا ہوتی ہے اگر انہیں یہ بتلایا جائے کہ انکی رائے کا غلطی پر ہونا بھی ممکنات سے ہے ہم دیکھتے ہیں کہ یونان اور روما میں بھی انکے کفر اور بت پرستی کے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کی مہذب سوسائٹیں موجود تھیں۔ اس وقت علوم و فنون اور تجارت کو بہت بڑا فروغ حاصل تھا۔ اور روما کا ضابطہ قانون ان حکومتوں اور ریاستوں کے لئے جو بعد میں آنیوالی تھیں ایک نمونہ خیال کیا جاتا تھا۔ میں اس وقت تفصیل کے ساتھ یہ بتلانا نہیں چاہتا کہ آیا عیسائیت جبکہ اسے یوروپین قوموں نے قبول کیا باعث رحمت ہوئی یا کیا میں صرف ان لوگوں سے جو دیانت و امانت سے کام لیتے ہیں درخواست کردن۔ کہ وہ مسٹر چیمپین کومن کی کتاب کرسچینٹی اینڈ پروگرس (عیسائیت اور ترقی) کا مطالعہ کریں۔ اس کتاب میں اس امر کا بھی تذکرہ ہے کہ عیسائیت سے پہلے روما میں مستورات کی حیثیت کیا تھی۔ اور بعد میں جب کہ حکومت کا مذہب مسیحی قرار دیا گیا تو ان میں کیا تغیر ہوا۔ سب سے پہلے ضروری ہے۔ کہ میں ان اصلاحات کا ذکر کردں جو رسول اکرم صلعم نے ملک عرب میں کر دکھلائیں۔ گو اسلامی سلطنتوں کا انتظام بعد میں قرآن شریف کے احکام اور رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی احادیث سے

مطابق ہوتا رہا ہے۔ ناظرین کرام کو اس بارے میں بہت کچھ واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر وہ رسُول کریم صلعم کی تعلیم اور آپؐ کی سوانحعمری کا مطالعہ کریں۔ انہیں پھر معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس قدر فائدے ان الٰہی قوانین پر چلنے سے ہمیں آجکل حاصل ہو رہا ہے جو حضرت محمد صلعم یعنے الامین کے ذریعہ خلق اللہ تک پہنچے ہیں +

آپؐ کے معبوث ہونے کے وقت عرب میں زندہ لڑکیوں کو جلا دینے کا رواج تھا۔ مگر آپؐ نے بہت جلد انسداد کیا۔ شرابی بکثرت تھے اور شراب کی دعوتیں بالعموم ہوا کرتی تھیں۔ آپؐ نے اس کا بھی انتظام فرمایا۔ اسی طرح قمار بازی اپنے کمال پر پہنچی ہوئی تھی لیکن اس کا بھی خاتمہ الہامات الٰہی کے ذریعہ آپؐ نے فرمایا۔ الغرض خطرناک قسم کی بدیاں اور شرارتیں ملک میں نمودار ہو چکی تھیں لیکن اس بڑے موحدؐ کے حکم سے وہ سب بھاگ کر دیگر ممالک میں پناہگزین ہوئیں۔ اور پھر دار السلام میں انہوں نے سر نہیں نکالا۔ آج بیسویں صدی میں مغربی قومیں اس قسم کی اصلاحیں بذریعہ قانون کرنا چاہتی ہیں۔ جو بذریعہ اسلام مشرق میں آج سے تیرہ سو سال پہلے ہو چکی تھیں میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ جناب مسیحؑ کے زمانہ میں غلامی کا رواج دُنیا میں تھا لیکن افسوس ہے کہ انجیل میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے غلامی کی مذمت پائی جائے اور جناب مسیحؑ کی زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ نکلا ہوا دیکھا نہیں جاتا جس سے معلوم ہو کہ وہ غلاموں کی حالت میں اصلاح کے خواہاں تھے۔ بلکہ برعکس اس کے انجیل میں ایسی آیات دیکھنے میں آئی ہیں جو بلاشبہ غلامی کی تائید میں ہیں۔ غالباً یہ سب کو یاد ہوگا کہ تمام ممالک میں غلاموں کے مالک اپنی اس تجارت کی تائید میں انجیل ہی پیش کرتے رہے اور آیات پر آیات پیش کر کے اُسے حکم الٰہی کے مطابق بتلاتے رہے۔ کیا انگریزوں کو ملکۂ الزبتھ کے زمانہ میں امیر البحر سر جان ہاکنس کے ان جہازوں کے نام یاد تھیں جنمیں غلام سوار کئے جاتے تھے؟ اگر بھول گئے ہوں تو وہ سُن لیں کہ ان کے نام جیسس (یسُوع) اور جان دی بپٹسٹ (یوحنا بپتسمہ دینے والا) تھے۔ اس زمانہ کے بعد کا بھی حال سُن لو ۱۸۳۳ء کی رائل (شاہی) کمیشن میں ایک جہاز کا جو غلاموں کے لئے تیار کیا گیا ذکر آیا

اس جہاز کا نام جہردہ (خدا) رکھا گیا تھا۔ اور مغرب نے بھی صرف حال ہی میں غلامی کا انسداد کیا ہے۔ مگر اس موقع پر میں ایک سوال پوچھتا ہوں کہ جب اسلام غلام کو بھائی کی حیثیت دیتا ہے۔ اور کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتا تو پھر کیا غلاموں کی تجارت یا بردہ فروشی کو روکنے کے لئے صرف اسلام ہی ایک زبردست طاقت نہیں قیدیوں کی آزادی کیلئے آواز بلند کرنا رسول عربی صلعم ہی کا کام تھا۔ اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی اسلام کی ایک قابلقدر اور قیمتی خدمات میں سے ہے اس کے متعلق مختلف ذرائع اختیار کئے گئے۔ مثلاً اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہو تو وہ اس سے توبہ کا اظہار غلام کو آزاد کر کے کیا کرتا تھا۔ اور اسیروں کی رہائی کے لئے خیرات وغیرہ دینے کا بھی حکم تھا لیکن بالمقابل اس کے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی کسی گرجا کے پادری کی تبدیلی ہوئی تو وہاں کے غلاموں کو اسی طرح فروخت کیا جاتا رہا ہے جس طرح کسی جائداد کو۔ تجارت بھی مسلمانوں کے ہاتھ رہی ہے وہ دور دور تک اس کیلئے جاتے رہے ہیں مسلمانوں کے لئے فرض قرار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے کاروبار اور برتاؤ میں دیانتداری سے کام لیں۔ اور ماپ پورا دیں۔ خود رسول کریم صلعم تاجر تھے لیکن اس زمانہ کے لئے آپ کا طریق عمل ہی ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے علم کے متعلق مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ خود تحصیل علم کریں۔ اور اپنا علم اور تجربہ دوسروں تک پہنچائیں انہیں یہ بھی حکم ہے کہ وہ مرتے دم تک علم حاصل کرتے رہیں۔ اور تحصیل علم ہر ایک مرد و عورت کے لئے ایک فرض قرار دیا گیا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ

۱۔ زیادہ عبادت کرنے سے زیادہ علم حاصل کرنا بہتر ہے۔

۲۔ مذہب کا مدار تقویٰ پر ہے۔

۳۔ تمام رات عبادت کرنے سے ایک گھنٹہ بھر کسی کو پڑھانا بہتر ہے۔

۴۔ فلسفہ مومن کا ایک اونٹ ہے جو آوارہ پھر رہا ہے۔ لہٰذا جہاں وہ ملے اُسے قابو کر لو +

۵۔ عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ پاک ہے۔

۶۔ علم حاصل کرو۔ کیونکہ عالم اس کے ذریعہ سچ و جھوٹ میں تمیز کر سکتا ہے۔ یہ دشت بیابان میں ہمیں ایک دوست کا کام دیتا ہے۔ تنہائی میں یہ ہمارا رفیق ہے اور جب کوئی دوست

نہ ہو تو یہ ہمارا ساتھی بن جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ خوشی حاصل کرتے ہیں مصیبت کے وقت یہ ہمیں سہارا دیتا ہے۔ سوسائٹی کی نظر میں یہ ہمارے لئے زیور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں یہ ایک ہتھیار ہے۔

آپؐ کے ان چند احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے کس قدر ضروری خیال کیا گیا ہے کہ وہ سائنس کے متعلق تحقیقات کریں۔ اور جہانتک ان سے ہو سکے اپنے قویٰ ذہنی کو ترقی دیں۔ پس اس صورت میں وہ شخص جس کی آنکھیں حق کی طرف سے بند نہیں یا اس سے بیخبر نہیں کس طرح اسلام پر الزام لگا سکتا ہے کہ وہ ترقی کا دشمن ہے مسلمانوں نے جسقدر ترقی علوم و فنون۔ قانون۔ عمارت اور تجارت میں کی ہے اسکی تصدیق میں ایم۔ کک ٹیلر صاحب ایل ایل ڈی کی ہسٹری آف محمڈن ازم (تاریخ اسلام) کے میں چند ایک صفحوں کی اصل عبارت ہی پیش کرتا ہوں اور اس پر اپنی طرف سے کوئی حاشیہ نہیں چڑھاتا۔ باب زیر عنوان اثرات مذہب اسلام میں وہ لکھتا ہے کہ

"سلطنت ایران اور آذربائیجان میں انصاف کی خرید و فروخت علانیہ ہوتی ہے بدمعاشی کی طرف سے چشم پوشی ہی نہ کیجاتی تھی۔ بلکہ اُن کا تذکرہ کھُلم کھُلا کیا جاتا تھا۔ اور رشوت کھلے بندوں لیجاتی تھی لیکن عربوں نے اس کے بالمقابل قانون کی سخت پابندی کر رکھی تھی۔ اور مقدمات فوجداری میں ان کا ضابطہ ایسا سخت تھا۔ کہ خود بادشاہ بھی کئی سال تک کسی ایسے شخص کو معافی نہ دے سکتا تھا جسے ججوں نے مجرم قرار دیدیا ہو حضرت معاویہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے معافی دینے کے اختیارات برتے اور یہ خیال انکے دل میں ایک ملزم کے پسندیدہ اشعار سے پیدا ہوا۔ جسمیں اس نے معافی کی درخواست کی تھی عرب اس طریق زمینداری (فیوڈل سسٹم) سے بالکل ناواقف تھے جو یورپ کے لئے مدت تک باعث تکلیف و شرم رہا۔ اور جس کے رو سے زمیندار کو بوقت ضرورت بادشاہ وقت کی طرف سے لڑنا پڑتا تھا۔ اور پھر عیسائی ممالک میں دیانت و محنت سے روزی کمانا ماتحتی کا نشان اور تجارت کرنا بھی بےعزتی کا موجب خیال کیا جاتا تھا لیکن عربوں نے محنت اور تجارت کرنے کیلئے ہر طرح حوصلہ افزائی کی۔ جن ملکوں پر ان لوگوں نے قبضہ کیا وہ مدت تک

اس طریق زمینداری کے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہو مہلک اثر سے بچے رہے - چنانچہ کارسیکا - سارڈینیا - سسلی - اور جنوبی اٹلی میں اس طرز زمینداری کا اس وقت تک نام ونشان نہ تھا جب تک کہ عرب وہاں تھے مسلمان بادشاہوں نے صنعت و حرفت کی سرپرستی کی اور لوگوں کی اس بارے میں حوصلا افزائی بھی کی - بالخصوص ہسپانیہ میں جس کی وجہ سے زراعت اور صنعت نے خوب ترقی کی - اور تجارت کے متعلق آمد و رفت دور دور تک پھیل گئی یعنے ایک طرف تو ایشیاء کے انتہاء مشرق تک اور دوسری طرف یورپ کے انتہاء مغرب تک - اب بھی جو چند ایک صنعت کے کارخانے ہسپانیہ میں نظر آتے ہیں - وہ عربوں ہی کے قائم کردہ ہیں - اور بلا مبالغہ میں یہ کہ سکتا ہوں - کہ جس قدر ہم نے جہازرانی کے متعلق ترقی کی ہے - وہ محض مسلمانوں ہی کے نقش قدم پر چلنے سے حاصل ہوئی ہے کیونکہ ہسپانیہ اور پرتگال نے جہاں سے کہ امریکہ اور راس امید کے دریافت کرنے کے لئے مہمات روانہ ہوئیں - جہازرانی کا فن اپنے مسلمان آقاؤں سے ہی سیکھا تھا - جونہی کہ عرب مغربی ایشیاء میں مستقل طور پر آباد ہوئے وہ اسقدر سرگرمی سے مفتوح قوموں کے علوم کو ترقی دینے میں مصروف ہوگئے - کہ تاریخ میں اسکی نظیر دکھائی نہیں دیتی " ؎

پھر لکھا ہے کہ جب المنصور نے میکائیل سوم شاہ یونان کی افواج کو شکست دی - تو آخر الذکر نے صلح کے لئے درخواست کی - اور اس کے لئے ہر ایک شرط کو جو پیش کیجائے منظور کرنے پر رضامندی ظاہر کی - اس پر المنصور نے صرف بڑے بڑے مشہور یونانی مصنفین کی تصانیف ہی طلب کیں انہیں وہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ بغداد لیگیا - اور اسکے نزدیک یہ کتابیں اس فتح عظیم کا بہت بھاری مال غنیمت تھیں - المنصور کے عہد حکومت کے ختم ہونے سے بیشتر ہی عربوں کو یونانیوں کی طب فلسفہ ریاضی اور علم الحیوانات میں کافی مہارت حاصل ہو چکی تھی - اور ہیوکریٹس - گلن - بتی او فریٹس - ٹولومی اقلیدس اور ارسطو کی تصانیف کے تراجم ان تک پہنچ چکے تھے - اور غرناطہ نے جو کتب علم نجوم پر اس کے زمانہ میں لکھی تھیں ان کا ترجمہ بھی گو لٹیرس نے لاطینی میں کر دیا تھا جنکی اسوقت تک طبقہ علماء میں بہت شہرت وقدر ہے ؎

"مسلمانوں کے علوم و فنون کو ترقی دینے کا لوگوں کی عام حالت پر ایسا فوری اثر ہؤا کہ عیسائی اقوام میں تجدید علوم کے وقت دیکھا گیا تھا۔ عرب کوئی شستہ و عالمانہ زبان نہ بولتے تھے لیکن جو علم وہ سیکھتے تھے اُسے سادہ اور موٹے الفاظ میں وہ شائع کر دیتے تھے تاکہ جو چاہے اس سے فائدہ اُٹھائے بہت عرصہ تک عربوں کا یہی دستور العمل رہا لیکن باوجود اس اعلیٰ قسم کے نمونہ کے جو انہوں نے تحصیل علوم کی آسانی کے لئے پیش کیا۔ عام بول چال کی زبان تو تمام یورپ میں استعمال کیجاتی رہی۔ مگر ہر ایک قسم کی تصنیف علمی سیاسی یا سائنس کے متعلق لاطینی زبان میں ہوتی رہی" +

" فن عمارت میں بھی مسلمانان ہسپانیہ نے بہت بڑی ترقی کی تھی۔ ان کی مساجد محلات اور عوام کے استعمال کے لئے بڑے بڑے مکانات دکمرے اس قدر عالیشان تھے کہ یونان اور روما بھی اپنے عروج کے زمانہ میں ویسے تیار نہ کر سکے۔ ان کی شاندار عمارتوں کے آثار اس قدر ہیں۔ کہ اگر انکی گنتی ہی کیجائے تو کئی ایک کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ میں اس جگہ صرف الحمرا ہی کا ذکر کرتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ مسلمانوں نے موجودہ یورپ میں فن عمارت کو زندہ کرنے میں کس قدر بھاری حصہ لیا ہے علم کیمیا کے لئے بھی ہم انہیں کے ممنون ہیں۔ اس وقت عملی فلسفہ کی یہ بہت ضروری شاخ تھی۔ اور آجکل بھی یہ ضروری خیال کیجاتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ گلبرٹ اور رڈ لہرسٹ صاحبان جنہوں نے عملی سائنس کی طرف رہنمائی کی ہر دو اسلامی یونیورسٹیوں سے پڑھ کر نکلے تھے۔ علم ریاضی کے متعلق تو سب جانتے ہیں کہ لوگ عربوں ہی کے مشکور ہیں۔ چنانچہ الجبرا کا لفظ ہی بتلاتا ہے کہ اس کا منبع مشرق ہی ہے" +

پھر مصنف مذکور یعنے کک ٹیلر صاحب لکھتا ہے کہ اس مضمون پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سائنس اور دیگر علوم کے بارے میں مسلمانوں کی کوششوں سے موجودہ یورپ کو کس قدر فائدہ پہنچا وہ پادری ڈاکٹر فارسٹر اور مسٹر شیرن ٹرنر کے الفاظ ذیل اپنے ازدیاد علم کے لئے پڑھیں +

" اس امر کے ظاہر کرنے کی لئے کافی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ کہ اسلام پر الزام کہ وہ

علوم اور تہذیب کے خلاف ہے، بالکل بے بنیاد اور سراسر بہتان ہے"۔

اسی کتاب میں چند ایک اور سطور بھی پڑھنے کے قابل ہیں امید ہے کہ ان کا اثر فوراً ان لوگوں کے دل پر ہو گا جنہیں یہ بات پڑھانی ہے کہ دنیا آہستہ آہستہ جمہوریت کیطرف آرہی ہے نیز اسلام پر خود مختارانہ حکومت کا انداز اختیار کرنے کا ایک اور الزام اکثر لگایا جاتا ہے۔ اسکی بھی تردید ان سے بخوبی ہو گی۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۶۳ پر چنانچہ حسب ذیل لکھا ہے:۔

"عام لوگوں کا خیال ہے کہ خلفاء کی حکومت بالکل خود مختارانہ تھی لیکن اس سے بڑھ کر کوئی قیاس ہی غلط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت محمد صلعم کے پہلے چار خلفاء رض نے جس قسم کی مکمل جمہوریت کا نمونہ دکھلایا اسکی نظیر ہمیں آج تک نہیں ملتی۔ ان کے زمانہ میں بادشاہ انتخاب کے ذریعہ مقرر کیا جاتا تھا۔ اور ان کے اختیارات محدود ہوا کرتے تھے۔ یہ سب نہ صرف قرآن شریف کے احکام کے ماتحت ہوتا تھا۔ بلکہ پیغمبر صلعم کی احادیث کے مطابق بھی جو کہ اس وقت لکھی نہ گئی تھیں۔ تمام اہم امور میں عوام کی رائے پر عمل کیا جاتا تھا۔ اور ایک ادنے سے ادنے سپاہی کو بھی رد و کد یا گلہ گذاری کا وہ حق حاصل تھا جو کہ جمہوری حکومت کی فوج میں بمشکل ہی کسی کو نصیب ہوتا ہو"۔

اس مضمون کے متعلق زیادہ لکھنا اب ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ قارئین کرام نے حضرت رسول اکرم کے احکامات کا مطالعہ کیا ہو گا۔ اور پھر اس عیسائی مصنف کی تحریریں دیکھی ہونگی جن سے مسلمانوں کے عروج اور تہذیب کا ثبوت ملتا ہے حضرت رسول مقبول صلعم فرماتے ہیں کہ عالم وہی ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے"۔

اِلتماس

ناظرین کرام از راہ کرم اپنے حلقۂ اثر میں توسیعِ اشاعتِ رسالہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

خادم۔ مینیجر

مسجد میں گرجا

(از قلم حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی)

پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و ہر فعل میں وسیع القلبی اور عالی حوصلگی اور شرافت نظر آتی ہے خصوصاً مذہبی معاملات میں اس کا نہایت ہی بین اور واضح تر ین ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے جو مدینہ میں آپ کے عروج کے زمانہ میں پیش آیا۔ جبکہ نجران علاقہ یمن کا ایک مسیحی وفد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اس وفد کے سردار ابو المسیح اور ابو حارث جیسے دو شخص تھے جو اس وقت عرب میں نہایت ہی مشہور مسیحی پادری تھے +

ان کی مذہبی حیثیت اور وقعت کو مدنظر رکھ کر انہیں رسول کریمؐ کی مسجد کے حجروں میں اُتارا گیا۔ اور یہ امر مسیحی وفد کے لئے ایک بڑی بھاری عزت و توقیر کا موجب تھا جس طرح بڑی گرمجوشی سے ان لوگوں کا ظاہری استقبال کیا گیا۔ اور ان کے لئے مسجد کے ملحقہ اور متعلقہ مکانات میں رہائش کا انتظام کیا گیا اس سے کہ حضرت محمد صلعم کے دل کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح شاہنشاہ عرب و العجم ان کے ساتھ نہایت مروت اور محبت سے پیش آئے۔ اور کسی قسم کا شاہزادوں کا سا غرور یا ظاہری تکلف آپ کی بات چیت سے نہ ٹپکتا تھا +

وفد کی آمد کے دوسرے روز اسلام اور عیسائیت کی خوبیوں کے متعلق کچھ بحث چھڑی جو کہ نہایت ہی خوشگوار تھی۔ اور جب اُن کے اپنے استفسار پر رسول کریمؐ نے جناب مسیحؑ کے متعلق ذیل کے الفاظ اپنی زبان مبارک سے فرمائے تو نجران کے پادری سوائے خاموشی اختیار کرنے کے کچھ نہ کر سکے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جناب مسیح ہر رنگ میں خاکی تھے۔ اور جس جگہ سے وہ آئے اور جس چشمہ سے وہ سیراب ہوئے اسی جگہ سے دیگر پیغمبر بھی آئے اور اُسی چشمہ سے وہ بھی سیراب ہوئے۔ جس طرح مسیحؑ خدا کے بیٹے تھے۔ اسیطرح آدم سے لیکر مسیحؑ تک تمام انبیا خدا کے بیٹے تھے" +

یہ الفاظ جنہیں صداقت بھری ہوئی تھی نہایت ہی پر اثر ثابت ہوئے۔ ان کی تردید مسیحی وفد کے پادری نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ سینٹ لوقا کی انجیل (باب ۳۔ آیت ۳۸) میں پڑھتے تھے۔ کہ یسوع آدم کی اولاد ہے۔ جو کہ خدا کا بیٹا ہے۔ چونکہ وہ زمانہ کلیسیا کی کج بحثی کا زمانہ نہ تھا۔ اور جو الفاظ کے صحیح معنے ہوتے تھے وہی سمجھے جاتے تھے۔ اسلئے آجکل کی طرح نکمی تشریحات سے کام نہ لیا جاتا تھا +

مذہبی معاملات میں جو کچھ بھی رواداری پیغمبر خدا صلعم نے وفد مذکور کے ساتھ دکھلائی اس کا نہایت ہی عمدہ اثر ان پادریوں پر پڑا۔ ان لوگوں کا تعلق کلیسیائے روما سے تھا۔ یعنے وہ رومن کیتھولک تھے اتفاقاً اسی دن جبکہ وہ مدینہ میں پہنچے انہوں نے شام کے وقت اپنے طرز پر نماز ادا کرنی تھی۔ چونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ خدا کی عبادت میں بتوں کو شامل رکھنا مسلمانوں کیلئے نہایت ہی قابل نفرت بات ہے۔ اور یہ بھی وہ جانتے تھے کہ مسلمان نماز کے وقت اس طرف منہ کرتے ہیں جس وقت وہ خود عبادت کے وقت پیٹھ کیا کرتے ہیں۔ اسلئے انہیں یہ بات کا از حد ڈر تھا کہ مبادا رسول اکرم صلعم کے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ اسی بنا پر کوئی خطرناک نتائج پیدا نہ ہو جائیں چنانچہ بڑے تامل کے ساتھ انہوں نے حضور صلعم سے دریافت کیا۔ کہ آیا انہیں کوئی ایسی جگہ مل سکتی ہے جہاں وہ ملکر عبادت کر سکیں۔ اور جب آپ نے انہیں اپنی تعلیم کا عملی ثبوت یہ کہکر دیا کہ جو مقدس مکان خدا کی عبادت کے لئے مخصوص کیا جائے وہاں جس طرح مسلمان عبادت کر سکتے ہیں اسی طرح عیسائی بھی۔ تو ان کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور وہ آپ کی شرافت قلبی اور صفائی روح کی تعریف کرنے سے نہ رک سکے۔ چنانچہ حضرت محمد صلعم اور دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں مسیح کی پرستش کی گئی۔ اور اسے خدا کا بیٹا کر کے پکارا گیا۔ اور پھر اسی مسجد میں جو اس خدا کی عبادت کے لئے وقف تھی جس کی شان میں لم یلد ولم یولد آیا ہے یعنے نہیں جنا اس نے اور نہ جنا گیا +

مدینہ میں چند دن کے قیام کے بعد وفد کے لوگ مدینہ سے رخصت ہوئے لیکن اسلام اور اسکے بانی کے بے لوث اور پاک برتاؤ کا اثر ان پر ایسا زبردست تھا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز

ٹھیر سکتی تھی۔ اِس طرح ایک قسم کا بیج بو دیا گیا۔ جو کہ اپنے وقت پر پھل لایا۔ یعنے تمام نجران کا نجران ہی حلقہ بگوش اسلام ہوگیا +

اسلام ملکِ دلوں - یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ رسُول خدا صلعم نہایت ہی عروج پر تھے۔ جو لوگ آپؐ کی طرف نہایت گندے اور جھوٹے الزام لگاتے ہیں وہ اس سے استفادہ اور عبرت حاصل کریں۔ اور دیکھیں کہ شاہ عرب نے اسلام پھیلانے کے لئے کبھی بھی تلوار سے کام نہیں لیا۔ اور اس وقت بھی آپؐ نے کسی قسم کا جبر مذہبی معاملات میں بالخصوص پسند نہیں فرمایا جبکہ آپؐ کا پولیٹیکل ستارہ بام اوج پر تھا۔ خلاص محویت اور انسانوں سے محبت یہ دو ایسے ہتھیار آپؐ کے پاس تھے جو فولادی تلوار سے بھی زیادہ تیزی اور صفائی سے تمام خیالات فاسدہ کو کاٹتے اور مُشرکانہ عقائد کو نیست و نابود کرتے تھے +

غزواتِ نبوی

جہاد کے معنے اور مکہ میں جہادِ اکبر

(از قلم جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے)

یورپین مصنفین نے ہمیشہ جہاد کی آڑ میں اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا کی ہے اور رسُول عرب صلعم کی سادہ اور پاک تعلیم پر معاندانہ نقطہ چینی کے باعث اسلام پر یہی الزام لگتا رہا ہے کہ یہ بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی غلط بیانی سے کام لیکر مشہور کیا گیا ہے کہ آپؐ کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور دوسرے میں قرآن لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ مغربی مصنفین نے کبھی اُن حالات کے متعلق سوچنے اور تحقیق کرنے کی تکلیف برداشت نہیں کی۔ جن کے ماتحت حضور صلعم نے تلوار اٹھائی۔ لہذا اُن کی لاعلمی ہی کی وجہ سے ان کے نتائج بھی غلط ہیں۔ انکے لئے ازبس ضروری تھا۔ کہ وہ کسی قدر تفصیل کے ان واقعات کا مطالعہ کرتے جن کے باعث عرب میں کشت وخون ہوا۔ تاکہ وہ دیانت وامانت کے ساتھ اس معاملہ میں اپنی رائے

ظاہر کر سکتے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تیرہ سال تک رسول اکرمؐ نے مکہ میں انتہا تکلیف اٹھائی آپؐ پر مضحکہ اڑایا گیا۔ آپؐ سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اور آپؐ پر پتھر پھینکے گئے۔ اور کبھی کبھی آپؐ کی راہ میں کانٹے بھی بچھا دیئے جاتے جن کی وجہ سے آپؐ کے پاؤں زخمی ہو جاتے اور ان سے خون بہتا۔ جب آپؐ نماز میں مصروف ہوتے تو لوگ آپؐ پر گندگی اور کیچڑ بھی پھینکتے۔ الغرض ہر طرح کی بے عزتی اور ہر قسم کی تکلیف سے ان کے دل کو دکھایا جاتا لیکن آپؐ بڑے استقلال سے ان سب مصائب کو برداشت فرماتے۔ اور جو فرض آپؐ کے سپرد خدا کی طرف سے کیا گیا تھا اُسے برابر ادا کرتے اور لوگوں کو وعظ سناتے جاتے۔ آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی بڑی بے رحمی کا سلوک کیا جاتا۔ اور جب نہایت بے دردی سے انہیں تنگ کیا گیا۔ تو آپؐ نے ازراہِ ہمدردی و محبت انہیں ساحل حبش کی طرف کوچ کر جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں اس نقل مکانی کو ہجرتِ اولیٰ کہا جاتا ہے باوجود اس کے قریش کی دشمنی دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ اور جب دیکھا کہ آپؐ کسی طرح بھی اپنے نئے مذہب کے پھیلانے سے باز نہیں رہتے۔ تو ان شریروں نے آپؐ کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تاکہ آپؐ کا پاک مشن ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔ اس امر کو مدنظر رکھ کر انہوں نے آپؐ کی جان لینے کی غرض سے کئی ایک منصوبے گھڑے۔ اور آخر ش ایک بڑی بھاری مجلس منعقد کی جس میں ہر ایک قبیلہ کے نمائندے شامل تھے۔ اس مجلس میں رسول کریمؐ کے بڑے دشمن ابوجہل نے تجویز کی۔ کہ ایک چھوٹا سا گروہ جس میں ہر ایک قبیلہ کا ایک آدمی ہو جناب رسالت مآبؐ پر ٹوٹ پڑے۔ اور اپنی اپنی تلوار سے آپؐ پر وار کرے تاکہ آپؐ کے خون کا کوئی خاص خاندان یا قبیلہ ذمہ وار قرار نہ دیا جائے۔ اس تجویز پر سب نے بالاتفاق صاد کیا اور قتل کے لئے ایک دن بھی مقرر کیا گیا۔ لیکن حضور صلعم کو اس سازش کی خبر وقت پر لگ گئی۔ اور آپؐ نے رات کے وقت نکل جانے کا انتظام کیا۔ اس سے پہلے آپؐ کے حکم سے مسلمانوں کی ایک خاص تعداد ہجرت[۱] کر کے مدینہ چلی گئی تھی +

ان حالات کے ماتحت رسول پاکؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپؐ نے آدھی رات کے وقت اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر اپنے شاگرد اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر

[۱] اسلامی سنہ اسی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔

سلادیا اور اپنے صادق دوست حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر نکل گئے۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ آپؐ ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ تو ان کا غضب اور بھی بھڑکا۔ چنانچہ قریشیوں نے ان کے قتل کرنے کے لئے ان کے تعقب میں ایک دستہ سواروں کا بھیجا۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ جو شخص آپؐ کا سر کاٹ کر لائے۔ اُسے ایک سو اُونٹ کی قیمت بطور انعام دیجائیگی جس کی وجہ سے بہت سے سوار آپؐ کو پکڑنے کیلئے دوڑ اُٹھے۔ سراقہ بن خشم نے تو آپؐ کو پکڑ ہی لیا لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل آپؐ کے شامل حال تھا اسے آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ رعب میں آکر اس نے اس شخص سے معافی کی درخواست کی جس کے پکڑنے کے لئے وہ جا رہا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اُسے تحریری معافی دی[۵۱]+

اس طرح سے دشمن اپنی سیاہ کاری اور خبیث ارادوں میں ناکام رہے۔ اور رسول کریمؐ اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ خیر و خوبی اور امن کے ساتھ مدینہ میں رونق افروز ہوئے جہاں کے لوگوں نے بڑی فراخ حوصلگی سے آپؐ کو اپنے ہاں جگہ دی۔ ان لوگوں کو انصار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسلام کی نہایت نازک وقت میں مدد کی +

اس واقعہ نے حضور صلعم کے مشن کا جہاں تک اس کا تعلق مکہ سے تھا خاتمہ کر دیا۔ اور اس وقت تک آپؐ کے دل میں اشاعت اسلام کے لئے تلوار اُٹھانے کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوا۔ اہل یورپ کے دل میں جہاد کے لفظ ہی سے ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی بے بنیاد خطرہ کی وجہ سے متعصب مشنریوں نے یہ جھوٹا مسئلہ گھڑا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلایا گیا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مکی سورتوں میں سے ایک میں جو ابتداء ہی میں نازل ہوئیں رسول کریمؐ کو خدا کی طرف سے جہاد کا حکم پہنچا تھا۔ لیکن آپؐ نے اس حکم کی تعمیل نہایت صلح و امن کے ذریعہ اختیار کر کے کی۔ مخالفین اسلام کو جو غلطی جہاد کے متعلق لگ رہی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے جہاد اور اسلام کے لئے تلوار کا اُٹھانا مترادف اور ہم معنے خیال کرتے ہیں لیکن لفظ جہاد کے نہ تو یہ لغوی معنے ہی ہیں اور نہ تاریخ

۵۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم دوات ہر وقت رسول کریمؐ کے ساتھ رہتی تھی۔ تاکہ جب کبھی وحی آلہی ہو تو اُسے فوراً لکھ لیا جائے۔ اسی سے قرآن مجید کی صحت کا ثبوت ملتا ہے ؞

ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ لغت کے لحاظ سے جہاد کے معنے کوشش کرنا ہے یعنے اسلام کی اشاعت کے لئے ساعی ہونا لیکن عام طور پر بدی کے مقابلہ میں نیکی کیلئے کوشش کرنا بھی اس کے معنوں میں داخل ہے۔ اور اسی معنی میں یہ لفظ قرآن شریف کی آیت ذیل میں استعمال کیا گیا ہے:-

جاھدھم بہٖ جھادًا کبیرا +

یہ آیت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس حکم الٰہی کی تعمیل ہی میں رسول اکرمؐ نہایت تکلیف دہ حالات کے درمیان صداقت اور راستی کا پیغام اپنے وعظ کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ اس آیت میں رسول کریمؐ کو صاف حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ قرآن مجید کے ذریعہ جہاد کریں۔ اور اسی پیغام کی بدولت آپؐ کے ہاتھ میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ جیسے انسان آ گئے جن کا وجود بعد میں اسلام کیلئے بہت طاقت کا موجب ہوا اسمیں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ آپؐ اس وقت جہاد ہی کر رہے تھے جبکہ آپؐ اہل مکہ کے کان تک اس لازوال اور ابدی صداقت کو پہنچانے کیلئے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اور قرآن شریف کے الفاظ کے مطابق یہی ایک جہاد اکبر تھا۔ تاریخ سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو لڑائیاں حضورؐ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیں ان کا تعلق براہ راست جہاد سے تھا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اسلامی جنگ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد شروع ہوئی حالانکہ خدا کی طرف سے جہاد کا حکم بہت عرصہ پہلے مکہ میں صادر ہوا۔ اور اس پر اسی جگہ عملدرآمد بھی شروع ہو گیا تھا +

اس بات کا ذکر بھی اس جگہ بیمحل معلوم نہیں دیتا کہ مذہبی امور میں جبر و تشدد کا استعمال قرآن مجید کی صحیح اور اصلی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام کی روح رواں امن اور سلامتی ہے چنانچہ مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملیں تو اسلام علیکم کہیں (یعنے سلامتی ہو آپ پر) اور قرآن شریف میں بھی بہشت کا نقشہ کھینچتے وقت یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں امن اور آرام ہر طرح کا ہوگا۔ اور پھر قرآن ہی ہمیں بتلاتا ہے کہ مسلمان وہی شخص ہو سکتا ہے جو انسانوں اور خدا کے ساتھ صلح کے ساتھ رہے۔ رسول کریمؐ کو بار بار حکم ملتا ہے کہ آپ قرآن کے احکام بڑے امن کے ساتھ لوگوں تک پہنچائیں چنانچہ سورہ ۱۶ آیت ۱۲۵ میں آیا ہے کہ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ ترجمہ (اے پیغمبر لوگوں کو) عقل کی باتوں اور اچھی

اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ۔
پھر ایک دوسری جگہ صاف اور صریح الفاظ میں حکم ہے کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین کے معاملات میں کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہیں +

رسول اکرم صلعم کا ایثار

بعد وفات مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کریم چونکہ مکہ میں بیکس و کمزور تھے اسلئے اس وقت کے حالات کے مطابق انہیں صلح کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ لیکن جب مدینہ میں آکر انصار کی طرف سے آپ کو مدد پہنچی تو آپ کو وہاں تلوار اٹھا کر کسی قدر کامیابی کا منہ دیکھنے اور اپنے عروج و ترقی کے لئے فتوحات کرنے کا موقعہ ملا۔ لیکن جن لوگوں کا خیال اس قسم کا ہے انہیں معلوم ہونا ہے کہ فطرت انسانی کا علم ہی نہیں۔ یہ یاد رہے کہ انسانی فطرت ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص فطرتاً حریص واقعہ ہوا ہے تو وہ ہر ایک حالت میں حریص ہی پایا جائیگا۔ اسکی جبلی عادت کا ظہور ہو کر رہیگا خواہ وہ کسی قسم کے حالات کے ماتحت رکھا جائے۔ اگر آپ کی طبیعت میں حرص و طمع کا خمیر ہوتا۔ اور اگر اپنے عروج اور ترقی کی آپ میں خواہش ہوتی تو یہ کمزوری آپ کی ابتدائی زندگی میں کبھی نہ کسی وقت ضرور نظر آتی۔ کیونکہ جوانی ہی کے عالم میں انسان پر جذبات کا بہت غلبہ ہوتا ہے لیکن برخلاف اس کے آپ ہمیشہ خود ضبطی حیا اور صبر کا نمونہ ہی نظر آئے۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا جو بیوہ تھیں۔ اور آپ سے بلحاظ سن کے پندرہ برس زیادہ تھیں۔ اور باوجود اس کے کہ تمام عرب میں کثیر الازدواجی کا عام رواج تھا۔ آپ نے حضرت خدیجہؓ کی وفات تک جبکہ آپ پچیس سال کے تھے۔ دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا۔ اس طرح آپ نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ ایک ایسی بوڑھی بیوی ہی کے ساتھ گذارا جس میں وہ کشش کرنیوالی باتیں نہ تھیں جو کسی جوان عورت میں ہوتی ہیں لیکن جس کے ساتھ آپ کو ہمیشہ از حد محبت و شفقت تھی یہی ایک ثبوت آپ کی خود ضبطی کے لئے کافی ہے لیکن اس کے علاوہ اور بھی مثالیں موجود ہیں زمانہ رسالت کے ابتدا میں جبکہ آپ کی عمر قریباً چالیس سال کی تھی تو مکہ کے امرا کی ایک جماعت نے آپ کے سامنے بڑی زبردست دنیاوی تحریصات پیش کر کے آپ کو اپنے مشن سے ہٹانے کی کوشش کی۔ انہوں نے اس غرض کیلئے عتبہ کو بطور سفیر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یوں عرض کیا کہ

"اے میرے بھائی کے بیٹے تیرا نسب اعلیٰ ہے اور تجھ میں بہت ہی نیک صفات بھی ہیں۔ تو نے ہماری قوم میں نفاق کا بیج بو دیا ہے اور ہمارے قبیلوں کو جدا جدا کر دیا ہے۔ تو ہمارے دیوتاؤں کی تحقیر کرتا ہے۔ اور ہمارے بزرگوں کو بدحواس خیال کرتا ہے۔ ہم تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتے ہیں۔ اس پر غور کر کے بتلاؤ کہ آیا تم اسے قبول کر سکتے ہو۔"

رسول کریم نے فرمایا کہ اے ولید کے باپ جو کچھ تم نے کہنا ہے کہو میں سنوں گا۔ عتبہ نے کہا کہ

"اے میرے بھائی کے بچے اگر اس کھیل سے تم روپیہ جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اس قدر روپیہ جمع کر کے دیں گے کہ کسی دوسرے کے پاس اس کے برابر نہ ہوگا۔ اگر تمہیں رتبہ اور عزت کی خواہش ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیں گے۔ اگر تمہیں کسی خوبصورت عورت سے شادی کرنے کا خیال ہے تو ہم تمہارے نکاح میں جس عورت کو تم پسند کرو دیں گے۔ اور اگر تم سلطنت کے خواہاں ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کریں گے۔" مگر ان تمام تجاویز کے جواب میں آپ نے قرآن مجید کی آیات ذیل پڑھیں

حٰمٓ ۚ تنزیل من الرحمٰن الرحیم ۚ کتٰب فصلت اٰیٰتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون ۙ بشیرا و نذیرا ج فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون ۝ وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی اٰذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عٰملون ۝ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ ط و ویل للمشرکین ۝ الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون ۝ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لھم اجر غیر ممنون **ترجمہ**۔ حٰمٓ (یہ فرمان خدائے) رحمٰن و رحیم (کے حضور) سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں زبان عربی میں سمجھ دار لوگوں کیلئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں (ماننے والوں کو خوشنودئ خدا کی) خوشخبری سناتا اور (منکروں کو عذاب خدا سے) ڈراتا ہے۔ اس پر (بھی) ان میں سے اکثروں

نے مُنہ موڑ لیا - اور وہ اس کی سُنتے ہی نہیں اور (اے پیغمبر یہ لوگ یہ بھی) کہتے ہیں -
کہ جس بات کی طرف تم ہم کو بُلاتے ہو - ہمارے دل تو اس سے پردوں میں ہیں (کہ تمہاری بات دل کو نہیں لگتی) اور ہمارے کانوں میں (ایک طرح کی) گرانی ہے (کہ تم جو کہتے ہو سُنائی نہیں دیتا - اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ (حائل) ہے (کہ تم ہم پر کسی طرح کا اثر نہیں کر سکتے - تاتو (اس سے بہتر ہی کہ) تم (اپنے طور پر) عمل کئے جاؤ ہم (اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو - کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں (مگر) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس (وہی) ایک معبود ہے پس سیدھے اسی کی طرف (مُنہ کئے) چلے جاؤ - اور اس سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو - اور شرک کرنیوالوں پر افسوس جو زکوٰۃ نہیں دیتے - اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں البتہ جو لوگ ایمان لائے - اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے - ان کے لئے (آخرت میں) بڑا اجر ہے - جو (کبھی) موقوف ہونیوالا نہیں (سُورۂ حٰم السجدہ رکوع اول آیت ۱ تا ۷) +

یہ جواب لے کر عتبہ مایوسی کی حالت میں واپس ہوا - یہ ایک بین اور روشن مثال پیغمبر خدا کی خود ضبطی اور ایثار کی ہے اس سے آپ کے مشن کی سچائی اور آپ کی صد درجہ کی صداقت اور اخلاص کا زبردست ثبوت ملتا ہے - آپ پر کسی تحریص و ترغیب کا اثر نہیں ہو سکتا تھا - ان خود غرضیوں اور نفسانی خواہشات سے جن کے ماتحت لوگ بڑے بڑے اعلےٰ زندگی کے اصولوں کو خیرباد کہہ دیا کرتے ہیں - آپ کی طبیعت اور آپ کی روش بالاتر تھی - آپ اپنی جان بچانے کیخاطر بھی اپنے ایمان و اعتقاد کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے +

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ ابوطالب کے پاس جو آپکے چچا تھے قریش کے چند لوگ آئے اور کہا کہ ہم عمر اور رتبہ کی وجہ سے تمہاری عزت کرتے ہیں - لیکن اس عزت کی جو ہمارے دلوں میں تمہارے لئے ہے آخر کوئی حد بھی ہونی چاہئے - اب ہم میں تاب نہیں کہ ہم اس تحقیر کو جو تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کی کرتا ہے برداشت کر سکیں - یا ان ہتک آمیز کلمات کو جو اس کے منہ سے ہمارے بزرگوں کے اعتقادات کے متعلق نکلتے ہیں سُن سکیں - اسلئے یا تو تم اُسے ان باتوں سے باز رکھو یا اس کے ساتھ خود بھی شامل ہو جاؤ - ہم ہتھیاروں سے

اس معاملہ کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ایک فریق کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔ وہ لوگ اپنا آخری پیغام وفیصلہ دیکر اور ابوطالب کو اس پر غور کرنے کے لئے چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ ابوطالب اپنی قوم سے علیحدہ نہ ہونا چاہتا تھا۔ اور نہ اپنے بھتیجے سے گہری محبت اسے اجازت دیتی تھی کہ وہ آپ سے الگ ہو کر آپ کو مکہ کے بت پرستوں کے رحم پر چھوڑ دے۔ اس نے چنانچہ پیغمبر خدا صلعم کو بلا بھیجا اور انہیں اہل مکہ کے آخری پیغام سے آگاہ کیا۔ اور آپ سے التجا کی کہ آپ جو اپنے کام کو جو آپنے اختیار کر رکھا ہے ترک کر دیں۔ چونکہ آپنے خیال کیا کہ آپ کا چچا اپنی خلاصی کرانا چاہتا ہے۔ اور میری معاونت سے دست کشی کرنے پر آمادہ ہے لیکن آپ کی اولوالعزمی میں ذرہ بھی فرق نہ آیا گو اپنے پیارے چچا سے جدائی کا خیال آپ کی آنکھوں میں پانی بھر لایا۔ آپنے بڑے استقلال سے جواب دیا کہ اے میرے پیارے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند اور مجھے اپنا مشن اور مقصد چھوڑنے کیلئے مجبور کریں تو میں اس سے اس وقت تک باز نہ رہونگا جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنا مقصد ظاہر نہ کرے یا میں ہی اپنی کوششوں میں اپنی جان گنوا دوں۔ بھتیجے کا یہ کلام سنکر ابوطالب کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ تمہاری مرضی ہے تم کہو میں تمہارے ساتھ ہوں پس نہ تو دولت وجاہ کا طمع اور نہ موت کی دھمکی حضور صلعم سے آپ کا مشن چھڑوانے میں کامیاب ہوئی۔ لہٰذا یہ استدلال بالکل لغو اور حماقت ہے۔ کہ آپ نے مدینہ میں سلطنت اور دولت حاصل کرنے کی غرض سے جنگ شروع کی۔ اگر آپ دنیاوی وجاہت کے دلدادہ ہوتے تو آپ کو بآسانی مکہ ہی میں میسر آسکتی تھی۔ وہاں صرف آپنے قریش کی دلی آرزو ہی بر لانی تھی لیکن نہ تو سلطنت اور نہ دولت حقیقت میں آپکے پیش نظر تھی آپکا مقصد تو فقط اس سچائی کو پھیلانے کا تھا۔ جو آپ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور اس کے لئے وہ اپنی جان بھی دینے پر تیار تھے۔

اجازت جنگ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر رسول کریمؐ نے تو اسلام پھیلانے کے لئے اور نہ اپنی شان وشوکت بڑھانے کے لئے تلوار اٹھائی تو ان لڑائیوں کی کیا غرض تھی جو آپ نے کیں اس

سوال کا جواب نہایت صاف اور سیدھا ہے ہمنے اوپر بتلایا ہے کہ قریش مکہ اسباب پر تلے ہوئے تھے کہ اسلام کا نام و نشان تک نہ رہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو صرف اندفاعی طور پر تلوار اُٹھانے کی اجازت دیگئی۔ قرآن شریف میں بھی ذیل کی آیات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں:۔

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا ترجمہ۔ جن (مسلمانوں سے (کافر) لڑتے ہیں۔ (اب) انکو (بھی ان کافروں سے لڑنے کی) اجازت ہے۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ امام زہری کا قول ہے کہ اسی آیت کی بنا پر مسلمانوں کو ان کفار مکہ کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دیگئی تھی جو پہلے ہی سے ان پر حملہ آور ہو رہے تھے لیکن ابن جریر کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو اس قسم کی اجازت ذیل کی آیت کے رُو سے دیگئی:۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (ترجمہ) اور (مسلمانو!) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے دین کے رستے (یعنی دین کی حمایت) میں ان سے لڑو۔ اور زیادتی نہ کرنا۔ اللہ (کسی طرح) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۵) +

ذاتی طور پر میں امام زہری کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کیونکہ اول آیت میں اذن للذین کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نیا حکم دیا گیا ہے۔ خیر ان ہر دو آیات کا اور دیگر بہت سی قرآنی آیتوں کا مطلب بالکل صاف ہے اور کسی قسم کی تشریح اور حاشیہ کا محتاج نہیں مسلمانوں کو اجازت جنگ کی دیگئی ہے لیکن وہ انہیں سے جنگ کر سکتے ہیں جو پہلے ہی سے ان کے خلاف جنگ پر آمادہ ہیں۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ مسلمانوں نے کبھی جنگ کے لئے پہل نہیں کی بلکہ انہیں اپنی حفاظت کیلئے اندفاعی طور پر جنگ کرنی پڑی۔ یہاں میں ایک خاص امر کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ ان آیات میں لفظ قتال لکھا ہے نہ کہ لفظ جہاد۔ ان الفاظ کے معنوں میں نہایت لطیف فرق ہے اور ذیل کے دو امور پر غور کرنے سے صاف طور پر نظر آتا ہے:۔

اول۔ ان آیات مذکورہ بالا میں سے اول الذکر میں امام زہری کے خیال کے مطابق مسلمانوں

پہلی ہی دفعہ لڑائی کی اجازت دی گئی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نیا حکم ہے جیسا کہ اذن للذین کے الفاظ سے نظر آتا ہے۔ اس صورت میں یہ کسی پہلے حکم کا اعادہ معلوم نہیں ہوتا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد کا حکم صریح طور پر مکہ میں دیا جا چکا تھا اور رسُول پاک اس پر عمل پیرا بھی تھے + دوئم ۔ جو حکم اس آیت میں دیا گیا ہے وہ مشروط بہ شرائط ہے جیسا کہ "با نہم ظلموا" سے پایا جاتا ہے حالانکہ جہاد کا حکم قطعی ہے اور کسی قسم کی شرط بھی اسکے ساتھ نہیں لگائی گئی۔ اس کا ثبوت قرآن شریف کی آیت ذیل سے ملتا ہے :۔

وجاھدھم بہٖ جھاداً کبیرا

اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاد کے معنے قتال سے بالکل جُدا ہیں۔ جہاد ہر ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے اور ہر وقت اور ہر حالت میں کیا جانا چاہیئے نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ وغیرہ کیطرح یہ بھی فرض ہے لیکن قتال یعنی لڑائی شرطیہ ہے اور اسی وقت جائز ہے جبکہ اپنی حفاظت کی ضرورت ہو +

مسلمانوں سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں جہاد کریں یعنے انہیں ہمیشہ اشاعت اسلام میں کوشاں رہنا چاہیئے کیونکہ یہ سب سے آخری اور ابدی صداقت ہے جو انسان پر ظاہر کی گئی۔ اور اس کا ان کے ذریعہ تمام دُنیا میں پہنچنا ضروری ہے قرآن شریف نے اسے جہاد اکبر کا نام دیا ہے اور حضور صلعم بھی مکہ میں برابر تیرہ سال تک جہاد کرتے رہے۔ قرآن شریف کی دیگر آیات سے بھی جہاد کے اصلی معنوں کا صاف پتہ لگتا ہے۔ مثلاً سُورہ تحریم آیت ۹ کے ابتدا میں لکھا ہے کہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ۔ ترجمہ ۔ اے پیغمبر کافروں کے ساتھ اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔ اور ان پر سختی رکھو +

اِس آیت میں رسُول عربی سے کہا گیا ہے کہ نہ صرف کفار کے خلاف بلکہ منافقین کے خلاف بھی جہاد کیا جائے لیکن سیرت کی تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی آخر الذکر کے برخلاف تلوار سے کام لیا۔ اگر جہاد کے معنے تلوار چلانا ہی ہوتا تو منافقین پر بھی مسلمان تلوار اٹھاتے کیونکہ کفار اور منافقین دونوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے کا حکم خدا کی طرف سے موجود ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا +

امام رازی جو کہ ایک مستند اور معتبر شارح اسلام ہیں اس آیت کے متعلق یوں لکھتے ہیں :۔

جہاد کے صحیح معنے کوشش کرنا ہے اور کوئی بات ایسی ہیں نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہو کہ یہ کوشش بذریعہ تلوار کے ہوتی ہے یا بذریعہ زبان یا کسی اور طریق سے لفظ جہاد کے لغوی معنے تو بالکل صاف ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو قرآن مجید کے ذریعہ جہاد کرنے کا صریح حکم دیا جاتا ہے۔ اور آپ سے کہا جاتا ہے کہ منافقوں کے خلاف بھی جہاد کرو لیکن آپ نے کبھی بھی ان پر تلوار نہیں اُٹھائی جس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاد کے اصلی اور صحیح معنے صرف کوشش کرنا ہے اور یہ کوشش اشاعت اسلام کے لئے بذریعہ پند و نصائح کی ہے۔ اور انہیں معنوں میں بار بار یہ لفظ فرقان حمید میں آیا ہے +

لیکن سوال ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے پھر تلوار کیوں اُٹھائی؟ اور کیا یہ تلوار اشاعت اسلام کیلئے نہیں اٹھائی گئی؟ اس کا جواب نفی کے سوا اور کچھ نہیں۔ جس آیت میں تلوار اُٹھانے کا حکم ہے اسی میں اس کے لئے وجہ بھی بتلائی گئی ہے یعنے وہاں صاف لکھا ہے کہ جنگ کرنے کا حکم محض اسلئے ہے کہ مسلمانوں کو ستایا جاتا ہے اور ان پر حملہ کیا جاتا ہے مسلمانوں کو کس طرح دکھ دیا گیا۔ یہ ایک تاریخی بات ہے۔ اور سب پر عیاں ہے۔ اور جو کچھ قرآن مجید میں بھی حکم کے رنگ میں صاف طور پر لکھا گیا ہے اسکی شہادت تاریخ دیتی ہے +

قریش کی عداوت ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ قریش مکہ رسول اکرم صلعم سے جانی دشمن تھے اور آپ کے لئے ان کے دل میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ جب ان لوگوں نے شرارتیں کیں اور آپ کے دین کو ملیامیٹ کرنے کا منصوبہ باندھا تو آپ مع اپنے صحابہ کرام کے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے لیکن اس جگہ بھی انہوں نے دم نہ لینے دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ کو آپ کے برخلاف بھڑکایا اور انہیں دھمکیاں دیں۔ حتٰے کہ انھوں نے سردار مدینہ عبداللہ بن ابی کی طرف آپ کے مدینہ پہنچنے کے بعد ایک خط لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے +

"تم نے ہمارے آدمیوں کو پناہ دی ہے۔ اگر تم نے اُسے قتل کر دیا یا وہاں سے خارج کر دیا تو بہتر ورنہ خدا کی قسم ہے ہم تم پر حملہ کریں گے۔ تمہیں نیست و نابود کر کے تمہاری مستورات پر قبضہ کر لیں گے" +

اہل مدینہ کیلئے یہ ایک ایسی خطرناک دھمکی تھی کہ وہ حضرت پیغمبر صلعم کا ساتھ چھوڑ دیتے اور

اسلام کیلئے اسکے نئے مرکز میں بھی مصائب پیدا کرتے لیکن چونکہ مدینہ میں ایک گروہ کثیر نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلئے عبداللہ نے قریش کی بات پر جلد توجہ نہ کی۔ پھر بھی قریش کی چالبازیوں نے اہل مدینہ پر بہت برا اثر اخلاقی رنگ میں ڈالا۔ اور جو کچھ بھی تکلیف اسلام کو یہودیوں اور منافقین کی طرف سے مدینہ میں پہنچی وہ قریش مکہ ہی کی سازشوں کا نتیجہ تھی کیونکہ وہ اسلام کو مٹانے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے تھے۔ اور قریش کی تجویز پر چونکہ عبداللہ نے فوراً عمل نہ کیا۔ لہذا اُن کا غضب بہت جوش میں آیا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں جب مدینہ میں مسلمانوں نے یہ خبر سُنی تو انہیں سخت تشویش پیدا ہوئی اور انہیں قریش کی طرف سے حملہ کا ہر آن خیال تھا۔ رسُول پاکؐ اور آپؐ کے ساتھی صبح سے شام تک اپنی محافظت میں لگے رہتے اور راتیں نہایت بےچینی سے کاٹتے۔ اس کے متعلق صحیح نسائی میں اس طرح لکھا ہے کہ

"جب رسُول اکرمؐ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو آپؐ رات کے وقت پہرہ دیا کرتے" +

اسی طرح صحیح بخاری میں بھی ایک معتبر روایت اس بارے میں یُوں آئی ہے۔ کہ:۔

"جب رسُول پاک مدینہ میں تشریف لائے۔ اور انصار نے آپؐ کو پناہ دی تو تمام عرب کا عرب مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسلئے وہ زرہ بکتر پہنے ہوئے سوتے تھے" +

قریش کی دشمنی اس دھمکی آمیز خط تک ہی نہ رہی جو انہوں نے عبداللہ کی طرف بھیجا اور وہ خطرناک خبریں مکہ بھیجکر صرف ڈراتے ہی نہ رہے بلکہ انہوں نے اپنے جنگی ارادوں کا ثبوت بھی دیا۔ چنانچہ کرز ابن جبر نے ایک حملہ مدینہ کے علاقہ پر کیا۔ اور وہ اس شہر کی چراگاہوں تک قریباً پہنچ ہی گیا۔ اور ایک بھاری تعداد اونٹوں کی جو رسول کریمؐ کی ملکیت تھی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ مال غنیمت لیکر مکہ میں جا داخل ہوا +

اِس قسم کے واقعات کے درمیان ماہ رجب سنہ ۲ ہجری مطابق دسمبر ۶۲۳ء کو مدینہ میں ایک معتبر ذریعہ سے خبر ملی کہ اہل مکہ بڑی بھاری تیاریاں مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے کر رہے ہیں۔ تقاضاء فطرت کے مطابق مسلمانوں نے بھی اپنی حفاظت کیلئے تیاریاں شروع کردیں۔ اسلئے فوراً ایک سراغ رسان مہم تیار کی گئی جسمیں بارہ آدمی تھے۔ اور اُنکا سردار عبداللہ ابن جحش مقرر کیا گیا۔ اور اسے زبانی فقط یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ مکہ کی طرف روانہ ہو جائے۔ اور ہدایات ایک چٹھی

میں بند کر کے اُسے دیگئیں اور حکم دیا گیا کہ وہ دو دن سفر کرنے کے بعد اُسے کھولے۔ اس سربمہر خط کو لیکر عبد اللہ رخصت ہوا اور اس وقت اُسے کھولا جبکہ وہ شہر سے بہت ہی دُور نکلگیا۔ اس چٹھی میں اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنی پارٹی کو نخلہ لیجائے جو کہ طائف اور مکہ کے درمیان واقعہ ہے اور وہاں بڑی احتیاط سے دشمن کی حرکات کو تاڑتا رہے۔ تاکہ اُسے اس کے ارادوں کا یقینی اور پختہ علم ہو جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں عبد اللہ نخلہ پہنچا۔ وہاں سے جبکہ وہ گھات لگائے بیٹھا تھا ایک مختصر سا قافلہ اس کے پاس سے گزرا۔ عبد اللہ ایک جلد باز سپاہی تھا۔ اور عربوں کی تیزی اور تندی اسے ورثہ میں ملی تھی۔ اس نے جھٹ قافلہ پر حملہ کیا۔ ایک شخص مسمی حضرامی کو قتل کر دیا۔ اور دو کو قید کر کے معہ مال غنیمت مدینہ واپس پہنچا جب اس کارروائی کی اطلاع رسول کریم کو ملی تو آپ کو بہت رنج پہنچا۔ آپ نے مال غنیمت لینے سے انکار کر دیا۔ اور عبد اللہ سے کہا کہ میں نے تمہیں لڑائی کا حکم نہ دیا تھا۔ تم نے کیوں یہ کام کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہؓ نے بھی عبد اللہ کی اس حرکت پر اظہار ناپسندیدگی کیا۔ اور اُسے رسُول خدا صلعم کی خواہش کے خلاف عملدرآمد کرنے پر ملامت کی +

اِس اثناء میں قریش مکہ بڑی سرگرمی سے آدمی اور روپے کی فراہمی میں مصروف رہے تاکہ مدینہ پر حملہ کر کے آخری فیصلہ کر دیں۔ اس غرض کیلئے انہوں نے ایک بہت بھاری سرمایہ بھی شام میں تجارت کرنے کے لئے لگا دیا تا کہ اس سے اسلحہ اور بارود وغیرہ خریدا جائے۔ ان کے قافلے شام سے مال و زر لیکر گھر کی طرف آرہے تھے۔ اور ابوسفیان سب سے بڑے قافلہ کو لیکر مکہ کیطرف واپس آرہا تھا۔ اور اس کے ہمراہ جنگ کے لئے گولہ بارود وغیرہ کا ایک بہت بھاری ذخیرہ تھا +

جنگ بدر اِس موقعہ پر مکہ میں ایک غلط افواہ اڑی کہ مسلمانوں کا ابوسفیان کے قافلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے۔ اور بعثت اسلام سے پہلے اس قسم کی کارروائی کرنا عرب میں ایک معمولی بات تھی۔ اہل مکہ تو پہلے ہی سے لڑائی کیلئے آمادہ تھے۔ اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کیلئے وہ آگ بگولا ہو رہے تھے۔ اس خبر سے انہیں ایک کافی بہانہ ملگیا۔ اور وہ بلا تامل ایک بڑا لشکر لیکر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے جس سے تمام مسلمانوں کی جانیں پھر خطرہ میں پڑ گئیں +

حضور صلعم کی حیثیت محض ایک استاد ہی کی نہ تھی۔ آپ لوگوں کی جان اور انکی آزادی

کے محافظ و نگہبان بھی تھے۔ آپ کی تباہی گویا ان کی تباہی تھی۔ اور آپ کے متعلقین کی تباہی تھی۔ اور آپ کے متبعین کی تباہی اس ابدی صداقت کی تباہی کا موجب تھی۔ جو کہ آپ دنیا میں لائے تھے۔ لہٰذا آپ کے نزدیک ان کی جانوں کی حفاظت کرنا ایک نہایت ہی متبرک کام تھا۔ کیونکہ یہی وہ لوگ تھے جن تک وہ صداقت اول ہی اول پہنچی تھی۔ اور جنہوں نے اُسے دوسروں تک پہنچانا تھا پس صداقت کی خاطر اپنی جانوں کو بچانے کے خیال سے اور نیز اِس الہام الٰہی کے مطابق جسمیں حفاظت خود اختیاری کیلئے تلوار اُٹھانیکا حکم تھا۔ آپ نے قریش کی فوج کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے ایک مجلس شوریٰ قائم کی۔ اور یہ سوال اس کے رُوبرو پیش کیا حضرت ابوبکرؓ اور دیگر صحابہؓ نے بڑی پُر جوش تقریروں میں اسلام کی حمایت کے متعلق اپنا پختہ ارادہ ظاہر کیا جماعت انصار نے ان کی تائید کی۔ اور کہا کہ وہ رسُول پاک کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے +

حضور صلعم کے متبعین کی آزمائش کا یہ ایک نہایت ہی نازک موقعہ تھا۔ اور بہت ثابت قدم نکلے اُنہیں رسُول کریمؐ کی سچائی اور راستی پر پکا ایمان تھا۔ اور آپ کی ذاتی خوبیوں اور خصائل نے ان پر گویا جادو کا کام کیا ہوا تھا۔ اُن میں اس قسم کا ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو چکا تھا۔ کہ وہ صداقت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے پر فوراً ہی تیار ہو گئے۔ میور صاحب نے خلفاء کی تاریخ لکھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں لکھا ہے حضرت محمد (صلعم) پر اس کا اعتقاد ہی خود آپ کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے کیونکہ محمد (صلعم) نے شروع ہی سے دیدہ و دانستہ جھوٹا دعویٰ کیا ہوتا تو ابوبکرؓ جیسا آدمی جو کہ نہ صرف ذہین اور بہادر ہی تھا بلکہ نہایت سادہ اور راستگو بھی تھا۔ آپ پر کبھی ایمان نہ لاتا۔ اور آپ کا سچا دوست نہ بنتا +

میور صاحب اس استدلال کو کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایمان لانا ہی رسُول کریمؐ کی سچائی کی ایک مضبوط دلیل اُن ہزارہا مسلمانوں کے اعتقاد سے جنہوں نے آپ کے حکم پر اپنی جانیں دیدیں بہت بڑی طاقت ملتی ہے میں اس جگہ مقابلہ کے طور پر جناب مسیح علیہ السلام کے حواریین کے متعلق کچھ تھوڑا سا تذکرہ کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ انجیل کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ

ان کے پکے حواری بھی باوفا ثابت نہ ہوئے۔ انمیں سے ایک نے تو تیس درہم لیکر انکو دشمنوں کے حوالے ہی کر دیا۔ اور باقیوں نے ان کے لئے اس وقت بھی دُعا نہ کی جبکہ ان کی روح غمناک تھی اور اُسے سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اور باوجود مصیبت کے وقت ان کے آقا نے دُعا کیلئے اُن سے بار بار درخواست کی لیکن انہوں نے نیند کو نہ چھوڑا +

الغرض ۱۲ رمضان سنہ ۲ھ کو رسُول عربیؐ اپنے رفقا کو ساتھ لیکر شہر سے باہر نکلے وہ تعداد میں بالکُل قلیل تھے اور ان میں سے بعض کے پاس صرف لاٹھیاں ہی تھیں۔ شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر لشکر آراستہ کیا گیا۔ اور اس کا معائنہ ہوا جو نابالغ لڑکے تھے انہیں واپسی کا حکم دیا گیا۔ امیر بن ابی وقاص جو کہ بہت ہی کم سن لڑکا تھا یہ حکم سُنکر زار زار رونے لگا اور عرض کی کہ اُسے فوج میں رہنے کی اجازت دیجاے۔ اس کی از حد منت وسماجت پر اسے رکھا گیا۔ اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں دیگئی شمار کرنے پر فوج میں کُل ۳۱۳ آدمی نکلے جن میں سے ساٹھ تو مہاجر تھے اور باقی انصار +

اسی اثناء میں ابوسفیان معہ اپنے قافلہ کے بغیر کسی کھٹکے کے مکہ پہنچگیا۔ اور ابوجہل کی طرف جو مکی فوجوں کی کمان پر تھا پیغام بھیجا کہ قافلہ چونکہ بخیریت پہنچگیا ہے وہ واپس چلا آئے۔ قریش کا ایک گروہ ابوسفیان کی بات پر عمل کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ لیکن ابوجہل جو کہ اسلام کا سخت دشمن تھا وہ حضرت محمدؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو تباہ کئے بغیر واپسی کے متعلق ایک لفظ بھی سُننا نہیں چاہتا تھا اس کا خیال تھا۔ کہ اس کام ہی سے اسکی شہرت ابدالآباد تک قائم رہ سکتی ہے۔ اس نے نہایت تکبر ونخوت سے کہا کہ ہم بدر تک جائیں گے۔ اور وہاں چشمے کے پاس تین دن تک خوب دعوتیں اُڑائیں گے۔ اور جب تمام عرب کو یہ بات معلوم ہو جائیگا تو وہ ہم سے ہمیشہ خوف میں رہیگا +

اپنی فتح پر کامل بھروسہ کر کے ابوجہل بڑی شان وشوکت کے ساتھ بدر کی طرف بڑھا۔ اس کے ہمراہ ایک لشکر عظیم تھا جسمیں دس ہزار تجربہ کار جنگجو سپاہی معہ سو سواروں کے تھے۔ اس کے مقابل میں مسلمانوں کی فوج میں صرف ایک سوار تھا۔ انکی رسد رسانی کا انتظام سرداران قریش نے کر رکھا تھا۔ جو باری باری اپنے خرچ پر سپاہیوں کو نہایت پُر تکلف دعوتیں

دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ ہر روز فوج کیلئے دس اونٹ ذبح کئے جاتے تھے +

چونکہ قریشی مسلمانوں سے پیشتر ہی میدان جنگ میں پہنچ گئے تھے انہوں نے اچھے اچھے مقامات پر ڈیرے جما دیئے۔ اسلامی لشکر کو پہلے مجبوراً پھسلنے والی ریتلی زمین پر جہاں کہ کوئی چشمہ پانی کا بھی نہ تھا قیام کرنا پڑا۔ یہ دیکھ کر جناب ابن منذر نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آیا اس جگہ قیام کرنے کے بارے میں خداوند تعالی کی طرف سے کوئی الہام ہوا ہے۔ جب حضورؐ نے جواب نفی میں دیا۔ تو اس نے اس جگہ سے کوچ کر کے ایک چشمہ پر قبضہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ اور کہا کہ وہاں سے تمام کنوئیں خراب بھی کئے جا سکتے ہیں اس تجویز پر آپؐ نے صاد کیا لیکن وہاں سے کوچ کرنے سے پیشتر خداوند تعالے نے اپنے فضل و کرم سے باران رحمت بھیجکر لشکر کے لئے پانی کا انتظام کر دیا۔ اور زمین کو بھی سخت و مضبوط بنا دیا۔ اسلامی سپاہیوں نے اس موقعہ پر چھوٹے چھوٹے گڑھے بنا کر پانی جمع کر لیا جو ان کے نہانے اور وضو کرنے کے کام آیا۔ قرآن شریف میں بھی اس تائید غیبی کا ذکر الفاظ ذیل میں آیا ہے:-

وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم (ترجمہ) اور آسمان سے تم پر پانی برسا رہا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعے تم کو پاک کرے (سورہ انفال آیت ۱۱)

گو پانی پر اسلامی لشکر کا قبضہ تھا لیکن رسول کریمؐ کی فراخ دلی نے گوارا نہ کیا کہ دشمن کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روکا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے اجازت دیدی کہ جب کبھی اسے ضرورت ہو وہ پانی لے سکتا ہے +

غرضیکہ دونوں لشکر ایکدوسرے کے پہلو بہ پہلو آسمان کے نیلگوں سائبان کے تلے پڑے جاتے ہوئے ڈٹ گئے۔ آپؐ کے ساتھی تو رات کو خوب مزے کی نیند سوئے لیکن حضور نے تمام رات دعا میں بسر فرمائی +

قریش جو کہ اپنی طاقت پر نازاں اور اپنے کامیابی پر یقین رکھتے تھے جنگ کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ گو ان میں بعض ایسے نرم دل بھی تھے جو خونریزی کے خیال سے بھی ڈرتے تھے اور واپس چلے جانے کا مشورہ دیتے تھے +

رسولکریمؐ میدان جنگ سے علیحدہ ایک گھاس پھوس سے تیار کی ہوئی جھونپڑی میں تشریف لے گئے اور اپنے چھوٹے سے گروہ کی فتحیابی کے لئے دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔ آپؐ نے جن الفاظ میں دعا مانگی وہ اس وقت تک محفوظ ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مجبوراً ظالم کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھائے۔ آپ نے خداوند تعالیٰ سے عرض کی کہ:-

"اے میرے مولیٰ جو وعدہ تونے مدد کا دیا ہے اُسے نہ بھولیو۔ اور اے میرے مالک اگر یہ چھوٹا سا گروہ معدوم ہو گیا تو کوئی بھی تیری سچے دل سے عبادت کرنیوالا نہ رہیگا۔"

جب آپؐ دعا کر چکے تو آپؐ کے بدن پر لرزہ طاری ہؤا۔ اور آپؐ نے اسی دم حضرت ابوبکرؓ سے جو آپؐ کے پاس ہی تھے کہا کہ اے ابوبکرؓ تمہیں مبارک ہو خداوند تعالیٰ نے امداد بھیجدی ہے۔ اس کے بعد آپؐ اپنی جھونپڑی میں سے باہر تشریف لائے اور مٹھی بھر خاک قریش کی طرف پھینکی۔ اور فرمایا۔ کہ اے خدا ان کے حوصلے پست کر کے انہیں کھلبلی ڈال دے۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن پر سخت حملہ کرو (ملاحظہ ہو تاریخ ابوالفدا) حضورؐ ابھی دعا میں مصروف تھے کہ جنگ شروع ہو گئی۔ اور قریش کے تین جنگی بہادر عربوں کے دستور کے مطابق میدان میں نکلے اور مسلمانوں کے تین بہادروں یعنی حمزہؓ۔ علیؓ۔ اور ابوعبیدہؓ کو اپنے مقابلہ میں آنے کے لئے للکارا ان اسلامی شیروں کی کامیابی پر دشمن کے تمام لشکر نے حملہ کر دیا لیکن مسلمان نہایت بہادری سے لڑے۔ اور ابوجہل جس کی گردن پر اس تمام لڑائی کی ذمہ داری کا بوجھ تھا۔ بمعہ اپنے بہادر جرنیل عُتبہ کے مارا گیا۔ اس واقعہ سے لشکر قریش میں مصیبت چھا گئی۔ یہ سخت جاڑے کا موسم تھا۔ اور نہایت تند و تیز ہوا اس وقت چل رہی تھی قریش اپنی فوج کو جو تتر بتر ہو رہی تھی جمع نہ کر سکے۔ ان کے بہت سے سردار مارے گئے اور کثیر تعداد اسیران جنگ کی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

یورپین مصنف اس بات پر اکثر بڑا تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ایک مٹھی بھر مسلمانوں نے جن کے پاس خور و نوش کا کوئی معقول انتظام نہ تھا کس طرح ایک بھاری

لشکر کو جن کے پاس سامان رسد ضرورت سے زیادہ تھا اور آلات حرب سے بالکل آراستہ تھے بہت بُری طرح سے شکست دی۔ لیکن اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کیونکہ اس دُنیا میں بہت سی باتیں دعا کے ذریعہ بھی سرانجام پاتی ہیں۔ رسول پاکؐ کی دُعا ایسے تاریک وقت میں از حد مؤثر تھی۔ اور اسلام کی صداقت کے لئے ربانی ہاتھ کام کر رہا تھا۔ اور اس ظالم دشمن کے خلاف جو کہ بیکس اور بے بس مسلمانوں کی تباہی کے درپے تھا عناصر بھی جنگ میں مصروف تھے +

اسیرانِ جنگ سے سلوک اسیرانِ جنگ کی تعداد بہت بڑی تھی لیکن اسمیں صرف دو کو قتل کیا گیا۔ اس بنا پر کہ وہ قبل از جنگ مسلمانوں کے خلاف بعض جرائم کے مرتکب ہو چکے تھے لیکن باقی کے ساتھ نہایت مہربانی کا سلوک کیا گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے درمیان انہیں تقسیم کر دیا گیا۔ اور وہ انکی خوراک کے ذمہ وار قرار دئے گئے۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ نہایت شفقت سے برتاؤ کیا جائے جس کی تعمیل حرف بحرف آپؐ کے متبعین نے کی۔ چنانچہ ایک قیدی ابو عزیز نامی اپنی قید کا حال بتلاتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ:۔

"اس خاندان نے جس کے سپرد مجھے کیا گیا تھا مجھ سے نہایت مہربانی کے ساتھ برتاؤ کیا۔ وہ مجھے روٹی کھانے کیلئے دیتے (یہ عربوں کی بہترین خوراک ہے) لیکن وہ خود کھجوروں ہی پر قناعت کرتے۔ اس پر مجھے شرم آتی اور میں روٹی نہایت شکرگذاری کے ساتھ واپس کر دیتا لیکن وہ واپس نہ لیتے۔ اور اس پر اصرار کرتے کہ میں خود کھاؤں۔"

یہ صرف اس وجہ سے تھا کہ حضرت رسولؐ اللہ نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ وہ قیدیوں کے ساتھ نہایت تہذیب کا برتاؤ کریں +

قیدیوں میں سے جو امیر تھے انہوں نے زرِ مخلصی ادا کر کے رہائی حاصل کر لی۔ لیکن مفلسوں کو بھی رہائی دیگئی اس شرط پر کہ وہ آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کریں گے۔ بعض تعلیمیافتہ قیدیوں نے مدینہ کے نوجوانوں کو تعلیم دی اور اپنی رہائی اس ذریعہ سے حاصل کی +

اسطرح جنگ بدر کا خاتمہ ہوا جسمیں مسلمانوں کو کامل فتح نصیب ہوئی لیکن یہ ہمیشہ یاد رہے کہ آنحضرت صلعم نے خود کبھی کسی پر تلوار اٹھانے میں پہل نہیں کی اہل مکہ نے فیصلہ کرکے مدینہ پر حملہ کیا تاکہ مسلمانوں کو ملیامیٹ کردیا جائے۔ اور اہل مدینہ کو جنہوں نے انہیں پناہ دی ہی سزا بھی دیجائے۔ اسطرح آپ کو اسلام کیلحاظ اپنی حفاظت میں تلوار سے کام لینا پڑا۔ قریش مکہ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ آپ سے کوئی دنیاوی سلطنت چھینی جائے۔ ان کا مدعا صرف مسلمانوں کو اور ان کے پیغمبرؐ کو قتل کرنے کا تھا تاکہ اسلام کا نام ونشان باقی نہ رہے۔ ان کا اشارہ دشمن کے اس خبیث منصوبہ کیطرف تھا جبکہ آپؐ نے جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے خدا سے یہ التجا کی کہ اے خدا اگر یہ چھوٹا سا گروہ تباہ ہوگیا تو کوئی بھی زمین پر تیری سچے دل سے عبادت کرنیوالا نہ رہیگا +

الغرض دشمن کا مدعا تو یہ تھا کہ اسلام کلیتہً مٹ جائے لیکن آنحضرت صلعم جیسے پیغمبر خدا نے گوارا نہ کیا کہ صداقت دنیا سے اٹھ جائے۔ گو آپ کو اسکی حمایت میں تلوار ہی اٹھانی پڑی +

رسید زر

از یکم ستمبر لغایت اخیر ستمبر ۱۹۳۰ء

مفت تقسیم ۔ امداد خصوصی از جائے معلومہ ۔۔ ۱۵۰۰ }
امداد مشن ووکنگ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۔۔ ۱۵۰۰ } للعہ ۳۰۰۰ ؍؍؍

؍؍ جناب منہاج الدین صاحب انجینیر نہر مردان ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ عہ ۵

مفت تقسیم جناب خواجہ عبدالغنی صاحب عزیز منزل لاہور — ؍عہ ؍

امداد مشن جناب محمد خلیل الرحمن صاحب بنارس ۔۔ ۔۔ ۔۔ عہ ۲۵ ؍

؍؍ ؍؍ شہاب الدین خان صاحب داؤدزئی — عہ ۵

مفت تقسیم ۔ عالیجناب کرنل میجر حاجی محمد حمید اللہ خانصاحب ولیعہد بہادر بھوپال — صہ ۵۰

زکوٰۃ ۔ جناب احمد صاحب خریدار اشاعت اسلام عہ ۳۴۸۸ — عہ ؍

جناب نواب محمد یاور الدین خانصاحب بہادر حیدرآباد دکن }
اشاعت بلاد غیر — مفت تقسیم — لٹریچر ناشاہ فنڈ }
للعہ ۴۰ — للعہ ۴۰ — للعہ ۴۰ } ماعہ ۱۲۰

امداد مشن جناب ایس احمد حسین صاحب اٹیفری ۔۔ ۔۔ ۔۔ خہ ۵۰

آنریری سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن عزیز منزل لاہور

ربُّ المشرقین وربُّ المغربین

فبایّ اٰلاءِ ربّکُما تکذبٰن

دنیا کیلئے وہ وقت بھی دیکھنا مقدر تھا جبکہ قومیں ایکدوسرے سے دست و گریبان ہونگی اور ایک بھائی گوارہ نہ کریگا کہ اس کا دوسرا بھائی خدا کی زمین پر چلتا پھرتا نظر آئے۔ اسکی خود غرضی دوسروں کی تباہی کا باعث ہوگی۔ اور اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے باقی لوگ صفحۂ ہستی سے مٹتے دکھائی دیں گے لیکن انسان کی فطرت میں شرافت بھی ہے۔ اور اس کے اندر ہمدردی۔ غمگساری اور رحم کا مادہ رکھا گیا ہے برا کام کرنے پر اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے۔ اسلئے بدی سے روکنے والی اس اندرونی قوّت کو خاموش کرنے کے لئے وہ ایک غلط منطق اور فلسفہ گھڑ کر خود اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔ ہمارا زمانہ بھی اب اسی قسم کا ہے۔ چنانچہ مغرب والوں کا خیال ہے کہ مشرق کو نقصان پہنچا کر بھی حکومت کیجائے۔ اگرچہ تمام قومیں ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں اور انہیں یکساں خداداد قابلیتیں بھی ملی ہوئی ہیں اور ہر ایک کے لئے ترقی کے یکساں موقعہ مہیّا ہیں تاہم خود غرضی اور نفس پرستی کے پجاری رڈیارڈ کپلنگ کی شکل میں پیدا ہوکر دیگر مخلوق کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ مشرق مشرق ہی ہے اور مغرب مغرب۔ اور یہ دونوں کبھی مل ہی نہیں سکتے۔ ہم اس سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ہمیں وہ خاص جگہ بتلا سکتا ہے جہاں کہ مشرق مغرب سے ملتا ہے ہمیں از حد خوشی ہوگی۔ اگر ان حالات کا ہمیں علم ہوجائے یا فطرت کے ایسے کام اور نظارے ہمیں مل جائیں جن سے پتہ ملے کہ فلاں مقام پر مشرق اور مغرب کا فراق ہوتا ہے۔ مشرق اور مغرب کے الفاظ سے کوتاہ اندیشوں کو دھوکہ لگا ہے۔ یہ فرضی مقام اصل میں ایک ہی ہیں اور

وہاں کے رہنے والے ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں۔ انہیں ایک ہی قسم کی روشنی اور خوراک ملتی ہے۔ برادرانہ محبت اور انسانی ہمدردی کی وجہ سے ان کا باہمی رابطہ ہوتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں ایک ہی قسم کا جوش اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ ذرہ انسان کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانی فطرت ہر ایک جگہ یکساں ہی ہے۔ پھر خدائی قوانین کا مطالعہ کرو۔ وہ بھی ایک ہی طرح کے نظر آئیں گے۔ بالفرض اگر اس وقت مغرب کا ستارہ عروج پر ہے۔ تو کیا کبھی وہ وقت نہ تھا کہ مشرق کا ستارہ بھی نہایت ہی بلندی پر سے چمکتا تھا۔ یہ تو گردش ایام ہے اور قسمت کے چکر۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ مغرب ہی میں بہترین اور فضلترین مخلوق ہے۔ اور اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے سوا باقی سب کو فنا کر دے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خدا جس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اور مشرق کو بھی ویسے ہی قوتیں اور ترقی کے موقعے دے رکھے ہیں جھوٹا ہے قرآن شریف کی آیات میں جو اس مضمون کے ابتدا میں درج کی گئی ہیں۔ اور ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی سبق ملتا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ وقت آنیوالا ہے جبکہ مغربی قوموں کو اس کے ماننے میں تردد ہوگا کہ آیا ایسے بھائی جو مشرق میں رہتے ہیں اس قابل ہیں کہ وہ اس دنیا میں اپنی ہستی کو قائم رکھ سکیں اس لئے انکی آگاہی کیلئے کہتا ہے کہ جو کچھ مغرب میں ہے یا مغرب میں فرق یا تمیز کرتا ہے وہ ناشکر گزار ہے اور خدا کی نعمت کو نہیں دیکھتا۔ قرآن شریف میں مشرقین اور مغربین کے الفاظ نہایت ہی پر معنے ہیں۔ مثلاً اگر دنیا کو دو نصف کروں میں تقسیم کردیا جائے تو اس صورت میں بھی دو مشرق اور دو ہی مغرب ہونگے یہ دو الفاظ لازم و ملزوم کی طرح ہیں۔ اور ان اطراف کو ظاہر کرتے ہیں جہاں سے کہ سورج کا نکلنا یا غروب ہونا فرض کیا جاتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو مشرقی نصف الارض کے رہنے والوں کو مشرق میں دکھائی دیتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ مغربی نصف الارض والونکو معلوم ہوتا ہے کہ مغرب

کی طرف غروب ہونے کے لئے بڑھ رہا ہے اور اسی طرح جب سُورج مغرب میں غروب ہوتا ہوًا اہل مشرق کو دکھائی دیتا ہے تو مغرب والوں کو مشرق میں طلوع ہوتا ہوًا نظر آتا ہے پس ہر چوبیس گھنٹوں میں دو مشرق اور دو ہی مغرب ہوتے ہیں جیسا کہ آیات بالا میں ذکر آیا ہے۔ چونکہ زمین کی شکل گول ہے اور اپنے محور پر گھومتی ہے لہٰذا اس کا ایک ایک ذرہ سُورج کے سامنے آتا ہے۔ اس طرح سورج زمین کے ہر ایک ذرہ یا مقام پر طلوع ہوتا اور وہیں غروب بھی ہوتا ہے اور وہ ایک نیا مشرق اور نیا مغرب بناتا ہے۔ قدرت کے اسی مظہر کی وجہ سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کو رب المشارق والمغارب کہا گیا ہے یعنے مشرقوں اور مغربوں کا مالک یہاں جمع لفظ ہے جو عربی زبان میں دو سے زائد کیلئے استعمال ہوتا ہے مگر یہ دو ٹانگوں پر چلنے والا حیوان بھی نہایت ہی کوتاہ بین اور شیخی مارہے۔ مغربی قوموں کو قرآن مجید کی ان آیات پر اور ان سے جو اعلےٰ درجہ کا سبق ملتا ہے اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کیونکہ علم طبعیات کے شائقینوں کیلئے خصوصًا ان میں علوم کا ایک ذخیرہ پڑا ہوا ہے +

قرآن شریف میں زمین کے گول ہونے کی طرف اشارہ

قرآن شریف کے نازل ہونے کے بہت بعد دریافت کیا گیا کہ زمین گول ہے لیکن یہی اصلیت ان آیات میں جو اوپر درج کی گئی ہیں آسانی سے نظر آتی ہے۔ عربی میں پورب کے لئے لفظ مشرق ہے جس کے لغوی معنے سورج کے نکلنے کی جگہ ہے اسی طرح پچھم کیلئے لفظ مغرب ہے جس کے معنے لغات میں سورج کے ڈوبنے کی جگہ ہے زمین میں بیشمار مشرق و مغرب نہیں ہو سکتے جب تک کہ زمین گول نہ ہو۔ لہٰذا خدا اکی اخیری کتاب یعنے قرآن مجید یہ بتلا کر کہ اللہ تعالیٰ مشرقوں اور مغربوں کا مالک ہے ان لوگوں کی خواہشات کے خلاف انہیں متنبہ کرتا ہے کہ وہ خدا کے خاندان یا بندوں کے مختلف ارکان میں عداوت پیدا کرنیوالا فرق دکھلانے کے لئے خود ساختہ اصولوں اور مغالطہ دینے والی منطق و فلسفہ کی طرف رجوع نہ کریں ان آیات میں صرف اتنا ہی اشارہ نہیں بلکہ سائنسدان دنیا کیلئے یہ بھی بتلا دیا ہے کہ زمین کی شکل گول ہے

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بلاد غیر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف قسم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے ۔ مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد مغربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے ۔ اور اسکے چہرے پر سے اُن بدنما دھبوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر